مقالاتِ محدّث گوندلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

www.KitaboSunnat.com

از قلم

امام العصر حضرت حافظ محمد محدث گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ

تحقیق

حافظ شاہد محمود فاضل مدینہ یونیورسٹی

GUJRANWALA

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اَپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقالات

محدث گوندلوی رحمہ اللہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

مقالات

محدث گوندلوی رحمہ اللہ

(حصہ اول)

از قلم

امام العصر حضرت حافظ محمد محدث گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ

تقدیم

فضیلۃ الشیخ مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالرحمٰن ضیاء حفظہ اللہ

تحقیق

حافظ شاہد محمود

فاضل مدینہ یونیورسٹی

GUJRANWALA

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

مقالات محدث گوندلوی رحمہ اللہ

از قلم

امام العصر حضرت حافظ محمد محدث گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ

تحقیق

حافظ شاہد محمود

فاضل مدینہ یونیورسٹی

کمپوزنگ ---------- ابو سفیان عزیزی

طبع اول ---------- 2011ء

Contacts

Pakistan

Umm-ul-Qura Publications
Sialkot Road,
Fattomand, Gujranwala
Ph: 0333-8110896
0321-6466422
www.umm-ul-qura.org

Madinah

Zulfiker Ibrahim Al-Memoni Al-Atharee
Islamic University
P.O Box 10133, Madinah
Kingdom of Saudi Arabia
Mob: (00966) (0)553462757
Tel: (00966) (04) 8283701
www.madeenah.com

ناشر: ام القریٰ پبلی کیشنز

سیالکوٹ روڈ فتو منڈ، گوجرانوالہ فون 0333-8110896, 0321-6466422

hasanshahid85@hotmial.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ

www.KitaboSunnat.com

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين، وعلى آله وصحبه، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ﴿عَلَّمَ بِالْقَلَمِ﴾ اور ﴿عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ﴾ فرما کر قلم اور کتاب کی اہمیت کا جو اشارہ فرمایا ہے اس کا نتیجہ ہے کہ ہر دور میں اہل علم نے اپنے علوم و معلومات کو کتابوں میں جمع کیا ہے، مگر امرِ واقع یہ ہے کہ ہر کتاب قابل خواندگی نہیں۔ کتاب کی اہمیت اس کے مصنف سے وابستہ ہے جیسے کلام کی اہمیت اس کے قائل اور کہنے والے سے متعلق ہے۔ اسی تناظر میں ضرب المثل مشہور ہے: "كلام الملوك ملك الكلام"

رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کی اہمیت بھی اسی بنا پر ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ کا فرمودہ آپ کا نہیں بلکہ وہ اللہ ذوالجلال والاکرام کا ہے۔

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾

اور وہ جو کسی نے کہا بجا کہا کہ

گفت اُو گفت اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

ہم جو مجموعہ مقالات و رسائل قارئینِ کرام کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں، اس کی اصابت کے لیے یہی کافی ہے کہ یہ نگارشات حضرت محدث گوندلوی نور اللہ مرقدہ کے نتیجۂ فکر کا عکاس ہیں، جو اپنے وقت کے عظیم محدث، مفسر، فقیہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مجتہد تھے، اصول و فروع پر کامل گرفت رکھتے تھے، تمام علوم و فنون کے بحرِ زخار تھے، جن کی علمی مجلس میں چند ساعتوں کی حاضری ہزاروں صفحات کی ورق گردانی سے بے نیاز کر دیتی تھی۔ وسعتِ علم کے ساتھ ساتھ عمل و اخلاق کے بھی پیکر تھے، زہد و تقویٰ، ذکر و فکر اور شب زندہ داری اور سنن و مستحبات کی پیروی کا ایسا اہتمام کہ اب ایسا اور کوئی ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا۔ ؎

یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر
انھیں کے اتقا پر ناز کرتی ہے مسلمانی

حضرت محدث گوندلوی ﷫ کی پوری زندگی ''قال اللہ، وقال الرسول'' کا درس دیتے گزری۔ اس کے علاوہ قلم و قرطاس سے بھی انھوں نے اپنا تعلق رکھا اور متنوع موضوعات پر اپنی یادگار چھوڑیں، اور جس عنوان کو بھی موضوعِ سخن بنایا اس کا حق ادا کر دیا۔ اس مجموعہ مقالات میں ایک عنوان ''اِہداء ثواب'' ہے۔ اس موضوع پر ایسی اصولی اور دلائل پر مبنی بحث کی ہے کہ شارحِ مشکوۃ حضرت العلام شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ رحمانی محدث مبارکپوری ﷫ اسی رسالہ کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

''ولبعض شيوخنا رسالة لطيفة في الأردية في هذه المسئلة، رتبها على مقدمة و مقصد و خاتمة، وسماها ''إهداء الثواب'' وبسط الكلام في تحقيق المقام فأجاد، فعليك أن تطالعها.''

(مرعاة المفاتيح: ۲/ ۵۰۸، تحت رقم الحديث: ۱۷۳۳، دوسرا نسخہ: ۵/ ۴۵۳)

''کہ ہمارے شیوخ میں سے بعض کا اس مسئلہ میں بزبانِ اردو ایک رسالہ ہے جو ایک مقدمہ، مقصد و موضوع اور خاتمہ پر مشتمل ہے، اور اس کا نام ''اِہداء الثواب'' ہے، جس میں اس مسئلہ کی بڑی بہترین تفصیلی بحث ہے۔ تمھیں چاہیے کہ تم اس کا مطالعہ کرو۔''

جس سے اس رسالہ کی اہمیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اسی سے دوسرے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسائل کی اہمیت وحیثیت بھی معلوم ہو جاتی ہے۔

یہ مجموعہ حضرت محدث گوندلوی ﷫ کے حسب ذیل چھ رسائل پر مشتمل ہے:

۱۔ ختم نبوت۔ جس میں سید الأنبیاء محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ کے ربانی اعزاز ''ختم نبوت'' کا اثبات ہے، اور دجالِ قادیان کے فریب کا پردہ چاک کیا گیا ہے۔

۲۔ تنقید المسائل۔ جس میں جماعت اسلامی کے بانی جناب مولانا مودودی کے افکار ونظریات پر اور حکومت الٰہیہ کے قیام کے لیے ان کے طریقہ کار پر بڑی سنجیدہ تنقید ہے۔ کتاب کے اختتام پر ''باقی آئندہ'' لکھا ہوا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کتاب مکمل نہیں۔ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس سے زائد بھی حضرت مرحوم لکھ پائے تھے یا نہیں؟

۳۔ احکامِ وتر۔ جس کا اصلی نام ''سنت خير الأنام صلى الله عليه وسلم در سه وتر به يك سلام'' ہے۔ جس میں وتر سے متعلقہ مباحث اور تین رکعت پڑھنے کے صحیح طریقہ کی وضاحت ہے۔ جس میں دراصل اس موضوع پر ایک حنفی عالم سے قلمی مناظرہ کی تفصیل ہے۔ اردو میں اس موضوع پر اس سے جامع رسالہ دیکھنے میں نہیں آیا۔

۴۔ صلاۃ مسنونہ۔ موضوع نام سے ظاہر ہے کہ اس میں نماز نبوی کی ضروری تفصیل ہے۔

۵۔ اِہداءِ ثواب۔ میت کو تلاوتِ قرآن مجید اور عباداتِ بدنیہ کا ثواب پہنچتا ہے یا نہیں؟ اسی مسئلہ پر سیر حاصل بحث ہے جس کا اشارہ ہم پہلے بھی کر آئے ہیں۔

۶۔ اسلام کی دوسری کتاب۔ جو اسلام کے بنیادی اصول وعقائد پر مشتمل ہے۔ نام سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ ''اسلام کی پہلی کتاب'' بھی حضرت مرحوم نے لکھی تھی مگر وائے افسوس کہ تلاش بسیار کے باوجود وہ نہیں ملی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محترم مولانا حافظ شاہد محمود فاضل مدینہ یونیورسٹی کا شکر گزار ہوں بلکہ حضرت محدث گوندلوی رحمہ اللہ کے تمام فیض یافتگان اور متوسلین بھی ان کے شکر گزار ہیں، جنھوں نے حضرت کی نگارشات کو محفوظ کر کے تشنگانِ علم تک پہنچانے کی سبیل پیدا کر دی ہے۔

وہ قبل ازیں حضرت مرحوم کی دفاعِ حدیث اور منکرین حدیث کے شکوک و شبہات کی تردید پر مشتمل مایۂ ناز کتاب ''دوامِ حدیث'' اور پھر ''الإصلاح'' کے نام سے حضرت کی دوسری کتاب، جو پہلے تین حصوں پر مشتمل تھی، کو زیرِ طبع سے آراستہ کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی یہ مساعی جمیلہ قبول کرے اور ان کا فیض عام فرمائے۔

محترم حافظ صاحب نے حضرت محدث گوندلوی کے دیگر نوادرات کو بھی منصۂ شہود پر لانے کا عزم کیا ہے، اللہ تعالیٰ انھیں اس کی توفیق بخشے اور اپنی مرضیات سے نوازے۔ حضرت کی تصانیف میں ''رسالہ بدعت'' کا نام نہیں آیا، حالانکہ اس کا ذکر خود انھوں نے الاصلاح (ص: ۱۷۴، حصہ اول) میں کیا ہے۔ یہ ناکارہ پہلے تو یہ سمجھتا تھا کہ الاصلاح حصہ ثانی میں ''بدعت'' سے متعلقہ ضروری مباحث آگئے ہیں، شاید اس سے یہی حصہ ثانی مراد ہے مگر الاصلاح (ص: ۳۰۲) حصہ دوم میں حضرت کے الفاظ ہیں:

''ان بزرگوں کی تحقیق کو میں نے رسالہ بدعت میں لکھ دیا ہے۔''

جس سے یہ غلط فہمی دور ہوگئی۔ محترم حافظ صاحب ﷾ سے گزارش ہے کہ اس ''رسالہ بدعت'' کی بھی کھوج لگائیں۔ اللہ تعالیٰ بہر نوع ان کی مدد فرمائے، اور اسلاف کے نوادرات کو منصۂ شہود پر لانے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین

خادم العلم والعلماء

ارشاد الحق اثری

۱۹/۲/۲۰۱۱

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محدث مفسر فقیہ اصولی امام حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کا علمی مقام

مولد و وطن:

۶ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ بمطابق ۱۸۹۷ء ضلع گوجرانوالہ کے مشہور قصبہ گوندلانوالہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد میاں فضل الدین رحمہ اللہ نے آپ کا نام اعظم رکھا تھا اور آپ کی والدہ محترمہ نے آپ کا نام محمد رکھا لیکن آپ والدہ صاحب کے تجویز کیے ہوئے نام ہی کے ساتھ معروف ہوئے۔ آپ کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔

حلیہ وخصائل:

آپ کے معروف و مشہور شاگرد رشید مولانا مفتی عبیداللہ عفیف حفظہ اللہ نے آپ کا حلیہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

> ''میانہ قد و قامت، سرخ و سفید رنگ، کشادہ جبیں، تقوی و طہارت کے جھومر سے آراستہ، موٹی موٹی سیاہ آنکھیں جن میں شب زندہ داری کے سرخ سرخ ڈورے مچلتے ہوئے، سیدھی مانگ والے گھنے اور گھنگھریالے مگر چمکدار سفید بال، قبضہ سے فراواں خوبصورت سفید ریش، لمبا اور اجلا سفید لباس مگر شلوار ٹخنوں سے اوپر اٹھی ہوئی، کلاہ والی رنگ دار دستار، دیسی پاپوش، ہاتھ میں چھڑی (کھونڈی) پُروقار اور وجیہ شخصیت۔''

آپ کے ایک اور شاگرد رشید مولانا محمد ادریس فاروقی کوئٹہ والے آپ کا حلیہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> ''حضرت محدث گوندلوی رحمہ اللہ کا چہرہ بارونق، پیشانی کشادہ، خوبصورت داڑھی، درمیانہ قامت، متوازن جسم، معتدل ڈیل ڈول تھا۔ لباس قیمتی اور صاف ستھرا تھا۔ سر پر پگڑی تھی اور پاؤں میں دیسی جوتا تھا۔ آپ کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چلنے، پھرنے، اٹھنے، بیٹھنے، بات چیت اور چال ڈھال میں ایک تمکنت اور ایک مخصوص وقار تھا۔ آپ کم گو اور کم آمیز تھے، لیکن جتنا بولتے پُر مغز بولتے، جتنا ملتے پُر خلوص ملتے۔ آپ صاف دل اور صاف دماغ تھے، ظاہری صفائی کے ساتھ باطنی صفائی کو بھی پسند فرماتے تھے، آپ صفائی پسند بھی تھے اور سادگی پسند بھی۔ مجھے چھ سال آپ سے اکتسابِ فیض کا موقع ملا میں نے کبھی آپ کی کشادہ پیشانی پر شکن نہیں دیکھی، کبھی آپ کی پاکیزہ زبان پر غیبت نہیں سنی، کبھی آپ کی زبان پر کوئی ثقیل لفظ نہ پایا اور کبھی آپ کو سیخ پا، یا عالم غیظ وغضب میں نہ دیکھا۔ صفائی و پاکیزگی کا عالم یہ تھا کہ آپ ہمہ وقت باوضو رہتے تھے۔ آپ نہایت صابر وشاکر اور قانع تھے۔ میں نے آپ کے پُرنور چہرے پر کبھی پریشانی و سراسیمگی کے آثار نہیں دیکھے۔ آپ کے چہرے پر ایک رعب، ایک جلال اور ایک متانت ہوتی تھی ... کئی دفعہ آپ تبسم بھی فرماتے اور کبھی آپ بعض واقعات یا لطائف پر اس قدر ہنستے کہ آپ کے موتیوں جیسے چمکدار دانت نظر آ جاتے... اٹھارہ سال ہو چکے ہیں اپنے گرامی قدر اور مشفق استاذ محترم کا گلاب جیسا مسکراتا چہرہ اب بھی میرے تصور میں ہے۔" انتھی

(ہفت روزہ الاعتصام لاہور، محدث گوندلوی نمبر، ج: ۳۸، شمارہ: ۱۔۲، ۳۔۱۰ جنوری، ۱۹۸۶ء)

میں (عبدالرحمٰن ضیاء) کہتا ہوں کہ حضرت الاستاذ حافظ صاحب رحمہ اللہ کو میں نے ۱۹۸۰ء میں جب جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ میں پہلی بار دیکھا تھا تو ان کا حلیہ تقریباً اسی طرح ہی پایا تھا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ ڈرائیور کے ساتھ کار میں جامعہ میں تشریف لائے تھے، انھوں نے اس وقت طلبہ کو سلام کہا تھا۔ چہرہ ان کا نہایت سفید قدرے سرخی مائل تھا، سر پر زلفیں تھیں، درمیان سے مانگ نکالے ہوئے تھے۔ وہ ان دنوں میں جامعہ محمدیہ میں ایک کمرے میں صحیح بخاری پڑھایا کرتے تھے اور کمرے کے دروازے پر دار الحدیث لکھا ہوا تھا۔ میں اس وقت پانچویں کلاس میں پڑھتا تھا، کبھی کبھی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بخاری کا درس سننے کیلئے بخاری پڑھنے والے طلبہ کے ساتھ بھی بیٹھ جایا کرتا تھا۔

ایک دن حضرت الحافظ صاحب رحمہ اللہ نے طلبہ سے "أشیاء" کے بارے سوال کیا کہ یہ غیر منصرف کیوں ہے؟ کسی کو جواب نہ آیا۔ پھر انھوں نے خود بتایا کہ سیبویہ کے نزدیک اس میں قلب مکانی ہوئی ہے۔ اصل میں "شیئاء" تھا "فعلاء" بروزن "حمراء" لام کلمہ (ء) فا (ش) کی جگہ منتقل ہوگیا ہے اور فاء (ش) عین (ی) کی جگہ پر آ گیا ہے اور (ی) لام کی جگہ تو اب اس کا وزن "لفعاء" ہوگیا ہے، جیسا کہ شافیہ ابن حاجب میں ہے۔ کئی دفعہ حضرت الاستاذ حافظ عبدالمنان نورپوری حفظہ اللہ کو بھی ان کے پاس بیٹھے دیکھتا تھا۔ وہ کبھی کبھی ان دنوں "إرشاد القاري إلى نقد فيض الباري" کا کوئی مقام انھیں پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔

۱۹۸۳ء میں میں نے حضرت الاستاذ رحمہ اللہ سے بخاری پڑھی ہے۔ ہم پڑھنے کے لیے روزانہ ان کے گھر نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ جایا کرتے تھے۔ وہ اپنی بیٹھک میں پڑھایا کرتے تھے، دو گھنٹے ٹائم مقرر ہوتا تھا، ہم تانگے پر ان کے گھر جاتے تھے، جو کہ جامعہ کی طرف سے مقرر کیا گیا تھا۔ ان کا تدریسی سبق نہایت عالمانہ، محققانہ، محدثانہ و فقیہانہ ہوتا تھا، ہر فن کی سیر ہوجاتی تھی۔ سبق سے فارغ ہو کر ان کے ہاتھ پاؤں دباتے تھے۔ ان کے ہاتھ پاؤں بھی سفید ریشم کی طرح نرم ہوتے۔ پنڈلیاں اور کلائیاں قدرے باریک تھیں اور اس وقت سر پر نہایت سفید ٹوپی ہوتی اور ٹوپی کے اوپر نہایت سفید باریک رومال ہوتا تھا اور آنکھوں پر موٹے شیشے والا چشمہ لگایا کرتے تھے۔

ایک دفعہ انھوں نے دودھ والا گاجر کا حلوہ ہمیں کھلایا تھا۔ بہت لذیذ تھا۔ ایک دفعہ جلالین کے نسخے منگوائے یعنی خرید کیے، جتنے طلبہ بخاری پڑھتے تھے ہر ایک کو ایک ایک نسخہ دیا۔ وہ نسخہ ابھی تک میرے پاس موجود ہے۔

ان کو مطالعہ کا اس قدر شوق تھا کہ ایک دفعہ ان کو بخار ہوگیا تھا، ہم چند دن سبق پڑھنے کے لیے نہیں گئے تھے۔ ایک دن ہم طلبہ نے پچھلے پہر پروگرام بنایا کہ ان کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیمار پرسی کے لیے جائیں۔ چنانچہ ہم تمام طلبہ چلے گئے، جب ان کے کمرے میں داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ بڑے تکیے کے ساتھ ٹیک لگا کر بخار کی حالت میں بھی علامہ طاہر بن صالح بن احمد الجزائری رحمہ اللہ کی کتاب "توجيه النظر إلى أصول الأثر" کا مطالعہ فرما رہے ہیں۔[1] مجھے آپ کی اس حالت کو یاد کر کے بحر العلوم شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا یہ واقعہ یاد آجاتا ہے کہ ایک مرتبہ وہ بیمار ہو گئے تھے، طبیب نے کہا تھا کہ مطالعہ کرنا ترک کردو کیونکہ مطالعہ سے آپ کی صحت پر برا اثر پڑے گا۔ آپ فرمانے لگے مطالعہ ہی میں تو میری بیماری کی شفا ہے، اسی سے مجھے راحت محسوس ہوتی ہے، میرا جی علم و مطالعہ ہی میں مسرت و راحت محسوس کرتا ہے۔ طبیب نے کہا: آپ کا یہ مرض ہمارے دائرۂ علاج سے باہر ہے، اس کا علاج پھر ہمارے پاس نہیں ہے۔

(روضة المحبين لابن القيم رحمه الله، ص: ٧٠، قيمة الزمن لأبي غُدّه، ص: ٧٨)

حیرت انگیز قوتِ حافظہ کے متعلق شہادات و واقعات:

حضرت الاستاذ محدث گوندلوی رحمہ اللہ کا تذکرہ جس عالم نے بھی کیا ہے ان کے قوتِ حافظہ کا ذکر اس نے ضرور ہی کیا ہے حتی کہ ان کے اساتذہ کرام بھی اس کے معترف تھے، اور ان کا حافظہ تو ایک ضرب المثل تھا جس پر بہت سی شہادتیں موجود ہیں۔ نیز ایسے واقعات بھی بکثرت ہیں جو ان کے قوتِ حافظہ پر واضح دلالت کرتے ہیں۔

۱۔ حضرت الاستاذ محدث گوندلوی رحمہ اللہ کے استاذ مولانا محمد حسین ہزاروی رحمہ اللہ کبھی کبھار آپ سے مختلف فنون کے ادق اور مشکل ترین مسائل حل کرواتے تھے۔

(ہفت روزہ الاعتصام لاہور، ص: ۳۰، محدث گوندلوی نمبر)

[1] یہ کتاب حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی موروثہ کتب میں اب بھی موجود ہے جس کے آغاز میں حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کے ہاتھ کے نوٹ کیے ہوئے فوائد لکھے ہوئے ہیں۔ یہ کتب محترم جناب عارف جاوید محمدی حفظہ اللہ (گوجرانوالہ) کی لائبریری میں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ مزید کئی کتب مثلاً سنن ترمذی، تحفۃ الأحوذی، فتح الباری، نصب الرایۃ، فصل الخطاب (از حافظ روپڑی رحمہ اللہ) وغیرہ پر بھی حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کے لکھے ہوئے فوائد و تعلیقات موجود ہیں۔ ارادہ ہے کہ ان فوائد کو بھی کسی وقت یکجا کر کے منظر عام پر لایا جائے گا۔ إن شاء اللہ۔ [شاہد محمود]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ میرے اساتذہ میں سے بعض مجھ سے شرح جامی وغیرہ کے بعض مشکل مقامات حل کروالیا کرتے تھے۔ یہ ان کے طالب علمی کے دور کی بات ہے۔

۲۔ فقیہ الہند حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ہماری جماعت میں یہ شخص علم کے ایسے سمندر ہیں جس کا کوئی کنارا نہیں اور علمی میدان میں اتنی اونچی پرواز پر چلے گئے ہیں جہاں تک کسی دوسرے کی رسائی نہیں۔'' (الاعتصام، محدث گوندلوی نمبر، ص: ۳۰،۱۳)

۳۔ حافظ عنایت اللہ اثری حافظہ کے پہاڑ تھے لیکن وہ حافظ محدث گوندلوی رحمہ اللہ کے بارے کہتے ہیں:

''اہلحدیث کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا جوہر عطا فرمایا ہے جس کو تمام کتابوں کے متون کے علاوہ ان کے حواشی و شروحات بھی پوری کی پوری حفظ ہیں۔'' (الاعتصام، محدث گوندلوی نمبر، ص: ۳۱)

۴۔ مناظر اسلام مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ہماری پوری جماعت میں ان کے علم و فضل کا کوئی ثانی نہیں۔'' (ص: ۳۰)

۵۔ طب یونانی میں نامور شخصیت حکیم اجمل خان رحمہ اللہ صاحب، جو کہ طب میں آپ کے استاذ ہیں، فرماتے ہیں:

''اس جیسا ذہین شاگرد میں نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھا، جب مجھے اس کے سامنے لیکچر دینا ہوتا ہے تو مجھے بہت زیادہ تیاری کر کے آنا پڑتا ہے۔''

(الاعتصام، محدث گوندلوی نمبر، ص: ۳۰)

۶۔ حدیث کی مشہور کتاب سنن ابن ماجہ کے شارح یعنی انجاز الحاجۃ شرح سنن ابن ماجہ کے مصنف مولانا محمد علی جانباز سیالکوٹی، جو کہ حضرت الاستاذ کے شاگردوں میں سے ہیں، فرماتے ہیں:

''آپ کو اللہ تعالیٰ نے عطیۂ غیب سے بے نظیر حافظہ سے نوازا تھا، چنانچہ آپ کا بیان ہے کہ ایک وقت تھا کہ میں روزنامہ اخبار پڑھتا تو اس کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پوری عبارت ذہن پر نقش ہو جاتی اور وہ پورا مضمون بلا لفظی ہیر پھیر اور تغیر و تبدل کے دہرانا چاہتا تو دہرا سکتا تھا۔ بدیں وجہ میں نے اخبارات کا مطالعہ اس خیال سے چھوڑ دیا کہ بے مقصد چیزوں کو ذہن پر لانے کی کیا ضرورت ہے؟ اور زندگی میں ایک مرتبہ جس کتاب کا مطالعہ کر لیا تو پھر دوبارہ اس کتاب کے مطالعہ کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی۔

''ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ آپ نے عبدالحق پادری کے رسالہ "إثبات التثلیث" کی تردید "إثبات التوحید في إبطال التثلیث" کے نام سے لکھی، اور یہ کتاب کتابت کے لیے کاتب کے حوالے کر دی۔ اس مسودہ کے علاوہ آپ کے پاس کوئی اور کاپی یا اس کا کوئی نسخہ نہ تھا۔ کچھ دنوں کے بعد کاتب نے اطلاع دی کہ اس کتاب کا مسوّدہ گم ہو گیا ہے، مل نہیں رہا۔ عام قسم کا کوئی مصنف ہوتا تو وہ کتاب کے ضائع ہونے پر پریشان ہو جاتا اور دوبارہ ہو بہو انھیں الفاظ میں مسودہ تیار کرنے پر ہرگز قادر نہ ہوتا، مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی حافظہ عطا فرمایا تھا، آپ نے بلا کسی پریشانی کے دوبارہ مسودہ تیار کر کے کاتب کے حوالے کر دیا، اتفاق سے کاتب کو وہ گم شدہ مسودہ بھی مل گیا، موازنہ کرنے پر معلوم ہوا کہ دونوں مسودوں کی عبارت بالکل ایک ہی ہے اس میں کسی ایک فقرے کا بھی فرق نہیں۔

''اس موجودہ دور میں کوئی ایسا شخص موجود نہیں ہے جو قوتِ حافظہ میں آپ کا ثانی ہو۔ فتح الباری تقریباً آپ کو حفظ تھی، دورانِ درسِ بخاری متعلقہ مقامات سے لمبی لمبی عربی عبارات سنا دیا کرتے تھے۔'' انتہی

(الاعتصام، محدث گوندلوی نمبر، ص: ۲۷، ۲۸)

میں کہتا ہوں: اثبات التوحید کتاب کے بارے میں ان کے شاگردوں میں سے کئی ایک نے یہ واقعہ بیان کیا ہے۔ عمدۃ المحققین مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ نے بھی بیان کیا ہے جیسا کہ انھوں نے اثبات التوحید مطبوع کے شروع میں لکھا ہے۔ اور ان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے شاگرد مولانا منیر احمد سلفی رحمہ اللہ، جو کہ درسِ صحیح بخاری کے مرتب ہیں، نے بھی یہ واقعہ ذکر کیا ہے۔ دیکھیے: درسِ بخاری (ص: ۲۳)

میں کہتا ہوں: اثبات التوحید منطقی و فلسفی اصطلاحات سے بھری ہوئی کتاب ہے، کیونکہ عبدالحق پادری نے اثبات التثلیث انہیں مصطلحات میں لکھی تھی تو لازمی تھا کہ اس کا جواب بھی انھیں مصطلحات کے رنگ میں دیا جاتا، آپ رحمہ اللہ نے اس کی سخت گرفت کی ہے اور جہاں جہاں اس نے ٹھوکریں کھائی ہیں، باطل کو حق یا حق کو باطل کرنے کی خاطر جو غلط مفروضے قائم کیے یا مصطلحات کا غلط استعمال کیا یا مغالطے دیے ان سب کو وا کیا ہے، اور ہمیشہ کے لیے اس پادری کا ناطقہ بند کر دیا ہے۔

چنانچہ تا زندگی اُسے اس لاجواب کتاب کا جواب لکھنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ پھر لطف کی بات یہ بھی ہے کہ حضرت الاستاذ رحمہ اللہ نے دوبارہ یہ مسودہ تین چار دن میں تیار کر دیا تھا۔ ﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾

میں (عبدالرحمٰن ضیاء) کہتا ہوں: حضرت الاستاذ محدث گوندلوی رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں:

''عبدالحق پادری کا میرے ساتھ مناظرہ ہوا، میں نے اس کی اچھی خبر لی، چنانچہ وہ میرے متعلق خود کہنے لگا کہ آپ میدانِ مناظرہ کے مردِ شہسوار ہیں۔ میں نے اس کی کتاب اثبات التثلیث کا دندان شکن جواب دیا ہے، اس نے اس کا آج تک جواب نہیں دیا۔ وہ کہتا ہے کہ اس کتاب کی مجھے ابھی تک سمجھ نہیں آئی۔ تیس سال کا طویل زمانہ گزر چکا ہے پادری عبدالحق انڈیا میں زندہ ہے لیکن میری کتاب کا جواب ندارد۔

''نیز حافظ آباد میں بھی اس کے ساتھ ایک مناظرہ ہوا تھا۔ (مناظرِ اسلام) مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب بھی اس میں موجود تھے، مجھے کہنے لگے: حافظ صاحب! پہلے اس عبد الحق پادری کو مہینہ وقف کر کے پڑھاؤ تا کہ انہیں کچھ سوجھ بوجھ ہو سکے۔ (دیکھئے: درسِ صحیح بخاری، ص۴۱۶۔۴۱۷)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راقم الحروف کہتا ہے کہ ہمارے استاد فضیلۃ الشیخ حافظ عبد المنان نور پوری حفظہ اللہ نے حضرت الاستاذ حافظ گوندلوی رحمہ اللہ کی کتاب ''إثبات التوحيد في إبطال التثليث'' کا عربی میں ترجمہ کیا ہے۔ يسر الله تعالىٰ طبعه عاجلا غير آجل۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ مولانا محمد علی جانباز رحمہ اللہ نے جو حضرت الاستاذ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ روزنامہ اخبار پڑھتے تو اس کی پوری عبارت ذہن پر نقش ہو جاتی۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ وہ دورانِ درسِ بخاری کئی دفعہ اخبارات کی عبارات نقل کر دیا کرتے تھے، چنانچہ ایک دفعہ بخاری کے درس میں انہوں نے ذکر کیا کہ عیسائیوں کے نزدیک پادری اور پوپ کا بڑا مرتبہ ومقام ہوتا ہے، وہ سنگین جرم معاف کرنے کا اختیار رکھتے ہیں، حلت وحرمت کا مقام رکھتے ہیں، حالانکہ یہ مقام صرف اللہ تعالیٰ کے لیے حاصل ہے اور گناہ معاف کرنے کے کلی اختیارات محض اللہ تعالیٰ کو حاصل ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ﴾ اللہ تعالیٰ کے ماسوا کوئی بھی گناہ معاف نہیں کر سکتا۔

پھر فرماتے ہیں: اخبارات میں میں نے یہ خبر پڑھی تھی کہ عیسائیوں نے چندہ جمع کرنے کے لئے عورتیں بھیجیں، ان عورتوں نے پوپ صاحب کو لکھا کہ لوگ چندہ دینے سے پہلے بوسہ لینے کا مطالبہ کرتے ہیں، ہمارے لئے کیا حکم ہے؟ پوپ صاحب نے ایک دو بوسوں کی اجازت دے دی۔

پھر فرماتے ہیں: یہ پوپ لوگ ایسے ایسے کام کرواتے ہیں کہ گناہ گار کو معافی دے دی اور اجنبی سے بوس وکنار کی اجازت مرحمت فرمادی۔ اس آیتِ کریمہ: ﴿وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ﴾ کا یہی مطلب ہے، ان (عیسائی) لوگوں نے ان پادریوں اور پوپوں کو اللہ کے علاوہ رب بنا لیا تھا۔ (درسِ بخاری، ص۴۲۲)

۷۔ آپ کے شاگرد رشید مولانا مفتی عبید اللہ عفیف رحمہ اللہ صاحبِ فتاویٰ محمدیہ فرماتے ہیں:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ہمارے استاذ رحمہ اللہ، اللہ کی مہربانی سے جودتِ طبع، قوتِ ادراک وفہم مسائل، ذہانت وفطانت اور قوتِ حفظ وضبط میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ نہ صرف کتبِ حدیث کے پورے صفحات آپ کی گرفت میں تھے بلکہ فتح الباری کی دقیق اور عمیق بحثیں بھی مستحضر تھیں، حدیث کی کوئی ایسی کتاب شائد ہی ہو جو آپ کی نظر سے اوجھل رہی ہو۔ آپ کے حافظہ کی مثالیں بہت مشہور ہیں۔'' انتہی

(الاعتصام، محدث گوندلوی نمبر، ص: ۴۰)

۸۔ آپ کے داماد اور شاگردِ رشید علامہ فہامہ حافظ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ آپ کو فتح الباری حفظ ہے۔

ایک دفعہ میں نے علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ سے سعودی عرب طلبہ کی ایک مجلس کو خطاب کرتے سنا، وہ فرما رہے تھے:

''جب ہم حافظ محدث گوندلوی رحمہ اللہ سے علم حاصل کرتے تھے اس وقت ہمارا علمی مستوی اِتنا بلند نہ تھا، طالب علمی کا دور تھا، ہم ان سے کما حقہ فائدہ نہیں اٹھا سکے، اور اب اس لائق ہوئے ہیں کہ ان سے مستفید ہوسکیں لیکن افسوس کہ وہ اس دنیا میں نہیں ہیں۔''

یہ کہہ کر علامہ صاحب کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئی تھیں۔ علامہ صاحب کو اپنے سُسر اور شیخ سے والہانہ محبت تھی، وہ علمی محافل میں اکثر ان کا ذکر کرتے رہتے تھے۔ اور یہ علامہ صاحب کی شہادت سے تقریباً چالیس دن قبل کی بات ہے

۹۔ ان کے شاگرد رشید مولانا محمد صدیق صاحب اعظمی جھنگوی کہتے ہیں:

''ہم نے خود دیکھا کہ ہمارے شیخ واستاذ کو کئی دقیق سے دقیق مسائل کی تحقیق کے لیے کبھی کسی مطلوبہ کتاب کو دیکھنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ جو کتاب کبھی ایک بار زیر مطالعہ آگئی پھر ہمیشہ کے لیے اس کے الفاظ اور صفحہ تک ازبر ہوگئے۔ تحقیق عمیق کا یہ حال تھا کہ کئی بڑے بڑے فلسفیوں ومنطقیوں اور فقہاء تک کے مسلّمہ اصولوں کو دلائل وبراہین قاطعہ سے غلط

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرار دیا، لیکن دامن ہمیشہ غرور پسندی سے دور رکھا...ایک بار کمالیہ شہر میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان ایک بہت بڑا معرکۃ الآراء مناظرہ قرار پایا جس میں آپ نے مسیحی مناظر کو حادث وقدیم کی علمی بحث میں ایسا الجھایا کہ اس کے بعد پھر وہ چل ہی نہ سکا۔ اللہ عزوجل نے آپ کے اس علمی نقطہ کے باعث نہایت فتح مبین عطا فرمائی۔" انتہی

(الاعتصام، محدث گوندلوی نمبر، ص: ۴۵)

غالباً یہ وہی مناظرہ ہے جو عبد الحق پادری کے ساتھ ہوا تھا جس کے متعلق حضرت الاستاذ حافظ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ عبد الحق پادری کا میرے ساتھ مناظرہ ہوا میں نے اس کی اچھی خبر لی...الخ۔ (درسِ بخاری، ص ۴۱۷)

۱۰۔ ان کے شاگرد رشید مولانا محمد حنیف صاحب ندوی رحمہ اللہ نے کہا ہے:

"گزشتہ ڈیڑھ صدی میں یہاں حضرت گوندلوی جیسی ہمہ گیر شخصیت پیدا نہیں ہوئی جو تمام اسلامی علوم وفنون پر یکساں دسترس رکھتی ہو۔" انتہی

(الاعتصام، محدث گوندلوی نمبر، ص: ۳۲)

عالمِ عرب کے کبار شیوخ کرام کا اعتراف:

۱۱۔ شیخ حافظ فتح محمد فتحی رحمہ اللہ مکہ مکرمہ میں رہتے تھے، بہت بڑے عالم تھے۔ ان کی لائبریری بھی بہت بڑی تھی۔ آنکھوں کی بصارت سے محروم تھے۔ لیکن دل کی بصیرت سے مالا مال تھے۔ انھوں نے حضرت الاستاذ گوندلوی رحمہ اللہ کی تین عربی کتابیں: "الایمان، تحفۃ الإخوان اور بغیۃ الفحول فی شرح مختصر الأصول" مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں علماء کے سامنے پیش کیں تو انھوں نے ان کتب ثلاثہ کی بڑی تعریف کی اور کہا کہ ان کتابوں کا مصنف حدیث شریف اور ردّ مذاہب باطلہ کا امام معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں جب شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی جگہ خالی ہوئی تو سب کی نظرِ انتخاب حضرت الحافظ محدث گوندلوی رحمہ اللہ پر پڑی۔ چنانچہ فضیلۃ الشیخ عبد القادر شیبۃ الحمد کو پاکستان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھیجا گیا تاکہ وہ حضرت الحافظ صاحب کو مدینہ یونیورسٹی کے لیے بطور شیخ الحدیث اپنے ساتھ لائیں۔ بہر حال حافظ صاحب ان کے ساتھ چلے گئے۔ جامعہ اسلامیہ میں جب ان کی آمد کی خبر پہنچی اور معلوم ہوا کہ آپ بطور شیخ الحدیث تشریف لائے ہیں تو تمام علماء نے انتہائی خوشی کا اظہار کیا اور کہا کہ واقعی آپ کی ذاتِ گرامی اس منصب کے لائق تھی۔ آپ نے جامعہ میں درس شروع کیا تو اکثر علماء استفادہ کے لیے حلقہ درس میں شریک ہونے لگے، درس میں جو بھی سوال کیا جاتا آپ اس کا انتہائی اچھے اور مدلل انداز میں جواب دیتے۔

حافظ فتحی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں کسی اہم مسئلہ پر گفتگو ہو رہی تھی، گفتگو کے دوران شیخ محمد امین شنقیطی (جو تفسیر اضواء البیان کے مؤلف ہیں) نے حافظ صاحب سے چند روایات دریافت کیں، حافظ صاحب نے فرمایا یہ روایات ترمذی شریف میں موجود ہیں۔ عرب شیوخ نے یک زبان ہو کر کہا کہ یہ روایات ترمذی میں موجود نہیں، جس پر حافظ صاحب نے تاکیداً فرمایا کہ یہ روایات ترمذی میں ہیں، اور پھر سب روایات ایک ایک کر کے ترمذی ہی سے دکھا دیں، جس پر صاحبِ تفسیر اضواء البیان شیخ شنقیطی رحمہ اللہ نے اپنی کلاس میں طلبہ سے کہا:

"مَا رَأَيْتُ أَعْلَمَ عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ مِن هٰذَا الشَّيْخِ."

"میں نے روئے زمین پر آج تک اس شیخ سے بڑا عالم کوئی نہیں دیکھا۔"

حافظ صاحب کے دروس میں طلبہ کے علاوہ بڑے بڑے علماء اور مشائخ بھی شریک ہونے لگے تھے، اور خاص طور پر الشیخ محمد مجذوب اور الشیخ محمد ابراہیم شقرہ الأردنی، جو آج تک حافظ صاحب کے درس کو یاد کرتے ہیں، بلکہ شیخ عطیہ سالم جیسے مشہور و معروف عالم بھی حافظ صاحب سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ انھوں نے نہ صرف یہ کہ حافظ صاحب کو مبارک باد دی بلکہ ان سے استفادہ کرنے لگے... ایک دفعہ ایک انتہائی علمی محاضرہ کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد جامعہ اسلامیہ کے رئیس شیخ ابن باز اور دیگر تمام اساتذہ نے انتہائی خوشی کا اظہار کیا اور حافظ صاحب کو مبارک باد دی، اور کہا کہ ہم نے ایسا محاضرہ آج تک نہیں سنا۔ حافظ صاحب کا محاضرہ بھی فی البدیہہ تھا، آپ کو کسی قسم کے مطالعے کا موقع بھی فراہم نہیں کیا گیا تھا، یہاں تک کہ آپ کو محاضرے کے دن تک کا علم نہ تھا۔ انتہیٰ (ص: ۱۸، ۱۹)

اس علمی محاضرہ (لیکچر) کا موضوع شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ حرانی رحمہ اللہ اور شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے علم ومہارت کے درمیان تقابل تھا۔

۱۲۔ حضرت الاستاذ حافظ صاحب رحمہ اللہ کے شاگرد رشید شیخ تاج الدین ازہری (ازہر یونیورسٹی مصر) کہتے ہیں کہ حافظ صاحب کے تبحرِ علمی سے صرف اپنے ہی نہیں بلکہ بیگانے بھی متاثر تھے، اور بیرون ملک بھی میں نے ان لوگوں سے، جنھیں اس زمانے میں، (جبکہ حافظ صاحب جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے شیخ الحدیث تھے)، ان سے تحصیل علم کا اتفاق ہوا یا جنھیں اس زمانے میں جامعہ اسلامیہ جانے کا اتفاق ہوا، ان کی تعریف ہی سنی ہے۔ سب کو ان کے تبحر علمی کا معترف اور ان کا مدّاح پایا ہے۔ (الاعتصام، محدث گوندلوی نمبر، ص: ۴۹)

۱۳۔ آپ کے شاگرد رشید مولانا محمد ادریس فاروقی کہتے ہیں:

''آپ کا اندازِ تدریس بڑا منفرد اور اچھوتا تھا، حلقۂ درس میں ملک (پاکستان) اور بیرون ملک کے متعدد طلبہ ہوتے۔ ایک طالب علم عبارت پڑھتا، آپ غور سے کتاب دیکھتے اور جو مقام جس قدر تشریح کا طالب ہوتا اس پر اسی قدر روشنی ڈالتے اور مغلق اور پیچیدہ مقامات کی اس عمدگی سے تشریح فرماتے کہ کسی طالب علم کو کوئی تشنگی باقی نہ رہتی، اور کمال یہ کہ جو طالب علم اردو کے علاوہ عربی، فارسی یا پنجابی جس زبان میں سوال کرتا آپ اس کو اسی زبان میں جواب دیتے، اور آپ جس طرح اردو اور پنجابی میں تقریر کر لیتے تھے ٹھیک اُسی طرح عربی اور فارسی میں بھی تقریر کر لیتے تھے۔

''ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ صحیح بخاری کے کسی مختلف فیہ مقام کی تشریح فرما

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہے تھے تو ہمارے ایک بیرونی ساتھی نے عربی میں دو ایک سوالات کیے، آپ نے بھی اسے عربی میں جواب دینا شروع کر دیا اور عربی یوں بولتے تھے جیسے مادری زبان ہو، چنانچہ اس طالب علم کی سو فیصد تسلی ہوگئی، اور لطف یہ کہ اس کے بعد آپ نے کافی دیر تک ہمیں بھی عربی زبان میں ہی درس دیا۔ اصل میں حضرت حافظ صاحب استنباط، استخراج، استدلال اور محاکمے میں اس قدر منہمک ہوگئے کہ آپ کا ذہن ادھر منتقل ہی نہ ہوا کہ میں عربی میں تقریر کر رہا ہوں۔'' انتہی (الاعتصام، محدث گوندلوی نمبر، ص: ۵۲)

۱۴۔ آپ کے شاگرد رشید مولانا منیر احمد سلفی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''احادیث و روایات کے ضمن میں بات ہوتی تو آپ امام بخاری، حافظ ابن حجر اور امام شوکانی رحمہم اللہ وغیرہ کے حوالے دیتے، اور دیگر اسلامی مسائل و مباحث میں بالعموم امام ابن تیمیہ، امام ابن قیم اور شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہم اللہ کے اقوال بیان کرتے، اور بے تکلف ائمۂ متقدمین و متاخرین کی عربی کتب سے لمبی لمبی عبارتیں زبانی دہراتے چلے جاتے۔

''ایک دفعہ آپ نے فرمایا: قرآن میں اللہ تعالیٰ نے سب کچھ بیان فرما دیا ہے صرف فکر و تدبر کی ضرورت ہے، جو کسر رہ گئی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادت و فرامین (احادیث) نے پوری کر دی، اور امام بخاری رحمہ اللہ نے الجامع الصحیح مرتب فرما کر امت کو یہ بات سمجھا دی ہے کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں غور و فکر و تدبر کرنے سے ہر عقدہ حل ہوجاتا ہے اور شریعت کی پوری پوری راہنمائی مل جاتی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے احادیث پر جو ابواب قائم کیے ہیں ان سے فقہ کی راہیں کھلتی ہیں۔ (درس صحیح بخاری، ص: ۲)

''نیز چونکہ حافظ صاحب بہت وسیع المطالعہ تھے اور قدرت والے نے آپ کو بے مثال ذہن و دماغ سے نوازا تھا اس وجہ سے متقدمین کی ہر موضوع پر تصنیف کردہ کتب، جو زندگی کے کسی حصہ میں بھی آپ کے زیرِ مطالعہ رہ چکی تھیں، آپ کے نوک زبان ہوتی تھیں، طب یونانی، فلسفہ و حکمت، بلاغت و بیان، علم معانی و منطق، تاریخ و سیر رجال، فلکیات و طبقاتِ ارض، ہندسہ و ریاضی وغیرہ علوم پر بھی آپ کو کامل دسترس تھی۔''

(الاعتصام، محدث گوندلوی نمبر، ص: ۳، ۴)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جماعت اسلامی کا نظریہ حدیث بالخصوص مودودی صاحب کے بعض دیگر نظریات کی بھی کھل کر تردید فرماتے تھے۔ (درسِ صحیح بخاری، ص: ۱۴۳ تا ۱۴۷) اس سلسلے میں انہوں نے تنقید المسائل نامی ایک مستقل کتاب بھی لکھی ہے. جو زیرِ نظر مجموعے میں شامل ہے۔

میں کہتا ہوں: اگر حضرت الاستاذ حافظ صاحب رحمہ اللہ کے تبحرِ علمی کا اندازہ کرنا ہو تو ان کی کتب کا مطالعہ کر کے دیکھ لیں، مثلاً ان کی تقاریر صحیح بخاری پڑھیں یا دوامِ حدیث پڑھیں، یا مشکوۃ کی عربی شرح ہی پڑھ لیں، آپ دنگ رہ جائیں گے۔ قصیدہ نونیہ بھی آپ کو ازبر تھا، کئی دفعہ اس کے ابیات پڑھ دیتے تھے۔ دیکھیے: درس بخاری (ص: ۲۶۲)

درسِ صحیح بخاری میں حدیث إنما الاعمال کی تشریح صفحہ (۲۹۵) تا صفحہ (۳۲۱) تک پھیلی ہوئی ہے۔ درسِ صحیح بخاری جو کہ (۶۵۱) صفحات میں بدء الوحی اور کتاب الایمان پر مشتمل ہے، اس کتاب میں علم کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا نظر آتا ہے۔

راقم الحروف (عبدالرحمٰن ضیاء) کہتا ہے کہ آپ اثنائے تدریسِ صحیح بخاری عام مسائل میں متقدمین و متاخرین کے اقوال ذکر کر دیتے تھے، حتی کہ متاخرین احناف کے اقوال بھی ذکر کر دیتے تھے، احادیث کے الفاظ کی تشریح میں شارحین کے اقوال اور ان کی توجیہات ذکر کرتے چلے جاتے، اگر کسی کی غلط توجیہ ہوتی تو اس کی نشاندہی کر دیتے تھے اور صحیح توجیہ کی تائید کرتے اور اسے دلیل سے مُبرہن کرتے۔

اس سلسلہ میں احناف میں علامہ عینی حنفی، انور شاہ کشمیری، شبیر احمد عثمانی، ملا علی قاری، رشید احمد گنگوہی وغیرہ کی کافی غلطیاں نکالتے۔ اسی طرح سرفراز صفدر گکھڑوی کی اردو کتب کی کثرت سے تردید کرتے، تردید بلاوجہ نہیں بلکہ دلائل سے کرتے تھے۔ فتح الباری میں جتنے بھی فقہی و حدیثی مباحث ہیں وہ انھیں ازبر ہوتے، جس فن میں بھی بات نکل جاتی اسی میں ایک عظیم ماہر امام معلوم ہوتے۔ چاہے اس کا تعلق منقولات سے ہوتا یا معقولات سے۔ اس میں حدیث، اصولِ حدیث، فقہ، اصولِ فقہ، تفسیر، اصولِ تفسیر، لغت، نحو و صرف، بلاغت، تصوف و سلوک، فلسفہ و منطق وغیرہ الغرض ہر طرح کی مفصل بحث کی سیر ہو جاتی، دقیق سے دقیق تر مباحث بھی مثالوں سے سمجھا دیتے تھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک دفعہ کی بات ہے کہ صحیح بخاری میں فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي﴾ کی مناسبت سے روح کا مسئلہ آیا تو اس پر پورے دو گھنٹے مفصل بحث فرمائی۔ روح کے متعلق قدیم و جدید فلاسفہ، اطباء، صوفیاء اور متقدمین و متاخرین کے اقوال و مذاہب ذکر کیے، غلط اقوال کی تردید بھی کرتے جاتے، بالآخر قرآن میں مذکور ﴿قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي﴾ کی ہی تائید کی کہ اس کی حقیقت اللہ ہی جانتا ہے۔ اس وقت ہمارے ہم سبق ساتھی مولانا یٰسین رڑیالوی ﷾ (گوجرانوالہ) نے یہ ساری تقریر کیسٹ پر ریکارڈ کی تھی۔ یہ کیسٹ ان کے پاس ہوتی تھی۔

الغرض آپ دورانِ تدریس مختلف ضروری فوائد سے طلبہ کو آگاہ کر دیا کرتے تھے، مثلاً جب صحیح بخاری (۱/ ۱۳۴ درسی) میں "كتاب العيدين، باب من خالف الطريق إذا رجع" پر پہنچے تو فرمانے لگے: عید کے لیے آنے جانے کا راستہ بدلنے کی حکمت میں حافظ ابن حجر نے تقریباً بیس وجہ بیان کی ہیں۔ پھر فرمایا: بہر حال یہ عمل سنت ہے۔ پھر اس کے نیچے وارد حدیث کی سند میں ایک راوی ابو تُمیلہ یحییٰ بن واضح ہے۔ اس کے بارے میں بتایا کہ اس کے متعلق جرح ہے لیکن امام بخاری اس کی روایت لائے ہیں حالانکہ کئی اس کو ضعیف کہتے ہیں، لیکن اگر جرح مفسر نہ ہو تو تعدیل مقدم ہوتی ہے، اور اگر مفسر ہو تو پھر جرح مقدم ہوگی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت حسن درجہ کی ہے۔ یعنی حسن لذاتہ ہو جائے گی کیونکہ اس کی متابعت بھی موجود ہے۔

صحیح بخاری (۱/ ۱۳۵) ابواب الوتر میں وتر کے بارے فرمایا:

"احناف کے نزدیک وتر واجب ہے اور ان کے نزدیک وصل کے ساتھ پڑھنا چاہیے، اور تین رکعت ہی پڑھنی چاہییں، ان کے نزدیک ایک اور پانچ جائز نہیں... اور ائمہ ثلاثہ مالک، شافعی اور احمد فصل کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ افضل فصل ہے، اور وصل جائز ہے۔ امام شافعی کے نزدیک وصل جائز نہیں اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک فصل جائز نہیں۔ اہل الظاہر کے نزدیک فصل و وصل دونوں ہی درست ہیں۔ انور شاہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کشمیری کہتے ہیں کہ میں پندرہ سال سوچتا رہا کہ یہ حدیث (یعنی ایک رکعت وتر کی حدیث) امام ابو حنیفہ کے موافق کیسے ہوگی؟ اب پتہ چلا کہ اس کی تاویل یہ ہے۔ حالانکہ جو تاویل کشمیری صاحب نے کی ہے، وہ درست نہیں۔

''رشید احمد گنگوہی کہتے ہیں کہ تاویل نہیں کرنی چاہیے بلکہ کہنا چاہیے کہ ایک رکعت وتر منسوخ ہے۔ لیکن حنفی لوگ جو ناسخ روایت پیش کرتے ہیں وہ سرے سے ثابت ہی نہیں، صحیح ہی نہیں۔''

راقم الحروف اس طرح کی بہت سی مثالیں پیش کر سکتا ہے۔ ان شاء اللہ۔ آپ درسِ بخاری میں اکثر باطل نظریات کے حامل لوگوں کا رد کرتے رہتے تھے، چاہے وہ پرانے ہوں یا نئے، ان کی بدعات کا عقیدہ سے تعلق ہو یا عمل سے، رافضہ، خوارج، قدریہ، جبریہ، جہمیہ، مرجیہ، اسی طرح باطل دین رکھنے والے قادیانیہ اور منکرین حدیث نبوی، الغرض ہر باطل نظریے کا خوب ردّ کرتے تھے، اور فقہائے اہل رائے اور اصولیوں کی بھی خوب خبر لیتے تھے، جیسا کہ انھوں نے فقہ حنفی کی معروف کتاب اصول شاشی میں وارد مطلق ومقید کی بحث میں ربع رأس پر مسح کرنے کے مسئلہ کا پرزور علمی طریقہ سے رد کیا ہے۔ (درس صحیح بخاری، ص: ۶۴ تا ۶۶)

اسی طرح شرّاح بخاری کی اغلاط سے بھی طلبہ کو باخبر کیا کرتے تھے، خاص طور پر صاحبِ فیض الباری انور شاہ کشمیری کی تو بہت سی غلطیاں نکالتے تھے، اور فیض الباری پر تو انھوں نے ایک تنقیدی حاشیہ بھی لکھا تھا، جو کہ ''إرشاد القاري إلی نقد فيض الباري'' کے نام کے ساتھ چار جلدوں میں مطبوع ہے، اور اس پر ان کے ایک خاص شاگرد اور میرے محترم استاذ حافظ عبدالمنان نور پوری حفظہ اللہ کی مفصل علمی تعلیقات وتوضیحات اور فیض الباری پر تفصیلی وتنقیدی زائد افادات بھی ہیں۔ اس کے مطالعہ سے یقین ہو جاتا ہے کہ فیض الباری کوئی تحقیقی و پائیدار شرح بخاری نہیں ہے، اس میں بہت سی کمزور باتیں ہیں، جنھیں شاہ صاحب علمی نکات سمجھا کرتے تھے، اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاہ صاحب کے حلقۂ ارادت وعقیدت مند احناف حضرات ان پر بڑا فخر کیا کرتے تھے لیکن حافظ محدث گوندلوی رحمہ اللہ اور ان کے لائق شاگرد حافظ عبد المنان صاحب نور پوری حفظہ اللہ نے انھیں ھباءً منثوراً کر کے رکھ دیا ہے۔

لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بخاری شریف کی اردو شرح توفیق الباری میں جگہ جگہ فیض الباری سے ایسی تشریحات وتوجیہات نقل کر دی گئی ہیں جنھیں علمی نکات تصور کر لیا گیا ہے، حالانکہ ان کے علمی نکات ہونے کا پول ارشاد القاری میں کھول دیا گیا ہے، صاحبِ توفیق الباری لشرحِ صحیح البخاری اگر ارشاد القاری کو مدِ نظر رکھ لیتے تو ممکن تھا کہ وہ توفیق الباری کے لئے اسی کو ہی اپنا مرجع بنا تے۔

حضرت الاستاذ حافظ صاحب گوندلوی رحمہ اللہ سے ایک دن ہم طلبہ نے سوال کیا تھا کہ آپ کے شاگردوں میں اس وقت سب سے زیادہ لائق و ذہین وفطین کون ہے جس پر آپ کو اعتماد ہو؟ انھوں نے کہا:

"عبدالمنان نور پوری ہے۔ اس نے میری کتاب "تحفۃ الاخوان" خود حل کر کے مجھے سنائی ہے، حالانکہ یہ کتاب ایسی دقیق ترین ہے کہ میں نے لکھ کر مولوی عبدالرشید نعمانی حنفی کو بھیجی تھی تا کہ وہ اسے پڑھے اور استفادہ کرے تو اسے اس کی سمجھ ہی نہیں آئی تھی، اس نے اسی طرح ہی واپس کر دی تھی۔"

میں کہتا ہوں کہ حضرت الحافظ محدث گوندلوی رحمہ اللہ کی مصنفہ کتب میں بعض دقیق ترین عبارتیں بھی پائی جاتی ہیں، جنھیں ہر معمولی عالم سمجھنے کی استطاعت نہیں رکھتا، اس لیے کہ انھوں نے غامض مسائل پر بھی بحث کی ہے، اور بحث بھی وہ تقلیدی طور پر نہیں کرتے تھے بلکہ مجتہدانہ بصیرت سے گفتگو کرتے تھے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ یا حافظ ابن القیم یا علامہ ابن حزم یا علامہ ابن الوزیر یمنی وغیرہم محققانہ بحث کیا کرتے تھے۔ لیکن ہمارے شیخ حافظ عبدالمنان نور پوری حفظہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا راسخ ملکہ عطا فرمایا ہے کہ وہ عام فنی درسی وغیر درسی کتب میں دقیق ودقیق ترین عبارات کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جلد ہی سمجھ جاتے ہیں اور عام آسان الفاظ میں ہی ان کا مطلب سمجھا دیتے ہیں، اور بات کی تہہ اور مصنفین کی اصلی غرض تک ان کی رسائی جلد ہی ہو جاتی ہے۔ فیض الباری کے حاشیہ میں حضرت الحافظ استاذ محدث گوندلوی رحمہ اللہ کی عباراتِ غامضہ کا مطلب بھی واضح کر دیتے ہیں ورنہ کسی اور کے بس کی بات نہیں تھی کہ وہ حافظ محدث گوندلوی رحمہ اللہ کی عباراتِ غامضہ کو سمجھ جائے۔ ہمارے شیخ حافظ عبدالمنان نور پوری حفظہ اللہ کی تنقیدی تعلیقات و فوائد حافظ محدث گوندلوی رحمہ اللہ کی تعلیقات سے کہیں زیادہ ہیں، جنھوں نے ارشاد القاری کو ایک خاص رونق و جلا بخشی ہے۔[1]

راقم الحروف کے پاس میرے شیخ حافظ عبدالمنان حفظہ اللہ کے ہاتھ کا خوش خط لکھا ہوا

---

[1] حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ مختلف اوقات میں ملک کی معروف جامعات میں صحیح بخاری کا درس دیتے رہے، دورانِ تدریس انھوں نے مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی کتاب "فیض الباري شرح صحيح البخاري" کو زیرِ مطالعہ رکھا اور اس پر حواشی و تعلیقات رقم فرمائیں۔ یہ تعلیقات فیض الباری کے تین نسخہ جات پر لکھی گئی تھیں:

۱۔ نسخۂ مدرسہ تعلیم الاسلام اوڈانوالہ: مدرسہ تعلیم الاسلام اوڈانوالہ کے زمانۂ تدریس میں (۱۹۴۶ء۔۱۹۴۷ء) حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ نے فیض الباری کے اطراف، د جوانب میں حواشی لکھے۔ یہ نسخہ جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن کی لائبریری میں محفوظ ہے۔

۲۔ نسخۂ جامعہ سلفیہ فیصل آباد: جب حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں (۱۹۵۶ء۔۱۹۶۳ء) مسندِ تدریس پر رونق افروز تھے تو انھوں نے دورانِ تدریس میں فیض الباری کے نسخہ پر حواشی لکھے۔ یہ نسخہ جامعہ سلفیہ فیصل آبادی کی لائبریری میں موجود ہے۔

۳۔ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ نے اپنے ذاتی نسخۂ فیض الباری پر تعلیقات رقم فرمائی ہیں۔ یہی وہ نسخہ ہے جس کی تعلیقات کو بنیاد بنا کر استاد محترم حافظ عبدالمنان نور پوری حفظہ اللہ نے اپنی مایہ ناز کتاب "إرشاد القاري إلى نقد فيض الباري" لکھی ہے۔ یہ نسخہ فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالمنان نور پوری حفظہ اللہ کے پاس محفوظ ہے۔

اول الذکر دونوں نسخہ جات کی تعلیقات و حواشی کو بھی فضیلۃ الشیخ مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کے حسبِ ارشاد جمع و کمپوزنگ کر لیا گیا ہے جنھیں کسی وقت شائع کر دیا جائے گا۔ ان شاء اللہ [شاہد محمود]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحفۃ الاخوان کا ایک نسخہ موجود ہے جس پر حافظ محدث گوندلوی رحمہ اللہ کا حاشیہ بھی ہے، اور اس کا پرانا مطبوعہ نسخہ بھی موجود ہے جس پر تعلیقات نہیں ہیں۔ اس کتاب تحفۃ الاخوان کے محاسن اور اس کی اہمیت معلوم کرنا چاہیں تو استاذی المحترم حافظ عبدالمنان نورپوری حفظہ اللہ کا وہ جامع مانع تبصرہ پڑھ لیں جو ہفت روزہ الاعتصام لاہور (۸ نومبر ۱۹۶۸ء) میں نشر کیا گیا تھا۔ اس میں حافظ صاحب فرماتے ہیں:

"میری ذاتی رائے ہے کہ اعتقادیات کا ایک طالب علم شرح عقائد نسفی (ماتریدی حنفی) خیالی، شرح عقائد جلالی، میر زاھد، امورِ عامہ اور علم کلام کی چھوٹی موٹی کتابیں پڑھنے کی بجائے اگر صرف تحفۃ الاخوان کو بنظرِ عمیق و دقیق پڑھ لے تو اس کے لیے صحیح اعتقادی معلومات کی حد تک بس یہی کافی ہے۔"

(الاعتصام، محدث گوندلوی نمبر، ص: ۵۵)

حضرت الحافظ محدث گوندلوی رحمہ اللہ صوفیا اور متاخرین متکلمین کے سلف صالحین سے ہٹے ہوئے غلط نظریات پر بھی کاری ضرب لگایا کرتے تھے، درسِ صحیح بخاری میں جگہ جگہ اس کی مثالیں موجود ہیں، خود پڑھ کر دیکھ لیں۔

غزالی کی احیاء العلوم بھی انھیں ازبر تھی جو کہ تصوف میں ہے، اور تفتازانی و جرجانی وغیرہ کا علم کلام بھی انھیں یاد تھا۔ نیز زمخشری کی معتزلانہ آراء سے وہ باخبر تھے، اور ان سب کی تردید بھی کیا کرتے تھے۔

۱۵۔ مولانا عبدالمجید سوہدروی بیان فرماتے ہیں کہ ایک جلسے میں حضرت الحافظ گوندلوی صاحب نے صدارت فرمائی، اسی دوران ایک کتاب، جو تقریباً پانچ سو صفحات پر مشتمل تھی، آپ کے ہاتھ لگ گئی، آپ نے بیک وقت جلسے کی صدارت بھی کی اور کتاب کا مطالعہ بھی کیا، ادھر جلسہ پایۂ تکمیل کو پہنچا ادھر کتاب کا مطالعہ بھی مکمل ہوگیا۔ ہم نے کہا: یہاں آپ نے اس کتاب کو کیا سمجھا ہوگا؟ آپ نے مسکرا کر فرمایا: جہاں سے چاہو پوچھ لو۔ ہم نے بعض مقامات سے پوچھا، آپ نے بالکل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح جواب دیا۔ اس سے آپ کے شوقِ مطالعہ اور بے پناہ قوتِ حافظہ کا خوب اندازہ ہوجاتا ہے۔انتھی (الاعتصام، محدث گوندلوی نمبر، ص:۵۳)

اس واقعہ سے مجھے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا ایک واقعہ یاد آ گیا ہے۔ وہ یہ کہ ایک دفعہ ان کے والد عبدالحلیم رحمہ اللہ اپنے سب بچوں کو تفریح کے لیے باغ میں لے کر جا رہے تھے، چنانچہ ابن تیمیہ سے بھی کہا: احمد! تم بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہوجاؤ، تفریح ہوجائے گی، مگر انھوں نے معذرت کر دی اور والد صاحب کے اصرار کے باوجود باغ کی تفریح کے لیے نہ گئے، جبکہ دیگر سب چلے گئے، اور جب شام کو واپس آئے تو والد صاحب نے فرمایا: احمد! تم نے خواہ مخواہ اپنے بھائیوں کو پریشان رکھا، وہ تمھاری عدم موجودگی کو بہت محسوس کر رہے تھے۔ بیٹے نے نہایت ادب سے عرض کیا: ابو جی! میں نے آپ کے جانے کے بعد آج یہ کتاب یاد کر لی ہے۔ والد صاحب نے تعجب و حیرانگی سے پوچھا ساری کتاب؟ اچھا تو سناؤ، ہونہار بیٹے نے ساری کتاب فر فر سنا دی۔ والد صاحب نے اپنے بیٹے احمد کو گلے لگالیا، پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا: کسی کو بتانا نہیں، مبادا نظر بد کے شکار ہوجاؤ گے۔

(الرد الوافر، انظر: حيات شيخ الإسلام ابن تيمية مع التعليق لتلميذ المحدث الجوندلوي أبي الطيب عطاء الله الحنيف البوجياني ـرحمه اللهـ ، ص: ٥٥)

میں کہتا ہوں: ان کے گہرے مطالعہ کا یہی نتیجہ تھا کہ ان دونوں شخصیتوں نے باطل فرقوں کا خوب رد کیا اور بدعات کی بھی سرکوبی کی۔ چنانچہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کی کتب تو عام اہل علم جانتے ہی ہیں جو کہ انھوں نے باطل ادیان اور گمراہ فرقوں کے رد میں لکھی ہیں۔ ہمارے شیخ محدث گوندلوی رحمہ اللہ نے مختصر مگر جامع کتب میں باطل فرقوں کا خوب رد کیا ہے، مثلاً دوام حدیث (دو جلد) انکار حدیث کے رد میں، قادیانیوں کے باطل نظریہ امکانِ نبوت (یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کو نبوت عطا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیے جانے کے امکان) کے رد میں ختمِ نبوت نامی ایک لاجواب نہایت علمی کتاب لکھی۔

اور بدعات کے رد میں الاصلاح تین حصوں میں لکھی جو اَب مکمل ایک ہی جلد میں طبع ہوچکی ہے۔ رسالۃ فی ردّ حسن المولد للسیوطی بھی لکھا جو کہ میلاد النبی کے مسئلہ میں سیوطی کے رسالہ کا رد ہے۔ حضرت الحافظ صاحب نے اس رسالہ کا مخطوطہ میری موجودگی میں اپنے شاگردِ رشید مولانا ابو ذر زکریا حفظہ اللہ (از فیروز وٹواں) کو کتابت کے لیے دیا تھا لیکن افسوس کہ وہ اس کی کتابت نہ کر سکے، اس کے دو سال بعد حضرت الحافظ صاحب رحمہ اللہ کی وفات ہوگئی تھی، اور وہ رسالہ مولانا زکریا حفظہ اللہ صاحب کے پاس ہی رہا۔

اُن دنوں میں مولانا زکریا صاحب حفظہ اللہ مسند ابن حزم تیار کر رہے تھے، یعنی محلی ابن حزم سے مرفوع مسند روایات جمع کر رہے تھے۔ کافی احادیث جمع کر چکے تھے۔ ایک دن انھوں نے حضرت الحافظ صاحب رحمہ اللہ کو خبر دی اور دکھائی، راقم الحروف بھی ساتھ تھا، ان کی کتابت بڑی صاف اور خوشنما تھی۔ دیکھ کر حضرت الاستاذ حافظ صاحب رحمہ اللہ انتہائی خوش ہوئے اور فرمانے لگے اگر مسند ابن حزم تیار ہوجائے اور چھپ جائے تو ایک نسخہ ضرور دینا۔ محلی ابن حزم تو حضرت الاستاذ حافظ صاحب کو تقریباً زبانی یاد تھا۔ تدریسِ بخاری کے وقت عام مسائل میں ابن حزم کا موقف ضرور ذکر کر دیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص فتح الباری، محلی ابن حزم، مغنی ابن قدامہ اور نیل الأوطار للشوکانی اچھی طرح سمجھ کر پڑھ لے، اس میں مجتہدانہ بصیرت پیدا ہوجاتی ہے۔ نیز فرمایا کرتے تھے کہ کتبِ حدیث میں نظر پھیرتے ہی رہنا چاہیے، ان کے ابواب کو دیکھنا چاہیے، کم از کم ان کی فہارس میں ہی نظر پھیرتا رہے، اس سے مسائل کا استحضار رہتا ہے۔

بہر حال جب حضرت الاستاذ حافظ صاحب رحمہ اللہ نے مولانا زکریا حفظہ اللہ کی خوشخطی دیکھی تو وہ رسالہ "رَدُّ حُسنِ المَولِد" ان کے حوالے کر دیا۔ کاش یہ رسالہ مل جائے اور منظرِ عام پر آ جائے کیونکہ یہ بدعت دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ چنانچہ اسی سال ۱۲ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ کو مولانا ابوذر زکریا صاحب حفظہ اللہ اپنے علاقہ فیروز وٹواں اسی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدعت میں مروجہ جلوس کا سدِ باب کرتے کرتے کچھ زخمی بھی ہو گئے تھے۔

علاوہ ازیں حضرت حافظ صاحب گوندلوی رحمہ اللہ نے دیگر اصولی و فروعی موضوعات پر بھی کئی کتابیں لکھیں۔

وفات:

حضرت الاستاذ رحمہ اللہ کی وفات ۱۴ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ = ۴ جون ۱۹۸۵ء کو ہوئی۔ ان کے جنازہ میں علماءِ کرام کے جمِ غفیر نے شرکت کی، اکثر کی آنکھیں اشک بار تھیں کیونکہ ان کا ایک بہت بڑا علم کا سمندر، حافظے کا پہاڑ اور نشرِ علمِ حدیث کا آفتاب ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا تھا۔ آپ کی نماز جنازہ آپ کے شاگرد رشید شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ رحمہ اللہ آف گوجرانوالہ نے پڑھائی۔ اب وہ بھی وفات پا چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ اس وقت حضرت الاستاذ حافظ صاحب رحمہ اللہ کے پرانے شاگردوں میں سے اکثر شاگرد وفات پا چکے ہیں، ان کی تعزیت کرنے والے اور تعزیت نامے لکھنے والے اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔ اِلا ماشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ ان تمام کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین۔ اور وہ ہمارا خاتمہ بھی ایمان وعملِ صالح پر کرے۔ آمین۔

راقم الحروف مدینہ یونیورسٹی میں تعلیم کے دوران ایک دن مسجدِ نبوی میں جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے گیا ہوا تھا۔ ابھی خطبہ شروع نہیں ہوا تھا کہ مسجدِ نبوی میں باب السلام کی جانب محدثِ کبیر شیخ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ سے ملاقات ہوگئی تو ان کو بتایا کہ "توفي المحدث الحافظ محمد الباكستاني الجوندلوي" شیخ البانی رحمہ اللہ محدث گوندلوی رحمہ اللہ کو جانتے تھے، کیونکہ انہوں نے ان سے ملاقات کی ہوئی تھی تو انہوں نے یہ خبر سن کر ان کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہوئے کہا: "غفر الله له، اللهم اغفر له." آج محدث البانی رحمہ اللہ بھی اس دنیا میں موجود نہیں ہیں بلکہ اپنے رب تعالیٰ کے پاس جا چکے ہیں۔ اللهم اغفر لهما وارحمهما وعافهما واعف عنهما. آمين۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ حضرت حافظ صاحب گوندلوی رحمہ اللہ کے علم و فضل کے بڑے قدر شناس تھے۔ پچھلے دنوں حضرت حافظ صاحب گوندلوی رحمہ اللہ کے ایک شاگرد مولانا محمد ریاض بن محمد شریف سیالکوٹی سے راقم الحروف کی ملاقات ہوئی تو وہ بتانے لگے کہ جب میں علامہ البانی رحمہ اللہ سے ملاقات کرنے کے لیے مرکز الجعوب عمّان میں واقع ان کے مکتبہ میں گیا اور اپنا تعارف کرواتے ہوئے حضرت حافظ صاحب گوندلوی رحمہ اللہ سے اپنے تلمذ کا ذکر کیا تو علامہ البانی رحمہ اللہ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کا ذکر سن کر بڑے خوش ہوئے اور فرمانے لگے:

"ما رأيت تحت أديم السماء أعلم من الحافظ المحدث محمد الجوندلوي، وكان إماماً في كل فن، وهو من أكبر العلماء في القارة الهندية."

جن کبار علماء و محدثین اور فقہاء سے شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی ملاقات ہوئی ان میں حضرت الاستاذ حافظ محدث گوندلوی رحمہ اللہ کا نام بھی آتا ہے۔ چنانچہ عربی مجلہ "المستقبل الإسلامي" (عدد ۸۴، ربیع الآخر، ۱۴۱۹ھ، اگست ۱۹۹۸ء، ص ۱۹) میں مندرجہ ذیل علماء کے اسماء ہیں:

۱۔ شیخ محمد حامد فقی رحمہ اللہ
۲۔ علامہ محدث احمد شاکر مصری رحمہ اللہ
۳۔ علامہ محدث حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ
۴۔ علامہ عبد الصمد شرف الدین ہندی رحمہ اللہ
۵۔ علامہ شیخ عبد العزیز بن باز رحمہ اللہ
۶۔ علامہ شیخ محمد راغب طبّاخ رحمہ اللہ

کتبہ

عبد الرحمٰن ضیاء

جامعہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ لاہور

۲۰۱۱/۳/۴ء = ۱۴۳۲/۳/۲۸ھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقدمة التحقيق

دینِ اسلام کی حفاظت و صیانت کے لیے ہر دور میں تائیدِ ایزدی اور رحمتِ خداوندی سے ایسے رجالِ کار پیدا ہوتے رہے ہیں جنھوں نے خداداد صلاحیتوں کی بدولت دینِ الٰہی کے چشمہ صافی کو مکدر کرنے والی ہر یورش کا مقابلہ کیا، شرکیات وخرافات کی بادِ مسموم سے چمنستانِ توحید کی نگہداشت کی اور بدعات و محدثات کے ہجوم میں گلستانِ سنت کی آبیاری کی۔

انھیں جہودِ مبارکہ کا نتیجہ ہے کہ ہر زمانے میں متلاشیانِ حق کو توحید و سنت کے جادۂ مستقیم پر گامزن ہونے میں کسی دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑا، کیونکہ وعدۂ الٰہی ہے کہ ہر عہد میں تجدیدی صلاحیتوں کا حامل ایک گروہ ہوگا جو خود بھی حق و صداقت کی علامت اور نصرتِ الٰہی کا سزا وار ہوگا، اور دوسروں کے لیے بھی مینارۂ نور ثابت ہوگا۔

گزشتہ اقوام و اُمم اور ادیان و مذاہب کی تاریخ پر نظر دوڑانے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ جب فتنہ پرداز طبائع نے تعلیماتِ الٰہیہ میں تحریف و اِحداث کی کوشش کی تو ان کے مقابلے میں ایسا بندوبست نہیں تھا جو ان کی فتنہ سامانیوں کا مقابلہ کرتا، نتیجتاً ان مذاہب کی تعلیمات میں تغیر و تبدل نے بآسانی راہ بنالی، اور وہ غضب و ضلال کے حقدار ٹھہرے۔ جبکہ اس کے عکس دینِ اسلام کو کبھی ایسے ہمہ گیر فساد کا سامنے نہیں کرنا پڑا جس کے نتیجے میں ساری بنیادی تعلیمات ہی ردو بدل کا شکار ہو جائیں کیونکہ روزِ اول ہی سے اس کی حفاظت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے ایسا نظام موجود تھا کہ جب بھی تحریف کے خوگر افراد نے سر اٹھایا تو انھیں منہ کی کھانی پڑی اور اپنی کارگزاریوں کے مقابلے میں ذلت و رسوائی کے سوا انھیں کچھ حاصل نہ سکا۔

دور واپسیں میں جن نفوس قدسیہ نے تجدید و اِحیائے دین کے سلسلے میں کارہائے نمایاں انجام دیے، ان اعاظم رجال میں ایک نام امام العصر حضرۃ العلام حافظ محمد محدث گوندلوی رحمہ اللہ کا بھی ہے، جن کے نورِ علم کی ضیا پاشیوں سے دینی علوم و فنون کے کئی گوشے منور ہوئے۔ حضرت العلام محدث گوندلوی رحمہ اللہ کی گوناگوں خدمات کا جائزہ لینے میں قلم کا عجز و انکسار مانع ہے کیونکہ وہ اسلامی علوم وفنون کا ایسا سمندر تھے جس کی ساحل پیمائی کارے دارد ہے۔

☆ انھوں نے اپنے دور میں پیدا ہونے والی نظریاتی اور فکری لغزشوں کا جائزہ لیا اور باطل افکار و نظریات کی بنیاد پر ابھرنے والی جماعتوں اور تحریکات کا مشاہدہ کرنے کے بعد ان کی غلطیاں اجاگر کیں اور جماعت حقہ کے عقائد اور اس کی صفات و ممیّزات نمایاں کیں۔

☆ انھوں نے اپنے زمانے میں پھیلنے والی غیر شرعی معاشرتی رسوم و رواج کی حقیقت واضح کی اور بدعات و مخترعات کی تردید میں انمٹ نقوش رقم کیے۔

☆ حدیث وسنت کی حجت و حقانیت کے ضمن میں ان کی خدمات "کالشمس رابعة النهار" کی مصداق ہیں۔ چنانچہ انھوں نے منکرینِ قرآن وسنت کے شبہات کی تردید و تفنید میں عظیم علمی ورثہ اور مایہ ناز لٹریچر چھوڑا جس کی بدولت اس گروہ کے دلائل و دسائس کی حقیقت طشت ازبام ہوئی اور علمی حلقوں میں یہ "فنکار" ایک اضحوکہ بن کر رہ گئے۔

☆ جب حدیث وسنت کا اقرار کرنے والے مختلف افراد و احزاب کی طرف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے تاویل و تشکیک کے چور دروازوں کے ذریعے سے اپنے مزعومہ مسالک اور خود ساختہ اعمال و اطوار کی پیروی ہی کو سندِ نجات قرار دینے کی حرکات سامنے آئیں تو محدث گوندلوی رحمہ اللہ نے ایسی نکتہ نوازیوں کا خوب محاسبہ کیا، جس کے نتیجے میں ان شعبدہ بازوں کی "کرامات" اپنے طلسمی اثرات سمیت ناکام ہو گئیں۔

☆ انھوں نے سنت مطہرہ اور أنفاس نبویہ ۔علی صاحبها تحية و سلام۔ کی تبلیغ و اشاعت میں لازوال خدمات سر انجام دیں۔ صرف صحیح بخاری پچاس مرتبہ سے زائد مکمل پڑھائی، اور باقی کتبِ احادیث کی تدریس و تعلیم اس کے علاوہ ہے۔

☆ اسلامی علوم و فنون کا احیاء اور ان میں اِتقان و رسوخ محدث گوندلوی رحمہ اللہ کا ایسا وصف تھا کہ ان کے عہد میں اس باب میں کوئی ان کا شریک و سہیم نظر نہیں آتا۔

☆ انھوں نے اپنی عمر کا زیادہ حصہ درس و تدریس کے میدان میں گزارا تھا جس کی بدولت وہ کثرتِ تلامذہ و مستفیدین کے اعتبار سے بھی اپنے اقران و اماثل میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ ان کے تلامذہ میں علومِ حدیث کے ماہرین، اصحابِ درس و تدریس، اربابِ تصنیف و تالیف، زہد و اتقا کے جامعین، نامور خطباء و مبلغین، تحقیق و افتا کے شناور اور لغت و ادب کے ماہرین پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی جہود و خدمات کا دائرہ کتنا وسیع اور متنوع تھا کہ ہر ایک نے اپنی ذہنی ساخت و استعداد کے مطابق ان کے دروس و مجالس سے استفادہ کیا اور بعد ازاں ان علوم کی اشاعت میں اپنی عمریں صرف کر دیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الغرض ہمارے ممدوح حضرۃ العلام محدث گوندلوی رحمہ اللہ نے اپنی خداداد صلاحیتوں کی بدولت ایک زمانے کو منور کیا اور بے شمار لوگوں نے ان سے کسبِ فیض کیا۔

تحریری خدمات:

محدث گوندلوی رحمہ اللہ نے تقریباً ساٹھ سال کا عرصہ درس وتدریس کی مسند کو رونق بخشی، جس کے دوران میں آپ نے تقریباً تمام اسلامی علوم وفنون کا درس دیا۔ تدریسی میدان میں اتنے انہماک و مشغولیت کے باوجود آپ نے تحریر و تصنیف کے ساتھ بھی تعلق قائم رکھا اور اس میدان میں بھی مختلف موضوعات پر یادگار علمی ورثہ چھوڑا۔ انھوں نے حسبِ ضرورت جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا اس کا حق ادا کر دیا اور اس کا کوئی گوشہ تشنۂ تکمیل نہ چھوڑا۔

حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کے ذخیرۂ تصنیف میں دو درجن کتب کا ذکر ملتا ہے، جن میں بعض کتابچے اور مختصر رسائل ہیں، اور بعض کتب ایک سے زائد اجزا پر مشتمل ہیں۔

بفضلہٖ تعالیٰ اس سے قبل ہم حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی تصانیف سے اِرشاد القاری اِلی نقد فیض الباری، دوام حدیث اور الاصلاح کی طباعت کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ اب زیر نظر مجموعہ میں حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی چھ کتب و رسائل شامل ہیں، جنھیں "مقالاتِ محدث گوندلوی رحمہ اللہ" کے نام سے شائع کیا جا رہا ہے، اور اس مجموعے کے بقیہ اجزا میں۔ان شاء اللہ العزیز۔ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی باقی کتب و رسائل، مقالات و مضامین اور فتاویٰ یکے بعد دیگرے شائع کیے جائیں گے۔ مذکورہ بالا تمام تحریری مواد کمپوزنگ کے بعد اعداد و طباعت کے مختلف مراحل میں ہے جو بفضلہٖ تعالیٰ عنقریب زیورِ طباعت سے آراستہ ہو جائے گا۔ اِن شاء اللہ تعالیٰ.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقالاتِ محدث گوندلوی رحمہ اللہ:

زیر نظر مجموعہ میں حضرت حافظ صاحب گوندلوی رحمہ اللہ کی مندرجہ ذیل چھ کتب و رسائل شامل ہیں:

۱۔ ختم نبوت:

یہ رسالہ، جیسا کہ نام ہی سے ظاہر ہے، ختم نبوت کے اثبات و تائید کے موضوع پر لکھا گیا ہے، جس میں قرآنی آیات، احادیث نبویہ اور آثار صحابہ و تابعین کی روشنی میں مسئلہ مذکورہ پر بحث کی گئی ہے، نیز ان نصوص ونقول پر وارد اعتراضات کا بخوبی جائزہ لیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں مرزا غلام قادیانی کے دعاویٰ و ہفوات کا بخوبی تجزیہ اور اس کی کتب و مصنفات کی روشنی میں اس کے کذبات و تناقضات کو موضوعِ بحث بنایا گیا ہے۔ اس رسالے میں مرزائیت کے باہمی اختلافات، ہر دو گروہ کے عقائد و افکار اور عام مسلمانوں کے متعلق ان کے مزاعم ومواقف پر بھی خوب روشنی ڈالی گئی ہے۔

یہ رسالہ سب سے پہلے مؤلف رحمہ اللہ کے قیام گوندلانوالہ کے زمانے میں طبع ہوا، جو بڑے سائز کے اٹھائیس (۲۸) صفحات پر مشتمل تھا۔ کتاب کے شروع میں ایک صفحے کا دیباچہ ہے جسے مصنف رحمہ اللہ کے برادر محترم جناب محمد شفیع نے لکھا ہے۔ اس طبعہ میں سنِ اشاعت نہیں لکھا گیا البتہ ''محل وصول گوندلانوالہ ضلع گوجرانوالہ'' کے الفاظ ٹائیٹل پیج پر موجود ہیں۔ بعد ازیں چوراسی (۸۴) صفحات پر مشتمل، فروری ۱۹۵۵ء میں اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن مزید اضافہ جات اور ترتیب کے بعد گوجرانوالہ سے شائع ہوا۔ جب مؤلف رحمہ اللہ جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ میں (۱۹۵۰ء۔ ۱۹۵۶ء) صدر مدرس تھے۔

اس ایڈیشن کے شروع میں مولانا احمد ابو البرکات رحمہ اللہ کے قلم سے ایک صفحے کا تعارف ہے، جس کے آخر میں ''۵۵۔۲۔۲۷'' کی تاریخ درج ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ اہداء الثواب:

اس رسالے میں فوت شدگان کے لیے ایصالِ ثواب کے طرق و وسائل پر بحث کی گئی ہے کہ فوت شدہ افراد کو ثواب پہنچانے کا کون سا طریقہ جائز ہے اور کون سا ناجائز؟ کون سا طریقہ قرآن و سنت کی نصوص کے مطابق ہے اور کونسا ذریعہ مخالف؟ اس رسالے کے اولین صفحے پر اس کا تعارف مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ لکھا گیا ہے:

"اس میں میت کے نفع رسانی کے جائز اور ناجائز طریقے مدلل بیان کیے گئے ہیں، تیجے، ساتویں و چالیسویں کے بدعت اور ناجائز ہونے کا مدلل بیان ہے۔ آیت ﴿وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى﴾ پر بحث۔"

یہ رسالہ اپنی حسنِ ترتیب، وسعتِ معلومات اور علمی اصول و قواعد پر مشتمل مباحث کی بنیاد پر بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس رسالے کی مذکورہ اہمیت کے پیشِ نظر مصنف رحمہ اللہ کے تلمیذ رشید محدث زماں علامہ عبید اللہ رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ولبعض شيوخنا رسالة لطيفة في الأردية في هذه المسئلة رتبها على مقدمة و مقصد و خاتمة، وسماها "إهداء الثواب" وبسط الكلام في تحقيق المقام فأجاد، فعليك أن تطالعها."

(مرعاة المفاتيح: ۲/ ۸۰۵، تحت رقم الحديث: ۱۷۳۳، دوسرا نسخہ: ۴۵۳/۵)

"ہمارے شیوخ میں سے بعض کا اس مسئلہ میں بزبانِ اردو ایک رسالہ ہے جو ایک مقدمہ، مقصد و موضوع اور خاتمہ پر مشتمل ہے، اور اس کا نام "اِہداء الثواب" ہے، جس میں اس مسئلہ کی بڑی بہترین تفصیلی بحث ہے۔ تمھیں چاہیے کہ تم اس کا مطالعہ کرو۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ رسالہ پہلی بار مؤلف رحمہ اللہ کی زندگی ہی میں پچاس (۵۰) صفحات پر گوجرانوالہ سے شائع ہوا، جب مؤلف رحمہ اللہ جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ میں (۱۹۵۰ء۔۱۹۵۶ء) صدر المدرسین کے منصب پر فائز تھے۔

۳۔ تنقید المسائل:

اس کتاب میں مولانا مودودی رحمہ اللہ کے افکار و نظریات اور فکری لغزشوں کو محلِ بحث ٹھہرایا گیا ہے، جس میں مولانا موصوف کے سیاسی نظریہ، فقہی زاویۂ فکر اور حدیث و سنت کے متعلق نقطۂ نظر پر مدلل بحث ہے۔ نیز جماعت اسلامی کی دعوت کا نشیب و فراز، نظریات کا اتار چڑھاؤ اور بدلتے موسموں کی بنا پر جماعت کے اصول و قواعد میں تناقض و تصادم اور ترمیمات کا بھرپور جائزہ لیا گیا ہے۔

یہ کتاب بھی مؤلف رحمہ اللہ کے جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ میں زمانۂ تدریس کے دوران میں ایک سو پچھتر (۱۷۵) صفحات پر شائع ہوئی۔ کتاب کے آخر میں "باقی آئندہ" کا اشارہ لکھا ہے لیکن یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ آیا انھوں نے بقیہ حصہ کی تکمیل کی یا نہیں؟

کتاب کے آغاز میں تین صفحات پر مشتمل مقدمہ ہے جو حکیم محمد اسلم رحمہ اللہ خطیب جامع اہلحدیث گوندلانوالہ کا تحریر کردہ ہے۔

۴۔ سنت خیر الانام در سہ وتر بیک سلام:

یہ رسالہ صلاۃِ وتر ادا کرنے کے طریقے کے موضوع پر ایک تحریری مناظرہ و مکالمہ ہے۔ دراصل مؤلف رحمہ اللہ کے ایک شاگرد مولانا فضل حق ہاشمی سلفی میانوالی نے محدث گوندلوی رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک دیوبندی عالم مولوی عطا محمد صاحب کا ایک فتویٰ ارسال کیا جس میں احناف کے طریقۂ وتر کو مسنون ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ حضرت حافظ صاحب گوندلوی رحمہ اللہ نے اپنے تلمیذ مکرم حافظ عبدالمنان نورپوری حفظہ اللہ کو اس فتویٰ کا جواب لکھنے کے لیے کہا، چنانچہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استاد محترم حافظ نور پوری ﷾ نے اس عریضے کا جواب لکھا، جس میں صلاۃِ وتر کا مسنون طریقہ حدیث وسنت کی روشنی میں تحریر کیا اور احناف کے طریقۂ وتر کے غیر مسنون ہونے پر مدلل بحث فرمائی، اور ساتھ ہی مولوی عطا محمد صاحب دیوبندی کے جوابات واعتراضات کا بھرپور جائزہ لیا۔ بعد ازاں یہ جواب حضرت حافظ صاحب گوندلوی ﷫ کی تصویب وتصدیق کے بعد مولوی عطا محمد صاحب دیوبندی کے پاس بھیج دیا گیا۔❶ مولوی عطا محمد صاحب نے اس کا جواب لکھا تو استاد محترم حافظ نور پوری ﷾ نے دوبارہ ان کے خط کا جواب تحریر کیا جس میں مولوی صاحب موصوف کی مغالطہ انگیزیوں، ایرادات و اعتراضات اور علمی اصول وقواعد کی خلاف ورزیوں کا بھرپور جائز لیا، اور یہ جواب بھی حضرت حافظ صاحب گوندلوی ﷫ کی تصحیح وتائید کے بعد مولوی صاحب موصوف کی خدمت میں بھیجا گیا لیکن اس کا جواب دینے میں وہ ناکام رہے۔

اس بحث وتمحیص کے بعد اس رسالہ میں موضوع سے متعلقہ تمام مباحث ضبطِ تحریر میں آگئے ہیں، جو شاید کسی دوسری جگہ اتنے شرح وبسط کے ساتھ یکجا نہ ملیں۔ یہ رسالہ ایک ہی بار مولانا فضل حق ہاشمی میانوالی کی کاوش سے پچھتر (۷۵) صفحات پر میانوالی سے طبع ہوا تھا۔ اس رسالے پر سنِ طباعت کا اندراج نہیں البتہ آخری خط کے بعد ''۲۴ محرم، ۱۳۹۱ھ'' کی تاریخ درج ہے۔ نیز آخری صفحہ پر کاتب نے ''۲/۷/۳/۱۲'' کی تاریخ لکھی ہے۔

۵۔ اسلام کی دوسری کتاب:

اس کتابچے میں اسلام کے بنیادی عقائد کو نہایت سادہ اسلوب وپیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ اپنی منطقی ترتیب اور حسنِ صیاغت کے اعتبار سے یہ رسالہ انتہائی مفید ہے۔

یہ رسالہ پہلی مرتبہ مؤلف ﷫ کی زندگی میں طبع ہوا تھا جس پر سنِ اشاعت

❶ یہ تفصیل میرے استفسار پر استاد محترم حافظ عبدالمنان نور پوری ﷾ نے خود بیان فرمائی تھی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا اندراج نہیں ہے۔ اور دوسری بار محترم جناب مولانا طیب محمدی ﷾ کی زیرنگرانی مکتبہ محمدیہ گوجرانوالہ کی طرف سے سولہ (۱۶) صفحات پر شائع ہوا۔

حضرت حافظ صاحب ﷫ نے قبل ازیں ''اسلام کی پہلی کتاب'' کے نام سے ایک رسالہ لکھا تھا جیسا کہ مذکورہ بالا کتاب کے نام سے بھی ظاہر ہے۔ نیز حضرت حافظ صاحب ﷫ کی بعض کتب (إهداء الثواب وغیرہ) کے آخری صفحے پر ان کی مؤلفات میں ایک کتاب ''اسلام کی پہلی کتاب'' کے نام اور قیمت کا بھی اندراج ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب بھی حضرت حافظ صاحب ﷫ نے لکھی تھی اور طبع بھی ہوئی تھی لیکن تلاشِ بسیار کے باوجود ابھی تک ہمیں یہ رسالہ دستیاب نہیں ہوسکا، دستیابی کی صورت میں اس مجموعے کے اگلے اجزاء میں اسے بھی شاملِ اشاعت کر دیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

٦۔ صلوۃ مسنونہ:

اس رسالے میں اختصار کے ساتھ از اول تا آخر مسنون نماز کا طریقہ بڑی جامعیت کے ساتھ لکھا گیا ہے، اور عموماً ہر بات کے ساتھ قرآن و حدیث کے دلائل بھی درج کیے گئے ہیں۔ آخر میں فرض نماز کے علاوہ دیگر نمازوں کے متعلق اختصار کے ساتھ معروضات پیش کی گئی ہیں۔ کتاب کے آخر میں ضلع گوجرانوالہ کے نظامِ اوقات کے مطابق اوقاتِ نماز کا چارٹ بھی شامل اشاعت ہے۔ یہ رسالہ بھی مؤلف ﷫ نے قیامِ گوجرانوالہ کے دوران ہی میں لکھا تھا لیکن اس پر سنِ اشاعت درج نہیں ہے۔ یہ رسالہ ایک ہی بار مؤلف ﷫ کی زندگی میں اڑتالیس (۴۸) صفحات پر شائع ہوا۔

اسلوبِ تحقیق:

۱۔ مذکورہ کتب و رسائل میں مندرجہ احادیث و آثار کی تحقیق و تخریج۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ اصل متون کا دقت و باریک بینی سے موازنہ۔

۳۔ منقولہ عبارات ونصوص کا اصلی مصادر و مراجع سے مقابلہ۔

۴۔ اصل مآخذ سے تقابل کے بعد مذکورہ کتب و رسائل میں موجود طباعتی غلطیوں کی اصلاح۔

۵۔ بعض مقامات پر حسبِ ضرورت تعلیقات وحواشی۔

ایک وضاحت:

مذکورہ بالا کتب و رسائل میں مندرجہ احادیث و آثار کی تخریج کا اکثر و بیشتر کام برادرِ مکرم حافظ حماد الحق نعیم نے کیا ہے جس پر نظر ثانی کے بعد اس میں مزید اضافہ جات اور تعلیقات وحواشی شامل کیے گئے ہیں۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس کاوش کو قبول فرمائے اور ہمارے ساتھ اس کام میں شریک و معاون تمام بھائیوں کو اجر جزیل سے نوازے۔ خصوصاً فضیلۃ الشیخ مولانا ارشاد الحق اثری ﷾ اور فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالرحمن ضیاء ﷾ کو جزائے خیر عطا فرمائے جنھوں نے اپنی قیمتی وقت اور علمی مشاغل سے فرصت نکال کر کتاب کے لیے بہترین مقدمات لکھے اور بیش قیمت مشورہ جات سے نوازا۔ جزاهم الله خير الجزاء.

وصلى الله وسلم على خير خلقه محمد وعلىٰ آله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

شاهد محمود

۱۴۳۲ھ/۳/۲۳ = ۲۰۱۱/۲/۲۷

0321-6466422

hasanshahid85@hotmail.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوانح مؤلف

از قلم: حافظ نعیم الحق نعیم رحمہ اللہ

ولادت اور نام ونسب:

آپ غالباً ۶/ رمضان المبارک ۱۳۱۴ھ مطابق ۸/ فروری ۱۸۹۷ء کو گوجرانوالہ کے قصبہ مرالیوالہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام والد نے اعظم اور والدہ نے محمد رکھا۔ والدہ کے رکھے ہوئے نام ہی سے معروف ہوئے۔ اپنے بڑے بیٹے کے نام پر اپنی کنیت ابوعبداللہ رکھی۔

آپ کے والد ماجد کا نام میاں فضل الدین تھا، جو مولانا علاؤالدین (گوجرانوالہ) اور حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی کے شاگرد اور اچھے خاصے عالم تھے۔ آپ خاندانی طور پر راجپوت منہاس تھے۔

تعلیم وتربیت:

پانچ سال کی عمر میں آپ کو حفظِ قرآن کے لیے ایک حافظ صاحب کے پاس بٹھا دیا گیا، تھوڑے ہی عرصے میں حفظ کی صلاحیت خاصی بڑھ گئی۔ ایک دن والد محترم کہنے لگے کہ ایک ربع پارہ روزانہ یاد کر کے سنایا کرو، ورنہ تمہیں کھانا نہیں ملے گا۔ اس دن سے آپ نے روزانہ ربع پارہ یاد کر کے سنانا شروع کر دیا۔

حفظِ قرآن کا سلسلہ ابھی مکمل نہیں ہوا تھا کہ والدِ محترم کا سایہ سر سے اٹھ گیا، اب آپ کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری کا بوجھ آپ کی والدہ ماجدہ کے کندھوں پہ آپڑا۔ چنانچہ دس سال کی عمر میں حفظِ قرآن کا کام مکمل ہوا تو والدہ ماجدہ نے مزید تعلیم کے لیے آپ کو جامع مسجد اہل حدیث چوک نیائیں (چوک اہل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث) شہر گوجرانوالہ میں مولانا علاؤ الدین کے پاس بھیجا، جہاں آپ نے عربی ادب اور صرف ونحو کی چند ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ پھر آپ کو گوندلانوالہ کے ایک نیک سرشت بزرگ عبداللہ ٹھیکیدار کشمیری کی معیت میں مدرسہ تقویۃ الاسلام امرتسر میں داخلے کے لیے بھیج دیا۔ ٹھیکیدار موصوف بہت صالح انسان اور علمائے غزنویہ کے پرانے عقیدت مند تھے۔

یہ مدرسہ اس وقت حضرت الامام عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے زیر نگرانی وسرپرستی چل رہا تھا۔ یہاں آپ نے چار سال کی قلیل مدت میں حدیث، تفسیر، فقہ اور دیگر علوم وفنون کی تمام کتب سے فراغت حاصل کی۔

آپ کے اساتذہ کرام:

1. مولانا علاؤ الدین رحمہ اللہ (گوجرانوالہ)
2. حضرت الامام سیّد عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ
3. مولانا سیّد عبدالاول غزنوی رحمہ اللہ
4. مولانا سیّد عبدالغفور غزنوی رحمہ اللہ
5. جامع المعقول والمنقول مولانا محمد حسین ہزاروی رحمہ اللہ (داماد حضرت الامام عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ)
6. مولانا عبدالرزاق رحمہ اللہ
7. مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی رحمہ اللہ۔

حضرت الامام کی مجلس کا اثر:

حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی کی روحانی شخصیت نے آپ کو بہت متاثر کیا۔ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص بھی حضرت الامام کی مجلس میں بیٹھ گیا اس پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روحانیت اور توجہ الی اللہ کا خاص رنگ چڑھ گیا، دنیا کی محبت سرد ہوگئی، دل کی دنیا بدل گئی اور عملی زندگی میں ایک انقلاب آ گیا۔

بعض اوقات دورانِ درس حضرت الامام کی مجلس کے متعلق اپنا ابتدائی ذاتی تاثر بیان فرمایا کرتے تھے کہ جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو چند ہی دنوں میں ان کی روحانیت مجھ پر اس شدت سے اثر انداز ہوئی کہ میں حیران ہو کر سوچنے لگا کہ جو لوگ مدت دراز سے یہاں موجود ہیں وہ اب تک زندہ کس طرح ہیں کہ وہ شدتِ تاثر سے تڑپ تڑپ کر ختم کیوں نہیں ہو گئے؟

الغرض دورانِ درس جب بھی حضرت الامام کا ذکر کرتے تو بڑے والہانہ انداز میں کرتے، یوں لگتا کہ کوئی شاگرد اپنے استاذ کا ذکر نہیں کر رہا بلکہ کوئی محبِّ صادق اپنے محبوب کا ذکر کر رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے حضرت الامام کی ہر ہر ادا کو اپنا لیا تھا، اخلاق حسنہ، خموشی و سنجیدگی، ذوقِ عبادت، ذکر اللہ کی کثرت، نماز سے خصوصی تعلق، خشوع و خضوع، اول وقت اور باجماعت اس کی ادائیگی کا اہتمام، یہ سب چیزیں آپ نے حضرت الامام سے سیکھیں۔

علوم طبیہ کی تحصیل:

آپ کا شروع سے ہی خیال تھا کہ علوم دینیہ کو ذریعہ معاش نہ بنایا جائے، چنانچہ درسِ نظامی کی تکمیل کے بعد آپ نے اسی نیت سے طبیہ کالج دہلی میں داخلہ لے لیا۔ یہاں طب کا چار سالہ کورس مکمل کر کے آپ نے ''فاضل الطب والجراحت'' درجہ اول کی سند اور گولڈ میڈل حاصل کیا۔ طبیہ کالج کے اساتذہ میں سب سے زیادہ قابل، مشہور بلکہ بین الاقوامی شخصیت حکیم اجمل خان مرحوم تھے۔ وہ حضرت گوندلوی مرحوم کی ذہانت و فطانت اور قابلیت سے اتنے متاثر تھے کہ فرمایا کرتے: جب مجھے اس شخص (حضرت گوندلوی رحمہ اللہ) کے سامنے لیکچر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینا ہوتا ہے تو مجھے بہت تیاری کرنی پڑتی ہے۔

حضرت حافظ صاحب نے طب کی تعلیم محض اس غرض سے حاصل کی کہ علوم دینیہ کی بجائے طب کو ذریعہ معاش بنائیں گے، اور کچھ عرصے تک آپ نے اس کا تجربہ بھی کیا۔ چنانچہ ۱۹۴۸ء میں جب مولانا ابو البرکات احمد مدراسی مرحوم آپ سے صحیح بخاری وغیرہ پڑھنے کے لیے گوجرانوالہ آئے تو اس وقت آپ جامع مسجد اہل حدیث چوک نیائیں کے سامنے مطب کیا کرتے تھے، اور اس کے ساتھ ساتھ آپ نے قبرستان روڈ پر واقع ٹاہلی والی مسجد میں ''درسِ اعظم'' کے نام سے ایک مدرسہ بھی قائم کر رکھا تھا، جس میں دوسرے مدارس کے فارغ التحصیل طلبہ صحیح بخاری اور دیگر علوم کی اعلیٰ درجے کی کتابیں پڑھنے کے لیے آیا کرتے تھے۔

کچھ عرصہ تک یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہا لیکن جلد ہی آپ کو احساس ہو گیا کہ یہ دونوں کام خاصا وقت مانگتے ہیں اور بیک وقت احسن طریق سے نہیں چل سکتے۔ چنانچہ طب یونانی کا کاروبار آپ نے یکسر موقوف کر دیا اور حکمت ایمانی (علوم دینیہ) کی خدمت کے لیے کلیتاً وقف ہو گئے۔

شادی خانہ آبادی:

دینی اور طبی تعلیم کی تکمیل کے بعد جلد ہی آپ کی شادی مولانا فقیر اللہ مدراسی کی بیٹی سے ہو گئی، جن سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ بیٹے کا نام عبداللہ ہے، جو حافظ قرآن ہے۔

۱۹۳۲ء میں آپ کو بعض وجوہ سے دوسری شادی کرنا پڑی۔ اس دوسری بیوی سے اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے (ڈاکٹر محمود اعظم اور مسعود اعظم) اور چار بیٹیاں عطا کیں۔

تدریسی خدمات:

حصولِ تعلیم کے دوران ہی آپ کی ذہانت و قابلیت اور علوم و فنون کی صلاحیت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی بہت شہرت ہو گئی تھی، اس لیے تکمیل و فراغت کے بعد گھر آتے ہی مختلف درس گاہوں کی طرف سے آپ کو تدریس کے لیے دعوت نامے آنے لگ گئے۔

کچھ عرصہ تو آپ نے اپنے گاؤں گوندلانوالہ میں قیام فرمایا اور پڑھتے پڑھاتے رہے۔ اسی دوران ۱۹۲۴ء میں آپ کو ادائیگی حج کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔

مدرسہ رحمانیہ، دہلی:

لیکن ۱۹۲۷ء میں مدرسہ رحمانیہ دہلی کے مہتمم شیخ عطاء الرحمٰن کے پر زور اصرار پر ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ ۱۹۲۸ء تک وہیں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ یہاں سے فارغ ہو کر آپ پھر واپس گوندلانوالہ آ گئے۔

گوندلانوالہ میں تدریس:

گوندلانوالہ واپس آ کر آپ نے پھر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ بہت سے طلبہ نے آپ سے کسب فیض حاصل کیا۔ غالباً اسی دور (۱۹۳۰ء کے لگ بھگ) میں مولانا عطاء اللہ حنیف اور حافظ عبداللہ بڈھیمالوی جیسے آپ کے کبار تلامذہ آپ سے علوم و فنون کی مختلف کتابیں پڑھتے رہے ہیں۔ شائد اسی وجہ سے دونوں بزرگوں کو ۱۹۳۲ء میں اپنے استاد محترم کی دوسری شادی میں شرکت کا موقع بھی مل گیا تھا۔

جامعہ عربیہ دارالسلام، عمر آباد:

۱۹۳۳ء میں اہل مدراس کی دعوت پر ''جامعہ عربیہ دارالسلام'' عمر آباد تشریف لے گئے۔ آپ کے وہاں تشریف لے جانے سے اس درس گاہ کی خوب شہرت اور ترقی ہوئی۔ یہاں چند سال تدریس کرنے کے بعد پھر گوندلانوالہ واپس آ گئے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جامع مسجد اہل حدیث، گوجرانوالہ:

ان دنوں جامع مسجد اہل حدیث، چوک اہل حدیث (چوک نیائیں) میں ایک دینی درس گاہ قائم تھی، جس کی انتظامیہ نے آپ کو تدریس کی دعوت دی، جو آپ نے قبول کرلی، چنانچہ ان کی طرف سے آپ کو ایک بائیسیکل مہیا کی گئی، جس پر آپ روزانہ گوندلانوالہ سے آتے اور پڑھا کر واپس چلے جاتے تھے۔ ان دنوں حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ وہاں خطیب تھے، انہوں نے بھی حضرت گوندلوی سے بعض کتب "شرح عقائد نسفی" اور "مسلم الثبوت" وغیرہ پڑھیں۔

۱۹۴۲ء میں گوندلانوالہ میں ایک قتل ہو گیا، جس کی وجہ سے آپ کو وہاں سے نقل مکانی کرنی پڑی۔ چنانچہ آپ شہر گوجرانوالہ، آبادی حاکم رائے (محلّہ گلشن آباد) میں منتقل ہو گئے۔ پھر تادم واپسیں آپ یہیں سکونت پذیر رہے۔

مدرسہ تعلیم الاسلام، اوڈانوالہ:

۴۷-۱۹۴۶ء کے لگ بھگ کا عرصہ آپ نے "مدرسہ تعلیم الاسلام" اوڈانوالہ میں گزارا۔ مدرسہ ہذا کے بانی امیر المجاہدین صوفی محمد عبداللہ کی پرخلوص دعوت پر آپ وہاں تشریف لے گئے تھے۔

صوفی صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ حضرت گوندلوی کی وجہ سے ہمارا مدرسہ بھی جامعہ بن گیا تھا اور طلبہ کی کثرت کی وجہ سے بڑی رونق ہو گئی تھی۔ یہاں آپ نے دو سال تک شیخ الحدیث کے فرائض سرانجام دیے۔

درس اعظم، ٹاہلی والی مسجد، گوجرانوالہ:

۴۸-۱۹۴۷ء کے لگ بھگ آپ نے "ٹاہلی والی مسجد" قبرستان روڈ گوجرانوالہ میں "درسِ اعظم" کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا، جس میں فارغ التحصیل طلبہ کو آپ صحیح بخاری، موطا امام مالک، الاتقان للسیوطی، حجۃ اللہ البالغہ اور مسلم الثبوت وغیرہ پڑھاتے تھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان دنوں طب کو آپ نے ذریعہ معاش بنایا ہوا تھا، جامع مسجد اہل حدیث چوک نیائیں کے سامنے مطب کرتے تھے، مولانا ابوالبرکات اور دیگر کئی علماء اسی دور میں آپ سے دینی علوم کے ساتھ ساتھ طبی علوم بھی پڑھا کرتے تھے اور آپ کے ساتھ مل کر دواسازی کا کام بھی کیا کرتے تھے۔

یہ درسِ اعظم ۱۹۴۹ء تک بخیر وخوبی چلتا رہا۔ حضرت گوندلوی خود ہی اس کے بانی اور اکیلے ہی اس کے مدرس تھے، اور بلا تنخواہ و معاوضہ پڑھاتے تھے۔

جامعہ اسلامیہ، گوجرانوالہ:

۱۹۵۰ء میں حاجی محمد ابراہیم انصاری مرحوم اور ان کے رفقاء نے آبادی حاکم رائے (گلشن آباد) گوجرانوالہ میں ''جامعہ اسلامیہ'' کے قیام کا پروگرام بنایا تو حضرت گوندلوی سے اس کی علمی سرپرستی کی درخواست کی، آپ نے قبول فرمالی اور یوں ''درسِ اعظم'' کا گویا ''جامعہ اسلامیہ'' میں ادغام خوش انجام ہوگیا۔

اب جامعہ اسلامیہ میں دیگر مدارس کے فارغ التحصیل طلبہ کو حضرت حافظ صاحب وہی '' درس اعظم'' والا نصاب پڑھاتے تھے اور مولانا ابوالبرکات احمد ان کو فاضل عربی کی تیاری کراتے تھے۔ تقریباً پانچ سال تک یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہا۔ پھر ''جامعہ اسلامیہ'' میں آٹھ سال کا مکمل نصاب درسِ نظامی جاری کر دیا گیا۔

جامعہ سلفیہ، فیصل آباد:

۱۹۵۶ء میں جامعہ سلفیہ فیصل آباد کا قیام عمل میں آیا تو اس کی مسند شیخ الحدیث کے لیے حضرت حافظ صاحب ہی کو سب سے زیادہ موزوں سمجھا گیا۔ چنانچہ مرکزی جمعیت اہل حدیث کے امیر مولانا سید محمد داود غزنوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی اور مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ حاجی محمد ابراہیم انصاری مرحوم سے حضرت حافظ صاحب کو باقاعدہ مانگ کر لے گئے۔ ۱۹۶۳ء تک آپ جامعہ سلفیہ میں شیخ الحدیث کے طور پر کام کرتے رہے۔ پھر جامعہ کی انتظامیہ میں کچھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناخوشگوار تبدیلی کی وجہ سے آپ واپس گوجرانوالہ تشریف لے آئے۔[1]

[1] شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ جامعہ محمدیہ چوک نیائیں میں شیخ الحدیث کی مسند پر تدریس فرمایا کرتے تھے اور جامع اہلحدیث دال بازار میں خطیب تھے۔ جامع اہلحدیث دال بازار اوقاف میں آ گئی تو محکمہ اوقاف والوں نے مساجدِ اوقاف کے ائمہ و خطباء کے لیے کوئٹہ میں تین ماہ کا کورس رکھا، مولانا محمد عبداللہ صاحب جامعہ محمدیہ سے چھٹی لے کر کورس کی خاطر کوئٹہ چلے گئے۔ وہاں سے آ کر جامعہ محمدیہ میں تدریس کرنے لگے۔ تھوڑا عرصہ بعد محکمہ اوقاف والوں نے بہاولپور میں پھر تین ماہ کا کورس رکھ دیا، مولانا محمد عبداللہ صاحب نے جامعہ والوں سے چھٹی طلب کی تو جامعہ والوں نے کہا کہ اب آپ نہ جائیں کیونکہ تین ماہ پہلے آپ چھٹی کر چکے ہیں، تین ماہ اور چھٹی کریں گے تو طلبہ کی تعلیم کا کیا بنے گا؟ مولانا صاحب نے فرمایا: کورس کرنے میں نے ضرور جانا ہے۔ جامعہ والوں نے کہا کہ ٹھیک ہے آپ کورس کرنے جائیں، ہم تدریس کے لیے کوئی اور استاذ رکھ لیتے ہیں، چھ ماہ تعلیم و تدریس کا بند رہنا ہمیں گوارا نہیں۔ چنانچہ مولانا کورس کی خاطر بہاولپور چلے گئے، واپس آئے تو جامعہ محمدیہ والوں نے اور استاذ رکھ لیا ہوا تھا۔ اب مولانا صاحب تدریس سے فارغ ہو گئے تو انھوں نے جامع مسجد دال بازار والی انتظامیہ سے بات کی کہ میں پہلے جامعہ محمدیہ میں پڑھاتا تھا، مصروف رہتا تھا، مطالعہ کا بھی موقع ملتا تھا، علم تازہ ہوتا رہتا تھا، اب سارا دن فارغ رہتا ہوں، تو دال بازار کی انتظامیہ نے کہا کہ آپ ادھر جامع مسجد دال بازار میں مدرسہ بنا لیں، آپ مصروف بھی ہو جائیں گے، مطالعہ سے آپ کا علم بھی تازہ ہوتا رہے گا۔ چنانچہ مولانا صاحب نے جامع دال بازار میں خطبۂ جمعہ کے دوران اعلان فرمایا کہ اس سال رمضان کے بعد شوال میں اس جامع دال بازار میں مدرسہ دار الحدیث مدینۃ العلم کا آغاز کیا جا رہا ہے، آٹھ سال کا نصاب ہوگا، پہلی سے لے کر آٹھویں تک جماعتیں ہوں گی اور حافظ گوندلوی صاحب صحیح بخاری پڑھایا کریں گے، طلبہ کے قیام و طعام کا انتظام دار الحدیث کے اندر ہوگا، کھانے کے لیے کسی طالب علم کو چھابا پکڑا کر کسی کے گھر نہیں بھیجا جائے گا۔ یہ تیرہ سو بیاسی ہجری اور انیس سو باسٹھ کی بات ہے۔ مقصد یہ ہے کہ حافظ صاحب گوندلوی جامعہ سلفیہ فیصل آباد سے مولانا محمد عبداللہ صاحب کی دعوت و درخواست پر جامع ←

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گوجرانوالہ واپس آتے ہی جامعہ اسلامیہ کی انتظامیہ نے آپ سے پھر جامعہ کی علمی سر پرستی کی درخواست کی، جسے آپ نے صرف اسباق پڑھانے کی حدتک قبول کر لیا۔ چنانچہ آپ صحیح بخاری اور خلاصة التفاسير پڑھانے لگے، یعنی مختلف کتب تفسیر کا مطالعہ کرنے کے بعد ان کا خلاصہ طلبہ کے سامنے پیش کر دیتے تھے۔ یہ سبق انتہائی معلوماتی اور تحقیقی ہوتا تھا۔

جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ:

۶۵۔۱۹۶۴ء کے لگ بھگ آپ کو مدینہ یونیورسٹی کی طرف سے تدریس کے لیے مدعو کیا گیا تو آپ وہاں تشریف لے گئے۔ ایک سال تک آپ نے وہاں پڑھایا۔ یونیورسٹی کے طلبہ کی نسبت آپ سے وہاں کے اساتذہ وشیوخ زیادہ متاثر اور مستفید ہوئے۔

جامعہ محمدیہ، گوجرانوالہ:

مدینہ یونیورسٹی سے واپس آکر پھر جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ سے وابستہ ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ کی درخواست پر جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا اور پھر تادم واپسیں اسی جامعہ سے وابستہ رہے۔

اخلاق واوصاف:

آپ انتہائی نرم مزاج، خاموش طبع، خوش لباس، خوش گفتار، فضولیات سے محترز، عابد وزاہد اور ہمہ وقت ذاکر وشاغل انسان تھے، نماز تہجد، تحیة المسجد اور نماز باجماعت اور تکبیر اولیٰ کے پانے کا آپ کے ہاں بے مثل اہتمام ہوتا تھا، انتہائی چھوٹے اور

← دال بازار دارالحدیث مدینة العلم تشریف لائے تھے، پھر دال بازار تدریس کے زمانہ ہی میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ گئے تھے۔ مدینہ منورہ سے واپس آکر کچھ عرصہ جامعہ اسلامیہ چاہ شاہاں میں پڑھاتے رہے، پھر مولانا عبداللہ صاحب جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ پر لے آئے، اس دوران دارالحدیث کا نام جامعہ شرعیہ پھر جامعہ محمدیہ میں تبدیل ہو چکا تھا۔ (حافظ عبدالمنان نور پوری ﷾)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معمولی کاموں میں بھی اتباع سنت کا خیال پیش نظر رہتا تھا۔ غیبت، حسد، بغض، کینہ اور دیگر اخلاقی رذائل سے کوسوں دور تھے، چہرہ ہمیشہ علم و عبادت کے نور سے منور اور متبسم نظر آتا تھا۔ اونچی آواز میں کھل کھلا کر ہنسنے کی عادت نہیں تھی۔

ایام بیض (۱۳، ۱۴، ۱۵، قمری تاریخ) کے روزوں کی ہمیشہ سے عادت تھی، ایک دفعہ فرمانے لگے کہ طبیعت کی کمزوری کی وجہ سے میں نے یہ روزے چھوڑ دیے تو بواسیر کی شکایت ہوگئی۔ پھر فرمایا: معلوم ہوتا ہے کہ روزے کی وجہ سے بیماری رکی ہوئی تھی، اس کے چھوڑنے کی وجہ سے وہ عود کر آئی ہے۔

قوتِ حفظ اور وسعتِ علم:

خدا داد قوتِ حفظ اور وسعتِ علم میں اپنی نظیر آپ تھے، مطالعہ کتب کے بہت شائق تھے، جو کچھ پڑھتے تھے ہمیشہ کے لیے ازبر ہو جاتا تھا۔

آپ کی تصنیف "إثبات التوحيد بإبطال التثليث" کا مسودہ کاتب گم کر بیٹھا تو آپ نے محض حافظے کی مدد سے اسے پھر لکھ دیا، چند دنوں کے بعد گم شدہ مسودہ بھی مل گیا، ان کا آپس میں مقابلہ کیا گیا تو دونوں میں کوئی فرق نہ نکلا۔

مدینہ یونیورسٹی کی تدریس کے زمانہ میں شیخ محمد امین شنقیطی صاحبِ "أضواء البيان" نے کسی مجلس میں آپ سے چند روایات دریافت کیں تو آپ نے فرمایا: جامع ترمذی میں یہ سب روایات موجود ہیں۔ سب اہل مجلس کا خیال تھا کہ وہ اس میں نہیں ہیں۔ آپ نے سب روایات ایک ایک کر کے ترمذی شریف میں دکھا دیں۔ شیخ شنقیطی فرمانے لگے:

"ما رأيت أعلم علىٰ وجه الأرض من هذا الشيخ"

"میں نے روئے زمین پر ان سے بڑا عالم نہیں دیکھا۔"

تصانیف:

تدریس کے ساتھ ساتھ آپ نے تصنیف کا کام بھی کیا، چنانچہ درج ذیل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتب آپ کی یادگار رہیں:

۱۔ صلوٰۃ مسنونہ، ۲۔ إثبات التوحید بإبطال التثلیث،
۳۔ رد مولود، ۴۔ الإصلاح (۳ حصے)،
۵۔ اھداء ثواب، ۶۔ تنقید المسائل،
۸۔ ختم نبوت، ۹۔ معیار نبوت
۱۰۔ ایک اسلام بجواب دو اسلام ۱۱۔ دوام حدیث بجواب مقام حدیث
۱۲۔ اسلام کی پہلی کتاب ۱۳۔ اسلام کی دوسری کتاب
۱۴۔ کتاب الإیمان ۱۵۔ تحفہ الإخوان
۱۶۔ خیر الکلام في وجوب الفاتحۃ خلف الإمام
۱۷۔ زبدۃ البیان في تنقیح حقیقۃ الإیمان و تحقیق زیادتہ والنقصان
۱۸۔ بغیۃ الفحول ۱۹۔ سنت خیر الانام ﷺ درسہ وتر بہ یک سلام
۲۰۔ شرح مشکوٰۃ (کتاب العلم تک) ۲۱۔ البدور البازغۃ (ترجمہ)
۲۲۔ حدیث کی دینی حجیت ("الاعتصام" میں شائع شدہ مقالہ)
۲۳۔ إرشاد القاري إلی نقد فیض الباري
۲۴۔ التحقیق الراسخ في أن أحادیث رفع الیدین لیس لھا ناسخ.

تلامذہ ومستفیدین:

عرصہ دراز تک تدریس کی وجہ سے یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ آپ کے تلامذہ ومستفیدین کی تعداد کہاں تک پہنچ گئی ہوگی۔ پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، افغانستان اور عرب ممالک وغیرہ کے ہزاروں طلبہ نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا، جو اپنے اپنے ملک میں مختلف دینی خدمات انجام دے رہے ہیں اور کچھ ان سے اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔

آپ کے چند نمایاں قسم کے تلامذہ ومستفیدین کے اسماء درج ذیل ہیں:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ مولانا ابو البرکات احمد، شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ، گوجرانوالہ
۲۔ مولانا حافظ محمد عبداللہ بڈھیمالوی
۳۔ مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی۔
۴۔ مولانا حافظ محمد اسحٰق حسین خانوالہ
۵۔ مولانا حافظ محمد بھٹوی
۶۔ مولانا عبیداللہ خان عفیف
۷۔ مولانا حافظ فتح محمد فتحی، مکہ معظمہ
۸۔ مولانا محمد صادق خلیل، فیصل آباد
۹۔ مولانا نذیر احمد رحمانی
۱۰۔ مولانا عبیداللہ رحمانی (صاحب المرعاۃ)
۱۱۔ مولانا حافظ عبدالغفار حسن
۱۲۔ مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان
۱۳۔ مولانا محمد عبداللہ رحمہ اللہ، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان
۱۴۔ مولانا حافظ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ
۱۵۔ مولانا حافظ عبدالمنان، مدرس جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ
۱۶۔ مولانا حافظ عبدالسلام بھٹوی
۱۷۔ مولانا ارشاد الحق اثری
۱۸۔ مولانا محمد اسحاق چیمہ
۱۹۔ مولانا عبدالرشید ہزاروی
۲۰۔ مولانا محمد صدیق اعظمی، بدھوآنہ، جھنگ
۲۱۔ مولانا محمد علی جانباز، سیالکوٹ
۲۲۔ مولانا حافظ سیف الرحمٰن الفلاح
۲۳۔ مولانا پروفیسر غلام احمد حریری
۲۴۔ مولانا محمد ادریس فاروقی سوہدروی
۲۵۔ مولانا محمد عبدہ الفلاح، فیصل آباد
۲۶۔ پروفیسر مولانا قاضی مقبول احمد
۲۷۔ شیخ ڈاکٹر عاصم عبداللہ قریوتی، استاذ مدینہ یونیورسٹی
۲۸۔ شیخ محمد مجذوب، استاذ مدینہ یونیورسٹی
۲۹۔ شیخ محمد ابراہیم شقرہ الأردنی، مدینہ یونیورسٹی
۳۰۔ شیخ عطیہ سالم، وغیرھم۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وفات حسرت آیات:

۲؍فروری ۱۹۸۵ء کو حسبِ معمول نماز تہجد کے لیے اٹھے، وضو کے لیے غسل خانے میں گئے، ضعف و پیری کا عالم تھا، پاؤں پھسل گیا، گر کر ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ ۵؍فروری کو ٹانگ کا آپریشن کر دیا گیا مگر ضعف و نقاہت بڑھتی گئی، تقریباً چار ماہ تک شدید بیمار رہے۔

پھر ۱۴؍رمضان ۱۴۰۵ھ مطابق ۴؍جون ۱۹۸۵ء کو تقریباً پون صدی تک منبر و محراب اور مساجد و مدارس کو رونق بخشنے والا علوم و فنون، علم و عمل اور ایمان و یقین کا یہ مہر درخشاں ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا اور اپنے اہل خانہ کے علاوہ بے شمار علماء و طلباء کو سوگوار چھوڑ گیا۔ إنا لله وإنا اليه راجعون۔ اللهم اغفرله وارفع درجته في المهديين۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللہ تعالیٰ

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾

قال رسول اللہ ﷺ: "أنا خاتم النبيين لا نبي بعدي"

[سنن الترمذي، ص: ٢٤٥]

رسالہ

ختم نبوت

از رشحات کلک

حضرت الاستاذ مولانا حافظ محمد صاحب

(مولوی فاضل) دامت برکاتہم

اس رسالہ میں مسئلہ ختم نبوت پر نادر پیرایہ اور محققانہ طریق سے جامع و مانع بحث کی گئی ہے، جو غالباً کسی اور جگہ اس طرز بدیع پر مشکل ملے گی۔ واللہ الهادي للصواب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلے اسے دیکھیے

نحمدہ ونصلي علی رسوله الکریم.

اسلام کے اندرونی و بیرونی دشمنان ہمیشہ سے اس کے انوار لامعہ کے بجھانے کی کوشش کرتے رہے، کبھی سیاسیات کے حجب مستورہ کی آڑ میں اور کبھی عقائد میں شبہات کے فتح باب سے۔ ﴿وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾
[الصف: ۸]

اس پرفتن دور میں پنجاب کے ایک قصبہ میں پیدا ہونے والے متنبی اور اس کی امت نے اسلام کے سیاسی و مذہبی حصن حصین پر جس قدر گولہ باری کی ہے وہ اہل بصیرت اصحاب پر مخفی نہیں۔ اس فرقہ ضالہ کے رد میں علمائے اسلام نے ہر حیثیت اور ہر پہلو سے بحث کی ہے، جس سے اس جماعت کی حقیقت عالم آشکارا ہو چکی ہے۔

مسئلہ ختم نبوت بھی اس سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے۔ آہ! یہ مسئلہ وہ مسئلہ ہے جس پر کتاب و سنت کے نصوص صریحہ موجود ہیں اور امت مسلمہ محمدیہ کا اتفاق ہے کہ حضور آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر باب نبوت مسدود ہو چکا ہے، اور حضور ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ آج اس طرف بھی علمائے اسلام کو توجہ کی ضرورت پڑی۔ بہرکیف اس مسئلہ پر بھی متعدد تحریریں شائع و ذائع ہیں، لیکن پچھلے دنوں ایک ضرورت کے ماتحت شیخنا المحترم مولانا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

العلامۃ الحافظ محمد صاحب (مولوی فاضل) ۔لازالت شموس فیوضھم بازغۃ۔ مدرس مدرسہ نصرۃ الاسلام گوندلانوالہ نے بھی کچھ تحریر فرمایا۔

حضرت علامہ نے جس جامعیت اور معقولیت سے اسے تحریر فرمایا ہے اس عجیب رنگ سے اب تک اس مسئلہ پر بحث نہیں ہوئی۔ حضرت علامہ کے اخلاص اور تحریر کی سنجیدگی، متانتِ اور جامعیت کو مدنظر رکھ کر اسے شائع کیا جاتا ہے۔ کیا عجب کہ سعید روحیں اس چشمہ ہدایت سے فیض یاب ہوں اور گم گشتگان بادیہ ضلالت کے لیے موجب ہدایت بن جائے، اور تشنگانِ تحقیق اس آب زلال سے سیراب ہوسکیں۔ وما ذلك علی اللہ بعزیز۔

محمد شفیع، برادر مصنف

گوندلانوالہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعارف

از قلم احمد ابو البرکات مدرس جامعہ اسلامیہ اہلحدیث گوجرانوالہ

اس میں شک نہیں کہ فتنہ (قادیانی) بڑا پرانا فتنہ ہے۔ نبی علیہ السلام کی حیات اقدس ہی میں کئی کذابوں نے نبوت کا دعویٰ کیا مگر ان کا جلد ہی سد باب کیا گیا۔ یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا، آخر کار یہی فتنہ تیرہویں صدی ہجری میں عظیم فتنہ بن کر رونما ہوا۔ یہ امر مسلّمہ ہے کہ یہ انگریزوں کا خود کاشتہ پودا ہے جو آج کل ایک تنے کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ ہندوستان میں غلام احمد قادیانی آنجہانی نے نبوت کا دعوی کر کے مسلمانوں کے دلوں سے جوشِ جہاد کو ختم کرنے کے لیے عزمِ سُو کیا ہوا تھا تا کہ امت مسلمہ میں تحفظِ دین کا مادہ ختم ہو جائے۔ اس نے انگریز حکمران کی مدح و ستائش میں لا تعداد کتابیں لکھیں۔ ان میں ایک جگہ رقم طراز ہے:

"گورنمنٹ برطانیہ کی اطاعت عین عبادت ہے۔"

ان ناپاک عزائم کے خلاف بہت سے علمائے کرام اور دیگر شخصیتوں نے جہاد کیا۔ اس سلسلہ میں حضرت علامہ حافظ محمد صاحب گوندلوی کی مخلصانہ خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ یہ مختصر مگر جامع رسالہ "ختم نبوت" اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ یہ رسالہ کا دوسرا ایڈیشن مزید اضافہ کے ساتھ منظر عام پر جلوہ گر ہو رہا ہے۔ اس میں کفر و تکفیر کا مسئلہ، لاہوری و قادیانی پارٹی کا فرق اور ختم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبوت پر محققانہ بحث انفرادی حیثیت کی مالک ہے جس سے ختم نبوت کی دیگر اکثر کتب محروم ہیں۔

حضرت حافظ علامہ الحاج محمد صاحب گوندلوی کی ذات والاصفات کسی تعارف کی محتاج نہیں کہ آپ فاضلِ قرآن و حدیث اور ماہر تعلیم و تدریس ہیں، آپ کی ساری عمر درسِ حدیث اور علومِ اسلامیہ عربیہ میں صرف ہوئی ہے، اس سلسلہ میں آپ کی شخصیت پاک و ہند میں مسلم ہو کر شہرت عام و بقائے دوام حاصل کر چکی ہے، تمام ہندو پاک میں آپ کے تلامذہ پائے جاتے ہیں جو دین اسلام کی خدمات بطریق احسن سرانجام دے رہے ہیں، یہ آپ کی لازوال خدمات ہیں جو دادو تحسین سے بالا تر ہیں۔ اب آپ مدرسہ جامعہ اسلامیہ اہلحدیث گوجرانوالہ کے صدر مدرس ہیں۔

آخر میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب اور مولوی بشیر احمد میر پوری کو اجر عظیم دے جس نے باوجود مالی مشکلات کے اس رسالہ کی طباعت کا ذمہ اٹھایا ہے۔

۵۵ء۔۲۔۲۷

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ ختم نبوت

الحمد لله الذي أكمل لنا الدين، وأتم علينا نعمه، ولم يذر مما نحتاج إليه في أمر الدين صغيراً وكبيراً، وأرسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله، وما أرسله إلا كافة للناس بشيراً ونذيراً، والصلوٰة والسلام الأتمان الأكملان على من لا نبي بعده محمد رسول الله، وخاتم النبيين الذي صدق الله ما وعده۔ أما بعد:

برادرانِ اسلام کی خدمت میں عرض ہے کہ دین کے مسائل دو قسم کے ہیں:

۱۔ وہ مسائل جن پر امت کا اتفاق ہے۔

۲۔ وہ مسائل جن میں اختلاف ہے۔

پہلی قسم کے مسائل میں سے بعض ایسے ہیں جن کو ضروریاتِ دین کہتے ہیں۔ وہ ایسے ہیں جن سے دین کی ادنیٰ واقفیت رکھنے والا بھی واقف ہو جاتا ہے، جیسے:

۱۔ نمازیں پانچ فرض ہیں۔

۲۔ سال بھر میں ایک ماہ کے روزے فرض ہیں۔

۳۔ زکوۃ فرض ہے۔

۴۔ قرآن اللہ کا کلام ہے۔

۵۔ حدیث بھی دین کا حصہ ہے۔

۶۔ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی کو نبوت نہیں ملے گی۔

اور بعض اجمالی مسائل اس قسم کے ہیں کہ ان کی شہرت اس قدر نہیں کہ ان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ہر ادنیٰ دین کی واقفیت رکھنے والا واقف ہو، جیسے رضاعی رشتوں کی حرمت اور بعض اور حرام چیزیں جن کی قرآن میں تصریح ہے اور امت کا اس پر اتفاق ہے، مگر ہر شخص کا (جو اسلام سے کچھ بھی مس رکھتا ہو) ان سے واقف ہونا ضروری نہیں۔

ان تین قسم کے مسائل کے الگ الگ احکام ہیں:

۱۔ جن مسائل کو ضروریاتِ دین کہتے ہیں ان کے انکار سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔ مسلمان کہلا کر ان کو زیر بحث نہیں لایا جا سکتا، مثلاً کوئی شخص نمازوں کی گنتی کے متعلق مسلمان کہلا کر بحث نہیں کر سکتا کیونکہ نمازوں کا پانچ ہونا ضروریاتِ دین سے ہے۔ اسی طرح یہ مسئلہ کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کسی کو مل سکتی ہے یا نہیں ایک شخص مسلمان کہلا کر اس کو زیر بحث نہیں لا سکتا۔

۲۔ جن مسائل پر امت کا اتفاق ہو مگر وہ ضروریاتِ دین میں داخل نہیں ان کے انکار سے اس وقت تک ایک مسلمان معذور ہو سکتا ہے جب تک اس کو علم نہ ہو، علم کے بعد پہلی قسم کی طرح ان کو بھی زیر بحث نہیں لایا جا سکتا۔

۳۔ وہ مسائل جن میں اختلاف ہے ان کی دو قسمیں ہیں:

أولاً: وہ مسائل جن میں ایک طرف صریح دلیل موجود ہو اور دوسری طرف صرف قیاس ہو، ان میں حکم یہ ہے کہ جس کو پورے طور پر دلیل کا علم ہو جائے وہ قیاس کو چھوڑ دے۔

ثانیاً: وہ مسائل جن میں دونوں طرف صریح دلیل موجود نہیں، صرف قیاس ہی قیاس ہے یا غیر صریح دلیل ہے، ان میں حکم یہی ہے کہ جس طرف اطمینان ہو اس پر عمل کرے۔

پس ختم نبوت کا مسئلہ اس قسم کا نہیں جس میں اختلاف ہو یا اس کو زیر بحث

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لایا جا سکے۔ جب ایک شخص مسلمان کہلاتا ہے تو اب اس کے لیے اس مسئلہ میں بحث کرنا جائز نہیں۔ کسی مسئلہ کو زیر بحث لانے کا یہ مطلب ہے کہ اس میں شک ہو، شک کو رفع کرنے کے لیے بحث کرے۔ اس کے دلائل کی دلالت میں بحث کرنا کہ ان کی دلالت قطعی ہے یا ظنی یا دلائل کس قدر ہیں یا فلاں دلیل سے بھی یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟ الگ امر ہے۔

پس کسی مسئلہ کا ضروریاتِ دین سے ہونا الگ امر ہے اور اس کے دلائل میں بحث کرنا کہ ان سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے یا نہیں الگ چیز ہے۔ مثلاً یہ مسئلہ کہ نمازیں پانچ ہیں ضروریات دین سے ہے، اس میں شک کرنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے مگر کسی خاص آیت یا حدیث سے اس کا ثابت کرنا قابل تحقیق ہے۔ اگر کسی خاص آیت کے متعلق کوئی کہے کہ اس سے پانچ نمازیں ثابت نہیں ہوتیں تو اس کو کافر نہیں کہا جا سکتا۔

پس کسی اتفاقی مسئلہ کے متعلق جو ضروریاتِ دین سے ہو شک کی صورت میں بحث کرنا کفر ہے، اور اس کی کسی خاص دلیل کی دلالت میں بحث کرنا اس وقت تک کفر نہیں جب تک اس کی دلالت پر اجماع نہ ہو، اجماع کی صورت میں بھی اس وقت کفر ہوگا جب اس کو اس اجماع کا علم ہو۔

پس یہاں تین باتیں یاد رکھنی چاہییں:

۱۔ جو مسئلہ اجماعی ہونے کے باوجود ضروریاتِ دین سے ہو اس کا انکار کفر ہے۔

۲۔ جو مسئلہ اجماعی ہو مگر ضروریاتِ دین سے نہ ہو جب تک ایک شخص کو اس کا علم نہ ہو وہ معذور ہے۔ علم کے بعد اگر انکار کرے تو کافر ہے۔

۳۔ جو مسئلہ ضروریاتِ دین سے ہو اس کا انکار تو کفر ہے مگر اس کے دلائل میں کسی خاص دلیل کی دلالت میں شک کرنے سے اس وقت تک انسان کافر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہوتا جب تک اس دلیل کی دلالت قطعی نہ ہو یا اس پر امت کا اجماع نہ ہو، پھر اس کو اس کا علم بھی ہو۔

کفر کی دو قسمیں:

پس کفر کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ باوجود کفر کے کافر الگ امت نہیں بنتا جیسے بعض اجماعی مسائل جن میں شیعہ و سنی اور خوارج مختلف ہیں، اگرچہ یہ اختلاف اصولی اور شدید ہے مگر سب ایک ہی امت کے فرقے ہیں۔

۲۔ کفر کے ساتھ کافر الگ امت بن جاتا ہے، جیسے ایک نئے نبی کے قائل ہونے سے ختم نبوت کا معروف معنی سے انکار۔ کیونکہ قرآن مجید نے امت کے الگ ہونے کے لیے رسول اور شریعت کے الگ ہونے کا ذکر کیا ہے:

۱۔ ﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُوْلٌ﴾ [یونس: ٤٧]

''ہر امت کے لیے ایک رسول ہے۔''

۲۔ ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ [المائدة: ٤٨]

''ہر ایک (امت) کے لیے (الگ) شریعت بنائی، اگر اللہ چاہتا تو ایک ہی امت کر دیتا (الگ شریعت نہ بناتا)۔''

اس وقت ہمارے زیر نظر مسئلہ ختم نبوت ہے۔ اس مسئلہ پر چند باتیں ذکر ہوں گی:

۱۔ یہ مسئلہ اجماعی ہے۔

۲۔ یہ ضروریاتِ دین سے ہے۔

۳۔ قرآن وحدیث سے اس کا ذکر ہوگا

۴۔ غلام احمد صاحب کا کیا دعویٰ ہے محدثیت کا یا نبوت کا؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ا۔ اس مسئلہ پر امت کا اجماع ہے:

"من ادعی نبوۃ أحد مع نبینا ۔صلی اللّٰہ علیه وسلم۔ أو بعدہ کالعیسویة من الیھود القائلین بتخصیص رسالته إلی العرب، و کالخرمیة القائلین بتواتر الرسل ... فھٰؤلاء کلھم کفار مکذبون للنبي صلی اللّٰہ علیه وسلم، لأنه أخبر ۔صلی اللّٰہ علیه وسلم۔ أنه خاتم النبیین ولا نبي بعدہ، وأخبر عن اللّٰہ تعالیٰ أنه خاتم النبیین، وأنه أرسل کافة للناس، وأجمعت الأمة علی حمل ھذا الکلام علی ظاھرہ، وأن مفھومه ھو المراد به دون تأویل ولا تخصیص، فلا شك في کفر ھؤلاء الطوائف قطعاً إجماعا وسمعاً" [1]

"جو آنخضرت ﷺ کے ساتھ کسی کو آپ کے عہد میں یا بعد ازاں شریک نبوت قرار دے جیسے عیسویہ گروہ کہتا ہے کہ آنخضرت ﷺ سچے رسول ہیں مگر آپ کی نبوت خطۂ عرب سے مخصوص ہے، اور خرمیہ کہتے ہیں کہ رسول متواتر آتے رہیں گے، پس یہ لوگ سب کفار ہیں اور آنخضرت ﷺ کو جھوٹا سمجھنے والے ہیں کیونکہ آنخضرت ﷺ نے خبر دی ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، اور اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور آپ سب لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں، اور امت کا اجماع ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے، اس میں کسی قسم کی تاویل و تخصیص کی گنجائش نہیں۔ پس مذکورہ بالا فرقوں کے کفر میں کوئی شک نہیں، اجماع اور نقل سے یہ لوگ دائرہ اسلام سے قطعاً خارج ہیں۔" (شفا قاضی عیاض)

[1] الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ للقاضي عیاض الیحصبي (۲/ ۲۸۶)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ یہ مسئلہ ضروریاتِ دین سے ہے:

کیونکہ اس کے انکار پر امت نے کفر کا فتویٰ صادر کیا ہے، اس فتویٰ میں کوئی قید علم وغیرہ کی نہیں لگائی، جو مسئلہ ضروریاتِ دین سے ہو اس کا انکار ہر صورت کفر ہوتا ہے، خواہ منکر کسی تاویل کی بنا پر انکار کرے یا عناد کی وجہ سے۔

ختم نبوت پر اجماع ہونے پر اعتراضات:

اعتراض اول: امام احمد کا مقولہ ہے کہ اجماع کا مدعی کاذب ہے، لہٰذا یہ کہنا کہ ختم نبوت پر اجماع ہے خود باطل ہے۔

جواب: جہاں یہ مقولہ مذکور ہے وہاں اس کا جواب بھی منقول ہے کہ امام احمد کا یہ قول اس حالت پر محمول ہے جب اس کا ناقل ایک ہو یا اس کے حدوث کا اب دعویٰ کرے:

"وقول أحمد محمول على انفراد اطلاع ناقله، أو حدوثه الآن فإنه احتج به في مواضع، قال الإسفرائيني: نحن نعلم أن مسائل الإجماع أكثر من عشرين ألف مسئلة."[1]

"امام احمد کا کہنا کہ اجماع کا دعویٰ کرنے والا جھوٹا ہے۔ اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ جب ایک آدمی اجماع کا دعویٰ کرے دوسرے لوگ اس کے ساتھ شریک نہ ہوں یا امام احمد اپنے زمانے کی نسبت فرماتے ہیں (وہ بھی اس شخص کے لیے جو کوشش نہ کرے ورنہ مطلق اجماع سے ان کو انکار نہیں) کیونکہ امام احمد نے بہت جگہ اجماع کے

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت للعلامة عبد العلي (۲/ ۲٦۱) مزید تفصیل کے لیے دیکھیں: المسودة في أصول الفقه لابن تيمية (ص: ۲۸۲)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ استدلال کیا ہے۔ امام ابو اسحاق اسفرائنی کہتے ہیں کہ ہم جانتے ہیں کہ مسائلِ اجماع کی تعداد بیس ہزار سے زیادہ ہے۔''

(فواتح الرحموت، ص: ٤٩٤)

اعتراض دوم: ابن عربی فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں نبوت باقی ہے صرف تشریعی بند ہے۔ پس اجماع نہ ہوا۔

جواب (۱): ابن عربی نہ صحابی ہے نہ تابعی نہ تبع تابعی، ایک متاخر آدمی ہے۔ اگر اس نے کہا بھی ہو تو یہ ان کی جہالت ہوگی کہ ان کو اس مسئلہ پر اجماع کا علم نہیں۔ ابن عربی نے فصوص الحکم میں بہت سے مسائل میں صریح نصوص کی مخالفت کی ہے، جیسے مجدد الف ثانی کے مکتوب میں اس کی تصریح موجود ہے۔[1]

---

[1] مکتوبات مجددیہ (مکتوب نمبر: ۷۷) ابن عربی (۵۶۰۔۶۳۸ھ) کے کفریہ عقائد کی بدولت قدیماً و حدیثاً علمائے اسلام نے اس کے عقائد و نظریات کی تضلیل و تکفیر کی ہے اور صراحتاً اسے کافر قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام ابن جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''هو أنحس من اليهود والنصارىٰ'' (الرد على القائلين بوحدة الوجود للملا علي قاري، ص: ٣٤) امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''وله كتابه المسمى بفصوص الحكم فيه أشياء كثيرة ظاهرها كفر صريح.'' (البداية والنهاية: ١٣/ ١٥٦) اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد سراج الدین بلقینی سے ابن عربی کی بابت پوچھا تو انھوں نے فوراً جواب دیا: ''هو كافر!'' (لسان الميزان: ٤/ ٣١٨) علاوہ ازیں امام برہان الدین بقاعی رحمہ اللہ نے ''تنبيه الغبي إلى تكفير ابن عربي'' کے نام سے مستقل کتاب لکھی اور اسی طرح امام شوکانی رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب ''الصوارم الحداد القاطعة لعلائق أرباب الاتحاد'' میں ابن عربی کے کفریہ عقائد کی حقیقت واضح کی ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیں: العقد الثمين للفاسي (٢/ ١٧٢) ميزان الاعتدال (٣/ ٦٦٠) مجموع الفتاوىٰ لابن تيمية (٣/ ٣٩٣، ١٠/ ١٦٢) إغاثة اللهفان (٢/٢٥٣) المنتقى من فتاوىٰ الشيخ الفوزان (٢/ ٣٠٦)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ فتوحات میں ابن عربی نے یہ لکھا ہے کہ شریعت میں نبوت کی حقیقت میں تشریع داخل ہے، یعنی ہر نبی مشرع ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:

"ومع هذا فلا يطلق اسم النبوة والنبي إلا على المشرع خاصة فحجر هذا الاسم لخصوص وصف معين في النبوة، وما حجر التي ليس فيها هذا الوصف الخاص، وإن كان حجر الاسم فنتأدب ونقف حيث وقف ـصلى الله عليه وسلم." ❶

''باوجود اس کے نبوت اور نبی کا لفظ صرف اسی پر بولا جائے گا جو شریعت والا ہو، اس لفظِ نبوت کی ممانعت اسی بنا پر ہے کہ اس میں تشریع کی قید ملحوظ ہے، ورنہ اس وصف کے بغیر نبوت کے اطلاق کی ممانعت نہیں، آنحضرت نے چونکہ اس لفظ کو اپنے بعد غیر مشرع کے لیے بھی روک دیا ہے اس لیے اب ادب کا تقاضا یہی ہے کہ جہاں آنحضرت ٹھہرے ہیں وہاں ہم ٹھہر جائیں۔''

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ لغت کے لحاظ سے نبوت کے معنی پیش گوئی کے ہیں اور شریعت نے اس میں تشریع کی قید بڑھائی ہے، پس شریعت کے الفاظ کو ان کے شرعی معانی میں ہی استعمال کرنا چاہیے۔ اس لیے لغوی معنی کے لحاظ سے اب بھی بعض اولیا پر نبی کا لفظ استعمال ہوسکتا ہے کیونکہ شریعت نے جو نبی کے اطلاق کی بندش کی ہے اس سے مراد تشریعی نبوت ہے۔ غیر تشریعی مراد نہیں، کیونکہ لغت میں یہ قید ملحوظ نہیں بلکہ لغت میں ہر پیش گوئی کرنے والے کو نبی کہتے ہیں، خواہ سچا ہو یا جھوٹا، خدا کا نبی ہو یا شیطان کا، مگر شریعت میں نبی صرف اسی کو

❶ الفتوحات المكية، الباب الثامن والثمانون ومائة في معرفة مقام الرؤيا وهي المبشرات (٢/ ٣٧٦)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہتے ہیں جو سچا ہو اور خدا کی طرف سے پیغام لائے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے:

۱۔ ﴿ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِیّٖنَ مُبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ﴾ [البقرۃ: ۲۱۳]

''اللہ تعالیٰ نے خوشخبری دینے اور ڈر سنانے کے لیے نبی بھیجے اور ان کے ساتھ کتاب نازل کی۔''

دوسری جگہ فرمایا:

﴿ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّ لَا نَبِیٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤی اَلْقَی الشَّیْطٰنُ فِیْۤ اُمْنِیَّتِهٖ فَیَنْسَخُ اللّٰهُ مَا یُلْقِی الشَّیْطٰنُ ثُمَّ یُحْكِمُ اللّٰهُ اٰیٰتِهٖ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ﴾ [الحج: ۵۲]

''ہم نے جب کبھی کوئی رسول اور نبی بھیجا تو اس کی امنیت (قراءت) میں شیطان دخل اندازی کرتا پھر اللہ تعالیٰ (شیطانی آمیزش کو مٹا دیتا ہے اور) اپنی آیات کو محکم فرماتا ہے۔ اللہ علیم اور حکیم ہے۔''

ان دونوں آیتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شریعت میں نبی کے لیے شریعت (کتاب و آیات) کا ہونا لازمی ہے۔ پس لغوی معنی کے لحاظ سے اگرچہ نبی کا اطلاق کسی صاحبِ کشف ولی پر ہوسکتا ہے مگر شریعت نے جب اس اطلاق کی ممانعت کر دی ہے تو ہم کو بھی یہ لفظ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی شخص پر نہیں بولنا چاہیے۔

پس ابن عربی کے کلام کا یہ مطلب نکلا کہ نبوت کا اطلاق صرف تشریع پر ہوتا ہے، غیر تشریع پر اس کا اطلاق شرعی نہیں بلکہ لغوی ہے۔ ان کا یہ مطلب نہیں کہ شرعی غیر تشریعی نبوت شرعی معنی کے لحاظ سے باقی ہے کیونکہ شرعاً اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر نبوت کا اطلاق درست نہیں بلکہ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ ہم کسی معنی سے یہ لفظ استعمال نہ کریں۔

اعتراض سوم: ملا علی قاری نے موضوعات میں لکھا ہے کہ اگر عمر اور ابراہیم بن محمد ﷺ نبی ہوتے تو یہ امر خاتم النبیین کے منافی نہ ہوتا۔[1] گویا ملا علی قاری ختم نبوت کے قائل نہیں۔ پس اجماع نہ ہوا۔

جواب: ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ختم نبوت پر امت کا اجماع ہے اور یہ اجماع ملا علی قاری نے بھی نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: شرح فقہ اکبر مؤلفہ ملا علی قاری:

"ودعوى النبوة بعد نبينا كفر بالإجماع"[2]

ہمارے نبی ﷺ کے بعد نبوت کا دعوی کرنا بالاجماع کفر ہے۔

پس ملا علی قاری اس امر کے قائل ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی مگر خاتم النبیین سے اس کو نہیں نکالتے، اس کی دلالت ان کے نزدیک قطعی نہیں کیونکہ یہ عام ہے اور عام کی دلالت میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ قطعی ہوتی ہے اور اکثر کہتے ہیں کہ ظنی ہوتی ہے۔ اس لیے ان کا خیال ہے کہ اگر حضرت عمر اور حضرت ابراہیم نبی بن جاتے تو اس صورت میں اس آیت کے یہ معنی ہوتے کہ آپ ان انبیاء کے خاتم ہیں جو مشرع ہیں۔ اور ملا علی قاری صاحب کے ذہن سے یہ بات نکل گئی کہ عام کے ظنی یا قطعی ہونے کا مسئلہ اس وقت ہے جب کسی عام کے عموم پر اجماع نہ ہو جب اجماع ہو تو عام کی دلالت قطعی ہو جاتی ہے۔

---

[1] الأسرار المرفوعة في الأخبار المرفوعة المعروف بالموضوعات الكبرى للملا علي قاري (ص: ٢٩٢)

[2] دیکھیں: منح الروض الأزهر في شرح الفقه الأكبر للملا علي القاري (ص: ١٨١)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا جواب: اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ملا علی قاری بھی بلحاظِ لغت نبی اور نبوت کی دو قسمیں مانتے ہوں، ایک تشریعی اور ایک غیر تشریعی، اور حدیث "لو عاش إبراهيم" میں نبوت کا لغوی معنی لیا ہو جو غیر تشریعی کو بھی شامل ہے، اور آیت میں شرعی معنی لیا ہو پس ان کے کلام کا مطلب یہ ہوا کہ اگر حضرت عمر اور حضرت ابراہیم نبی بن جاتے یعنی لغوی معنی کے لحاظ سے صاحب کشف ہوجاتے تو اس صورت میں ان کی نبوت آیت خاتم النبیین کے منافی نہ ہوتی، کیونکہ آیت میں نبی سے مراد مشرع ہے، جو نبی کا شرعی معنی ہے، وہ شرعی معنی کے لحاظ سے نبوت کو جاری نہیں مانتے۔

ایک شبہ:

بعض وقت یہ شبہ گزرتا ہے کہ جب آیت خاتم النبیین کے معروف معنی پر امت کا اجماع ہے تو اس صورت میں لازم آئے گا کہ ملا علی قاری نے اجماع کی مخالفت کی ہے اور اجماعی مسئلہ کا منکر کافر ہوتا ہے۔ پس لازم آئے گا کہ ملا علی کافر ہوں، حالانکہ ان کو لوگ عالم دین خیال کرتے ہیں۔

جواب:

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اجماعی مسائل دو قسم کے ہیں، ایک وہ جو ضروریاتِ دین سے ہیں یا اصولِ دین سے ہیں، ان کے انکار سے تو کفر لازم آتا ہے۔

دوسری قسم وہ مسائل ہیں جو اجماعی ہونے کے باوجود اس قدر بدیہی نہیں کہ ہر شخص ان سے واقف ہو، پس ایسے مسائل سے جاہل کو کافر نہیں کہا جاتا بلکہ عالم معاند کو کافر کہا جاتا ہے۔

مجموعہ رسائل و مسائل نجدیہ کے حاشیہ میں سید رشید رضا فرماتے ہیں:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”علماء الأمة متفقون على أن الجهل بأمور الدين القطعية المجمع عليها التي هي معلومة منه بالضرورة كالتوحيد والبعث وأركان الإسلام وحرمة الزنا والخمر ليس بعذر للمقصر في تعلمها مع توفر الدواعي... وهم متفقون أيضا على عذر العوام بجهل المسائل الإجماعية غير المعلومة بالضرورة... وهذا التفصيل هو الذى يظهر به كلام شيخ الإسلام في المواضع المختلفة.“

(رسائل و مسائل نجديه، ص: ۵۱۷)

”علماءِ امت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جو امور دین کے قطعی ہیں جن پر امت کا اجماع ہے اور دین کے ضروریات سے ہیں، جیسے توحید، قیامت، ارکانِ اسلام اور زنا اور شراب کی حرمت، جو شخص ان کے سیکھنے میں کوتاہی کرے باوجود اس کے کہ اسباب سیکھنے کے لیے کافی ہوں تو وہ جہالت کی بنا پر معذور نہیں سمجھا جائے گا (بلکہ ان میں شک کرنے سے کافر سمجھا جائے گا) نیز علماء اس بات پر بھی متفق ہیں کہ جو مسائل اجماعیہ ہیں مگر وہ ضروریاتِ دین سے نہیں ان میں عوام کو جہالت کی بنا پر معذور سمجھا جائے گا۔ امام ابن تیمیہ کے کلام سے، جو انھوں نے مختلف مقامات میں لکھا ہے، یہی ظاہر ہوتا ہے۔“

پس اس بنا پر ہم ملا علی قاری کو کافر نہیں کہہ سکتے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس آیت کی دلالت پر جو اجماع ہے اس کا ان کو علم نہ ہو، اگرچہ نفسِ مسئلہ ختم نبوت جس پر اجماع وہ خود نقل کر رہے ہیں اس کے وہ قائل ہوں۔

ملا علی قاری کی عبارت کی توجیہ جو ہم نے پہلے دوسرے نمبر میں نقل کی ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ وہ لغوی معنی کے اعتبار سے نبوت کے باقی رہنے کے قائل تھے نہ کہ اصطلاحی معنی سے، اس لحاظ سے اجماع کی مخالفت کا ان پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا، کیونکہ اجماع صرف نبوت کے شرعی معنی کے ختم ہونے پر ہے، نہ کہ لغوی معنی کے ختم ہونے پر، اور جب انھوں نے خاتم النبیین کی تفسیر میں تشریع کی قید لگا کر یہ ثابت کیا کہ وہ شرعی معنی کے اعتبار سے خاتم النبیین کو عام سمجھتے ہیں تو اب مخالفتِ اجماع کا اعتراض ان سے اٹھ گیا، اگرچہ صحیح یہ ہے کہ ہم کو مطلق نبوت کے ختم ہونے کا اعتقاد رکھنا چاہیے، اس میں تشریع اور غیر تشریع کی بحث میں پڑھ کر عوام کا دماغ پریشان نہیں کرنا چاہیے کیونکہ جب ایک لفظ شرعی معنی کے اعتبار سے مشہور ہو چکا ہے تو اب اس کی تقسیم میں لغوی معنی کا لحاظ کرنا، جو متروک ہو چکا ہے، بالکل لغو طرزِ عمل ہے۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص صلاۃ کو (جو ایک معروف عبادت ہے (نماز) میں مشہور ہے اور اسی معنی کے اعتبار سے شرعی احکام اس کے متعلق ہیں) اس کی لغوی معنی کے اعتبار سے تقسیم کرے اور کہے کہ اس کے بعض افراد کے لیے وضو شرط ہے اور بعض کے لیے شرط نہیں، جیسے بدوں نماز دعا مانگنا، اگرچہ اس کا یہ کہنا فی نفسہٖ صحیح ہے مگر عرفی محاورات میں خبطِ دماغی سے زائد کوئی چیز نہیں ہے۔ ہم نے ختم نبوت کی بحث میں یہ انداز صرف ایک کلام کی توجیہ کے لیے اختیار کیا ہے، ورنہ صحیح یہی ہے کہ ہم کو مطلق ختم نبوت کا لفظ استعمال کرنا چاہیے، اور ظاہر ہے کہ اس سے نبوت کا شرعی معنی ہی سمجھا جائے گا، تشریع اور غیر تشریع کی بحث میں نہیں پڑنا چاہیے کیونکہ یہ کہنا کہ "نبوت کے لیے شرعی تشریع کی ضرورت ہے" بھی ایک اجتہادی امر ہے، ممکن ہے کہ نبوت کے لیے شرعاً بھی تشریع کی ضرورت نہ ہو اور مطلق پیش گوئی سے، جو لغوی معنی ہے، ایک بلند درجہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مراد ہو، جس میں عصمت تو ضروری ہو مگر تشریع نہ ہو، اور باقی اولیاء کے جمیع مراتب سے ایک ایسا بلند درجہ ہو جہاں ان کی رسائی نہ ہو۔ میرے ناقص خیال میں نبوت کی اتنی تشریح پر ہی اکتفا کرنا چاہیے کیونکہ اس کی حقیقت سے بحث کرنا ہمارے بس کی بات نہیں، جن لوگوں نے اپنی عقل یا کشف سے اس کی حقیقت سے پردہ اٹھانے کی کوشش کی ہے وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہیں کہے جا سکتے۔

ختم نبوت کا مسئلہ قرآن مجید کی روشنی میں:

اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو جنت سے نکالا اس وقت فرمایا:

۱۔ ﴿ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَمَنِ اتَّقٰى وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ [الأعراف: ۳۵]

”اے بنی آدم! اگر تمھارے پاس تم ہی سے رسول آئیں جو تم پر میری آیتیں بیان کریں، پس جو بچ گیا اور اپنی اصلاح کر لی نہ ان پر کوئی ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔“

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آدم علیہ السلام کے زمانے میں یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ اللہ کی طرف سے رسول آتے رہیں گے۔

۲۔ اور دوسری جگہ فرمایا: رسول بنانا اور انسانوں اور فرشتوں سے ان کا انتخاب کرنا صرف اللہ کا کام ہے:

﴿ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ﴾ [الحج: ۷۵]

”ملائکہ اور انسانوں سے رسولوں کا انتخاب کرنا اللہ کا کام ہے۔“

۳۔ ﴿ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾ [آل عمران: ۱۷۹]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اللہ تعالیٰ جس کو چاہے رسول منتخب کرے یا رسولوں سے جس کو چاہے منتخب کرے۔''

یعنی انتخاب اللہ کا فضل ہے۔ اسی وعدہ کو مختلف صورتوں میں بیان کیا ہے، بعض جگہ ہدایت بھیجنے کا وعدہ ہے اور بعض جگہ غیب پر مطلع کرنے کا ذکر کیا ہے، ہدایت اور غیب سے مراد بھی شریعت ہی ہے جو رسولوں کی معرفت آتی ہے۔

۱۔ ﴿فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى﴾ [البقرة: ۳۸]

''اگر تمھارے پاس ہدایت آئے۔''

۲۔ ﴿فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا ۝ إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ﴾ [الجن: ۲۶، ۲۷]

''اللہ تعالیٰ اپنے غیب (احکام غیبیہ) پر کسی کو مطلع نہیں کرتا، مگر جس کو رسول پسند فرمائے۔''

یہ وعدہ، جو کتابیں، ہدایت، غیب، آیات، رسولوں کو بھیجنے کا کیا گیا تھا، اللہ تعالیٰ نے پورا کیا اور سب سے آخر میں ایک جامع، واضح اور محفوظ شریعت دے کر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا اور سارے جہان کے لیے ان کی اتباع لازم قرار دی اور قیامت تک کے لیے ان کی شریعت کو واجب الاتباع قرار دیا۔

عموم رسالت کے دلائل:

۱۔ ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ﴾ [السبا: ۲۸]

''ہم نے تجھے سب لوگوں کے لیے بھیجا ہے۔''

۲۔ ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ [الأنبياء: ۱۰۷]

''ہم نے تجھے اس لیے بھیجا ہے کہ سارے جہان پر رحم کریں۔''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ ﴿ تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا﴾ [الفرقان: ۱]

”منبع خیر و برکات وہ ہستی ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا تاکہ سارے جہان کے لیے نذیر بنے۔“

٤۔ ﴿ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾

[الأعراف: ۱۵۸]

”کہو اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔“

٥۔ ﴿ قُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَ الْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا﴾ [آل عمران: ۲۰]

”جن کے پاس آسمانی کتاب ہے اور جن کے پاس نہیں ان کو کہو کیا تم مسلمان ہونے والے ہو؟ اگر مسلمان ہو جائیں تو ہدایت پائیں گے۔“

٦۔ ﴿ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ﴾ [هود: ۱۷]

”جو فریق اس کتاب (قرآن) سے کفر کرے اس کا ٹھکانا آگ ہے۔“ یعنی جو مسلمان نہ ہو وہ جہنمی ہے۔

٧۔ ﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ﴾

[آل عمران: ۳۱، ۳۲]

”کہو اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو تم سے اللہ محبت کرے گا اور تمھارے گناہ معاف کر دے گا اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ کہو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اگر وہ پھر جائیں تو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کافروں سے محبت نہیں کرتا۔"

اگر کوئی فرقہ یا شخص آنحضرت ﷺ کی مطلقاً اطاعت نہ کرے وہ کافر ہے۔

۸۔ ﴿لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَ مَنْۢ بَلَغَ﴾ [الأنعام: ۱۹]

"میں تم کو ڈراتا ہوں اور ہر اس شخص کو جس کو قرآن پہنچے۔"

جس ملک میں قرآن پہنچے یا جس شخص کو پہنچے اس پر ایمان لانا فرض ہو جاتا ہے۔

کامل اور جامع دین:

دین اسلام کے جامع اور کامل ہونے کے متعلق فرمایا:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ [المائدة: ۳]

"آج میں نے تمھارے لیے دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔"

یعنی دین کامل ہو چکا ہے، جن احکام کے متعلق وحی کی حاجت تھی وہاں وحی بھیج دی گئی۔

واضح دین:

دین واضح اور عام فہم ہے:

۱۔ ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ [القمر: ۱۷]

"ہم نے قرآن سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے کیا کوئی سمجھنے والا ہے؟"

۲۔ ﴿وَ لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ﴾ [البقرة: ۹۹]

"ہم نے واضح احکام اتارے ہیں۔"

۳۔ ﴿ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ﴾ [القيامة: ۱۹]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"قرآن کے مجملات کو ہم بیان کر دیں گے۔"

٤۔ ﴿وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ﴾
[النحل: ٤٤]

"(اے رسول) ہم نے تیری طرف یہ ذکر اس لیے اتارا ہے تاکہ تو لوگوں کو کھول کر سمجھا دے۔"

محفوظ دین:

دین محفوظ ہے:

١۔ ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ [الحجر: ٩]

"ہم نے یہ ذکر اتارا اور ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔"

٢۔ ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ﴾ [النور: ٥٥]

"اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ جو تم سے ایمان لائے اور عمل نیک کرے کہ ان کو زمین میں خلیفے بنائے گا جیسے تم سے پہلے لوگوں کو خلیفے بنایا، ان کو برسرِ اقتدار لانے کے ساتھ اپنے پسندیدہ دین کو زمین میں نافذ اور جاری کرے گا۔"

یعنی یہ حکومت کا وعدہ اس لیے ہے کہ دین عملی شکل میں دنیا میں جاری کیا جائے تاکہ رات دن کے عمل اور حکومت کی سرپرستی سے پورے طور پر محفوظ ہو جائے۔

انھی وجوہ مذکورہ بالا (١) عموم رسولت، (٢) دین کی جامعیت اور کمال، (٣) دین کا عام فہم ہونا، (٤) رد و بدل سے محفوظ ہونے کی بنا پر آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین قرار دیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاتم الانبیاء:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾

[الأحزاب: ٤٠]

''محمد ﷺ تم سے کسی مرد کے باپ نہیں لیکن اللہ کا رسول اور سب نبیوں سے آخری نبی ہے اور اللہ ہر شے سے واقف ہے۔''

یعنی قیامت تک جس قدر ضرورتیں ایسی پیش آنے والی تھیں جن میں دین کے بارے میں وحی کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب پوری کر دی گئیں۔

آیت کی تشریح:

خاتم کا لفظ دو طرح پڑھا جاتا ہے: ایک خاتم تاء کے کسرہ کے ساتھ۔ اس میں دو احتمال ہیں:

۱۔ اسم فاعل ہو جس کے معنی ہیں: ختم کرنے والا۔

۲۔ اسم آلہ خلاف قیاس ہو جس کے معنی ہیں: ختم کا آلہ۔ یعنی آپ کے ساتھ نبی ختم کر دیے گئے۔

تفسیر ابن جریر میں ہے:

"بكسر التاء من خاتم النبيين بمعنى أنه ختم النبيين" (تاء کے کسرہ کے ساتھ خاتم النبیین کا یہ معنی ہے کہ آپ نے نبی ختم کر دیے) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں ہے: "ولكن نبيا ختم النبيين" (لیکن نبی ہے جس نے نبی ختم کر دیے)[1]

خاتَم اگر فتحِ تا سے پڑھا جائے تو اس صورت میں اسم آلہ خلاف قیاس ہوگا

[1] تفسیر ابن جرير الطبري (٢٠/ ٢٧٩)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کے دو معنی ہوں گے:

ا۔ آخر کے۔ چنانچہ کہا ہے:

"خاتم النبيين بفتح التاء بمعنى أنه آخر النبيين" ❶

"خاتم النبیین اگر فتح تاء سے پڑھا جائے تو اس کے معنی ہوں گے آخری نبی سب سے پیچھے آنے والا۔"

قتادہ نے بھی "خاتم النبيين" کا معنی "آخر النبيين" کیا ہے۔ ❷

۲۔ مہر کے معنی۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ بمنزلہ مہر کے ہیں، اب نبوت پر مہر لگا دی گئی۔ چنانچہ لکھا ہے:

"خاتم النبيين الذي ختم النبوة فطبع عليها فلا تنفتح لأحد بعده إلى قيام الساعة" ❸

"آپ خاتم النبیین ہیں، آپ نے نبوت پر مہر لگا دی، ایسی مہر لگائی گئی ہے کہ قیامت تک اب کسی کے لیے نہیں کھلے گی۔"

اقرب الموارد میں ہے:

"(الخاتِم والخاتَم) الخاتام وآخر القوم" ❹ الخاتم کے معنی مہر کے بھی ہیں اور آخر قوم کے بھی ہیں۔

بلکہ کتب لغت میں یہ بھی لکھا ہے: "خاتم القوم آخرهم" یعنی خاتم قوم اس شخص کو کہتے ہیں جو آخری ہو۔

تفسیر نیشا پوری میں ہے:

---

❶ جامع البيان (٣/ ٣٥٧) تفسير جلالين (١/ ٤٣٤)

❷ تفسير ابن جرير الطبري (٢٠/ ٢٧٩)

❸ تفسير ابن جرير الطبري (٢٠/ ٢٧٨)

❹ أقرب الموارد في فصح العربية والشوارد (١/ ٣٣)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”خاتم النبيين؛ لأن النبي إذا علم أن بعده نبيا آخر فقد يترك بعض البيان والإرشاد إليه بخلاف ما لو علم أنه ختم النبوة عليه، وكان الله بكل شيء عليما، ومن جملة معلوماته أنه لا نبي بعد محمد ـصلى الله عليه وسلمـ ومجيء عيسى عليه في آخر الزمان لا ينافي ذلك؛ لأنه ممن نبئ قبله.“ ❶

”آپ خاتم النبیین ہیں، کیونکہ جب نبی کو معلوم ہو کہ اس کے بعد اور کوئی نبی ہے تو کبھی بعض بیان اور ارشاد چھوڑ دیتا ہے مگر جب اس کو یقین ہو کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں تو پھر ایسا نہیں ہو سکتا۔ اور اللہ ہر شے کو جانتا ہے۔ چنانچہ اس کے معلومات میں یہ بھی داخل ہے کہ محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کا آخری زمانہ میں آنا آنحضرت ﷺ کے آخری نبی ہونے کے منافی نہیں کیونکہ ان کو آپ سے پہلے نبوت دی گئی ہے۔“

مفرداتِ راغب میں ہے:

”وخاتم النبيين؛ لأنه ختم النبوة أي تممها بمجيئه.“ ❷

”آپ خاتم النبیین ہیں کیونکہ آپ نے نبوت کو ختم کر دیا ہے، یعنی آپ نے آ کر اس کو پورا کر دیا۔“

تفسیر جامع البیان میں ہے:

”خاتم النبيين أي آخرهم.“ ❸ یعنی خاتم النبیین کا معنی ہے: نبیوں کا آخر۔

❶ تفسير النيسابوري (١١/ ٣٥١)

❷ مفردات ألفاظ القرآن للراغب الأصفهاني (١/ ٢٨٨)

❸ جامع البيان (٣/ ٣٥٧)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زمخشری اپنی تفسیر میں (جو بیانِ لغت اور محاوراتِ عرب میں بے نظیر ہے) کہتے ہیں:

"وخاتم النبيين بمعنى: أنه لو كان له ولد بالغ مبلغ الرجال لكان نبيا، ولم يكن هو خاتم الأنبياء." ❶

"آپ خاتم النبیین ہیں۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ کا کوئی بچہ بالغ ہوتا تو وہ نبی ہوتا پھر آپ خاتم الانبیاء نہ رہتے۔"

تفسیر جلال الدین میں ہے:

"فلا يكون له ابن رجل بعده يكون نبيا، وفي قراءة بفتح التاء كآلة الختم أي به ختموا." ❷

"آپ کا فرزند بالغ ہو کر نبی نہیں ہوگا۔ ایک قراءت میں تاء کے فتح سے ہے۔ یعنی آپ ختم کا آلہ ہیں، یعنی آپ کے ذریعہ نبی ختم ہوئے۔"

تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

"وخاتم النبيين وذلك لأن النبي الذي يكون بعده نبي إن ترك شيئا من النصيحة والبيان يستدركه من يأتي بعده، وأما من لا نبي بعده يكون أشفق على أمته وأهدىٰ لهم وأجدىٰ." ❸

"آپ خاتم النبیین ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ جس نبی کے بعد کوئی نبی ہو اگر کوئی بات نصیحت اور بیان کی چھوڑ جائے تو بعد میں آنے والا اس کا تدارک کر سکتا ہے مگر جس نبی کے بعد کوئی نبی نہ ہو وہ اپنی امت کے حق میں بہت شفیق اور بہت زیادہ ہدایت کرنے والا اور نفع مند ہوتا ہے۔"

---

❶ تفسیر الكشاف (٣/ ٥٥٣)

❷ تفسیر جلالين (١/ ٤٣٤)

❸ تفسیر كبير (٢٥/ ١٧٢)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان عبارتوں میں علماء نے پہلے قصے کے ساتھ خاتم النبیین کی مناسبت بھی بیان کر دی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ جس کا اپنا لڑکا نہ ہوتا وہ کسی کو اپنا متبنیٰ بنا لیتا اور اس کے ساتھ حقیقی بیٹے کا تعلق رکھتا، وہ جائز وارث ہوتا اور اس کی بیوی کے ساتھ نکاح کرنا حرام ٹھہرتا۔ آنحضرت ﷺ نے بھی زید کو اپنا بیٹا بنایا تھا، قرآن نے اس حکم کو منسوخ کیا اور اس پر آنحضرت ﷺ سے عمل کرایا۔ اس آیت میں اس پر عمل کرانے کی وجہ بیان کی ہے کہ اگر آپ سے عمل نہ کرایا جاتا تو لوگ عملی طور پر شاید اس کو منسوخ نہ سمجھتے اور آپ کے بعد کوئی نبی بھی نہیں جو اس پر عمل کراتا، اس واسطے ضروری تھا کہ اس رسم کو آپ ہی کے عمل سے اٹھایا جائے۔

پس خاتم خواہ فتحِ تاء سے ہو یا کسرہ سے، خواہ اس کے معنی مہر کے ہوں یا آخر کے یا ختم کرنے والے کے، ہر صورت میں اس کا مفہوم یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی۔ اس میں نبوت کی کوئی تخصیص نہیں کہ وہ اصلی ہو یا بروزی اور ظلی، تشریعی ہو یا غیر تشریعی۔ اگر غیر تشریعی کا وجود ہو تو غیر تشریعی نبوت بھی ختم ہے، اگر اس کا وجود ہی نہیں تو وہ پہلے ہی معدوم ہے۔ پھر اس کے ختم ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس معنی کی تائید میں حدیثیں بھی وارد ہیں، جن کا ذکر آگے آئے گا۔ إن شاء اللہ

دوسری آیت:

دوسری آیت جس میں ختم نبوت کا ذکر ہے:

﴿ وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ ﴾

[آل عمران: ۸۱]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا کہ تم کو میں کتاب و حکمت عطا کروں گا پھر ایک رسول آئے گا جو تمھاری تعلیم کا مصدق ہوگا اس پر تم نے ضرور ایمان لانا ہوگا۔“

تفسیر جلالین میں ہے: ”هو محمد ﷺ“ [1] وہ رسول محمد ﷺ ہے۔ یعنی جس نبی پر ایمان لانے کا عہد سب نبیوں سے لیا گیا ہے وہ جناب آنحضرت ﷺ ہیں۔ اس آیت میں صاف طور پر مذکور ہے کہ آپ سب نبیوں کے بعد آنے والے ہیں۔

تفسیر جامع البیان میں ہے کہ عبداللہ بن عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے یہ تفسیر بسند صحیح ثابت ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

”والمراد من رسول مصدق محمد كما صح عن علي، وابن عباس رضي الله عنهم.“ [2]

”رسول سے مراد محمد ﷺ ہیں جیسے حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بسند صحیح ثابت ہے۔“

---

[1] تفسیر جلالین (ص: ٧٥)

[2] جامع البیان (١/ ٦٦٨) نیز دیکھیں: تفسیر الطبري (٦/ ٥٥٥)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ختم نبوت کا مسئلہ حدیث کی روشنی میں

ا۔ حدیثِ خلفاء:

《عن أبي هريرة ـرضي الله عنهـ عن النبي ـصلى الله عليه وسلم قال: كانت بنو إسرائيل تسوسهم الأنبياء، كلما هلك نبي خلفه نبي، ولا نبي بعدي، وسيكون خلفاء فيكثرون قالوا: فما تأمرنا؟ قال: فوا ببيعة الأول فالأول، وأعطوهم حقهم فإن الله سائلهم عمن استرعاهم》 ❶ (متفق عليه)

"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء کرتے تھے، جب کوئی نبی فوت ہوتا تو اس کا خلیفہ دوسرا نبی ہوتا، اور میرے بعد کوئی نبی نہیں، اور ضرور خلیفے ہوں گے اور کثرت کے ساتھ ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کی کہ آپ کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: درجہ بدرجہ سب کی بیعت کے ساتھ وفا کرو اور مراتب کا لحاظ رکھ کر ان کا حق ادا کرو، آگے اللہ خود ان سے رعایا کے بارے میں پوچھے گا۔"

سوال:

اس حدیث میں [سیکون... میں] سین ہے، جس کا یہ مطلب ہوا کہ خلفاء عنقریب ہوں گے۔ پھر نبی ہونے لگیں گے، میرے زمانہ کے قریب کوئی نبی نہ ہوگا۔

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٤٥٥) صحيح مسلم، رقم الحديث (٤٧٧٣)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب:

سین یہاں تحقیق کے لیے ہے جیسے آیتِ ذیل میں ہے:

﴿ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴾ [آل عمران: ۱۸۰]

''جس مال سے یہ بخل کرتے ہیں وہ ضرور ان کے گلے کا طوق بنے گا قیامت کے روز۔''

دوسرا جواب:

دوسرا جواب یہ ہے کہ خلیفہ کے بند ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ نبی آنے لگیں، کیونکہ نبی کی جو نفی کی ہے اس میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس کے معنی عنقریب کے ہوں بلکہ وہاں فقط ''لا نبي بعدي'' ہے جس کے معنی ہیں میرے بعد کوئی نبی ہونے والا نہیں، صرف خلفاء کے جملہ میں سین کا لفظ ہے۔

اس حدیث میں خطاب عام ہے، اس واسطے اس میں اس تاویل کی گنجائش نہیں کہ یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا ہے کہ تو میرے بعد نبی نہیں۔ جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نبوت کی نفی مراد ہے۔[1]

۲۔ حدیثِ کذابین:

دوسری حدیث کذابین والی جس میں خاتم النبیین کی تفسیر ہے:

«عن ثوبان قال قال رسول الله ـصلى الله عليه وسلم: إذا وضع السيف في أمتي لم يرفع عنها إلى يوم القيامة، ولا تقوم الساعة حتى تلحق قبائل من أمتي بالمشركين، وحتى

[1] یعنی جب غزوہ تبوک پر روانگی کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''أنت مني بمنزلة هارون من موسىٰ إلا أنه لا نبي بعدي'' (صحيح مسلم، رقم الحديث: ٢٤٠٤)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعبد قبائل من أمتي الأوثان، وإنه سيكون في أمتي كذابون ثلاثون كلهم يزعم أنه نبي، وأنا خاتم النبيين لا نبي بعدي، ولا تزال طائفة من أمتي على الحق ظاهرين لا يضرهم من خالفهم حتى يأتي أمر الله» [1] (رواه أبو داود والترمذي)

''ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میری امت میں تلوار رکھی گئی تو قیامت تک نہ اٹھائی جائے گی، اور قیامت کے قائم ہونے سے پہلے میری امت کے چند قبائل مشرکین سے مل جائیں گے، اور چند قبائل بت پرستی کرنے لگیں گے، اور ضرور میری امت میں تیس جھوٹے ہوں، ہر ایک یہی کہے گا کہ میں نبی ہوں حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ میری امت سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر رہے گی ان کو مخالف ضرر نہیں دے سکے گا، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ جائے۔''

یہ حدیث نص صریح ہے کہ نبوت ختم ہو چکی ہے اور خاتم النبیین کا یہی معنیٰ ہے کہ میں آخری نبی ہوں۔

۳۔ حدیثِ قصر:

تیسری حدیث قصر (محل) والی یا لبنہ (اینٹ) والی:

«وعن أبي هريرة ـ رضي الله عنه ـ قال قال رسول الله ـ صلى الله عليه وسلم: مثلي ومثل الأنبياء كمثل قصر

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٤٢٥٢) سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٢٠٢) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٣٩٥٢) اس حدیث کو امام ترمذی، ابن حبان، حاکم، ذہبی اور البانی رحمہم اللہ نے صحیح کہا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أحسن بنيانه، وترك منه موضع اللبنة فطاف به النظار يتعجبون من حسن بنيانه إلا موضع تلك اللبنة، فكنت أنا وسددت موضع اللبنة، وختم بي الرسل، وفي رواية: فأنا اللبنة، وأنا خاتم النبيين.》 (متفق عليه)[1]

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اور انبیاء کی مثال ایک قصر (محل) کی ہے، جس کی عمارت نہایت اچھی ہے مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی۔ دیکھنے والے اردگرد پھر کر اسے دیکھ کر تعجب کرنے لگے مگر ایک اینٹ کی جگہ کو دیکھ کر ان کا تعجب رک جاتا ہے، میں نے اس اینٹ کی جگہ کو بند کیا، میرے ساتھ عمارت ختم ہوئی اور رسول ختم ہوئے۔ وہ اینٹ میں ہی ہوں اور میں ہی خاتم النبیین ہوں۔''

اس حدیث سے صاف پتہ چلتا ہے کہ نبوت کا محل اب مکمل ہو چکا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی آخری اینٹ اور آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی۔

سوال:

بعض روایات میں "قبلي" کا لفظ موجود ہے۔[2] (جس کا معنی ہے مجھ سے پہلے) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مثال میں ان انبیاء کو لایا گیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہوئے ہیں۔

---

1. صحیح البخاري، رقم الحديث (٣٣٤٢) صحیح مسلم، رقم الحديث (٢٢٨٦) الفاظ مختلف ہیں۔ نیز دیکھیں: مشكاة المصابيح (٣/ ٢٤٩)
2. صحیح البخاري، رقم الحديث (٣٣٤٢) صحیح مسلم، رقم الحديث (٢٢٨٦)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب:

یہ قید اتفاقی ہے، اس کا مطلب ہے چونکہ سب انبیاء آنحضرت ﷺ کے ماسوا آپ سے پہلے ہی گزرے ہیں۔ اس واسطے یہ لفظ بولا گیا ہے، اس قید کا یہ مطلب نہیں کہ جو آپ کے بعد آنے والے ہیں ان کو الگ کرنے کے لیے لفظ بولا گیا ہے۔ اس امر کی دلیل یہ ہے کہ حدیث کے آخری الفاظ ''میرے ساتھ رسول ختم کیے گئے ہیں اور عمارت ختم ہوگئی، میں خاتم النبیین ہوں۔'' میں صاف بتایا جا رہا ہے کہ آپ تمام رسولوں اور نبیوں کے خاتم اور آخری ہیں۔

۴۔ حدیثِ عاقب:

چوتھی حدیث عاقب والی:

«عن جبير بن مطعم قال: سمعت النبي ـصلى الله عليه وسلم يقول: إن لي أسماء: أنا محمد، أنا أحمد، وأنا الماحي الذي يمحو الله بي الكفر، وأنا الحاشر الذي يحشر الناس على قدمي، وأنا العاقب، والعاقب الذي ليس بعده نبي»[1]

(متفق عليه)

''جبیر بن مطعم کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا، فرماتے تھے: میرے چند نام ہیں: میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی (مٹانے والا) ہوں، میرے سبب اللہ تعالیٰ کفر کو مٹاتا ہے، میں حاشر (اکٹھا کرنے والا) ہوں، میرے قدموں پر لوگ اکٹھے کیے جائیں گے، میں عاقب ہوں، عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔''

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٣٣٩) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٣٥٤)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔ حدیثِ منزلہ ہارون:

پانچویں حدیث منزلہ ہارون والی:

«عن سعد بن أبي وقاص قال قال رسول الله ـصلى الله عليه وسلمـ لعلي: أنت مني بمنزلة هارون من موسىٰ إلا أنه لا نبي بعدي» (متفق عليه)[1]

''سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا: تیری نسبت میرے ساتھ اس طرح ہے جیسے ہارون کی موسیٰ کی طرف ہے، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔''

سوال:

اس حدیث میں حضرت علی کی نبوت کی نفی مقصود ہے۔ یعنی اے علی! تو میرے بعد نبی نہیں۔

جواب:

اگر چہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نبوت کی نفی کے لیے کلام چلایا گیا ہے مگر لفظ عام ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے سوا سب کو شامل ہے۔ یہ جملہ عام ایک قسم کی دلیل ہے کہ اے علی! تو نبی نہیں ہے کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

۶۔ حدیثِ مبشرات:

چھٹی حدیث مبشرات والی:

«عن أنس بن مالك قال قال رسول الله ـصلى الله عليه وسلم: إن الرسالة والنبوة قد انقطعت، فلا نبي بعدي ولا

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤١٥٤) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٤٠٤)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول، قال: فشق ذلك على الناس فقال: لكن المبشرات، فقالوا: يا رسول الله، وما المبشرات؟ قال: رؤيا المسلم، وهي جزء من أجزاء النبوة» ❶ (رواه الترمذي وقال صحيح)

''انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رسالت اور نبوت کا خاتمہ ہوگیا ہے، میرے بعد نہ کوئی نبی ہے اور نہ کوئی رسول۔ یہ بات لوگوں کو تکلیف دہ معلوم ہوئی۔ پھر آپ نے فرمایا: "مبشرات" (خوشخبری دینے والی چیزیں) باقی ہیں۔ لوگوں نے کہا: "مبشرات" کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: مسلمان کا خواب جو نبوت کے اجزا میں سے ایک جزو ہے۔''

مبشرات کی تشریح:

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ "مبشرات" نبوت کا جزو ہیں مگر ایسی جزو نہیں جس پر نبوت کا لفظ بولا جائے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مبشرات کو جزو بھی فرمایا ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ رسالت اور نبوت کا خاتمہ ہوگیا ہے جیسے سرکہ سکنجبین کا جزو ہے، مگر سرکے کو سکنجبین نہیں کہتے۔ اور مبشرات کی تفسیر حدیث مذکور میں رؤیا کے ساتھ کی ہے اور حدیث ذیل میں بھی شامل کی ہے:

«عن أبي هريرة ـ رضي الله عنه ـ قال: قال رسول الله ـ صلى الله عليه وسلم: لم يبق من النبوة إلا المبشرات، قالوا: وما المبشرات؟ قال: الرؤيا الصالحة.» ❷ (رواه البخاري)

---

❶ سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٢٧٢) مسند أحمد (٣/ ٢٦٧) اس حدیث کو امام ترمذی، حاکم، ذہبی اور البانی رحمہم اللہ نے صحیح کہا ہے۔ نیز دیکھیں: صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٥٨٩) صحيح مسلم، رقم الحديث (٤٧٩)

❷ صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٥٨٩)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نبوت سے مبشرات کے سوا کچھ باقی نہیں رہا۔ صحابہ نے کہا: مبشرات کیا ہیں؟ فرمایا: نیک خواب۔"

اور ایک روایت میں رؤیا کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ قرار دیا ہے جیسا کہ حدیثِ ذیل میں ہے:

《عن أنس ـ رضي الله عنه ـ قال: قال رسول الله ـ صلى الله عليه وسلم: الرؤيا الصالحة جزء من ستة و أربعين جزءا من النبوة》[1] (متفق عليه)

"انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔"

سوال:

اوّل: اگر اس حدیث کے یہ معنی لیے جائیں تو یہ معنی اوّل تو قرآن مجید کے صریح خلاف ہیں:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ﴾ [حم السجدة: ٣٠]

"جن لوگوں نے یہ کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر اس پر جم گئے ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں (اور کہتے ہیں) نہ ڈرو اور نہ غم کھاؤ، جس جنت کا تم کو وعدہ دیا گیا تھا اس سے خوش ہو جاؤ۔"

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ خواب کے علاوہ فرشتے بھی خوشخبری لے کر

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٥٨٨) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٢٦٥)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آتے ہیں اور حدیث مذکور کے جو معنی ذکر کیے گئے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خوشخبری دینے والی شے صرف رؤیا ہی ہے۔

دوم: یہ معنی ان احادیث کے بھی خلاف ہے جن میں یہ ذکر ہے کہ اس امت میں وحی اور الہام کا دروازہ کھلا ہے، اس امت میں محدث اور مکلم ہوں گے۔

سوم: اس امت کے اولیاء نے دعویٰ کیا ہے کہ ہمیں وحی والہام ہوتا ہے۔

چہارم: اس حدیث میں نبوت کے بند ہونے کا تو ذکر نہیں بلکہ اجراء کا ذکر ہے کیونکہ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ مبشرات ہی نبوت ہیں۔

﴿وَ مَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ﴾ [الأنعام: ٤٨]

''ہم پیغمبروں کو خوشخبری اور ڈر سنانے کے لیے بھیجتے ہیں۔''

جواب:

قرآن مجید میں سر عام مومنوں کے لیے جس خوشخبری کا ذکر ہے اس کا تعلق موت کے وقت قبر اور قیامت کے دن سے ہے۔ جامع البیان میں ہے:

''تتنزل عليهم الملائكة عند الموت، أو عنده وفي القبر عند البعث''[1]

''فرشتے موت کے وقت اور قبر میں قیامت کے نزدیک اتریں گے۔''

پھر یہ نزول استقامت کے ساتھ معلق ہے، اور استقامت اس صورت میں متحقق ہوتی ہے جب اسی پر خاتمہ ہو۔ آنحضرت ﷺ نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا: «فمن قالها حتى يموت فقد استقام عليها»[2] (ابن کثیر)

''جو موت تک اس پر قائم رہے وہی استقامت کرنے والا ہے۔''

---

[1] جامع البیان (٤/ ٤٤)

[2] سنن الترمذي، رقم الحديث (٣٢٥٠) سنن النسائي الكبرىٰ (٦/ ٤٥٢) مسند أبي يعلى (٦/ ٢١٣) تفسیر ابن کثیر (٤/ ١٢٥) اس کی سند میں سہیل بن ابی حزم ضعیف ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وقال زيد بن أسلم: يبشرونه عند موته وفي قبره وحين يبعث رواه ابن أبي حاتم، وهذا القول يجمع الأقوال كلها وهو حسن جداً، وهو الواقع.“ [1] (ابن كثير)

”مومن کو موت کے وقت اور قبر میں اور قیامت کے دن اٹھنے کے وقت فرشتے خوشخبری دیتے ہیں۔ ابن کثیر فرماتے ہیں: یہ قول سب اقوال کا جامع ہے اور بہت اچھا ہے، اور حقیقت میں بھی اسی طرح ہے۔“

اگر نزولِ ملائکہ کو موت سے پہلے بھی تسلیم کیا جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ملائکہ کی خوشخبری جزوِ نبوت ہو، صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ مومن کو زندگی میں فرشتے خوشخبری دیتے ہیں، اور مومن کی رؤیا (جو خوشخبری کی صورت ہے) وہی جزوِ نبوت ہے، جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے۔

دوسرا جواب:

امت میں وحی و الہام کا دروازہ کھلا ہے۔ یہ ایک مجمل لفظ ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ وحیِ نبوت تو منقطع ہو چکی ہے مگر کشوف رؤیا و الہام یا تلقی الغیب کی بعض صورتیں باقی ہیں جن کو وحی نبوت سے تعبیر نہیں کر سکتے کیونکہ حدیث میں یہ نہیں آیا کہ نبوت جاری ہے، یا کشوف و الہام یا تلقی عن الغیب کی بعض صورتیں، جو امت میں جاری ہیں، یہ نبوت کے اجزا ہیں، پس یہ احادیث (جن میں امور مذکورہ کے جاری رہنے کا ذکر ہے) حدیثِ مبشرات کے ذکر کردہ معنی کے مخالف نہ ہوئیں۔

پھر جن احادیث میں محدث یا مکلم کا ذکر ہے ان میں ایسے الفاظ ہیں جو تردد کے لیے بولے جاتے ہیں، ان سے محدث یا مکلم ہونا یقینی طور پر ثابت نہیں ہوتا۔

[1] تفسیر ابن کثیر (٤/ ١٢٥)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث مُحَدَّث:

«عن أبي هريرة ـرضي الله عنهـ قال: قال رسول الله ـصلى الله عليه وسلم: ولقد كان فيما قبلكم من الأمم ناس محدثون فإن يكن في أمتي أحد فإنه عمر» [1] (متفق عليه)

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلی امتوں میں محدَّث گزرے ہیں اگر میری امت میں کوئی ہوا تو عمر ہوگا۔''

اس حدیث سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی محدث اس امت میں ہوا تو عمر ہوگا، اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اگر عمر نہ ہوئے تو کوئی بھی نہ ہوگا۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وما ثبت في شيء من الروايات أن عمر كان يدعي التحديث، بل كتب كاتبه يوما: "هذا ما أرى الله أمير المؤمنين عمر بن الخطاب." فقال له: "امحه، واكتب: هذا رأي عمر بن الخطاب فإن كان صواباً فمن الله، وإن يكن خطأ فمني ومن الشيطان"، وإني سمعت شيخ الإسلام تقي الدين ابن تيمية يقول: "جزم بأنهم كائنون في الأمم قبلنا، وعلق وجودهم في هذه الأمة بإن الشرطية مع أنها أفضل الأمم؛ لاحتياج الأمم قبلنا إليهم، واستغناء هذه الأمة عنهم بكمال نبيها ورسالته، فلم يحوج الله الأمة بعده إلى محدث، ولا ملهم، ولا صاحب كشف، ولا إلى منام، فهذا التعليق لكمال الأمة واستغنائها لا لنقصها." (مدارج السالكين: ١/ ٢٢)

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٤٨٦) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٣٩٨)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اور کسی اور روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محدثیت کا دعویٰ کیا تھا بلکہ ایک روز آپ کے کاتب نے یہ لکھا کہ یہ وہ حکم ہے جو اللہ نے امیر المومنین عمر بن خطاب کو بتلایا۔ آپ نے کہا: اس کو مٹا دو اور یہ لکھو کہ یہ وہ حکم ہے جو عمر بن خطاب نے سمجھا، اگر صحیح ہے تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہے تو مجھ سے اور شیطان سے ہے۔ (حافظ ابن قیم فرماتے ہیں) میں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے سنا، فرماتے تھے: پہلی امتوں میں محدَّثوں کے وجود کو تسلیم کیا ہے اور اس امت میں یہ کہا ہے کہ اگر ہوئے، حالانکہ یہ امت افضل ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی امتوں کو ان کی ضرورت تھی اور یہ امت اپنے نبی کے کمال اور اس کی رسالت کی بنا پر ان سے بے نیاز ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ نے امت کو کسی محدث، ملہم، صاحب کشف اور خواب کا محتاج نہیں بنایا، پس یہ کہنا کہ "اگر ہوئے" امت کے کمال اور بے نیاز ہونے کی بنا پر ہے، نہ کہ نقص کی بنا پر۔"

مزید توضیح:

یہ حدیث اس آیت کی طرح ہوئی:

﴿لَوْ كَانَ فِيهِمَآ ءَالِهَةٌ إِلَّا ٱللَّهُ لَفَسَدَتَا﴾ [الأنبياء: ٢٢]

"اگر آسمان وزمین میں اللہ کے سوا معبود ہوتے تو وہ دونوں بگڑ جاتے۔"

جیسے اس آیت میں فساد کی نفی سے آلہہ (معبودات متعددہ) کی نفی مفہوم ہوتی ہے اسی طرح حضرت عمر سے محدث کی نفی ہوئی۔ دوسرا مطلب اس کا یہ ہے کہ اگر میری امت میں کوئی محدَّث ہوا تو عمر ہوگا، یعنی جب پہلی امتوں میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محدَّث ہوتے ہیں تو اس امت میں ان کی گنجائش ہے، مگر اس امت کو چونکہ ان کی ضرورت نہیں اس واسطے صرف عمر ہوگا۔ یا یہ مطلب ہے کہ عمر سب سے اوّل مرتبہ میں ہوگا اور ضرور ہوگا، وہ اس سلسلہ کا سید اور معیار ہوگا، اگرچہ صدیق مُحدَّث سے بڑا ہوتا ہے مگر اس کو کمال متابعت کی بنا پر محدثیت کی ضرورت نہیں ہوتی۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"قال شيخنا: "والصديق أكمل من المحدث لأنه؛ استغنىٰ بكمال صديقيته ومتابعته عن التحديث، والإلهام، والكشف، فإنه قد سلم قلبه كله سره وباطنه للرسول فاستغنىٰ به."

(مدارج السالكين: ١/ ١٢)

''ہمارے استاذ (ابن تیمیہ) نے فرمایا ہے کہ صدیق محدَّث سے زیادہ کامل ہے، کمالِ صدیقیت اور متابعت کی بنا پر اس کو تحدیث، الہام اور کشف کی حاجت نہیں کیونکہ اس کا دل بتمامہ سر اور باطن رسول کے تابع ہے، اس وجہ سے وہ بے نیاز ہوگیا ہے۔''

بہر کیف محدثیت کا دِروازہ اگر اس امت کے لیے کھلا بھی ہو تو بھی مبشرات کی حدیث کے منافی نہیں کیونکہ تحدیث کا جزوِ نبوت ہونا ثابت نہیں، نہ اس کا ان مبشرات میں داخل ہونا ثابت ہے جو نبوت کے جزو ہیں۔

اگر تحدیث وغیرہ امور کو ان مبشرات میں داخل کیا جائے جو نبوت کا جزو ہیں تو بہر کیف ایسے جزو ہوں گے جن کے تحقق سے نبوت کا تحقق لازم نہیں آئے گا، کیونکہ اس حدیث میں نبوت سے مبشرات کو مستثنیٰ قرار دے کر یہ بھی فرمایا ہے کہ میرے بعد نہ کوئی نبی ہے اور نہ رسول، اور پہلے یہ بھی فرمایا کہ نبوت اور رسالت ختم ہوچکی ہے۔ کسی جزو کے باقی رہنے سے کل کا باقی رہنا لازم نہیں آتا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک مثال:

اس کی مثال مندرجہ ذیل حدیث ہے:

«عن عبد الله بن سرجس أن النبي ـصلى الله عليه وسلم ـ قال: السمت الحسن، والتؤدة والاقتصاد جزء من أربع وعشرين جزءا من النبوة»[1] (رواه الترمذي)

"عبداللہ بن سرجس سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اچھی سیرت، کام میں ذرا تاخیر کرنا اور درمیانہ روی نبوت کا چوبیسواں حصہ ہے۔"

اب ظاہر ہے کہ جن چیزوں کو اس حدیث میں جزوِ نبوت قرار دیا گیا ہے ان کے تحقق سے نبوت متحقق نہیں ہوتی۔

تیسرا جواب:

جن لوگوں نے اس امت سے الہام کا دعویٰ کیا ہے تو ان کے دعوی کا صدق کہاں سے معلوم ہوا؟ ممکن ہے کہ وہ اس معاملہ میں غلطی پر ہوں۔ حضرت عمر نے رضی اللہ عنہ، جن کو (اگر سلسلہ تحدیث جاری ہو) سید المحدَّثین کہنا چاہیے، کبھی تحدیث والہام میں عصمت کا دعویٰ نہیں کیا تو دوسرے کا کیا حق ہے؟

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے ان کا ذکر اس طرح کیا ہے:

"وكان هذا المحدَّث يعرض ما يحدث به على ما جاء به الرسول، فإن وافقه قبله، وإلا رده... إلى أن قال: وأما ما يقوله كثير من أصحاب الخيالات والجهالات: حدثني قلبي عن ربي."

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (۲۰۱۰) اس حدیث کو امام ترمذی اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے حسن کہا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"یہ محدث (حضرت عمر) اپنی تحدیث کو رسول کی شریعت پر پیش کرتے اگر موافق ہوتا تو قبول کرتے ورنہ رد کرتے۔ باقی رہی یہ بات جو خیالات میں محو ہونے والے اور جاہل لوگ کہتے ہیں کہ میرے دل نے میرے رب سے حدیث سنائی:

"فصحيح أن قلبه حدثه ولكن عمن؟ عن شيطانه أو عن ربه؟ فإذا قال: حدثني قلبي عن ربي. كان مسنداً للحديث إلى من لا يعلم أنه حدثه به، وذلك كذب. ومحدّث هذه الأمة لم يكن يقول ذلك، ولا تفوه به يوماً من الدهر قد أعاذه الله من أن يقول ذلك." (مدارج: ۱/ ۲۲)

"تو یہ بات اس قدر تو صحیح ہے کہ اس کے دل نے یہ حدیث بیان کی، کلام اس میں ہے کہ اس کے دل نے شیطان سے سیکھا ہے یا رب سے؟ جب یہ کہے کہ میرے دل نے رب سے لیا تو اس نے اپنے الہام کو ایسی ذات کی طرف منسوب کیا جس کے متعلق یقین نہیں کہ اس نے بتلایا ہو، جو کہ جھوٹ ہے۔ اس امت کا محدَّث (عمر رضی اللہ عنہ) ایسا نہیں کہہ سکتا تھا اور نہ اس نے کبھی ایسا کہا، اللہ نے اس کو اس سے بچائے رکھا۔"

یہ لوگ الہام کا دعویٰ کرنے والے سب کے سب مفتری تو نہ تھے مگر یہ معلوم نہیں کہ وہ فریب خوردہ تھے یا واقعی ملہم تھے؟ بہر کیف صادق ہوں یا کاذب ان کا دعویٰ کسی صورت میں مبشرات کی حدیث کے منافی نہیں، کیونکہ اگر صادق ہوں تو ان کا الہام مبشرات سے نہ ہوگا، اگر بالفرض تسلیم کر لیا جائے کہ ان کا الہام بھی مبشرات کا فرد ہے اور حدیث میں جو مبشرات کو صرف رؤیا سے تعبیر کیا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیا ہے وہ صرف بصورتِ مثال ہے نہ کہ بصورتِ حصر تو اس صورت میں بھی مبشرات ایسی جزو نہیں جس کے تحقق سے نبوت کا تحقق ہو۔

چوتھا جواب:

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انبیاء تبشیر و اِنذار (خوشخبری دینے اور ڈرانے) کے لیے آتے ہیں اور یہ ان کے لیے ضروری امر ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر مبشر اور منذر نبی ہو کیونکہ تبشیر و انذار ہر مبلغ کا کام ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث سے ثابت ہوتا ہے:

«وعن أبي موسیٰ ـ رضي الله عنه ـ قال: كان رسول الله ـ صلى الله عليه وسلم ـ إذا بعث أحداً من أصحابه في بعض أمره قال: بشروا، ولا تنفروا، ويسروا، ولا تعسروا» [1] (متفق عليه)

''ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو اپنے اصحاب سے بعض کام میں بھیجتے تو فرماتے: خوشخبری دو اور نفرت نہ دلاؤ، اور آسانی کرو اور سختی نہ کرو۔''

اگر تبشیر و اِنذار ہی نبوت کی حقیقت ہو تو لازم آئے گا کہ ہر مبلغ نبی ہو۔

یہاں مرسلین کا حصر ہے مبشرین و منذرین میں، اس سے صرف یہ لازم آتا ہے کہ ہر مرسل مبشر اور منذر ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر مبشر اور منذر رسول ہو، اور یہ حصر بھی اضافی ہے، بلکہ موصوف کا ایک صفت میں حصر کرنا حقیقی طور پر ممکن ہی نہیں کیونکہ ایک موصوف کے لیے ایک سے زائد صفات ہوتے ہیں۔ تو اب حصر اضافی ہی ہوسکتا ہے۔ اور آیت مذکورہ میں مرسلین کا حصر مبشرین و منذرین میں بہ نسبت عذاب لانے کے ہے، یعنی رسول عذاب نہیں

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (١٧٣٢)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لاسکتا، یہ کام اللہ تعالیٰ کا ہے رسول کا نہیں، اس کا کام صرف تبشیر و اِنذار ہے۔

اس آیت سے جو پہلی آیت ہے اس سے یہ معنی بالکل کھل جاتا ہے وہ یہ ہے:

﴿ قُلْ اَرَءَیْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ یُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ [الأنعام: ٤٧]

''کہہ! مجھے بتاؤ اگر اللہ کا عذاب ناگہاں یا دیکھتے دیکھتے آجائے تو ظالم قوم کے سوا کون ہلاک ہوگا؟''

ایک دوسری آیت بھی اس کی تائید کرتی ہے کہ نبی نفع اور نقصان کا مالک نہیں صرف بشیر و نذیر ہے:

﴿ قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَ مَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ﴾ [الأعراف: ١٨٨]

''کہہ! میں تو اپنی جان کے نفع و نقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے۔ اگر میں غیب جانتا ہوتا تو اپنے لیے بہت خیر (مال) جمع کر لیتا اور مجھے تکلیف نہ پہنچتی، میں تو صرف مومنوں کے لیے نذیر و بشیر ہوں۔''

تبشیر و اِنذار اگرچہ لوازمِ نبوت سے ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تبشیر و اِنذار نبوت کا جزو ہوں کیونکہ ہر لازم ملزوم کا جزو نہیں ہوتا چہ جائیکہ اس کو عین نبوت قرار دیا جائے۔ جیسے ہر رسول بشری کے لیے رجل (مرد) ہونا ضروری ہے مگر رجولیت جزوِ نبوت نہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْۤ اِلَیْهِمْ﴾ [الأنبیاء: ٧]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ہم نے تجھ سے پہلے جتنے رسول بھیجے ہیں سب مرد تھے۔''

ایک آیت میں ہے:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ﴾ [الفرقان: ٢٠]

''ہم نے تم سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے ہیں وہ کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے۔''

اس آیت میں ہر رسول کے لیے کھانا اور بازار میں چلنا لازم قرار دیا ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر کھانے والا اور بازاروں میں پھرنے والا رسول ہو بلکہ یہ بھی لازم نہیں آتا کہ کھانا اور بازار میں چلنا نبوت کا جزو یا اس کا عین ہو۔

حدیثِ عمر رضی اللہ عنہ:

ساتویں حدیث جس میں حضرت عمر کی نبوت کا ذکر ہے:

«عن عقبة بن عامر، قال قال النبي ـصلى الله عليه وسلم: لو كان بعدي نبي لكان عمر بن الخطاب» [1] رواه الترمذي وقال هذا حديث حسن غريب، لا نعرفه إلا من حديث مشرح بن هاعان»

''عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتا۔ اس کی سند میں مشرح متفرد ہے۔'' تقریب میں لکھا ہے کہ مشرح مقبول ہے۔ [2]

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (٣٦٨٦) اس حدیث کو امام ترمذی اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے حسن اور امام حاکم و ذہبی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔

[2] حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ثقة'' (الكاشف: ٢/ ٢٦٥) نیز امام ابن معین، عجلی نے اسے ثقہ اور امام ابن عدی نے ''أرجو أنه لا بأس به.'' کہا ہے۔ (تهذيب التهذيب: ١٠/ ١٤١)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی ہوتا ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ضرور نبی ہوتے، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی نہ ہوئے تو اور بھی کوئی نبی نہیں بن سکتا۔

سوال:

اگر اس حدیث کے یہ معنیٰ ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی تو مندرجہ ذیل حدیث کے کیا معنیٰ ہوں گے:

《لو عاش إبراهيم لكان صديقا نبياً》

"اگر ابراہیم زندہ رہتے تو نبی ہوتے۔"

کیونکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم نبی بن سکتے ہیں؟

جواب:

۱۔ یہ حدیث صحیح نہیں اس کی سند اس طرح ہے:

"حدثنا: عبد القدوس بن محمد حدثنا: داود بن شبيب الباهلي حدثنا إبراهيم بن عثمان حدثنا: 《الحكم بن عتيبة عن مقسم عن ابن عباس قال: "لما مات إبراهيم بن رسول الله ـصلى الله عليه وسلمـ وقال: إن له مرضعاً في الجنة، ولو عاش لكان صديقا نبيا》[1] (ابن ماجه)

---

[1] سنن ابن ماجه، رقم الحديث (۱۵۱۱) اس کی سند میں ابراہیم بن عثمان ابو شیبہ الواسطی سخت ضعیف ہے۔ امام بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "في إسناده: إبراهيم بن عثمان أبو شيبة قاضي واسط، قال فيه البخاري: سكتوا عنه، وقال ابن المبارك: ارم به، وقال ابن معين: ليس بثقة، وقال أحمد: منكر الحديث، وقال النسائي: متروك الحديث." یہ حدیث مرفوعاً ثابت نہیں البتہ بعض صحابہ کرام سے یہ قول صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیں: السلسلة الضعيفة (۱/ ۳۸۷)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”جب ابراہیم فوت ہوئے تو آپ نے فرمایا: اس کے لیے جنت میں دایہ موجود ہے اور اگر زندہ رہتا تو صدیق نبی ہوتا۔“

اس کی سند میں ابراہیم بن عثمان ہے جس پر مندرجہ ذیل جرحیں ہیں:

شعبہ نے کہا: کاذب ہے۔ امام احمد نے کہا: ضعیف ہے۔ ابن معین نے کہا اور ثقہ نہیں۔ امام بخاری نے کہا: اس سے محدثین نے سکوت کیا ہے (یعنی اس کی حدیث نہیں لیتے) نسائی نے کہا: متروک ہے۔ (میزان: ۱/۲۳)

کسی محدث سے اس کی توثیق ثابت نہیں، بالاتفاق ضعیف ہے۔

دوسرا جواب:

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ اگر زندہ رہتے تو نبی ہوتے، مگر دوسری حدیث میں یہ ذکر ہے کہ وہ زندہ نہیں رہ سکتے تھے کیونکہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں۔

امام احمد اور ابن مندہ کے حوالے سے فتح الباری میں ہے:

«سألت أنسا كم بلغ إبراهيم، قال: كان قد ملأ المهد، ولو بقي لكان نبيا، ولكن لم يكن ليبقى؛ لأن نبيكم آخر الأنبياء»

(فتح الباري: ٢٥/ ٦١٣، طبع هندى)

”سدی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ابراہیم کتنے بڑے تھے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: گود کو بھر دیتے تھے، اگر زندہ رہتے تو نبی ہوتے مگر وہ باقی نہیں رہ سکتے تھے کیونکہ تمھارا نبی آخری نبی ہے۔“

یہ حدیث قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت کی طرح ہے:

﴿لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا﴾ [الأنبياء: ٢٢]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اگر آسمان وزمین میں اللہ کے سوا دو معبود ہوتے تو دونوں بگڑ جاتے۔''

اس کی تائید حدیثِ ذیل سے بھی ہوتی ہے:

« قال: مات وهو صغير، ولو قضي أن يكون بعد محمد ﷺ نبي عاش ابنه، ولكن لا نبي بعده »[1] (بخاری)

''حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ابراہیم چھوٹے ہی فوت ہوگئے، اگر محمد ﷺ کے بعد کسی نبی کا ہونا مقصود ہوتا تو آپ کا بیٹا زندہ رہتا لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔''

یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے مگر اس کی سند اس مرفوع سے قوی ہے، اور اس میں قیاس کو بھی دخل نہیں اس واسطے یہ مرفوع کے حکم میں ہے۔

سوال:

ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں لکھا ہے:

"لكن له طرق ثلاثة يقوي بعضها بعضاً."[2]

''اس کی تین سندیں ہیں جس سے ایک دوسری کی تقویت ہوتی ہے۔''

جواب:

اس حدیث سے دو باتیں مفہوم ہوسکتی ہیں:

۱۔ ایک یہ کہ آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں، اس لیے آپ کا لڑکا ابراہیم زندہ نہ رہا۔

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٥٨٤١)

[2] كتاب الموضوعات الكبير (ص: ٢٩١) اسانید کے شدید ضعف کی وجہ سے یہ تمام سندیں مل کر بھی تقویت حاصل نہیں کر پاتیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیں: السلسلة الضعيفة، رقم الحديث (٣٢٠٣)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ دوسرا یہ کہ ابراہیم کی نبوت کے لیے ان کی زندگی ہی مانع تھی۔

ملا علی قاری نے پہلے مفہوم کو ملحوظ رکھ کر یہ کہا ہے کہ اس کی تین سندیں ہیں کیونکہ باقی دو سندوں سے جو لفظ مروی ہیں وہ پہلے معنی کی تائید کرتے ہیں، جیسا کہ ہم نے فتح الباری اور بخاری سے نقل کیا ہے، اور ملا علی قاری کی عبارت ذیل سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں:

”ويشير إليه قوله تعالىٰ: وما كان محمد أبا أحد من رجالكم ولكن رسول و خاتم النبيين. فإنه يومي إليه بأنه لم يعش له ولد يصل إلى مبلغ الرجال، فإن ولده من صلبه يقتضي أن يكون لب قلبه، كما يقال: الولد سر أبيه، ولو عاش وبلغ أربعين وصار نبيا لزم أن لا يكون نبينا خاتم النبيين.“

(موضوعات كبير، ص: ٦٩)

”اس معنی کی طرف اللہ تعالیٰ کا قول اشارہ کرتا ہے کہ محمد تم سے کسی مرد کا باپ نہیں لیکن اللہ کا رسول اور خاتم النبیین ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ آپ کا کوئی بچہ بالغ نہیں ہوا کیونکہ آپ کا بچہ آپ کے دل کا مغز ہوگا جیسے کہا جاتا ہے کہ بچہ باپ کا سِرّ (بھید) ہوتا ہے، اگر آپ کا لڑکا زندہ رہتا اور چالیس سال کو پہنچتا اور نبی بن جاتا تو آپ خاتم النبیین نہ ہوتے۔“

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم کی زندگی کے لیے آنحضرت ﷺ کا خاتم النبیین ہونا مانع تھا، نہ یہ کہ ابراہیم کی زندگی ہی مانع تھی۔ پس اس حدیث کے دوسرے طرق اس معنی کی تائید کرتے ہیں۔ دوسرے احتمال کی تائید دوسرے طرق سے نہیں ہوتی اور یہ حدیث باوجود پہلے قوی احتمال کے ضعیف ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”هذا الحديث باطل وجسارة على الكلام بالمغيبات ومجازفة وهجوم على عظيم من الزلات“ ❶ (موضوعات کبیر)

”یہ حدیث باطل ہے اور غیب کی باتوں میں جسارت اور ایک بڑی لغزش ہے۔“

امام نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے متعلق تین باتیں کہیں ہیں:

۱۔ یہ حدیث باطل ہے یعنی جھوٹ ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اس کی سند اس قابل نہیں کہ اس سے احتجاج کیا جائے۔

۲۔ غیبی امور میں دلیرانہ بات کہہ دی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آئندہ کے متعلق جو باتیں ہیں سب غیب کی ہیں، اور عالم الغیب صرف اللہ ہے، اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بتانے سے بتاتے ہیں۔ جب حدیث صحیح نہ ہوئی تو یہ غیبی امور میں دخل اندازی اور جرأت ٹھہری۔

۳۔ بڑی لغزش ہے۔ اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ غیبی باتیں اللہ تعالیٰ کے بتانے سے ہی معلوم ہوسکتی ہیں اور واسطہ ہمارے لیے یہی ہمارے نبی رسول کریم ہیں۔ جب حدیث باطل ٹھہری تو اس صورت میں محض تک بندی ہوتی۔

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ کا کلام:

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”لا أدري ما هذا؟ فقد ولد نوح ـعليه السلامـ غير نبي، ولو لم يلد النبي إلا نبيًا لكان كل أحد نبيًا؛ لأنهم من ولد

❶ الموضوعات الكبرى (ص: ٦٩) نیز دیکھیں: تهذيب الأسماء واللغات للنووي (١/ ١٤٠)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوح ـ علیه السلام ـ انتهیٰ." (موضوعات کبیر، ص: ٦٨)[1]

"میں نہیں جانتا کہ یہ کیا کلام ہے؟ (یعنی یہ کلام غلط ہے) کیونکہ نوح علیہ السلام کے لڑکے نبی نہ تھے۔ اگر نبی سے نبی ہی ہوتا تو ہر ایک شخص نبی ہونا چاہیے کیونکہ ہر ایک نوح کی اولاد سے ہے۔"

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر ابراہیم کی زندگی نبوت کو مستلزم ہوتو اس کی وجہ غالباً یہی ہوتی کہ وہ نبی کا بیٹا ہے، اگر یہ وجہ ہوتی تو اس پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ ہر انسان نبی ہو کیونکہ ہمارا سلسلہ نوح علیہ السلام تک پہنچتا ہے اور وہ نبی ہیں۔

یہ اعتراض اسی صورت میں وارد ہوتا ہے جب ابراہیم کے نبی ہونے کی وجہ یہ ہو کہ وہ نبی کا بیٹا ہے اور نبی کا بیٹا نبی ہی ہونا چاہیے، اگر ابراہیم کے نبی ہونے کی وجہ یہ ہو کہ اس میں استعداد نبوت ہے اور استعداد بھی ایسی کہ خود بخود سن بلوغ اور نبوت کی عمر پر پہنچنے سے وہ کمال فطری ظاہر ہوجائے جو اس میں موجود ہے تو پھر یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا، مگر پھر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر مجرد استعداد نبوت کو مستلزم ہوتی تو عمر رضی اللہ عنہ بھی نبی ہوتے کیونکہ ان کے متعلق بھی آیا ہے کہ اگر میرے بعد نبی ہونا ہوتا تو عمر ہوتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں نبوت کی استعداد تھی۔

اس اعتراض کے جواب کی طرف میں نے اشارہ کر دیا ہے کہ استعداد استعداد میں فرق ہے۔ ایک وہ استعداد ہے جس میں نبوت کا جاری ہونا نبوت ملنے کے لیے کافی ہے، اور ایک وہ استعداد ہے جس میں سن نبوت کو پہنچنا نبوت پر فائز ہونے کے لیے کافی ہے، یہ استعداد وہبی ہے۔ پس نبوت دونوں صورتوں میں وہبی ہوگی، فرق صرف اتنا ہے کہ پہلی صورت میں دو طرح سے وہبی ہوئی:

---

[1] نیز دیکھیں: الاستیعاب لابن عبدالبر (ص: ٢٠) فتح الباري (١٠/ ٥٧٩)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استعداد اور انتخاب سے، دوسری صورت صرف استعداد کی بنا پر وہبی ٹھہری۔

ابن عبدالبر رحمہ اللہ غالباً دوسری قسم کے قائل نہیں کیونکہ نبوت کی بنا قرآن نے اجتبا پر رکھی ہے اور اجتبا سے بظاہر یہی مفہوم ہوتا ہے کہ استعداد کے علاوہ انتخاب میں پھر اجتبا کی ضرورت ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿ اَللّٰهُ يَجْتَبِىٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِىٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ﴾

[الشوریٰ: ۱۳]

''اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف چن لیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرے اس کو ہدایت کرتا ہے۔''

نبوت کی بنا جب اجتبا پر ٹھہری تو اس صورت میں یہ کہنا کہ ابراہیم اگر زندہ رہتے تو ضرور نبی ہوتے۔ صحیح نہیں، کیونکہ نبوت کی بنا محض استعداد پر نہیں بلکہ اجتبا کی بھی ضرورت ہے۔ پس ابراہیم اگر زندہ بھی رہتے تب بھی بدوں اجتبا کے نبی کیسے ہوسکتے تھے؟

مگر ابن عبدالبر کے اس قول پر صحابہ کے اقوال مذکورہ کی تردید کرنی پڑے گی، حالانکہ ان کے اقوال قیاس سے بالاتر ہونے کی بنا پر مرفوع کا حکم رکھتے ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں فرماتے ہیں:

"فهذه عدة أحاديث صحيحة من هؤلاء الصحابة أنهم أطلقوا ذلك فلا أدري ما الذي حمل النووي في ترجمة إبراهيم المذكور من كتاب تهذيب الأسماء واللغات على استنكار ذلك ومبالغته حيث قال: "هو باطل وجسارة على الكلام في المغيبات ومجازفة وهجوم على عظيم من الزلات"، ويحتمل أن يكون استحضر ذلك عن الصحابة

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المذكورين فرواه عن غيرهم ممن تأخر عنهم فقال ذلك، وقد استنكر قبله ابن عبد البر في الاستيعاب الحديث المذكور... مع أن الذي نقل عن الصحابة المذكورين إنما أتوا فيه بقضية شرطية."[1] (فتح الباري، ص: ٦١٣، جزء: ٢٥)

"یہ چند صحیح حدیثیں ان صحابہ سے مروی ہیں، میں نہیں جانتا کہ نووی نے ابراہیم مذکور کے ترجمہ میں اس پر کیوں انکار کیا اور اتنا مبالغہ کیوں کیا کہ یہ باطل مغیبات، جیرت، اٹکل اور بڑی بھاری لغزش ہے؟ ممکن ہے نووی کو ان صحابہ کے قول کا علم ہو مگر پچھلے لوگوں سے نقل کر کے انکار کیا۔ سب سے پہلے ابن عبدالبر نے استیعاب میں حدیث مذکور کا انکار کیا ہے حالانکہ صحابہ نے نبوت کو جاری نہیں مانا بلکہ بطورِ شرط کے ان کی نبوت کا ذکر کیا ہے۔"

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ امام نووی اور حافظ ابن عبدالبر کے انکار پر تعجب کا اظہار کر رہے ہیں کیونکہ صحابہ کرام سے جو آثار وارد ہوتے ہیں ان کی سندیں صحیح ہیں، مگر امام نووی اور ابن عبدالبر کی طرف سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ صحابہ کے اقوال اور ابن ماجہ کی حدیث میں فرق ہے۔ ابن ماجہ کی حدیث میں مانع ابراہیم کی وفات کو قرار دیا گیا ہے، اگر وہ زندہ ہوتے تو ضرور نبی ہوتے حالانکہ ثبوت نبوت کے لیے صرف حیات کافی نہیں اجتبا کی بھی ضرورت ہے، اور اجتبا سے مانع یہاں موجود ہے جو ختم نبوت ہے، اور صحابہ کے آثار میں ختم نبوت کو مانع قرار دیا گیا ہے۔

بلکہ یہاں تک کہہ دیا ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت جاری ہوتی

---

[1] فتح الباري (١٠/ ٥٧٩) الإصابة في تمييز الصحابة (١/ ١٧٥)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو سب سے اولیٰ آنحضرت ﷺ کا فرزند ابراہیم اس منصب کے لائق ٹھہرتا، اللہ تعالیٰ اس کو زندہ رکھتا۔ اب چونکہ نبوت ختم ہوچکی ہے اس واسطے اس کی زندگی کو برقرار رکھنا ضروری نہیں ٹھہرایا گیا۔ پس اس لحاظ سے امام نووی اور ابن عبدالبر کا انکار درست ہوا۔ حافظ ابن حجر نے جو اخیر میں جملہ کہا ہے وہی ان کی طرف سے جواب ہے۔

ملا علی قاری نے ابن حجر مکی کی طرف سے اس جواب کی تردید نقل کر کے اس کا رد بھی کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

”وأما قول ابن حجر المكي وتأويله: أن القضية الشرطية لا تستلزم وقوع المقدم، وإنكار النووي كابن عبد البر لذلك فلعدم ظهور هذا التأويل وهو ظاهر، فبعيد جداً أن لا يفهم الإمامان الجليلان مثل هذه المقدمة، وإنما الكلام على فرض وقوع المقدم، فافهم والله سبحانه أعلم.“

(موضوعات کبیر، ص: ٦٩)

”ابن حجر مکی نے جو یہ کہا ہے کہ اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ قضیہ شرطیہ میں مقدم کا وقوع ضروری نہیں ہوتا (لہٰذا نبوت کا ملنا متحقق نہ ہوا) نووی اور ابن عبدالبر نے اس حدیث کا انکار اس لیے کیا کہ ان کو اس تاویل کا پتہ نہیں چلا، حالانکہ تاویل اس کی ظاہر ہے، بالکل بعید ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ یہ دونوں امام اس تاویل کو بھی نہ جانتے ہوں؟ بلکہ ان کا انکار اس حالت پر ہے جب مقدم کا وقوع فرض کر لیا جائے۔“

یعنی اگر ابراہیم کی زندگی فرض کر لی جائے تو وہ ضروری نہیں، اس کو غلط قرار دیا ہے، کیونکہ یہاں ختم نبوت بھی ایک امر مانع موجود ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاصہ:

اس عبارت میں دو باتیں ذکر کی ہیں:

۱۔ ان احادیث کی تاویل، جس سے غرض یہ ہے کہ نووی اور ابن عبدالبر کے انکار کی تردید کی جائے۔

۲۔ اس تاویل کی تردید اور ان کے کلام کا محمل۔

پہلی بات یہ ہے کہ ان احادیث میں جملہ شرطیہ ہے اور جملہ شرطیہ میں حکم کا تحقق مقدم پر معلق ہے مگر مقدم کا ہونا ضروری نہیں۔ پس ان احادیث سے نبوت کا جاری ہونا ثابت نہیں ہوتا، جس پر امام نووی اور ابن عبدالبر انکار کر رہے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ امام نووی اور ابن عبدالبر اتنے پست دماغ کے آدمی نہیں کہ وہ اس قاعدہ سے غافل ہوں، بلکہ ان کا مطلب یہ ہے کہ نبوت کا تحقق ابراہیم کی حیات پر معلق ہے اگر زندہ ہوں تو نبی ہو سکتے ہیں، حالانکہ یہاں ختم نبوت خود ایک مانع موجود ہے۔

مگر میں نے جو پہلے لکھا ہے کہ امام نووی کا اعتراض ابن ماجہ کی حدیث پر ہے اور ایک طرح سے (جب نبوت کو اجتبا پر موقوف رکھا جائے) یہ اعتراض درست ہے، اور صحابہ کے اقوال پر یہ اعتراض درست نہیں کیونکہ ان میں مانع ختم نبوت کو قرار دیا گیا ہے۔

ملا علی قاری کے قول کا جواب:

اب ہم آخر میں پھر ملا علی قاری کا وہ قول، جو آپ نے حضرت ابراہیم اور حضرت عمر کی نبوت کے وقوع کو خاتم النبیین کے لیے غیر منافی قرار دینے کے بارے میں ذکر کیا ہے نقل کر کے اس کا جواب بھی ذکر کرتے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”قلت: ومع هذا لو عاش إبراهيم وصار نبيا، وكذا لو صار عمر نبيا لكانا من أتباعه ـعليه السلام۔ كعيسىٰ والخضر وإلياس ـعليهم السلام۔ فلا يناقض قوله تعالىٰ: ”و خاتم النبيين.“ إذ المعنىٰ أنه لا يأتي بعده نبي ينسخ ملته ولم يكن من أُمته، ويقويه حديث: لو كان موسىٰ حياً لما وسعه إلا اتباعي.“

(موضوعات کبیر، ص: ٦٩)

”اگر ابراہیم زندہ رہتے اور نبی بن جاتے اسی طرح اگر عمر بھی نبی بن جاتے تو ضرور یہ آنحضرت کے متبعین سے ہوتے جیسے حضرت عیسیٰ، حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہم السلام ہیں، پس یہ اللہ تعالیٰ کے قول خاتم النبیین کے منافی نہیں کیونکہ اس قول کا یہ معنی ہے کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آئے گا جو آپ کے دین کو منسوخ کر دے اور آپ کی امت سے نہ ہو۔ اس حدیث سے بھی اس کی تقویت ہوتی ہے کہ اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو لازمی طور پر میری اتباع کرتے۔

اس عبارت سے جو معلوم ہوتا ہے اس کا ہم جواب دو طرح سے دے چکے ہیں:

۱۔ اگر ابراہیم اور حضرت عمر نبی ہو جاتے تو ان کی نبوت اس آیت کے منافی نہ ہوتی اگرچہ حدیث ”لا نبي بعدي“ کے منافی ہونے کی بنا پر ایسا نہیں ہوسکتا۔

۲۔ نبوت کا ایک معنی ایسا ہے جو شرعی معنی سے عام ہے جس میں تشریع کی قید نہیں، ایسی نبوت خاتم النبیین کے منافی نہیں لیکن تشریعی نبوت (اور شریعت میں وہی نبوت ہے) کے منافی ہے۔

مزید وضاحت:

اب ذرا مزید وضاحت سنیے:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملا علی قاری اس عبارت میں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ایسا نبی جو آنحضرت ﷺ کی امت سے ہو اور آپ کی شریعت کو منسوخ نہ کرے اس کی نبوت خاتم النبیین کے منافی نہیں، ہاں ایسے نبی کا آنا جو شریعت کا ناسخ ہو آنحضرت ﷺ کی امت سے نہ ہو تو ایسے نبی کا آنا آیت خاتم النبیین کے واقعی مخالف ہے، جیسے حضرت عیسیٰ، حضرت موسیٰ اور الیاس علیہم السلام آنحضرتِ کے عہدِ نبوت میں پائے جاتے ہیں مگر ان کی نبوت آیت خاتم النبیین کے منافی نہیں کیونکہ یہ اس وقت آنحضرت ﷺ کی امت میں داخل ہیں اور آپ کی شریعت کو منسوخ نہیں کر سکتے بلکہ اسی شریعت پر عمل کرنے کے مکلّف ہیں۔

پس جب ان انبیاء علیہم السلام کی نبوت آیتِ خاتم النبیین کے منافی نہیں تو اسی طرح اگر حضرت ابراہیم اور حضرت عمر بھی نبی ہو جاتے تو ان کی نبوت بھی آیت خاتم النبیین کے منافی نہ ہوتی۔ اب اس وقت یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کے دعوی پر جو کفر کا فتویٰ بالاجماع نقل کیا ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا وجود خاتم النبیین کے منافی نہ ہونا امر دیگر ہے، اور اس کا عدمِ جواز امر دیگر ہے۔ ایک دلیل کے فوت ہونے سے دعوی باطل نہیں ہوتا، جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ اس دعویٰ پر یہی دلیل ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ عیسیٰ علیہ السلام کا وجود، باوجود اس کے کہ آپ نبی مرسل ہیں، «لا نبي بعدي» کے کیسے منافی نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت پہلے دی گئی ہے، اور اس امر پر اجماع ہے کہ آپ کے بعد کسی کو نبوت نہیں ملے گی۔ پس ملا علی قاری بھی ختم نبوت کے قائل ہیں اور آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کے دعوی کو بالاجماع کفر سمجھتے ہیں، اگر غیر تشریعی نبوت کو آیت خاتم النبیین کے منافی نہیں سمجھتے تو یہ ان کی غلطی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال:

عیسیٰ اور خضر وغیرہ کی مثال دینے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ملا علی قاری نے نبوت کا معنی لغوی نہیں بلکہ شرعی لیا ہے۔

پس ملا علی قاری کی طرف دوسرا جواب، جس میں نبوت کو لغوی معنی میں لیا گیا ہے، منسوب کرنا کیسے درست ہوسکتا ہے؟

جواب:

عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ نبی مرسل صاحبِ شریعت ہیں مگر ان کا وہ دور جس میں وہ نئی شریعت لائے تھے گزر چکا ہے، اب آپ بحیثیت تابع کے آئیں گے اور آپ پر وحی بھی آئے گی لیکن اس کا شریعت مقرر کرنے سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ پس اس وحی پر نبوت کا اطلاق بمعنی لغوی ہی ہوگا نہ کہ شرعی، جیسا کہ ہم پہلے تفصیل بیان کر چکے ہیں۔ یہاں دو چیزیں ہیں:

۱۔ نبوت کا کسی کو ملنا۔

۲۔ کسی نبی کا آنحضرت ﷺ کے بعد پایا جانا۔

اجماع پہلے امر کے عدمِ جواز پر ہے، نہ کہ دوسرے کے عدم پر۔

سوال:

اگر آپ پر اس قسم کی وحی نہ ہوگی جس کو نبوت سے تعبیر کرتے ہیں تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ آپ سے نبوت سلب ہوگئی ہے؟

جواب:

جب ایک کام اپنے وقت پر ہو کر پورا ہوجائے تو اس کو سلب ہونا نہیں کہتے، جیسے قرآن مجید جب مکمل ہوگیا تو آنحضرت ﷺ پر پھر قرآن نہیں اترا تو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا یہ مطلب نہیں کہ آنحضرت ﷺ سے قرآن سلب ہوگیا، اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام اپنے پہلے زمانے میں وحی شریعت کا کام کر چکے ہیں، اب اس امت میں اگر ان پر وحی شریعت نہ ہو تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان سے نبوت سلب ہوگئی ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ بحیثیتِ نبوت ان کا کام ختم ہوگیا ہے۔

سوال:

اگر حدیث «لو كان بعدي نبي لكان عمر» (اگر میرے بعد کوئی نبی ہونا ہوتا تو عمر ہوتا) سے صرف عمر کے نبی ہونے کا امکان نکلتا ہے تو حدیث ذیل: «لو كان شيء سابق القدر سبقته العين»[1] (اگر کوئی شے تقدیر سے آگے بڑھتی تو نظر بد بڑھ جاتی) سے صرف نظر بد کے بڑھ جانے کا امکان نکلتا ہے، حالانکہ حدیث میں وارد ہے: «لا يرد القضاء إلا الدعا»[2] (قضا کو صرف دعا رد کرتی ہے) اس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ دعا بھی تقدیر کو رد کرتی ہے؟

جواب:

۱۔ حضرت عمر والی حدیث سے تو آپ کے بعد نبوت کا محال ہونا نکلتا ہے نہ کہ ممکن ہونا، کیونکہ ''لو'' شرط اور جزا کی نفی کے لیے آتا ہے، اسی طرح دوسری حدیث سے نظر بد کے متعلق یہ نکلتا ہے کہ وہ تقدیر کو رد نہیں کر سکتی۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ﴾ [الرعد: ٤١]

''اس کے حکم پر کوئی تعقب نہیں کر سکتا۔''

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢١٨٨)

[2] سنن الترمذي، رقم الحديث (٢١٣٩) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٩٠) اس حدیث کو حافظ عراقی اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے حسن اور امام حاکم و ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیز فرمایا:

﴿ وَ اِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ﴾ [الرعد: ١١]

''اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو تکلیف دینا چاہے تو اس کو کوئی رد نہیں کر سکتا۔''

مزید فرمایا:

﴿ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَ مَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ﴾ [الفاطر: ٢]

''اللہ تعالیٰ اگر لوگوں کے لیے رحمت کے دروازے کھولے تو کوئی بند نہیں کر سکتا اگر بند کرے تو کوئی کھول نہیں سکتا۔''

۲۔ حدیث: ''قضا کو صرف دعا رد کرتی ہے'' کا یہ مطلب ہے کہ دعا بھی ایک موثر چیز ہے، جس سے ایک آئی ہوئی مصیبت ٹل جاتی ہے، کیونکہ قضا کا اطلاق کبھی مصیبت آمدہ پر بھی ہو جاتا ہے اور کبھی قضا کا اطلاق اٹل امر پر ہوتا ہے، عموماً دوسری کو قدر اور پہلی کو قضا سے تعبیر کرتے ہیں۔

تنبیہ:

حدیث ''لو عاش'' میں حضرت ابراہیم کی نبوت کو اس لیے معلق کیا گیا ہے کہ اس حدیث میں نبوت کے ملنے کا ذکر ہے نہ کہ پہلے نبی ہونے کا، اگر ابراہیم نبی ہوتے تو آپ فرماتے کہ آج نبی فوت ہوگیا ہے، کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، مگر آپ نے یہ نہیں فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ اگر زندہ رہتا تو نبی بنتا، اور حدیث: « لا نبي بعدي » (میرے بعد کوئی نبی نہیں) کا یہ مطلب ہے کہ میرے بعد کسی کو نبوت نہیں ملے گی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سابق انبیاء کی نبوت اس جملہ «لا نبي بعدي» کے منافی نہیں کیونکہ آپ کے زمانے میں بھی جو نبی فوت ہو چکے یا گزر چکے تھے، سب نبی تھے اور اب بھی ہیں، جیسے رسول اللہ ﷺ اپنی حیات طیبہ میں بھی نبی تھے اور اب بھی نبی ہیں، اسی طرح سب انبیاء سابقین علیہم السلام سب کے سب نبی ہیں، بلکہ قیامت کے دن بھی لفظ نبی سے یاد کیے جائیں گے، اور تشہد میں ہر نمازی آنحضرت ﷺ کے لیے نبی کا لفظ استعمال کرتا ہے، جیسے صاحب کتاب کو صاحب کتاب کہتے ہیں، کیونکہ اس کو کتاب دی گئی۔ پس حدیث «لا نبي بعدي» کا معنی یہ مراد ہے کہ میرے بعد کوئی نبی ہونے والا نہیں۔

سنن ابن ماجہ کی حدیثِ خلفاء میں اس طرح کے لفظ آئے ہیں:

«وإنه ليس كائن بعدي نبي فيكم» [1] (ابن ماجه)

''میرے بعد کوئی نبی ہونے والا نہیں۔''

اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا:

«أنا آخر الأنبياء، وأنتم آخر الأمم» [2]

''میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔''

سوال:

اگر حدیث «لو كان بعدي نبي لكان عمر» (اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا) سے یہ نکلتا ہے کہ اس امت میں نبی ہو ہی نہیں سکتا تو حدیث «فإن يكن» والی سے محدَّث کی بھی نفی ہوگی؟

---

[1] سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٢٨٧١) نیز دیکھیں: صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٢٦٨) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٨٤٢)

[2] المستدرك (٤/ ٥٨٠) المعجم الكبير (٧٦٤٤) اس حدیث کو امام حاکم، ذہبی اور البانی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب:

"اِن" اور "لو" میں فرق ہے، ان عام طور پر ممکنات پر بولتے ہیں اور شک کی جگہ استعمال کرتے ہیں اور "لو" نفی کے لیے آتا ہے۔ نحو اور معانی کی کتابیں دیکھو۔

سوال:

حضرت عمرؓ والی حدیث غریب ہے۔

جواب:

غریب ہونے سے ضعیف نہیں بن جاتی۔

سوال:

اس حدیث میں جو فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے بعد قریب کے زمانہ میں کوئی نہیں ہوگا، کیونکہ مسیح کو نبی اللہ کہا گیا ہے۔

جواب:

یہاں لفظ عام ہے جو قریب اور بعید دونوں زمانوں کو شامل ہے، اور مسیح کو نبوت پہلے مل چکی ہے وہ پہلے انبیاء سے ہے۔

مسیح کے متعلق ایک حدیث:

《عن أبي هريرة أن النبي ـصلى الله عليه وسلمـ قال: ليس بيني وبينه نبي يعني: عيسىٰ، وإنه نازل فإذا رأيتموه فاعرفوه، رجل مربوع إلى الحمرة والبياض》[1] (ابو داود: ۲/ ۱۳۵)

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٤٣٢٤) اس حدیث کو امام حاکم اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں اور وہ اترنے والا ہے، جب تم اسے دیکھو تو پہچان لو، وہ میانہ قد، سرخی اور سفیدی مائل ہے۔"

سوال:

جس طرح «لم يبق من النبوة إلا المبشرات» (نبوت سے صرف مبشرات باقی ہیں) میں حصر بنظر عوام کے مانا جاتا ہے، اور دوسری حدیث «فإن يكن» کا مورد خواص کو بنایا جاتا ہے، اسی طرح «كائن بعدي» کی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ یہ اور اعتبار ہے اور مسیح موعود کی نبوت کا اور اعتبار؟

جواب:

خواب والی حدیث، جس میں مبشرات کو نبوت سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے، عوام و خواص سب کو شامل ہے، نہ کوئی عام اس سے آگے بڑھ کر نبی بن سکتا ہے نہ کوئی خاص، اور وہ حدیث جس میں محدَّث کا ذکر ہے اس میں اوّل تو اس سے محدَّث کے ضرور ہونے کا یقین نہیں ہوتا، اگر محدث کے ضرور ہونے کا ذکر ہو تو اس میں کوئی صیغہ عام نہیں۔ پھر اگر اس کا مورد خاص ہے تو دوسرے قرائن کی بنا پر ہے، اور حدیث «لا نبي بعدي» عام ہے سب کو شامل ہے، خواہ بڑا ہو یا چھوٹا، اور مسیح سے مراد سابق نبی ہے نہ کہ کوئی جدید مدعی، یہاں ایسا کوئی قرینہ نہیں جس سے اس کو خاص قرار دیا جائے بلکہ بہت سے قرائن ایسے موجود ہیں جن سے عموم قطعی بن گیا ہے۔

سوال:

ایک اور بات جو صاحبِ فتح الباری اور ملا علی قاری نے لکھی ہے:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”وقيل: هو فإن يك في أمتي أحد فعمر. على ظاهره هذا القول ورد مورد التردد.“ ❶

”کہا گیا ہے کہ یہ حدیث: میری امت میں کوئی (محدث) ہوا تو عمر ہوگا۔ اپنے ظاہر پر ہے یعنی یہ کلام تردد کے لیے ہے۔“

جواب:

اس کلام کے ذکر سے کیا مقصد ہے؟ اگر اعتراض کرنا مقصود ہے تو لغو ہے کیونکہ اس حدیث میں محدَّث ہونے میں بھی تردد ثابت ہوتا ہے، حالانکہ اس کا درجہ نبی سے کم ہوتا ہے۔ پھر اس سے نبی کے ہونے کا کیسے ثبوت مل سکتا ہے؟ شاید سائل یہ سمجھ رہا ہے کہ اس حدیث میں نبوت کے بارے میں تردد کا ذکر ہے، حالانکہ اس میں نبوت کے متعلق تردد نہیں بلکہ محدث کے متعلق تردد ہے، اور جس حدیث میں حضرت عمر کی نبوت کا ذکر ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو حضرت عمر ہوتے، وہ حدیث اور ہے، وہاں ”لو“ کا لفظ ہے، اور ”لو“ نفی کے لیے ہے، تردد کے لیے لفظ ”إن“ ہوتا ہے۔

سوال:

لبنہ والی حدیث میں لفظ ”من قبلي“ صفت واقع ہے اور موصوف ”الأنبياء“ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس قسم کے انبیاء پہلے ہوتے تھے یعنی براہ راست، اس قسم کے انبیاء اب نہیں ہوں گے۔

جواب:

حدیث میں لفظ ”من قبلي“ حال واقع ہے صفت نہیں، اور حال سے

---

❶ مرقاة المفاتيح (١١/ ٢٩٢)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو قید سمجھی جاتی ہے مگر یہاں وہ اتفاقی ہے نہ کہ احترازی۔ آخری جملہ « ختم بي الرسل » (میرے ساتھ رسول ختم ہوگئے) اور لفظ « أنا اللبنة » (میں وہ اینٹ ہوں) اور لفظ "أنا خاتم النبيين" (میں خاتم النبیین ہوں) اس کی پوری تشریح کر رہا ہے۔

نیز یہ کیسے معلوم ہوا کہ پہلے صرف بلا واسطہ نبی ہوتے تھے؟ اگر ہوتے تھے تو خدا نے سن کی تبدیلی کب سے کی؟ اس تبدیلی کی کیا دلیل ہے؟ اس حدیث سے استدلال درست نہیں کیونکہ اس میں تبدیلی کا ذکر نہیں۔

سوال:

یہ حدیث اس معنی کے رو سے، جو تم نے کیے ہیں، مسیح کی آمد ثانی کی بھی مانع ہے کیونکہ آخری اینٹ رسول کریم کے زمانہ میں نبوت کے محل میں رکھ دی گئی، پھر کسی پہلی اینٹ کو اکھیڑ کر دوبارہ مکان میں لگانا فضول ہے۔

جواب:

مسیح نبوت کے مکان کی ایک اینٹ ہے جو اپنے وقت میں اپنی جگہ لگ چکی ہے اور قیامت کے دن بھی وہ اس مثالی مکان کی اینٹ ہوں گے۔ اسی طرح اب اگر دنیا میں تشریف لائیں تو اس مکان سے علیحدہ نہیں ہوں گے تاکہ پھر دوبارہ آپ کو لگایا جائے۔ قادیانیوں کو شاید یہ وہم اس لیے ہوا ہے کہ وہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ مکان آسمان یا عالم مثال میں کوئی نفس الامری وجود رکھتا ہے، اور سب انبیاء اپنا اپنا مکان لیے ہوئے اس میں پیوست ہیں، پس جب مسیح عالم مثال سے عالم شہادت میں یا آسمان سے زمین پر تشریف لائیں گے تو لا محالہ اس نقل وحرکت سے وہ اس مکان سے اکھڑ جائیں گے۔ یہ محض وہم ہی وہم ہے،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ یہ مکان تمثیلی ہے یعنی فرضی ہے، ایسی تمثیلات میں وجود عقلی ہوتا ہے۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ جیسے آخری اینٹ سے مکان مکمل ہو جاتا ہے اسی طرح میری آمد سے نبی ختم ہو چکے ہیں، میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

سوال:

اگر اس امت میں دجال ہی دجال ہوں کوئی صادق نہ ہو تو یہ امت شر الامم ہوئی نہ کہ خیر الامم!

جواب:

یہ سوال بھی عجیب ہے۔ اگر سارے مدعی نبوت دجال ہی ہوں کوئی سچا نہ ہو تو یہ امت شر الامم ہوئی یہ اس طرح ہے کہ اگر ہر مدعی الوہیت جھوٹا اور دجال ہی ہو کوئی سچا نہ ہو تو یہ امت شر الامم ہوئی۔ سبحان اللہ! کیسی سمجھ ہے؟ جب ایک امر کا دعویٰ شرعاً سراسر کذب و افتراء ہے تو اس میں تقسیم کی گنجائش کب ہے؟ ہاں جو کمالات اس امت کے لیے باقی ہیں وہ بھی اس امت میں نہ ہوں تو اس صورت میں اس امت کے شر الامم ہونے کا احتمال ہے۔ اس امت کا کمال اب نبی کی متابعت میں ہے، اور حدیث شریف میں ہے کہ ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا:

«عن معاوية بن قرة عن أبيه قال رسول الله ـصلى الله عليه وسلم۔ ولا تزال طائفة من أمتي منصورين لا يضرهم من خذلهم حتى تقوم الساعة.“قال ابن المديني: ”هم أصحاب الحديث» (رواه الترمذي، وقال: هذا حديث حسن صحيح)[1]

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (٢١٩٢) وقال: هذا حديث حسن صحيح.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”قرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک جماعت میری امت سے اللہ کی مدد پاتی رہے گی، ان کو خوار کرنے والا ان کو نقصان نہیں دے گا، یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے۔ امام ابن المدینی فرماتے ہیں: یہ جماعت اصحابِ حدیث کی ہے۔“

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا، اور یہ گروہ قطعاً صادق ہے نہ کہ کاذب۔ معترض نے یہ سمجھا ہے کہ مدعی نبوت صادق ہو تو اس امت میں صادق ہوں گے، ورنہ نہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾

[التوبة: ١١٩]

”اے ایمان دارو! اللہ سے ڈرو اور صادقوں (سچوں) کے ساتھ ہو جاؤ۔“

نیز فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ﴾

[الحديد: ١٩]

”جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے وہ بڑے صادق (سچے) ہیں۔“

مزید فرمایا:

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴾ [الحجرات: ١٥]

”مومن وہی لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، پھر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شک میں نہ پڑے اور اپنے مال اور اپنی جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا یہی لوگ صادق (سچے) ہیں۔"

پس ثابت ہوا کہ اس امت میں صادق موجود ہیں، اور صادق ہی کا ہونا ضروری نہیں، جب صادق ہوئے تو شر الامم نہ ہوئے۔ ہاں نبی غیر نبی سے افضل ہوتا ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس امت میں نبی گزرے ہیں وہ امت مجموعی طور پر اِس امت سے افضل ہو، ورنہ لازم آئے گا کہ پہلی امتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے افضل ہوں کیونکہ صحابہ سے کوئی نبی نہیں ہوا۔ کسی مجموعہ کی فضیلت اگر دوسرے مجموعہ پر ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر فرد پہلے کا دوسرے فرد سے افضل ہے، مثلاً عرب کی غیر عرب پر فضیلت ہے، اس سے لازم نہیں آتا کہ غیر عرب نبیوں پر بھی عرب افضل ہوں۔ اسی طرح قریش غیر قریش سے افضل ہیں، مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بلال رضی اللہ عنہ سے ابوجہل افضل ہے۔

سوال:

مسیح موعود کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نبی فرمایا ہے۔

جواب:

وہ مسیح ناصری ہیں نہ کہ قادیانی۔ اور وہ مریم کے بیٹے ہیں۔ حدیث میں ہے:

«والذي نفسي بيده ليوشكن أن ينزل فيكم ابن مريم حكما مقسطا فيكسر الصليب، ويقتل الخنزير، ويضع الجزية، ويفيض المال حتى لا يقبله أحد،[1] وفي رواية: حتى تكون السجدة الواحدة خير من الدنيا وما فيها، ثم يقول أبو هريرة: اقرؤا إن شئتم: ﴿وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢١٠٩) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٥٥)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَوْتِہٖ﴾ [النساء: ۱۵۹] [1]

قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، عنقریب تم میں ابن مریم اترے گا حکم اور عادل ہو کر، صلیب کو توڑے گا، خنزیر کو قتل کرے گا، جزیہ اٹھائے گا اور مال بہت ہوگا، یہاں تک کہ اس کو کوئی نہ لے گا۔ ایک سجدہ دنیا اور جو اس میں ہے اس سے بہتر ہوگا۔ پھر ابو ہریرہ کہتے ہیں: اگر چاہو تو یہ آیت پڑھو: تمام اہل کتاب مسیح کی موت سے پہلے اس پر ایمان لائیں گے۔''

سوال:

تیس (۳۰) دجال تو مرزا صاحب سے پہلے پورے ہو چکے ہیں۔

جواب:

تیس (۳۰) کا لفظ حصر کے لیے نہیں۔ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ ستر کذاب ہوں گے۔ [2] اگر تیس گزر چکے ہیں تو مرزا صاحب کا نمبر ۳۱ ہوگا، اگر تیس سے مراد شان و شوکت اور بہت مریدوں والے مراد ہوں تو اس صورت میں ان کو تیس میں مندرج ماننا پڑے گا۔

سوال:

دجالوں سے مراد وہ ہے جو جھوٹی حدیث بنا کر گویا اپنے نفس کو رسول اللہ بتاتے ہیں۔

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٢٦٤) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٥٥)

[2] بغية الباحث عن زوائد مسند الحارث للهيثمي (٢/ ٧٧٨) اس کی سند میں علی بن عاصم ضعیف ہے۔ البتہ صحیح بخاری و مسلم (۶۷۰۴، ۱۵۷) کی حدیث میں یہ الفاظ موجود ہیں: "حتى يبعث دجالون كذابون قريب من ثلاثين كلهم يزعم أنه رسول الله" جس سے تیس کا حصر ختم ہو جاتا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب:

حدیث میں صاف لفظ ہے: « كلهم يزعم أنه نبي الله » یہ دجال سارے کے سارے اس قسم کے ہوں گے کہ ہر ایک یہی کہے گا کہ میں نبی اللہ ہوں۔ نیز جو مدعی نبوت آنحضرت ﷺ کے بعد ہوگا ضروری ہے کہ جھوٹا ہو، خواہ وہ اپنی طرف سے حدیثیں گھڑے یا گھڑی ہوئی حدیثوں کو اپنے اوپر چسپاں کرنے کی کوشش کرے۔

حدیث کے متعلق مرزا صاحب کا جھوٹ:

چنانچہ فرماتے ہیں:

ملاحظہ ہو بخاری کی وہ حدیثیں جن میں آخری زمانہ میں بعض خلیفوں کی نسبت خبر دی گئی ہے، خاص کر وہ خلیفہ جس کی نسبت بخاری میں لکھا ہے کہ آسمان سے اس کے لیے آواز آئے گی کہ "هذا خليفة الله المهدي" (یعنی یہ اللہ کا خلیفہ ہے مہدی) اب سوچو کہ یہ حدیث کس پایہ اور مرتبہ کی ہے جو اسی کتاب میں درج ہے جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے۔"[1] (شہادۃ القرآن)

دوسرا جھوٹ:

مرزا صاحب کا دوسرا جھوٹ حقیقۃ الوحی (ص: ۳۹۰) میں ہے۔ لکھتے ہیں:

"بات یہ ہے کہ جیسا کہ مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے: اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ و مخاطبہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہیں گے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کیے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے۔"

[1] شہادۃ القرآن از مرزا غلام قادیانی (ص: ٤١)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ جو کچھ مرزا نے لکھا ہے مکتوبات میں کہیں نہیں بلکہ مکتوبات میں عبارتِ ذیل ہے:

"وإذا كثر هذا القسم من الكلام مع واحد منهم يسمى محدَّثاً." (مکتوبات: ۲/ ۹۹)

"جب اس قسم کے کلام کا شرف کسی کو کثرت کے ساتھ حاصل ہوتا ہے تو اس کو محدَّث کہتے ہیں۔"

مجدد صاحب کا یہ کلام مرزا صاحب نے دوسری جگہ بھی نقل کیا ہے۔ (ازالہ اوہام، ص: ۹۱۴) مگر اس وقت چونکہ صرف محدث بننے پر اکتفا کیا تھا اس واسطے وہاں محدث کا لفظ بھی نقل کیا ہے مگر یہ سمجھا کہ مرید ہر دعویٰ کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہیں تو اس وقت لفظ نبی نقل کر دیا اور کھلم کھلا نبی ہونے کا دعویٰ کیا، اور بعض جگہ ساتھ مجاز کی پخ بھی لگا دی، کیونکہ بعض مرید اس قسم کے بھی تھے جو نبوت کے دعویٰ سے بدکتے تھے۔ ہاں محدَّث اور نبی کے الہام میں یہ فرق ہے کہ نبی کا الہام قطعی ہوتا ہے اور محدَّث کا الہام قطعی نہیں ہوتا، نبی کے الہام سے کسی مسئلہ کی صحت و فساد کا علم ہوتا ہے اور محدث کے الہام سے نہیں ہوتا، پس جب دونوں کو قطعی اور قابل استدلال تسلیم کیا گیا تو اس صورت میں ایسی بات کا دعویٰ ہوا جو اہل سنت کے نزدیک غلط اور کفر ہے۔ پس اس کے بعد اس کو محدَّث سے تعبیر کرو، یا نبوت سے بات ایک ہی ہے۔ یہ نزاع لفظی ہے۔ اسی قسم کے جھوٹ بہت ہیں جنھیں علماء نے قلم بند کیا ہے۔[1] عاقل کو اشارہ ہی کافی ہے۔

---

[1] دیکھیں: علمی مقالات از حافظ زبیر علی زئی (۱/ ۱۳۶)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث «لا نبي بعدي» پر اعتراضات

پہلا اعتراض:

لا ہمیشہ ذات کی نفی نہیں کرتا بلکہ وصف کی نفی کے لیے بھی ہوتا ہے، جیسے:

«لا فتى إلا علي، ولا سيف إلا ذو الفقار»، [1] «لا صلوٰة إلا بفاتحة الكتاب» [2]

''علی کے سوا کوئی جوان نہیں ہے، یعنی کامل جوان نہیں۔ ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں ہے، یعنی بہت عمدہ تلوار نہیں۔ بغیر فاتحہ کے نماز نہیں، یعنی کامل نماز نہیں۔''

جیسے ان تین مثالوں میں ذات کی نفی نہیں بلکہ کمال کی نفی ہے، اسی طرح ہوسکتا ہے کہ « لا نبي بعدي » میں بھی کمال کی نفی ہو، یعنی صاحبِ شریعت نبی نہیں۔

---

[1] الهواتف لابن أبي الدنيا، رقم الحديث (٥) الكامل لابن عدي (٥/ ٢٦٠، رقم الحديث: ١٤٠٥) تاريخ دمشق (٣٩/ ٢٠١، رقم الترجمة: ٤٦١٩) وغيرهم، یہ مرسل اور متصل دونوں سندوں سے مروی ہے لیکن یہ حدیث موضوع ہے، جیسا کہ امام ابن عدی، ذہبی، عجلونی اور ابن الجوزی رحمہ اللہ وغیرہ نے واضح کیا ہے۔ دیکھیں: تلخيص الموضوعات، رقم الحديث (٢٧٤) الموضوعات لابن الجوزي (٢/ ١٥٨، رقم الحديث ٧١٥) كشف الخفاء (٢/ ٣٦٣، رقم الحديث: ٣٠٦٩) ملا علی قاری کہتے ہیں کہ یہ حدیث عقلاً و نقلاً دونوں طرح باطل ہے۔ دیکھیں: الأسرار المرفوعة (ص: ٣٦٨)

[2] جزء القراءة للبخاري، رقم الحديث (٨٨)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب:

لا جو نفی جنس کے لیے مشہور ہے دراصل وہ جنس سے صفت کی نفی کے لیے ہے، اگر صفت بصورتِ خبر مذکور ہو تو اس صفت کی نفی ہوگی خواہ خاص ہو جیسے "لا غلام رجل ظريف" "آدمی کا غلام ظریف نہیں۔" اس مثال میں صرف مرد کے غلام سے ظرافت کی نفی ہے۔

اگر صفت عام ہو تو اس کی نفی ہوگی، مگر وصف عام کی نفی سے اسم لا کی بھی نفی ہوگی، کیونکہ بغیر وصف عام کے کسی شے کا وجود محال ہوتا ہے، جیسے: "لَا رجل موجود في الدار" کوئی آدمی گھر میں موجود نہیں۔ اگر خبر محذوف ہو تو قاعدہ یہی ہے کہ افعال عامہ سے خبر نکالی جاتی ہے، اگر کوئی قرینہ ہو تو افعال خاصہ سے نکالی جاتی ہے۔ یہاں افعال عامہ سے نکالی جائے گی کیونکہ اصل یہی ہے، بلکہ یہاں ابن ماجہ کی حدیث میں "کائن" کا لفظ بھی موجود ہے۔ جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہاں خبر افعال عامہ سے نکالی جائے گی، جیسے:

۱۔ لا إله إلا الله.

۲۔ لا حول ولا قوة إلا بالله.

۳۔ لا صلوٰة إلا بفاتحة الكتاب.

ان تینوں مثالوں میں جنس کی نفی ہے۔ "لا إله إلا الله" کا معنی ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ "لَا حول ولا قوة إلا بالله" کا معنی ہے اللہ کی مدد کے بغیر نہ کسی کام سے رک سکتا ہے اور نہ کوئی کام کر سکتا ہے۔ "لا صلوٰة إلا بفاتحة الكتاب" بدوں فاتحہ کے نماز نہیں۔

حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنی لینے کے لیے قرینہ کی ضرورت ہوتی ہے، بغیر اس کے کام نہیں چلتا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا اعتراض:

لانفی ہمیشہ ذات کی ہی نہیں ہوتی بلکہ وصف کی بھی ہوتی ہے، لہٰذا اس جگہ وصف کی نفی مراد ہوگی۔

جواب:

اگر اتنی وسعت دی جائے تو لا إلٰہ إلا اللہ میں بھی ایک شخص وصف کی نفی مراد لے سکتا ہے تو پھر توحید کیسے ثابت ہوگی؟ جو تین مثالیں معترض نے ذکر کی ہیں وہاں مجازی معنی لینے کے لیے قرینے موجود ہیں:

۱۔ "لا فتی" میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ دوسرے جوانوں کا پایا جانا۔

۲۔ "لا سیف" میں دوسری تلواروں کا وجود یہ قرینہ ہے کہ یہاں جنس کی نفی نہیں۔

اسی طرح "لا إیمان" اور "لا دین" میں جو لوگ مجازی معنی لیتے ہیں وہ ان احادیث کو قرینہ قرار دیتے ہیں جن میں گناہ گاروں کی معافی اور دوزخ سے رہائی پا کر جنت میں داخل ہونے کا ذکر ہے کیونکہ جنت میں صرف مومن ہی جائیں گے، اور جو ان احادیث کو ظاہر پر رکھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ عہد اور امانت ایسے عام لفظ ہیں کہ ان میں سارا دین آ جاتا ہے، جب جنس دین کی نفی ہوئی تو کفر آ گیا، جب کفر آیا تو ایمان اور دین اٹھا لیا گیا۔

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

ایمان سے مراد ایمان واجب ہے جس میں سب واجبات کا کرنا اور سب کبائر سے بچنا داخل ہے۔[1]

اب ظاہر ہے کہ عہد اور امانت واجبات سے ہیں، ان کے اٹھنے سے ایمان

[1] مجموع الفتاویٰ لابن تیمیة (١١/ ٦٥٤)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی نفی درست ہے۔ اسی طرح «إذا هلك كسرىٰ فلا كسرىٰ بعده» [1] (جب کسریٰ ہلاک ہوگا تو پھر کوئی کسریٰ نہ ہوگا) میں خارج میں کسریٰ کا پایا جانا قرینہ ہے کہ اس جگہ ان کی نفی سے مخصوص جگہ سے نفی (یعنی عراق میں نہ رہنا) مراد ہے۔ اسی طرح «إذا هلك قيصر فلا قيصر بعده» (جب قیصر ہلاک ہو گا تو کوئی قیصر نہیں رہے گا) اس کی وجہ یہ ہے کہ قریش گرمی اور جاڑے میں عراق اور شام میں تجارت کے لیے جاتے آتے تھے، جب قریش مسلمان ہو گئے اور مسلمانوں کی مخالفت کا اثر روم و ایران میں جا پہنچا، اب قریش ڈر گئے کہ ہماری تجارت کو نقصان پہنچے گا۔ اس وقت آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا۔

اس فرمان کا مقصد یہ تھا کہ قریش کو اپنی تجارت کے متعلق اطمینان ہو جائے۔ اس پیش گوئی کے بعد اگرچہ کسریٰ اور قیصر میں تسلسل رہا مگر عراق اور شام سے ان کی حکومت اٹھ گئی، فرق صرف اس قدر ہے کہ کسریٰ نے آنحضرت ﷺ کے خط کی بے ادبی کی، اس پر آپ نے بددعا کی، اس کی نسل میں تسلسل تھوڑی مدت رہا، خلافت راشدہ ہی میں ختم ہو گیا، بخلاف قیصر کے، اس نے آپ کے خط کی تعظیم کی، آپ نے اس کے بقا کے متعلق بھی کہا، اس لیے اس کے خاندان میں مدت تک تسلسل رہا اور دیر کے بعد ختم ہوا۔[2] (فتح الباری)

اس لیے قرینہ کی بنا پر مجازی معنی لینا پڑا اور حدیث «لا نبي بعدي» میں حقیقی معنی کی نفی پر کوئی قرینہ نہیں اور سابق نبی کی آمد کی نفی اس صیغہ سے مفہوم نہیں ہوئی۔

سوال:

خاتم النبیین بمعنی مصدق ہے۔ مجمع البحار میں ہے:

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٩٥٢) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٩١٩)

[2] فتح الباري (٦/ ٦٢٦)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"أوتيت جوامع الكلم وخواتمه ❶ أي القرآن ختمت به الكتب السماوية، وهو حجة على سائرها ومصدق لها."

"مجھے ایسے کلمات عطا ہوئے ہیں جو جامع اور خاتم ہیں، اس سے مراد قرآن ہے۔ اس کے ساتھ آسمانی کتب کا خاتمہ ہوا، اور یہ سب کتب پر حجت اور ان کا مصدق ہے۔"

جواب:

مجمع البحار میں مصدق خاتم کی تفسیر نہیں بلکہ اس کے خاتم بمعنی آخر کے لوازم میں سے ایک لازم کا ذکر ہے۔ خاتم کی تفسیر تو پہلے جملہ "ختمت به الكتب (اس کے ساتھ کتابیں ختم کی گئیں) میں بیان کی گئی ہے۔ اسی صفحہ میں خاتم کا معنی "لا نبي بعدي" (میرے بعد کوئی نبی نہیں) کیا ہے۔

اور صفحہ (۳۳۰) میں لکھا ہے:

"والخاتَم والخاتِم من أسمائه ـ صلى الله عليه وسلم (ش) بالفتح اسم أي: آخرهم، وبالكسر اسم فاعل."

"خاتم اور خاتم آنحضرت ﷺ کا نام ہے، فتح کے ساتھ اسم ہے، یعنی ان کے آخر ہیں، کسرہ کے ساتھ اسم فاعل ہے۔"

اور "خاتم القوم آخرهم" کے معنی کتبِ لغت میں موجود ہے۔ مجمع البحار

---

❶ مصنف ابن أبي شيبة (١١/ ٤٨٠، رقم الحديث: ٣٢٣٩٣) الأحاديث المختارة لضياء المقدسي (١/ ٢٤) ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔ اس کی سند میں عبدالرحمن بن اسحاق اور خلیفہ بن قیس ضعیف ہیں، البتہ جوامع الکلم اور دیگر معجزات دیے جانے کا ذکر صحیح احادیث میں موجود ہے۔ دیکھیں: صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٨١٥) صحيح مسلم، رقم الحديث (٥٢٣) وغيرهما.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی پہلی عبارت میں قرآن کو خاتم کہا ہے اور اسی کو مصدق کہا ہے، اگر خاتم کا معنی یہ کیا جائے کہ آپ کی معرفت نئے نبی بنتے ہیں تو قرآن سے اس معنی کے اعتبار سے نئی کتابیں بنی چاہیے۔

سوال:

خاتم النبیین میں ''الٗ'' استغراق کا نہیں بلکہ ایسا ''الٗ'' ہے جیسے: "یقتلون النبیین" میں ہے، اور یہ ''الٗ'' استغراقی نہیں کیونکہ سارے نبی قتل نہیں ہوئے۔

جواب:

جمع مذکر سالم پر اگر الف و لام داخل ہے تو اصل یہی ہے کہ جمیع افراد کے لیے ہو، جیسے:

۱۔ ﴿رب العالمین﴾ (سارے عالموں کا رب)

۲۔ ﴿إن الله یحب المحسنین﴾ اللہ تعالیٰ سب محسنین سے محبت کرتا ہے۔

۳۔ ﴿فإن الله لا یحب الکافرین﴾ اللہ تعالیٰ کسی کافر سے محبت نہیں کرتے۔

اگر قرینہ پایا جائے تو اس سے بعض افرار مراد لیے جا سکتے ہیں جیسے:

﴿للعالمین نذیرا﴾ فرقان آنحضرت ﷺ پر اس لیے نازل کیا کہ وہ جہان والوں کو ڈرائیں۔ اس جگہ عالمین سے مراد جن وانس ہیں جو آپ کی بعثت کے بعد قیامت تک آپ پر ایمان لانے کے مکلف ہیں۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ رب العالمین میں بھی تخصیص ہو۔ اسی طرح خاتم النبیین میں بجز آپ کے سب نبی مراد ہیں، کیونکہ آپ مضاف ہیں اور مضاف مضاف الیہ کا غیر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی قرینہ نہیں جو تخصیص پر دلالت کرے، اور ﴿یقتلون النبیین﴾ (قتل کرتے ہیں نبیوں کو) میں تین قرینے ہیں جس سے "النبیین" کی تخصیص کی جاتی ہے:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ لفظ قتل، کیونکہ بعض جگہ قرآن مجید نے بعض نبیوں کے قتل کا ذکر کیا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿فریقاً تقتلون﴾ (ایک فریق کو قتل کرتے ہو) اور واقعہ بھی اسی طرح ہے کہ بعض نبی قتل ہوئے یہ قرینہ حسی ہے اور پہلے لفظی۔

۲۔ یہود کا فاعل ہونا، کیونکہ یہود صرف انھی کو قتل کر سکتے تھے جو نبی ان میں ہوئے۔

۳۔ بعض انبیاء کے غیر مقتول ہونے کا ذکر ہے، جیسے: ﴿وَ اللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے گا۔

یہ تین قرائن دلالت کرتے ہیں کہ یہاں بعض نبی مراد ہیں۔

سوال:

نبوت ایک نعمت ہے اس امت سے یہ نعمت کیوں سلب ہوئی؟

جواب:

نزولِ کتاب اور نبوتِ تشریعی بھی، اور نبوتِ مستقل بھی لامحالہ ایک نعمت ہے۔

چنانچہ فرمایا:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا﴾

[آل عمران: ١٦٤]

''بے شک مومنوں پر اللہ کا احسان ہے جب اس نے ان میں ایک رسول بھیجا۔''

جب یہ نعمت باوجود بند ہونے کے امت میں نقص پیدا نہیں کرتی تو اسی طرح اگر مطلق نبوت نعمت ہو تو ختم نبوت ہونے کی صورت میں کوئی نقص پیدا نہیں کرے گی، کیونکہ نعمت اپنے وقت میں نعمت ہے نہ کہ غیر وقت میں، جیسے بارش اللہ کی رحمت ہے مگر اپنے وقت میں نعمت ہے، اگر بے وقت ہو تو عذاب بن جاتی ہے۔ طاعون کفار کے لیے عذاب ہے اور مومنوں کے لیے رحمت ہے۔[1]

[1] دیکھیں: صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٢٨٧)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبوت کی ضرورت ہو تو نعمت ہے اگر ضرورت نہ ہو تو ایک قسم کا عذاب ہے کیونکہ جو ایمان نہ لائے وہ نجات سے محروم رہے گا اور امت میں تفریق لازم آئے گی، یعنی بعض افراد اور امت بن جائیں گے، سو اللہ کا فضل ہے کہ اس نے ہم کو اس سے بچا لیا۔

سوال:

آیتِ ذیل سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت جاری ہے:

﴿ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ﴾ [الحج: ٧٥]

''اللہ فرشتوں اور انسانوں سے رسول چنتا ہے۔''

اور آیت ذیل بھی اس کی مؤید ہے:

﴿ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ [آل عمران: ١٧٩]

''اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں سے جسے چاہے پسند کرے۔''

جواب:

اس آیت میں فعل مضارع محض اس غرض کے لیے ہے کہ بتا دے کہ ''اصطفا'' اور ''اجتبا'' اللہ کا کام ہے، جس کو چاہے رسول بنائے اور جس کو چاہے رسولوں سے انتخاب کرے۔ اس آیت کا یہ معنی نہیں کہ اللہ تعالیٰ چنتا ہے اور چنتا رہے گا، یعنی یہاں مضارع تجدد و استمرار کے لیے نہیں۔ اس کی نظیر آیتِ ذیل ہے:

﴿ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ﴾ [الحديد: ٩]

''اللہ ہی اپنے بندے پر بین آیتیں اتارتا ہے۔''

اس آیت میں بھی صیغہ مضارع کا ہے۔ اب اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قرآن کا نزول مستمر ہو۔ جہاں غرض یہ ہو کہ فعل کو اللہ کے ساتھ مختص کیا جائے وہاں مضارع اثباتِ فعل کے لیے ہوتا ہے۔ باقی رہا فعل کا دائم یا غیر دائم ہونا تو یہ اس صیغہ سے ثابت نہیں ہوتا نہ اس کی نفی ہوتی ہے، اس کی نفی یا اثبات کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے دوسری دلیل کی ضرورت ہوتی ہے، لہٰذا اس سے یہ استدلال کرنا کہ فعل مستمر ہے، لغو ٹھہرتا ہے۔ سورہ حج میں کفار کے اس استبعاد کو رد کیا گیا ہے جو وہ کہتے تھے کہ رسول کوئی بڑا آدمی ہونا چاہیے یا کوئی فرشتہ ہونا چاہیے نہ کہ انسان۔ اس استبعاد کو اس طرح رفع کیا کہ انتخاب میرا کام ہے نہ کہ تمھارا، میں جسے چاہوں منتخب کروں۔ باقی رہی یہ بات کہ وہ انتخاب مستمر ہے یا منقطع؟ تو یہ دوسرے دلائل سے ثابت ہوگا۔ اسی طرح دوسری جگہ فرمایا ہے:

﴿ يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ ﴾ [النحل: ۲]

''ملائکہ کو اپنی روح امر کے ساتھ جس بندے پر چاہے اتارے۔''

اس آیت کا مطلب بھی یہی ہے کہ فرشتوں کو اپنا امر (روح) دیگر کسی بندے پر اتارنا اللہ کا کام ہے۔

دوسرا جواب:

دوسرا جواب یہ ہے کہ مضارع حال اور استقبال کے لیے ہے، یعنی ان دونوں زمانوں سے ایک زمانے کے لیے مستعمل ہے، ایک زمانہ کی تعین کے لیے قرینے کی ضرورت ہوتی ہے، جب ایک زمانہ متعین ہو جائے تو دوسرے زمانہ کا ارادہ کرنا منع ہو جاتا ہے، جیسا کہ کتب نحو میں لکھا ہے۔[1] (شرح جامی)

تیسرا جواب:

تیسرا جواب یہ ہے کہ ''اصطفا'' کا تعلق انسانوں اور فرشتوں دونوں سے ہے، جب ایک فعل دو چیزوں کے ساتھ متعلق ہو تو ضروری نہیں کہ فعل کا تعلق

[1] شرح ملا جامی (ص: ۲۷۹)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں کے ساتھ برابر ہو، پس جب فرشتوں سے رسول آتے رہتے ہیں اور انسانوں میں بند ہوگئے ہیں تو فعل کے صدق کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ فرشتوں میں یہ سلسلہ اصطفا کا جاری رہے اور انسانوں میں بند ہوگیا ہے۔ یہ سلسلہ فرشتوں میں جاری ہے کیونکہ فرشتوں کو مختلف امور کے لیے بھیجا جاتا ہے، جان قبض کرنے کے لیے بھی فرشتے بھیجے جاتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا ﴾ [الأنعام: ٦١] ہمارے رسول ان کی جان قبض کرتے ہیں۔

سوال:

آیتِ ذیل سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ نبوت جاری ہے:

﴿ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ﴾ [الأعراف: ٣٥]

''اے بنی آدم! اگر تمھارے پاس رسول تم میں سے آئیں، تم پر میری آیتیں پڑھیں۔''

جواب:

۱۔ اس آیت میں آدم کی نسل کو خطاب ہے۔ تفسیر ابن جریر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم اور اس نسل کو ایک ہاتھ میں لے کر یہ خطاب فرمایا تھا۔[1] سو یہ وعدہ انبیاء اور رسولوں کے مسلسل آنے سے، یہاں تک کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، پورا ہوا۔

سوال:

یہ آیت سورۂ اعراف کی ہے، اس آیت میں بنی آدم کو خطاب ہے، اس

[1] تفسير ابن جرير الطبري (٥/ ٤٧٧)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیت سے پہلے بھی چند بار بنی آدم کو خطاب کیا گیا اور وہ خطاب عام ہے جس میں قیامت تک کے لوگ شریک ہیں لہٰذا اس میں بھی شریک ہونے چاہیے۔

جواب:

اس خطاب میں بھی قیامت تک کے لوگ شریک ہیں مگر اس خطاب سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہر زمانہ میں رسول آتے رہیں گے۔ حدیث شریف میں ہے کہ میرے اور مسیح کے درمیان کوئی رسول نہیں۔[1] یہ ''فترت'' کا زمانہ کہلاتا ہے۔ یہ لوگ بھی اس خطاب میں داخل ہیں مگر ان کے زمانہ میں کوئی رسول نہیں آیا۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ﴾ [السجدة: ٣]

''تاکہ تو اس قوم کو ڈرائے جن کے پاس تیرے پہلے کوئی نذیر نہیں آیا۔''

مرزا غلام احمد نے بھی لکھا ہے کہ اتنی مدت میں، میں ہی نبی کا نام پانے کے قابل ہوا ہوں۔ تیرہ سو سال تک کے لوگ باوجود مخاطب ہونے کے کسی رسول کو نہ دیکھ سکے، حالانکہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہاں خطاب جنس کو ہے، اس کا پورا ہونا اس طرح بھی متصور ہوسکتا ہے کہ بنی آدم میں رسول آئے ہوں، نہ یہ کہ ہر قرن میں ہوں، جس شخص کو کسی نبی کی تعلیم پہنچے گویا اس کے پاس نبی آ گیا، جیسے فرمایا:

﴿لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَ مَنْۢ بَلَغَ﴾ [الأنعام: ١٩]

''میں تمھارے لیے بھی نذیر ہوں اور اوپر اس شخص کے لیے جس کو قرآن پہنچے۔''

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٤٣٢٤) اس حدیث کو امام حاکم اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس اب ہمارے لیے رسول دینی ہیں اور آپ کی شریعت ہمارے لیے واجب التعمیل ہے۔

۲۔ آیت میں لفظ "إن" کا ہے، جس کا تحقق ضروری نہیں بلکہ بعض جگہ اس کا استعمال غیر واقع پر بھی ہوا ہے۔ فرمایا:

﴿ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ﴾ [الزخرف: ٨١]

"اگر رحمٰن کی اولاد ہو تو میں اس کا پہلا پرستار ہوں۔"

ایک جگہ فرمایا:

﴿ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا فَقُوْلِيْٓ...﴾ [مریم: ٢٦]

"(مائی مریم کو فرمایا) اگر تو بشر سے کسی کو دیکھے تو یہ کہہ دے۔"

اب اس آیت میں یہ ذکر ہے کہ اگر تو کسی بشر کو دیکھے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مائی مریم قیامت تک زندہ رہیں۔

۳۔ نبوت اور رسالت میں فرق ہے، اگرچہ نبوت اور رسالت من اللہ میں عام و خاص کی نسبت مشہور ہے، مگر تتبع اور استقراء سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میں عام و خاص من وجہ کی نسبت ہے، اور اس نسبت کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ جیسے بعض نبی رسول نہیں ہوتے اسی طرح بعض رسول نبی نہیں ہوتے، جیسے فرشتے رسول ہیں مگر بعض کا یہ خیال ہے کہ رسول کا اطلاق کبھی مبلغ ہی پر ہوتا ہے۔

مرزا غلام احمد نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

﴿وقفينا من بعده بالرسل﴾ آتا ہے نہ "قفينا من بعده بالأنبياء" پس یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ رسول سے مراد مرسل ہیں، خواہ وہ رسول ہوں یا نبی ہوں یا محدث۔" (شهادة القرآن، ص: ٢٨)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب یہ واضح ہے کہ آیات مذکورہ بالا میں لفظ رسول مذکور ہے کسی آیت میں لفظ نبی وارد نہیں ہوا۔ کلام ختم نبوت اور ختم رسالت من اللہ میں ہے، نہ کہ مطلق رسالت میں، جس کے معنی تبلیغ کے بھی ہیں۔ اس معنی کے اعتبار سے تو جمیع علماءِ امت رسل ہوئے۔

سوال:

سورۂ فاتحہ میں ہے:

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾

اور سورۂ نساء میں ہے:

﴿وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ [النساء: ٦٩]

”جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے، یعنی نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کے ساتھ ہوگا۔“

سورۂ فاتحہ میں یہ کہا کہ یا اللہ! جن پر تو نے انعام کیا ان کی راہ بتا، اور سورۂ نساء میں ان کا ذکر کیا جن پر انعام ہوا، دونوں آیتوں کے ملانے سے یہ معنی ہوا کہ یا اللہ! مجھے نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحوں کی راہ بتا۔ جب کسی گروہ کی راہ پر عمل کرے گا تو اسی گروہ میں داخل ہوجائے گا، جیسے صالحین، شہدا اور صالحین کی راہ اختیار کرنے سے صالح شہید اور صدیق بن سکتا ہے اسی طرح نبی کی راہ اختیار کرنے سے نبی بننا چاہیے۔ پھر سورۂ نساء میں بالکل صراحت ہے کیونکہ وہاں یہ فرمایا کہ جو اللہ و رسول کی اطاعت کرے گا وہ ان مذکورہ بالا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فریقوں کے ساتھ ہوگا، ساتھ تب ہی ہوسکتا ہے جب اس گروہ میں داخل ہوا۔ جب صالح کے ساتھ ہونے سے صالح بن سکتا ہے، شہید کے ساتھ ہونے سے شہید بن سکتا ہے اور صدیق کے ساتھ ہونے سے صدیق بن سکتا ہے تو کیا وجہ ہے نبی کے ساتھ ہونے سے نبی نہ بنے؟

جواب:

استدلال کی بنیاد دو چیزوں پر ہے۔ یعنی ہدایت اور معیت۔ سورۂ فاتحہ کی آیت سے استدلال کی بنیاد اس امر پر ہے کہ جس فریق کے راستہ پر چلے گا اسی فریق میں داخل ہوگا، کسی فریق کے راستہ پر چلنے کا مطلب یہ ہے کہ اسی قسم کے اعمال اختیار کرے، جب صالحین کے اعمال اختیار کرے گا تو صالحین کے گروہ میں داخل ہوگا، اگر شہید کے یا صدیق کے اعمال اختیار کرے گا تو شہید یا صدیق بنے گا، اسی طرح اگر نبی کے اعمال اختیار کرے تو نبی ہوگا۔

اس استدلال میں یہ کمزوری ہے کہ اس میں کسی فریق کے طریق پر چلنے سے یہ سمجھ لیا ہے کہ اب ہر وجہ سے وہ فریق مذکور کی طرح ہوگیا ہے، اور یہ غلط ہے۔ اس سے لازم آتا ہے کہ ہر شخص نبی ہو، کیونکہ ہر شخص کو نبی کی اتباع کا حکم ہے اور ہر شخص صدیق وشہید اور صالح اس پر عمل کرتا ہے۔ بس چاہیے کہ ہر ایک کو اُن میں سے نبی بنائیں۔

غلطی کی وجہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا گروہوں کے مختلف طریقے فرض کر لیے گئے ہیں، حالانکہ ان کا طریق ایک ہی ہے، فرق صرف مراتب کا ہے، عملی پروگرام سب کے لیے یکساں ہے، سوائے چند خصوصیات کے سب فریق اعتقاد و عمل میں برابر کے ذمہ دار ہیں، نبی اور غیر نبی میں فرق انتخاب کا ہے اور انتخاب میں استعداد کے علاوہ ضرورت کا بھی لحاظ ہے۔ جب ضرورت ختم ہوچکی تو اس کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جدوجہد اور اس کا مطالبہ بے معنی ہے، یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام بھی یہ دعا پڑھتے تھے اور صدیق بھی یہ دعا کرتے تھے، مگر نبی نہیں بنے، کیونکہ نبی کی ضرورت نہیں رہی اور عورتیں بھی یہ دعا پڑھتی ہیں، حالانکہ عورت رسول نہیں بن سکتی۔

جب ان کا طریق ایک ہی ٹھہرا تو اس صورت میں اختلافِ عمل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، نبی اور صدیق میں عمل کا فرق نہیں بلکہ انتخاب کا ہے، اسی طرح صدیق اور شہید میں فرق باطنی ہے، یہی حال صالح غیر صالح میں فرق کا ہے۔ پس ان کے راستوں کو الگ الگ سمجھنا پہلی غلطی ہے۔

سورۂ نساء سے استدلال کی بنیاد معیت کے مفہوم پر ہے کہ معیت کا معنی کیا ہے؟ کیا یہ مطلب ہے کہ جو نبی کے ساتھ ہو وہ نبی ہے یا یہ مطلب ہے کہ جہاں نبی گیا ہے، یعنی جنت میں، یہ بھی وہاں جائے؟ یہاں دوسرا مفہوم ہی مراد ہو سکتا ہے، جیسے آیتِ ذیل سے لازم ہوتا ہے:

۱۔ ﴿ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّٰبِرِينَ ﴾ [البقرة: ١٥٣]

"اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔"

۲۔ ﴿ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا ﴾ [النحل: ١٢٨]

"اللہ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے۔"

اگر معیت عینیت کو مستلزم ہوتی تو ان آیات کا یہ مطلب ہوتا کہ اللہ صابر ہے اور متقی ہے۔

معیت کے لیے جیسے یہ ضروری ہے کہ ایک فریق دوسرے فریق کے ساتھ اس کے صفات میں شریک ہو ویسے یہ بھی ضروری نہیں کہ اس کے صفات میں شریک نہ ہو، بس جیسے یہ آیت اثباتِ نبوت کے لیے حجت نہیں اسی طرح اثباتِ صدیقیت، شہادت اور صلاح کے لیے بھی پیش نہیں ہو سکتی۔ ان کا ثبوت اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عدمِ ثبوت دوسرے دلائل سے معلوم ہوگا۔

صدیقیت، شہادت اور صلاح کے لیے تو دوسری جگہ صراحت موجود ہے:

١۔ ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ﴾ [الحديد: ١٩]

''جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے وہی اپنے رب کے ہاں صدیق اور شہید ہیں۔''

٢۔ ﴿ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴾ [الأنبياء: ١٠٥]

''زمین کے وارث میرے بندے صالح ہوں گے۔''

ان دو آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت کے علاوہ تین کمالات صدیقیت شہادت اور صلاح باقی ہیں اور نبوت دلائل مذکورہ بالا کی بنا پر ختم ہوچکی ہے۔ معیت سے مراد کسی وصف ذاتی میں شرکت نہیں بلکہ جنت میں داخل ہونے میں شرکت مراد ہے۔ جیسے حدیثِ ذیل سے معلوم ہوتا ہے:

« التاجر الصدوق الأمين مع النبيين و الصديقين و الشهداء »[1]

(ترمذي، دارمی، دارقطنی، ابن ماجه، مشكوة، ص: ٢٤٣)

''سچا امین تاجر (قیامت کے روز) نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔''

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہوسکتا کہ ایسا تاجر نبی بن جاتا ہے۔

ہمارے بیان کردہ معنی کی تائید حدیثِ ذیل سے بھی ہوتی ہے:

« عن عائشة ـ رضي الله عنها ـ قالت: سمعته يقول: مع

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (١٢٠٩) سنن الدارمي (٢/ ٣٢٢) سنن الدارقطني (٣/ ٧)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الذين أنعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين...» ❶ (متفق عليه)

”مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے (وفات کے وقت) سنا فرماتے تھے (یا اللہ! مجھے) ان لوگوں کے ساتھ کر جن پر تو نے انعام کیا، یعنی نبی، صدیق، شہید اور صالح گروہ کے ساتھ کر۔“

اب ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نبی رسول تھے، پھر بھی فرما رہے ہیں: یا اللہ! مجھے نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحوں کے ساتھ کر۔ اس کا یہی مطلب ہوسکتا ہے کہ مجھے دنیا سے اٹھا کر اپنے قرب و جوار جنت الماویٰ میں پہنچاؤ۔ اس حدیث میں قرآن مجید کی تفسیر بالکل واضح ہوگئی کہ معیت سے مراد جنت میں داخل ہونا ہے نہ کہ نبی بننا۔

سوال:

قرآن مجید میں ہے کہ نبی کے مبعوث ہونے کے بغیر عذاب نہیں آتا:

﴿ وَ مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴾ [الإسراء: ١٥]

”جب تک رسول نہ بھیجیں ہم عذاب نہیں کرتے۔“

اور دوسری آیت میں فرمایا: قیامت سے پہلے ہم ہر بستی کو ہلاک کریں گے یا عذاب کریں گے۔ ❷ پس ثابت ہوا کہ جب عذاب آئے گا تو اس سے پہلے ضرور کوئی رسول آئے گا، پس ثابت ہوا کہ نبوت جاری ہے۔

---

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٣١٠) صحيح مسلم (٢٤٤٤)

❷ دیکھیں: الإسراء [٥٨]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب:

آیت سے تو اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اگر نبوت و رسالت کا سلسلہ نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ عذاب نہ کرتے کیونکہ بغیر حجت قائم کرنے کے عذاب کرنا خدا کی رحمت کے خلاف ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ جب عذاب آئے تو اس سے متصل ایک رسول ضرور آئے۔ اصل مقصد بعثت سے چونکہ حجت قائم کرنا ہے، پس جب ایک رسول کی دعوت دنیا میں موجود ہو جس کی بنا پر حجت قائم ہو چکی ہے تو پہلے رسول کی دعوت ہی عذاب کے لیے کافی ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت تمام عالم کے لیے اور قیامت تک کے عام لوگوں کے لیے ہے، پس آپ کی آمد سے تمام ان لوگوں پر حجت قائم ہوگئی جہاں جہاں آپ کی دعوت پہنچی۔ عمومِ دعوت کی ادلہ شروع میں بیان ہو چکی ہیں۔ جب آپ کے آنے سے تمام عالم پر حجت پوری ہو چکی ہے تو عذاب آنے کے لیے کسی نئے نبی کے آنے کی ضرورت باقی نہ رہی۔

سوال:

حدیث مسلم: «أنا آخر الأنبياء، ومسجدي آخر المساجد»[1] ''میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد آخری مسجد ہے۔'' سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ خاص قسم کے انبیاء مراد ہیں، اگر ہر قسم کے انبیاء مراد لیے جائیں گے تو مسجد سے بھی ہر قسم کی مسجدیں مراد لینی پڑیں گی، حالانکہ آنحضرت ﷺ کی مسجد سب مساجد سے آخری مسجد نہیں بلکہ انبیا کی مساجد سے آخری مسجد ہے۔

جواب:

آخر المساجد سے مراد یہاں آخر مساجد الانبیاء ہے، جیسے اس کی تصریح

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۳۹٤)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری روایت میں ہے:

«أنا خاتم الأنبياء، ومسجدي خاتم مساجد الأنبياء»[1]

(مختصر کنز العمال: ۲/ ۲۰۶۰)

''میں نبیوں کا خاتم ہوں اور میری مسجد نبیوں کی مسجدوں کی خاتم ہے۔''

مسلم کی روایت میں « الأنبياء » میں ''الْ'' عوض ہے مضاف الیہ کا، یعنی «آخر مساجد الأنبياء»، پس یہ حدیث، جو مسلم میں ہے، اس تفسیر کے مطابق دو وجہ سے ختم نبوت پر دلالت کرتی ہے، ایک ایسا لفظ آیا: « آخر الأنبياء » میں آخری نبی ہوں، اور دوسرا لفظ « ومسجدي آخر المساجد » بعد نبوت میری مسجد (انبیاء کی) مسجدوں سے آخری مسجد ہے کیونکہ جب آپ کے بعد نبوت جاری ہو تو بعد کے نبی بھی مسجدیں بنائیں گے پھر آپ کی مسجد آخری نہ ہوئی، جب آپ نے یہ فرمایا: ''میری مسجد آخری ہے'' تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

سوال:

آیتِ ذیل میں پچھلی وحی کا ذکر ہے:

﴿ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ﴾ [البقرة: ٤]

''(متقی لوگ) پچھلی وحی پر (بھی) یقین کرتے ہیں۔''

جواب:

یہ تفسیر بالرائے اور قرآن کی تحریف معنوی ہے۔ آخرت کا لفظ ''دار'' کی

---

[1] مجموع فيه مصنفات البختري، جزء فيه ثلاثة مجالس من أمالي البختري (ص: ۲۲۸، رقم الحديث: ۲۱٦) اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ ضعیف اور داود بن مدرک مجہول ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے مذکورہ بالا مسلم کی حدیث کی وجہ سے صحیح لغیرہ کہا ہے۔ (الثمر المستطاب، ص: ٥٢٤)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صفت واقع ہے، جیسے دوسری جگہ اس کی تصریح موجود ہے:

﴿وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ﴾ [العنكبوت: ٦٤]

''پچھلا گھر ہی اصل زندگی ہے۔''

سوال:

مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے:

《لا تقولوا: لا نبي بعدي، بل قولوا: خاتم النبيين》[1]

''لا نبي بعدي نہ کہو خاتم النبیین کہو۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث《لا نبي بعدي》ٹھیک نہیں ہے۔

جواب:

اس قول کا حوالہ کسی معتبر کتاب سے دینا چاہیے کیونکہ غیر معتبر کتابوں میں بعض موضوع و منکر روایات بھی پائی جاتی ہیں اور یہ روایت منکر معلوم ہوتی ہے کیونکہ مائی صاحبہ سے یہ حدیث《لا نبي بعدي》بھی مروی ہے۔ ملاحظہ ہو: مسند احمد۔[2] جب وہ خود اس حدیث کو بیان کر رہی ہوں تو ان کی طرف نفی کی نسبت کرنا کیونکر درست ہے؟

دوسرا جواب:

مائی صاحبہ کا یہ مطلب نہیں کہ《لا نبي بعدي》بیان نہ کرو بلکہ وہ نبوت کے مفہوم کو واضح کرنا چاہتی ہے کہ ختم نبوت کا یہ مطلب نہیں کہ سابق نبی بھی نہ آئے بلکہ یہ مطلب ہے کہ کسی نبی کو نئی نبوت نہیں ملے گی۔ جملہ ''لا نبي

---

[1] مصنف ابن أبي شيبة (٥/ ٣٣٦، رقم الحديث: ٢٦٦٥٣) اس کی سند میں عائشہ رضی اللہ عنہا اور جریر بن حازم رحمہ اللہ کے درمیان انقطاع ہے۔

[2] دیکھیں: مسند أحمد (٦/ ١٢٩) الفاظ مختلف ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعدي" سے بعض وقت ایک شخص غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے، وہ یہ سمجھنے لگتا ہے کہ یہ حدیث نئے اور پرانے نبی دونوں کی آمد کو روکتی ہے۔ اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے یہ تعبیر اختیار کی کہ "لا نبي بعدي" نہ کہو۔ یعنی یہ نہ سمجھو کہ ہر نبی کی آمد منع ہے بلکہ یہ سمجھو کہ نیا نبی نہیں آ سکتا، اور پرانا آ سکتا ہے، اس لیے خاتم النبیین کہو، کیونکہ یہ لفظ صرف نئے نبی کی آمد کے منافی ہے اور سابق نبی کی آمد کو نہیں روکتا۔ یہ طریق خطاب کہ عبارت سے مراد اس کا ظاہری معنی نہیں ہوتا بلکہ قرینہ کی بنا پر اور معنی لیا جاتا ہے۔ ذائع اور شائع ہے۔

اس جگہ مائی صاحبہ سے اس حدیث « لا نبي بعدي » کا مروی ہونا قوی قرینہ ہے کہ اس عبارت کا ظاہری معنی مراد نہیں بلکہ ختم نبوت کی حقیقت واضح کرنے کے لیے انھوں نے یہ لفظ استعمال کیے ہیں۔

اس طرزِ بیان کی مثال:

۱۔ « لیس المسکین الذي یطوف علی الناس »[1] (متفق علیه)

"در بدر پھرنے والا مسکین نہیں ہے۔"

اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے در بدر پھرنے والے اور ایک لقمہ دو لقمہ وصول کرنے والے سے جو مسکنت کی نفی کی ہے اس کا ظاہری معنی مراد نہیں کہ وہ مسکین نہیں بلکہ لوگوں کو اس بات کی طرف متوجہ کرنا مقصود ہے کہ جو نہیں مانگتا اس کا خیال کرو۔

۲۔ « إنما الکرم قلب المؤمن »[2] (بخاری)

"کرم (سخاوت) صرف مومن کے دل میں ہے۔"

---

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث (۱۴۰۹) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۰۳۹)

[2] صحیح البخاري، رقم الحدیث (۵۸۲۹)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ کرم کا اطلاق صرف مومن کے دل پر ہونا چاہیے بلکہ یہ مقصد ہے کہ انگور کو کرم نہ کہو، یعنی یہ نہ خیال کرو کہ شراب سے سخاوت پیدا ہوتی ہے بلکہ سخاوت کا منبع مومن کا دل ہے۔[1]

۳۔ «إنما المفلس الذي يفلس يوم القيامة» (بخاری)

''مفلس وہی ہے جو قیامت کے روز مفلس ہوگا۔''

اس کا یہ مطلب نہیں کہ جس کے پاس درہم و دینار نہ ہو وہ مفلس نہیں بلکہ اس کلام کا مقصد ہے کہ آخرت کا خیال رکھو۔ مگر یاد رکھنا چاہیے کہ عبارت کا ظاہر مفہوم چھوڑ کر دوسرا مفہوم مراد لینے میں قرینے کی ضرورت ہوتی ہے، بدوں قرینے کے ظاہری معنی چھوڑنا زندقہ اور الحاد ہے۔

سوال:

ختم نبوت کفار کا عقیدہ ہے، جیسے قرآن مجید میں ہے:

﴿ قُلْتُمْ لَن يَبْعَثَ اللَّهُ مِنۢ بَعْدِهِۦ رَسُولًا ﴾ [المؤمن: ٣٤]

''(آل فرعون سے جو مومن تھا، اس نے اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے کہا ہے) تم نے کہا: اللہ یوسف کے بعد کسی کو رسول نہیں بنائے گا۔''

جواب:

۱۔ اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ وہ یوسف کو تو نبی مانتے تھے مگر اس کے بعد نبوت کو بند جانتے تھے بلکہ یہ مطلب ہے کہ یوسف کی زندگی میں اس کی نبوت میں شک کرتے رہے اور اس کی وفات کے بعد کسی اور نبی کی نبوت کے بھی قائل نہ رہے، یعنی وہ سرے سے نبوت کے قائل ہی نہ تھے۔

---

[1] صحيح البخاري (٥/ ٢٢٨٦)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ فرمایا:

﴿ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُم بِهِ حَتَّىٰٓ إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَن يَبْعَثَ اللَّهُ مِنۢ بَعْدِهِۦ رَسُولًا ۚ كَذَٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ ﴾ [المؤمن:٣٤]

یعنی تم شک کرتے رہے (یوسف کی نبوت میں) غرض یہ ہے کہ جیسے تم موسیٰ کو جھٹلا رہے ہو اسی طرح تم یوسف کو جھٹلاتے رہے۔ اسی واسطے آخر میں فرمایا: اسی طرح اللہ اس شخص کو گمراہ کرتا ہے جو مسرف شکی ہو۔

۲۔ ختم نبوت کتب کے ختم کی طرح ہے جیسے ختم کتب قرآن مجید کے نزول سے پہلے کفر کا عقیدہ تھا اور بعد میں کتابوں کے مسلسل آمد کا عقیدہ کفر ہے، اسی طرح ختم نبوت کا عقیدہ آنحضرت ﷺ سے پہلے کفر یہ ہے اور بعد میں تسلسل نبوت کا عقیدہ کفر ہے، کیونکہ ہر چیز پر اس کے وقت میں ایمان لانا فرض ہوتا ہے، مثلاً چربی اور بعض طیبات، جو یہود پر حرام تھیں، ان کو جائز سمجھنا ان کے لیے کفر ہے، جب حلال ہو گئیں اب ان کو حرام سمجھنا کفر ہے۔

سوال:

جب انبیاء علیہم السلام کی آمد جاری رہی تو اب سنت اللہ میں کیوں تبدیلی ہوئی؟ حالانکہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ﴾ [الأحزاب: ٦٢]

''اللہ کی سنت بدلتی نہ دیکھے گا۔''

جواب:

اس آیت سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ انبیاء کی آمد باقی ہے یا ان کی اب آمد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنت اللہ میں داخل ہے، سنت اللہ کی تعیین یا تو نص سے ہوسکتی ہے یا استقراء تام سے۔ قرآن وسنت میں تو کہیں اب نبوت کے تسلسل کا پتہ نہیں چلتا بلکہ اس کے خلاف دلائل موجود ہیں، جن سے پتہ چلتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں سنت اللہ یہ ہے کہ جب دنیا سنِ رشد کو پہنچ جائے اور آپس میں ان کے تعلقات وابستہ ہوجائیں، قریب ہے کہ وہ ایک خاندان کی طرح سمجھے جائیں، پس اس وقت لازمی طور پر ایک ہی رسول کے ذریعہ ایک ہی قانون شریعت بھیج کر قومی تفرقہ کو مٹا دیا جائے اور جب تک دنیا سن رشد کو نہیں پہنچی اور آپس میں تعلقات وابستہ نہیں ہوئے بلکہ مختلف گروہوں اور آبادیوں میں بٹی ہوئی ہے اس وقت تک سنت اللہ یہ ہے کہ نبوت و رسالت کا تسلسل باقی رہے، جیسے نقل سے تسلسل ثابت ہے۔ اسی طرح عقلی دلیل سے بھی نبوت کے بارے میں تسلسل ثابت نہیں، لہٰذا تسلسلِ نبوت کو سنت اللہ کہنا نقل اور عقل کے خلاف ہے۔

سوال:

ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے امام بنایا تو آپ نے فرمایا: ''میری ذریت سے بھی امام بنا۔ اللہ نے فرمایا: میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچ سکتا۔'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم کی نسل میں نبوت جاری ہے، ورنہ سب کے سب ظالم ٹھہریں گے۔

جواب:

یہاں امامت کا ذکر ہے نہ کہ نبوت کا، اور امامت نسلِ ابراہیم میں جاری ہے۔ اگر نبوت مراد ہو تو مطلب یہ ہوا کہ جو نبی نہ ہو وہ ظالم ہے۔ امامت کے متعلق تو قرآن مجید نے دعا ذکر کی ہے۔ فرمایا رحمٰن کے بندے یہ دعا کرتے ہیں:

﴿وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا﴾ [الفرقان: ٧٤]

''ہم کو متقیوں کے لیے امام بنانا۔''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال:

﴿ وَ جَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ﴾ [العنكبوت: ٢٧]

''ہم نے ابراہیم کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی۔''

جواب:

ا۔ اگر اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت جاری ہے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہوگا کہ کتابوں کی آمد بھی جاری ہے۔

۲۔ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ نبوت و کتاب صرف ابراہیم کی نسل میں رکھی گئی ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ کتاب و نبوت ابراہیم کی نسل میں تسلسل سے رہے گی۔

مرزا غلام احمد صاحب اور ختم نبوت:

شروع میں مرزا صاحب بھی جمہور امت کی طرح آنحضرت ﷺ کو اسی معنی سے خاتم النبیین مانتے تھے کہ آپ کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی۔ چنانچہ ازالہ اوہام میں آیت: ﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ [الأحزاب: ٤٠] کا ترجمہ اس طرح لکھا ہے:

''یعنی محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنے والا نبیوں کا۔''[1]

اور حدیث« لا نبي بعدي » کے متعلق ایامِ صلح اردو (ص: ۱۴۶) میں اس طرح لکھا ہے:

''حدیث:« لا نبي بعدي » میں بھی ''لا'' نفی عام ہے، پس یہ کس

[1] ازالہ اوہام از مرزا غلام قادیانی (ص: ٦١٤) روحانی خزائن (٣/ ٤٣١)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قدر دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑ دیا جائے اور بعد اس کے جو وحی منقطع ہو چکی ہے پھر سلسلہ وحی نبوت کا جاری کر دیا جائے۔"

اور ایک جگہ لکھتے ہیں:

"ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔" (اشتہار: ۲/اکتوبر ۱۸۹۱ء)

نیز کہتے ہیں:

"مجھے کب جائز ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں؟" (حمامة البشری، ص: ۷۹)

مگر نومبر ۱۹۰۱ء میں فرماتے ہیں:

"یہ کس قدر لغو اور باطل عقیدہ ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ بعد آنحضرت ﷺ کے وحی الٰہی کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا اور آئندہ قیامت تک اس کی کوئی امید نہیں۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ، ص: ۱۸۳، حصہ: ۵)

لاہوری جماعت کا عقیدہ:

مرزا صاحب کے متعلق لاہوری جماعت کا عقیدہ جن کے امیر محمد علی تھے:

۱۔ "اگر انبیاء کی ایک الگ جماعت ہے جو دنیا کے دوسرے لوگوں سے ممتاز ہے تو یقیناً ہمارا احمد (علیہ السلام) اسی جماعت کا ایک ممتاز فرد ہے، اگر زردشت ایک نبی تھے، اگر بدھ اور کرشن نبی تھے، اور اگر حضرت موسیٰ اور حضرت مسیح خدا کی طرف سے نبی ہو کر دنیا میں آئے تو یقیناً احمد ایک نبی ہے، کیونکہ جن علامتوں کے ذریعے زردشت اور دیگر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انبیاء علیہم السلام کا نبی ہونا ہمیں معلوم ہوا وہ تمام علامتیں مرزا غلام احمد

قادیانی فداہ ابی و امی علیہ السلام میں موجود ہیں۔"

(مضمون مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت لاہور مندرجہ ریویو آف ۱۹۱۰ء، ص: ۱۴۷، منقول از قادیانی نبی، ص: ۶۷، طبع چہارم)

۲۔ "ہم خدا کو شاہد کر کے اعلان کرتے ہیں کہ ہمارا ایمان ہے کہ حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلاۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور اس زمانہ کی ہدایت کے لیے نازل ہوئے، آج آپ کی متابعت میں ہی دنیا کی نجات ہے۔"

(لاہوری جماعت کا اخبار پیغام صلح، جلد:۱، نمبر: ۳۵، مورخہ ۷ر ستمبر ۱۹۱۳ء)

قادیانی جماعت کا عقیدہ:

مرزا صاحب کے متعلق قادیانی جماعت (جن کے امیر مرزا محمود احمد صاحب ہیں) کا عقیدہ۔ چنانچہ مولوی محمد علی لاہوری کے جواب میں لکھتے ہیں:

"یہ تبدیلی عقیدہ مولوی محمد علی صاحب تین امور کے متعلق بیان کرتے ہیں: اول یہ کہ میں نے مسیح موعود کے متعلق خیال فرمایا ہے کہ آپ فی الواقع نبی ہیں، دوم یہ کہ آپ ہی آیہ "اسمه أحمد" کی پیش گوئی مذکورہ قرآن مجید کے مصداق ہیں۔ سوم یہ کہ کل مسلمان جنھوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں لیکن اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ ۱۹۱۴ء یا اس سے تین چار سال پہلے سے میں نے یہ عقائد اختیار کیے۔" (آئینہ صداقت، ص: ۳۵)

حکیم نور الدین صاحب خلیفہ اول کا عقیدہ:

اسم او اسم مبارک ابن مریم مے نہند

آں غلام احمد است و مرزائے قادیان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گر کسیکے آرد شکے در شاں او کافر است
جائے او باشد جہنم بے شک و ریب و گمان

یہ رباعی حکیم نور الدین صاحب کی ہے جو اخبار الحکم (بابت ۱۷ر اگست ۱۹۰۷ء) میں حکیم صاحب کی طرف سے چھپی تھی۔

لاہوری اور قادیانی جماعت کا اختلاف جو مرزا صاحب کی نبوت میں معروف ہے، وہ خلافت کی رسہ کشی کا پیدا کردہ ہے، ورنہ مرزا صاحب نے آخر میں کھلے طور پر نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور خاتم النبیین کے معنی میں نئی توجیہ کی ہے۔
مرزا صاحب کو نبی ماننے والے اگرچہ لفظ خاتم النبیین کو مانتے ہیں مگر جمہور اہل اسلام اور کتاب وسنت کی شہادت سے جو مشہور معنی خاتم النبیین کے ہیں اس کو تسلیم نہیں کرتے۔

یہ اسی طرح ہے جیسے کہ کلمۃ الحق والے نے لکھا ہے کہ ''لا إلٰه إلا اللّٰه'' کا معنی جو مشہور ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، غلط ہے۔ صحیح معنی یہ ہے کہ ہر معبود اللہ کا عین ہے۔ کلمۃ الحق والے نے بھی بظاہر ''لا إلٰه إلا اللّٰه'' کا اقرار کیا ہے، مگر معنی ایسا کیا ہے جس سے مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے۔ یہ لوگ بظاہر لفظ کا اقرار کرتے ہیں مگر ایک نئی من گھڑت تاویل کر کے حقیقت میں انکار کرتے ہیں۔ لاہوری اور قادیانی گروہ حقیقت میں متفق ہیں ان میں صرف لفظی نزاع ہے۔

قادیانی جماعت کا عقیدہ ہے کہ جس حقیقت کا دعویٰ مرزا صاحب نے کیا ہے وہ وحی ایسی ہے جو آنحضرت ﷺ کی متابعت سے حاصل ہوتی ہے۔ لاہوری کہتے ہیں کیونکہ وہ وحی جبرائیل نہیں لایا اس لیے یہ وحی ولایت ہے، اور قادیانی ایسی وحی کو جس میں عصمت ہو اگرچہ آنحضرت ﷺ کی متابعت سے ہی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل ہو اس کو نبوت سے تعبیر کرتے ہیں۔ لاہوری کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کی وحی میں شریعت نہیں بلکہ امور تائیدی یعنی پیشگوئیاں ہیں اس واسطے آپ محدَّث ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی کے لیے نئے احکام لانا کوئی ضروری نہیں۔ پس جو تعلق مرزا صاحب کا اللہ تعالیٰ سے لاہوری فریق مانتا ہے وہی تعلق قادیانی مانتے ہیں، لاہوری اس تعلق کو محدثیت سے تعبیر کرتے ہیں اور قادیانی نبوت سے۔ اگر یہ تعلق حقیقت میں نبوت نہیں تو اس کو نبوت کہنا ایک لفظی غلطی ہوگی، اگر یہ تعلق نبوت ہے تو اس کو محدثیت کہنا ایک لفظی غلطی ہوگی، حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں ہوگا۔ اور مرزا صاحب نے اپنے دعویٰ کی بنیاد اسی وحی کو قرار دیا ہے، اگرچہ اس کو قرآن وسنت پر پیش کرنے کی بات بھی کہی ہے مگر اصل بنیاد وحی ہی ہے۔

اگر مسیحیت کا دعویٰ ہے تو اسی بنا پر، اگر مہدی بننے کا ذکر ہے تو اسی وجہ سے، اگر مسیح کی وفات کے قائل ہوئے ہیں تو وحی پر اعتماد کرتے ہیں، اور اپنے تعلق باللہ کو نبوت یا محدثیت کہا یا اپنے آپ کو امتی نبی کہا ہے تو اسی وحی کی بنا پر۔ پس حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں، صرف لفظی اختلاف ہے، حالانکہ اہل سنت سے عقائد کی کتابوں میں یہ مسئلہ درج کیا ہے کہ الہام سے کوئی مسئلہ ثابت نہیں ہوتا، فرق صرف اس قدر ہے کہ قادیانیوں نے احادیث اور سلف کی تفاسیر کو مداری کا پٹارا کہا ہے اور لاہوری پارٹی نے ظنی احادیث میں یعنی خبر واحد میں اپنے مجدد کے اقوال کو فیصلہ کن تسلیم کیا ہے۔

محمد علی امیر لاہوری کہتے ہیں کہ محدث شریعت میں جو وحی وہ پیش کرتا ہے قطعی ہوتی ہے، اس سے غلطی کا امکان نہیں ہوتا، اس کی وحی میں جبرائیل کا واسطہ نہیں ہوتا، کوئی فرشتہ ہوتا ہے۔ بہرکیف جبرائیل کا واسطہ ہو یا نہ ہو اس میں کوئی فرق نہیں پڑھتا جبکہ نوعیت دونوں کی حجت کے اعتبار سے ایک ہی ہو۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب ان کی تاویل سنیے:

''کیونکہ اللہ جل شانہ نے آنحضرت ﷺ کو صاحب خاتم بنایا، یعنی آپ کو افاضہ کمال کے لیے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی، اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا، یعنی آپ کی پیروی کمالاتِ نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراشتی ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کی نہیں۔''

(حقیقۃ الوحی، ص: ۹۶، مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

''اور بغیر شریعت کے نبی ہو نہیں سکتا، مگر وہی جو پہلے سے ملتی ہے پس اس بنا پر میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی۔''

(تجلیات الٰہیہ، ص: ۲۴، مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

مرزا صاحب نے جو لکھا ہے:

''ہم خادم دین اسلام ہیں اور یہی ہمارے آنے کی علت نمائی ہے، اور نبی اور رسول کے لفظ استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ہیں۔''

(مرزا صاحب کا مکتوب مرقومہ، ۲۰/ اگست ۱۸۹۹ء)

یہ سب کچھ پہلے کی بات ہے، پیچھے تو انھوں نے صاف لکھا ہے کہ ''ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔'' (دیکھو: بدر: ۵/ مارچ ۱۹۰۸ء)

اور کہتے ہیں:

''میں خدا کے حکم کے موافق ہوں اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہے اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر اس سے انکار کر سکتا ہوں؟ میں اس پر قائم ہوں اس وقت جو دنیا سے گزر جاؤں۔'' (دیکھو: خط حضرت مسیح موعود بہ طرف ایڈیٹر اخبار

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عام لاہور) یہ خط معرفت مسیح موعود نے اپنی وفات سے تین دن پہلے یعنی ۲۳؍مئی ۱۹۰۸ء کو لکھا۔ کلمۃ الفضل۔"

(مصنف بشیر احمد صاحب قادیانی، مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز، ص: ۱۱۰، نمبر: ۳، جلد: ۱۴)

"باوجود اس کے آنحضرت ﷺ خاتم النبیین اس معنی سے ہیں کہ آپ کی معرفت نبی بنتے ہیں مگر صرف ایک ہی بنا۔ آنحضرت ﷺ کے بعد صرف ایک ہی کا ہونا لازم ہے اور بہت سارے انبیاء سے خدا تعالیٰ کی بہت سی مصلحتوں اور حکمتوں میں رخنہ واقع کرتا ہے۔"

(تشحیذ الاذہان، قادیان، نمبر: ۸، جلد: ۱۲، ص: ۱۱، بابت ماہ اگست ۱۹۱۷ء)

مرزا صاحب نے صاحبِ شریعت ہونے کا دعویٰ کیا:

"یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے؟ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر و نہی بیان کیے اور اپنی امت کے لیے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت ہوگیا، میری وحی میں امر بھی ہے، اور نہی بھی، مثلاً یہ الہام "قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم ويحفظوا فروجهم ذلك أزكى لهم." یہ براہین احمدیہ میں درج ہے اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی، اور اس پر بتیس برس کی مدت بھی گزر گئی ہے، اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی، اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ إِنَّ هَٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ۝ صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ ﴾ [الأعلى: ۱۸، ۱۹]

یعنی قرآنی تعلیم تورات میں بھی ہے۔

(اربعین نمبر: ۴، ۷/۸۳ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی واسطے اپنے منکر پر فتویٰ کفر کا لگایا اور اسے اسلام سے خارج کیا:

"خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک وہ شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا ہے وہ مسلمان نہیں ہے۔"

(ارشاد مرزا غلام احمد قادیانی، مندرجہ رسالہ الذکر الحکیم نمبر: ۴، ص: ۲۴، مرتبہ ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب منقول از اخبار الفضل مورخہ ۱۵ر جنوری ۱۹۳۵ء)

"کل جو مسلمان حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے، خواہ انھوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔" (آئینہ صداقت، ص: ۳۵، مصنفہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان)

"ہمارا یہ فرض ہے کہ غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا تعالیٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں۔" (انوار خلافت، ص: ۹۰، مصنفہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان)

غیر احمدی سے نکاح:

"احمدی لڑکیوں کے نکاح غیر احمدیوں سے کرنے ناجائز ہیں، آئندہ احتیاط کی جایا کرے۔"

(ناظر امور عامہ قادیان، اخبار الفضل قادیان، جلد: ۲، نمبر: ۲۰، مورخہ ۱۴ر فروری ۱۹۱۳ء)

خلاصہ مرام:

مرزا صاحب قادیان نے نبوت کا دعویٰ کیا جو ان کو نبی نہ مانے اس کو کافر دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا، ان کے ہاں نہ ان کا جنازہ درست ہے نہ ان کو احمدی لڑکی سے نکاح جائز ہے۔

دوسری طرف مرزا صاحب کو نہ ماننے والوں کا عقیدہ:

اور ہم ثابت کر چکے ہیں کہ از روئے قرآن وحدیث اور اجماع امت اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قسم کا دعویٰ، جو غلام احمد قادیانی نے کیا ہے، باطل ہے۔ اس سے ایک الگ امت کی بنیاد پڑتی ہے، اسلام میں اس کی کسی صورت میں گنجائش نہیں۔ لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کفر ہے اور اس کا ماننے والا بھی کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ یہ مسئلہ کہ مرزائی جو مرزا کو نبی مانتے ہیں اور دوسرے مسلمان جو اس قسم کے دعویٰ کی گنجائش اسلام میں نہیں مانتے ہر دو فریق کے نزدیک الگ الگ امت ہیں، اتفاقی ہے جس پر مسلمان اور مرزائی دونوں متفق ہیں۔

مرزا صاحب کی ایک عبارت جو استفتاء ضمیمہ حقیقت الوحی مطبوعہ ۱۹۰۷ء صفحہ (۲۴) میں ہے:

"وسميت نبيا من الله على طريق المجاز لا على وجه الحقيقة."

"اور اللہ کی طرف سے میرا نام نبی رکھا گیا مجاز کے طور پر نہ کہ حقیقت کے طور پر۔"

اس عبارت سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے آخر عمر میں بھی نبی کا لفظ اپنے لیے بطور مجاز کے استعمال کیا ہے، نہ کہ حقیقت کے طور پر۔ قادیانی گروہ کی طرف سے جو یہ جواب دیا گیا ہے کہ نبوت مجازی اور حقیقی دونوں نبوت کی قسمیں ہیں۔ ٹھیک نہیں، کیونکہ اقسام میں مقسم ایک معنی کے اعتبار سے مشترک ہونا چاہیے، اگر یہاں مقسم (نبوت) کا ایسا معنی لیا جائے جو حقیقی معنی اور مجازی معنی (محدثیت) کو بھی شامل ہو تو اس صورت میں نبوت کا معنی لغوی ہوگا نہ کہ اصطلاحی، اگر لفظی اشتراک کی بنا پر تقسیم ہو تو حقیقت کی حقیقت اور ہوگی اور مجاز کی اور۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری طرف مرزا صاحب اور ان کے حواریوں نے حقیقی نبوت کے لوازمات کو مرزا صاحب کی نبوت پر چسپاں کرنے کی کوشش کی ہے، یعنی دوسرے مسلمان کافر ہیں، اہل کتاب کی طرح ان کو لڑکی کا رشتہ دینا منع ہے اور نماز جنازہ منع ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس دورنگی چال کو کسی صحیح نقطہ نظر پر لانا مشکل بلکہ محال ہے، اس واسطے دونوں گروہ اپنی اپنی جگہ مجبور ہیں، قادیانی گروہ لفظ مجازی کی تاویل کرتا ہے، یعنی غیر مستقل نبوت کو نبوت مجازی، مجاز کے طور پر کہا ہے ورنہ اصل میں وہ حقیقی نبوت ہے جیسے ان کی ان عبارات سے پتہ چلتا ہے جو گزر چکی ہیں۔ اس کی مثال اسی طرح ہے جیسے قرآن کے اطلاق کے متعلق شرح عقائد میں لکھا ہے کہ قرآن اس لفظی وجود کے لیے بھی حقیقت کے لحاظ سے مستعمل ہے، اور مشائخ نے جو یہ لکھا ہے کہ قرآن کا حقیقی مفہوم کلام نفسی ہے اور کلام لفظی پر اطلاق مجازاً ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ اصل کلام نفسی ہے اور کلام نفسی پر اطلاق دال ہونے کی بنا پر ہے جو اصل میں مجازی ہے، مگر وضع کے اعتبار سے حقیقی ہے۔ [1]

پس قادیانی گروہ کا استدلال ان عبارات سے قوی ہو جاتا ہے جن میں نبوت کے لوازمات کا ذکر کیا ہے۔ ان عبارات کے مقابلہ میں یہ ایک عبارت جو مرزا صاحب کی آخری عمر میں ان سے سرزد ہوئی ہے کچھ حقیقت نہیں رکھتی، لہٰذا اس کی تاویل کرنی چاہیے، حالانکہ لاہوری گروہ بھی ایک وقت تک قادیانیوں کے ساتھ اس اعتقاد میں متفق رہا اور خلافت کی رسہ کشی میں الگ ہوئے۔ اور مرزا صاحب کی عبارات سے جو دراصل مداری کے پٹارا کی طرح ہر قسم کی گنجائش رکھتی ہیں، ایک عبارت (جو قابل تاویل ہے) کو دستاویز بنا کر الگ

[1] شرح العقائد النسفية (ص: ٣٣)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے یہ کوئی صحیح اور قابل قدر خدمت نہیں، ہاں ایک بات ایسی ہے اگر اس کو لاہوری فریق تسلیم کرے تو ان کی بات کچھ وقعت رکھتی ہے۔

وہ یہ وجہ ہے کہ مرزا صاحب دوسرے مجتہدین کی طرح غلطی بھی کرتے تھے اور خطا پر اڑے بھی رہتے تھے، جیسے ان کی پیش گوئی کی تفسیر و توضیح سے معلوم ہوتا ہے، پس اس بنا پر مرزا صاحب نے جو مسلمانوں کی تکفیر یا ان سے رشتہ و ناطہ الگ کرنے یا نماز جنازہ نہ پڑھنے کی باتیں کی ہیں یہ ان کی اجتہادی غلطیاں ہیں ورنہ حقیقت میں مرزا صاحب کے انکار بلکہ ان کی تکفیر سے کوئی کافر نہیں ہوتا اور نماز سب مسلمانوں کی درست ہے اور رشتے ناطے سب جائز ہیں۔

اس کے خلاف مرزا صاحب نے جو لکھا ہے سب غلط اور ردی کی ٹوکری میں پھینکنے کے قابل ہے۔ اصل دین قرآن و حدیث ہے اور مرزا صاحب کا درجہ دوسرے ملہمین یا اولیاء اللہ کا ہے ان کو ماننا کوئی ضروری نہیں نہ ان کے ماننے پر نجات منحصر ہے، اور ہم نے بھی ایک مدت تک جو مرزا صاحب کے ماننے کو ضروری قرار دیا وہ ہماری اجتہادی غلطی تھی جس کو ہم ترک کر چکے ہیں۔

پھر اس صورت میں ہم لاہوری پارٹی کے دعوی کو حق بجانب خیال کریں گے اور گفتگو کے میدان میں انھی کا پلڑا بھاری ہوگا، اگرچہ حقیقت میں دونوں ایک ہی ہیں۔

بعض لاہوری اصحاب ایک غلط فہمی میں مبتلا ہیں، کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کے انکار سے تو انسان کافر نہیں ہوتا مگر ان کو کافر کہنے سے کافر ہو جاتا ہے، کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ کسی مسلمان کو اگر کوئی کافر کہے تو وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔ پس جو مسلمان مرزا صاحب کو کافر کہتے ہیں اس حدیث کی رو سے ہم ان کو کافر کہتے ہیں۔ اس غلط فہمی کی وجہ یہ ہے کہ اس حدیث کا نہ صحیح محمل سمجھا، نہ کفر کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مفہوم معلوم کیا۔ حدیث کا صحیح محمل محدثین نے بتایا ہے کہ کسی مسلمان کو مسلمان سمجھتا ہوا کافر کہے تو اس پر یہ فتویٰ چسپاں ہوتا ہے مگر دوسرے مسلمان مرزا صاحب کو ان کے ان دعاوی کی بنا پر کافر کہتے ہیں جن میں بعض دعاوی کو آپ لوگ بھی کفر خیال کرتے ہیں۔ مرزا صاحب کو مسلمان سمجھ کر غصہ کی حالت میں گالی گلوچ کی شکل میں کافر نہیں کہتے۔

امام بخاری نے اپنی کتاب میں یہ مسئلہ ذکر کیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو کسی تاویل کی بنا پر کافر کہے تو کافر نہیں ہوتا۔ آگے اس کی سند میں حدیث لائے ہیں کہ حضرت عمر نے حاطب صحابی بدری کو منافق واجب القتل کہا، مگر حضرت عمر اس سے کافر نہیں ہوئے۔[1] اسی طرح جو شخص کسی بزرگ یا ولی اللہ کو اس بنا پر کافر کہے کہ اس ولی بزرگ کی طرف سے اس کو ایسا کلمہ و کلام پہنچا ہے جس کو وہ کفر سمجھتا ہے، خواہ اس بزرگ نے وہ کلام نہ کہا ہو یا کہا ہو مگر حقیقت کے اعتبار سے کفر کا کلام نہ ہو اس نے اس کلام سے کفر سمجھا ہو تو غلط فہمی کی بنا پر اس کو کافر کہنے والے کو کافر نہیں کہہ سکتے۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ جس بزرگ کے ایمان کی شہادت کتاب و سنت میں تواتر کے ساتھ پائی جاتی ہو ایک شخص اس تواتر کے مقابلہ میں اس کو کافر کہتا ہو تو اس کے کفر میں بحث ہو سکتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث میں کفر سے مراد اس کا حقیقی معنی نہیں بلکہ اس جملہ "کفر دون کفر" میں جو کفر کا معنی ہے وہی یہاں مراد ہے، یعنی گناہ، نہ کہ کفر حقیقی جس سے انسان ملت سے خارج ہو جاتا ہے۔

پس لاہوری پارٹی جو مرزا صاحب کو کافر کہنے والوں کے متعلق اس حدیث کی رو سے کفر کا فتویٰ صادر کرتے ہیں، غلط فہمی میں مبتلا ہیں، ان کو اس مسئلہ میں

[1] صحیح البخاري (٥/ ٢٢٦٣)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظر ثانی کرنی چاہیے۔ یہ بحث تو نبوت جدیدہ کے قبول کرنے پر کفر عدم کفر بھی جس سے دو امت کی بنیاد پڑتی ہے، اس کے علاوہ بھی مرزا صاحب کے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں میں امور امتیازیہ میں جن کی بنا پر ماننے والوں پر کفر کا فتویٰ صادر کیا جاتا ہے، جس کی بنا ایک متواتر اور ضروریات کے انکار پر ہے اس قسم کا کفر اگرچہ اہل قبلہ شیعی و سنی و خوارج وغیرہ بھی ایک دوسرے پر چسپاں کرتے ہیں مگر قدیم فرقوں کی تکفیر اور مرزائی اور غیر مرزائی کی تکفیر میں فرق ہے۔ پہلی تکفیر سے دو امت کی بنیاد نہیں پڑتی، دوسری قسم سے دو امت کی بنیاد پڑتی ہے، کیونکہ قدیم فرقوں کے نزدیک مرجع دلائل صرف قرآن و حدیث ہے، باقی صرف مبلغ ہیں، اگرچہ بعض ان کی شان میں بعض وقت غلو کر جاتے ہیں، بخلاف اس نئے فرقہ کے، ان کے ہاں مرجع صرف مرزا صاحب کے اقوال ہیں، قرآن و حدیث تو ان کے نزدیک جیسے وہ کہتے ہیں: مداری کے پٹارا کی طرح ہیں۔ معاذ اللہ۔ پس اس لیے ان کے کفر اور دوسرے فرق کے کفر میں فرق ہے۔ اس کتاب میں چونکہ بحث ختم نبوت کے عقیدہ سے ہے اس واسطے اس میں دوسرے امور سے پہلو تہی کی جاتی ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد للّٰہ رب العالمین، سبحانك اللّٰهم وبحمدك أشهد أن لا إله إلا أنت أستغفرك وأتوب إليك، اللهم اغفرلي.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِيْنَ

''اے رسول ﷺ ! کہو: اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو، اگر وہ پھر جائیں

(تو کہو) کہ اللہ کافروں سے محبت نہیں کرتا۔'' (القرآن)

اِھدائے ثواب

اس میں میت کی نفع رسانی کے جائز اور ناجائز طریقے مدلل بیان کیے گئے ہیں۔ تیسرے، ساتویں، چالیسویں کے بدعت اور ناجائز ہونے کا مدلل بیان ہے۔ آیت ﴿وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى﴾ پر بحث۔

منجانب

محمد گوندلوی

گلی حسن شاہ، آبادی حاکمرائے، گوجرانوالہ

مغربی پاکستان پنجاب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

الحمد لله الذي أكمل لنا الدين، وأتم علينا النعمة، وجعلنا -الحمد لله- خير أمة، وحث على السعي المشكور، والعمل المبرور، والصلوة والسلام علىٰ رسوله محمد خاتم النبيين، وعلىٰ آله وأصحابه، ومن تبعهم من العلماء والفقهاء إلىٰ يوم الدين. أما بعد:

برادرانِ اسلام! اللہ عزوجل نے انسان کو اپنی عبادت کے لیے بنایا، عبادت کی حقیقت اور صورت سمجھانے کے لیے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا، سب سے آخر میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک روشن شریعت دے کر سلسلۂ نبوت کو ختم کر دیا۔ پہلے مذاہب اپنی اصلی صورت وشکل کھو کر ایسی صورت اختیار کر گئے تھے کہ ان سے اصلی شریعت کا پتہ لگانا مشکل ہوگیا تھا۔ وہ اسباب جن کی وجہ سے ان میں تبدیلی ہوئی ان کا اس شریعت میں بھی امکان تھا، اس لیے ان اسباب سے بالتفصیل منع کیا۔ ان کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ شریعت کو اس کے اصل منبع (کتاب وسنت) سے اخذ نہ کیا جائے بلکہ آراء وافکار کے مجموعے کو اپنا نصب العین قرار دیا جائے، کبھی کسی عالم کے غلط فتوے کو کتاب وسنت کے مقابلے میں لیا جائے، کبھی کسی صوفی کے کشف یا ذوق کو سند مانا جائے، کبھی علماء کی کثرت کو اجماع سمجھ لیا جائے۔

آج کل مسلمانوں کی اعتقادی اور عملی حالت بہت گری ہوئی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدعات اور رسوم کا بہت زور ہے۔ ان بدعات و رسوم سے مسلمانوں کی مذہبی کمزوری کے ساتھ ان کی اخلاقی اور عقلی خامی بھی ظاہر ہوتی ہے۔ توحید کی جگہ شرک، سنت کی جگہ بدعت، عمل کی جگہ مُردوں کے لیے نفع رسانی کے غیر شرعی طریقے پکڑ لیے گئے ہیں۔

اس لیے اس مختصر رسالے میں میت کی نفع رسانی کے جائز اور ناجائز طریقے دلائل کے ساتھ درج کیے گئے ہیں۔ اور رسالہ کے تین حصے کر دیے گئے ہیں: ایک مقدمہ، دوسرا مقصد، تیسرا خاتمہ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ

① بدعت کی تعریف:

ہر نیا کام جس پر شرعی دلیل نہ ہو۔ کام دو قسم کے ہیں: ایک دنیا کے، ان میں اصل یہ ہے کہ جب تک شریعت منع نہ کرے ہم مختار ہیں، جو چاہیں کریں۔ دوسرے دین کے، ان میں اصل یہ ہے کہ جب تک شریعت کسی امر کو مقرر نہ کرے وہ منع ہے۔

دلیل:

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد»[1] (مشكوة)

''جو ہمارے کام (دین) میں ایسی بات نکالے جو اس سے نہیں وہ مردود ہے۔''

② رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ شریف میں انصار کو کھجوروں کی تابیر [پیوندکاری] سے منع کیا تو پھل کم لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أنتم أعلم بأمر دنياكم»[2] (مسلم)

''تم دنیا کے کام مجھ سے بہتر جانتے ہو۔''

② بدعتِ شرعیہ:

اس کی تعریف گزر چکی ہے۔ اس کا ہر فرد گمراہی اور سیئہ ہے، کسی فرد کو

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٥٥٠) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٧١٨)

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٣٦٣)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حسنہ (نیک) نہیں کہہ سکتے۔ جن علماء نے بدعت کی تقسیم کی ہے انھوں نے بدعت کی تعریف اور طرح کی ہے۔

③ سنتِ ترکیہ:

جو کام آنحضرت ﷺ نے باوجودِ مقتضی (یعنی اس کے کرنے کی وجہ کے ہوتے ہوئے) اور عدمِ مانع (یعنی اس پر عمل نہ کرنے سے کوئی رکاوٹ نہ ہو) کے نہیں کیا، اور آپ کے بعد نئی وجہ پیدا نہیں ہوئی، نہ پہلی رکاوٹ دور ہوئی تو اس کام کا نہ کرنا بھی سنتِ نبویہ ہے، جیسے: عیدین کی اذان اور اقامت، ہر نماز کے لیے غسل، مُردوں پر قرآن خوانی۔

④ عبادت کے لیے دنوں کی تخصیص:

جب کسی دن کی تخصیص میں غیر ثابت فضیلت ظاہر ہو یا غیر ثابت فضیلت کا وہم پڑے یا کسی کام کے شرعاً مقرر ہونے کا وہم پڑے یا وہم پڑنے کا اندیشہ ہو تو یہ تخصیص منع ہے، اس لیے شرعاً جمعہ کے دن کو روزہ کے لیے اور جمعہ کی رات کو قیام کے لیے خاص کرنا منع ہے۔[1]

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۱۴٤) صحیح ابن حبان (۸/ ۳۷٦)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقصد

میت کی نفع رسانی یا میت کو نفع پہنچنے کے طریقے اور ان کے دلائل اور ان میں اختلاف کا ذکر

① دعا:

اس پر ساری امت کا اتفاق ہے کہ اگر میت کافر و مشرک نہ ہو تو اس کے لیے دعا کرنی ثابت ہے۔ قرآن کریم میں اموات کے لیے دعا کرنے کا ذکر ہے۔ جنازہ اسی لیے پڑھا جاتا ہے۔ دفن کے بعد میت کے لیے دعا کرنا ثابت ہے،[1] جنازہ کے بعد متصل دعا کرنا ثابت نہیں۔ "الاصلاح"[2] نمبر (۱) میں اس کا مفصل بیان ہے کہ دعا ایک قسم کی شفاعت ہے۔

② تسبّب کی صورت:

یعنی زندگی میں کوئی ایسا کام کر جائے کہ جس سے وفات کے بعد اس کو فائدہ پہنچے۔ مختلف احادیث کو جمع کرنے سے ان کی گنتی دس تک پہنچتی ہے:

1. علم پڑھانا۔
2. نیک بچے کی دعا۔
3. قرآن مجید چھوڑ جائے۔
4. مسجد بنائی ہو۔

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٣٢٢١) الأحاديث المختارة (١/ ٥٢٢)

[2] اس سے مؤلف رحمہ اللہ کی کتاب "الاصلاح" مراد ہے جو تین حصوں میں ہے اور ادارہ ام القریٰ گوجرانوالہ کی طرف سے بحمد اللہ طبع ہو چکی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑤ سرائے تعمیر کرائی ہو۔ ⑥ نہر جاری کی ہو۔

⑦ زندگی اور تندرستی میں صدقہ نکالا ہو۔[1]

⑧ مردہ سنت کو زندہ کیا ہو یا کسی نیک کام کو جاری کیا ہو۔

⑨ جہاد میں شہید ہو۔[2] ⑩ درخت لگایا ہو یا کھیتی بوئی ہو۔[3]

یہ امور مسلم، ابن ماجہ اور بخاری میں متفرق طور پر مذکور ہیں۔ ان میں حصر نہیں، ان کے علاوہ اور امور بھی ہو سکتے ہیں۔ مسلم کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تین چیزوں کے سوا موت کے بعد عمل بند ہو جاتے ہیں:

«إذا مات الإنسان انقطع عمله إلا من ثلاثة: إلا من صدقة جارية، أو علم ينتفع به، أو ولد صالح يدعوله»[4] (مسلم)

''جب انسان مر جائے تو اس کا عمل بند ہو جاتا ہے، صرف تین چیزیں باقی رہتی ہیں: ① صدقہ جاریہ، اس میں تسبب کی سب صورتیں داخل ہو سکتی ہیں۔ ② علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ ③ نیک بچہ جو اس کے واسطے دعا کرے۔''

---

[1] سنن ابن ماجه (٢٤٢) اسے امام منذری رحمہ اللہ نے حسن اور ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (١٠١٧) نیز دیکھیں: مسند أحمد (٣٦/ ٥٨٥، رقم الحديث: ٢٢٢٤٧) المعجم الكبير للطبراني (٨، ١٨/ ٢٠٥، ٢٥٦) یہ حدیث مجموعی طور پر حسن ہے۔ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ طبرانی رحمہ اللہ کی سند کے رجال ثقہ ہیں۔ اسے علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی حسن کہا ہے۔

[3] مسند البزار (١٣/ ٤٨٣، برقم: ٧٢٨٩) حلية الأولياء (٢/ ٣٤٤) شعب الإيمان (٣/ ٢٤٨، رقم: ٣٤٤٩) علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے۔ یہاں مؤلف رحمہ اللہ نے دس کی تعداد ذکر کی ہے، جبکہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے گیارہ اعمال شمار کیے ہیں۔ دیکھیں: الديباج شرح صحيح مسلم (٤/ ٢٢٧)

[4] صحيح مسلم، رقم الحديث (١٦٣١)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعا دراصل تسبب کی صورت نہیں، بلکہ شفاعت ہے، ضبط کے لیے اس کو تسبب کی صورتوں میں شمار کیا ہے۔ ہم نے دعا کو بھی تسبب میں ایک وجہ سے داخل کیا ہے، جیسے آگے آتا ہے۔ تسبب میں بھی سب کا اتفاق ہے۔

③ نیابت:

میت کی طرف سے نائب ہو کر کوئی کام کرے۔ اس میں تین چیزیں ہوتی ہیں: ① نائب (کام کرنے والا)۔ ② منوب عنہ (جس کی طرف سے کام کیا جائے)۔ ③ مافیہ النیابۃ (وہ کام جس میں نیابت ہو)

1. نائب کے متعلق قائلین کا اتفاق ہے کہ اس میں اس کام کی اہلیت ہو۔ احادیثِ نیابت میں یا بچے کا ذکر ہے یا ولی کا یا قریبی کا۔ جو علماء اجنبی کی طرف سے نیابت کے قائل ہیں وہ قیاس سے کام لیتے ہیں۔
2. منوب عنہ: قائلینِ نیابت کے نزدیک صرف مسلم کی طرف سے نیابت ہو سکتی ہے۔
3. مافیہ النیابۃ: نیابت کس کام میں ہوتی ہے؟ امام مالک رحمہ اللہ نیابت کو بالکل نہیں مانتے۔ امام شافعی رحمہ اللہ صرف حج میں۔ امام احمد رحمہ اللہ حج اور روزۂ نذر دونوں میں نیابت کے قائل ہیں۔ احادیثِ صحیحین (بخاری و مسلم) میں صرف دو چیزوں میں نیابت کا ذکر ہے: حج، روزہ۔[1]

ہدایہ میں ہے:

”عبادات کی چند قسمیں ہیں: مالی، جیسے زکوۃ۔ بدنی، جیسے نماز۔ مرکب، جیسے حج۔ پہلی قسم (مالی) میں نیابت مطلقاً جاری ہے۔ دوسری قسم (بدنی) میں نیابت بالکل جاری نہیں ہوتی کیونکہ اس سے مقصود

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٧٥٤، ١٨٥١) صحيح مسلم، برقم (١١٤٧)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نفس کو تھکان میں ڈالنا ہے اور یہ بات نیابت سے حاصل نہیں ہوتی، تیسری قسم (مرکب) میں جب عاجز ہو تو نیابت ہو سکتی ہے کیونکہ مال کی کمی سے مشقت حاصل ہوتی ہے۔ طاقت کے وقت نیابت جاری نہیں ہوتی کیونکہ نفس کو تھکان میں ڈالنا نیابت سے حاصل نہیں ہوتا، دائمی عجز شرط ہے۔ ظاہر مذہب یہی ہے کہ حج منوب عنہ (جس کی طرف سے کیا گیا) کا ہوگا۔ امام محمد سے روایت ہے کہ حج نائب کا ہوگا، حکم کرنے والے کو صرف خرچ کا ثواب ملے گا۔[1]

ہاں، اگر اصل (جس کی طرف سے حج کیا گیا ہے) کا امر نہ ہو تو اس صورت میں حج نائب کا ہوگا کیونکہ نیابت میں حنفیہ کے نزدیک امر شرط ہے۔

مطلوبِ شرعی کی اقسام:

موافقات میں ہے کہ مطلوبِ شرعی کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ عادی (دنیا کے کام) ۲۔ تعبدی (بندگی کے کام)

عادی کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ جن کا فائدہ صرف کرنے والے کو ملتا ہے، جیسے: کھانا، پینا، بسنا وغیرہ۔ ان میں نیابت ناممکن ہے۔

۲۔ جن کا فائدہ کرنے والے کے علاوہ دوسرے کو پہنچ سکتا ہے، جیسے: خرید و فروخت، اجارہ، خدمت، قبض، لینا دینا۔ ان میں ایک شخص دوسرے کا نائب ہو سکتا ہے۔

تعبدی کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ مالی ۲۔ بدنی ۳۔ مرکب

---

[1] الهداية (١/ ١٨٣)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرکب میں اگر بدنی عبادت کو دیکھیں تو نیابت نہیں چاہیے، اگر مالی کو دیکھیں تو نیابت ممکن معلوم ہوتی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ عادی کا فائدہ اگر صرف کرنے والے کے ساتھ مختص ہو تو نیابت نہیں ہو سکتی، ورنہ ہو سکتی ہے۔ تعبداتِ شرعیہ میں کوئی شخص دوسرے شخص کے قائم مقام نہیں ہو سکتا نہ مکلّف سے غیر کفایت کر سکتا ہے، کام کرنے والا صرف اپنے لیے کام کرتا ہے، نیت کرنے سے مکلّف کی طرف منتقل نہیں ہوتا، نہ ہبہ کرنے سے ثابت ہوتا ہے اور نہ اس سے اٹھایا جا سکتا ہے۔ نقل اور حکمت ملحوظ رکھتے ہوئے نظرِ شرعی و قطعی کا یہی فیصلہ ہے۔

اس دعوے کی صحت پر مندرجہ ذیل دلائل ہیں۔

ا۔ نصوص:

ا۔ ﴿ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرٰى ﴾ [الأنعام: ١٦٤]

''کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری جان کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔''

۲۔ ﴿ وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى ﴾ [النجم: ٣٩]

''انسان کے لیے صرف وہی چیز ہے جو اس نے کوشش کی۔''

اس مضمون کی آیات مندرجہ ذیل سورتوں میں بھی ہیں: بنی اسرائیل، نجم، انعام، فاطر، عنکبوت، قصص، انفطار، لقمان، سورۂ بقرہ وغیرہ۔ نیز وہ روایات بھی اس پر دلالت کرتی ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ امورِ آخرت میں کوئی شخص کسی کے کام نہیں آئے گا۔

۲۔ حکمتِ عبادات:

عبادت سے مقصود اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی اور اس کی طرف توجہ اور اس کے آگے ذلیل ہونا، اس کے حکم کے تابع ہونا اور دل کو اس کے ذکر کے ساتھ آباد کرنا ہے تاکہ انسان دل اور باقی اعضاء کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حاضر،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا مراقب اور اس سے غافل نہ ہو، اس کی رضا مندی اور اس کے قرب میں کوشش کرے۔ نیابت اس مقصود کے منافی اور اس کی ضد ہے کیونکہ نیابت کی صورت میں بندہ بندہ نہ ہوا، نہ جس سے خضوع اور توجہ کا مطالبہ تھا اس کو توجہ اور خضوع حاصل ہوا۔ اس صورت میں تو نائب ہی کو خضوع اور توجہ کے ساتھ موصوف ماننا پڑے گا کیونکہ توجہ اور خضوع وغیرہ صفاتِ عبودیت کے ساتھ متصف ہونے کو کہتے ہیں، کسی وصف کے ساتھ متصف ہونا نہ متصف سے تجاوز کرسکتا ہے نہ اس سے منتقل ہوسکتا ہے۔

نیابت کا مطلب یہ ہے کہ جس کی طرف سے نیابت ہے وہ نائب کی طرح ہوجائے، نائب کا وصف اس کی جانب منتقل ہوجائے، جیسے تصرفاتِ مالیہ میں یہ بات ہوسکتی ہے، عبادات میں نہیں ہوسکتی ادائے قرض میں نائب جب مقروض کی جگہ کھڑا ہوکر اس کا قرض ادا کرتا ہے تو مقروض اس بات کے ساتھ متصف ہوجاتا ہے کہ اس نے اپنا قرض ادا کر دیا، اب قرض خواہ دوبارہ اس سے مطالبہ نہیں کر سکتا۔ اور عبادات میں اس قسم کا تصرف نہیں ہوسکتا جب تک منوب عنہ نائب کی طرح متصف نہ ہو نیابت نہیں ہوسکتی۔ پس نیابت کی یہاں کوئی صورت نہیں۔

۴۔ اگر عباداتِ بدنیہ میں نیابت درست ہو تو اعمالِ قلبیہ میں بھی نیابت درست ہونی چاہیے، جیسے: ایمان، صبر، شکر، رضا، توکل، خوف، رجا وغیرہ۔ تو پھر کوئی شے فرضِ عین نہ ہوگی کیونکہ یہاں نیابت ہوسکتی ہے، پس ہر امر ابتداءِ عمل اور استنابت میں دائر ہوگا۔ اس طرح چاہیے کہ نیابت ایسے عادیات میں بھی درست ہو جن کا ثمرہ صرف عامل کو پہنچتا ہے، جیسے: کھانا پینا، جماع، لباس وغیرہ۔ اسی طرح حدود و قیاس اور تعزیر وغیرہ میں بالاتفاق نیابت باطل ہے، اسی طرح تعبدات میں بھی باطل ہونی چاہیے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ وجہ اس کی یہی ہے کہ ان احکام کی حکمتیں صرف عامل کے ساتھ مختص ہوتی ہیں۔ آیاتِ قرآن، جن کا ذکر پہلے آچکا ہے، وہ عام ہیں۔ ان میں تخصیص کا احتمال نہیں کیونکہ یہ محکم ہیں، مکہ میں ان کا نزول کفار پر حجت قائم کرنے، ان کے دعوے کو باطل کرنے اور ان کے اعتقادِ حمل ونقل کو رد کرنے کے لیے ہوا۔ اگر ان میں خصوص کا احتمال ہوتا تو نہ ان پر حجت قائم ہوتی نہ ان کا رد ہوتا۔ مکی عمومات میں غور کرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ تخصیص و نسخ اور دیگر امورِ معارضہ سے خالی ہوتی ہیں، عقل مند کو چاہیے کہ کلیات میں ان پر اعتماد کرے اور ان سے منحرف نہ ہو۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان اَدلّہ کے خلاف دوسری اَدلّہ

دلیلِ اول:

وہ نصوص جن سے ایک کا دوسرے کے قائم مقام ہونا ثابت ہے:

۱۔ وہ حدیثیں جن میں میت کو زندہ کے رونے سے عذاب کا ذکر ہے۔[1]

۲۔ تسبب کی صورتیں۔ ۳۔ دعا۔

۴۔ قرآن کریم میں ہے: ایمان والوں کی وہ اولاد جو ایمان میں ان کی پیروی کرے گی وہ ان کے ساتھ ہوگی۔[2]

۵۔ حج میں نیابت، صوم میں نیابت۔[3]

دلیلِ دوم:

صدقہ غیر سے درست ہے اور یہ عبادت ہے کیونکہ صدقہ تب ہی ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کے لیے اس کے حکم کی تعمیل کے لیے ہو۔

دلیلِ سوم:

عصبہ قتلِ خطا میں دیت اٹھاتے ہیں۔ اس طرح بعض کے نزدیک امام مقتدی سے قیام اور قراءت اٹھاتا ہے۔

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٢٢٨) صحيح مسلم، رقم الحديث (٩٢٧)

[2] [الطور: ٢١]

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٧٥٤، ١٨٥١) صحيح مسلم، برقم (١١٤٧)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلیلِ چہارم:

بعض اعمالِ بدنیہ میں، عبادات کے علاوہ، نیابت درست ہے۔ اسی طرح بعض بدنی عبادات میں، اگرچہ فرضِ عین ہوں، اسی طرح مالی عبادات میں بھی مکلف اپنی جگہ دوسرے کو نائب کر سکتا ہے۔ جہاد عبادت ہے، اس میں نیابت درست ہے۔

دلیلِ پنجم:

اعمالِ تکلیفیہ کا انجام یہی ہے کہ انسان کو ان پر جزا ملے۔ انسان کو کبھی غیر عمل پر بھی جزا ملتی ہے، جیسے: ۱۔ مصیبتیں۔ ۲۔ نیت۔

مصیبتیں کفارہ بنتی ہیں، نیت سے اجر ملتا ہے۔

جواب:

ہمارا کلام ایسی عبادات کی نیابت میں ہو رہا ہے جو اللہ کے قرب اور توجہ کا باعث ہوں۔

۱۔ صدقہ میں نیابت صرف دینے میں ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ نائب کی نیت کا اعتبار نہیں ہوتا۔

۲۔ دعا میں نیابت نہیں، وہ صرف شفاعت ہے۔

۳۔ جہاد ان عبادات میں داخل نہیں جن کی حکمت معلوم نہ ہو یا جن کی حکمت نیابت میں مقصود ہو۔

۴۔ مصائب کا مسئلہ نیابت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔

۵۔ نیت کا مسئلہ بھی نیابت والا نہیں بلکہ عملِ قلیل پر جزائے کثیر ملنے کی صورت ہے۔

۶۔ میت کو زندہ کے رونے سے عذاب ہونا تسبب کی صورت میں داخل ہے۔

۷۔ تسبب کی صورت میں اجر عامل ہی کو ملتا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸۔ اولاد انسان کے کسب سے ہے تو بچے کو والد کے ساتھ ملانا اصل میں والد کے لیے ہے۔

۹۔ احادیثِ صوم میں اضطراب ہے۔ بخاری و مسلم نے اس پر تنبیہ کی ہے۔ اور نذرِ صوم والی روایت صرف عبداللہ بن عباس سے مروی ہے، ان کا فتویٰ اس کے خلاف ہے۔ فرماتے ہیں:

«لا يصوم أحد عن أحد» [1]

''کوئی شخص دوسرے شخص کی طرف سے روزہ نہ رکھے۔''

طحاوی نے کہا ہے کہ حدیث «صام عنه وليه» (اس کا ولی اس کی طرف سے روزہ رکھے) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ ان کا عمل[2] اور فتویٰ اس کے خلاف ہے۔[3]

باوجود اس کے یہ حدیثیں اصلِ قطعی (یعنی آیاتِ قرآنیہ) کے خلاف ہیں۔

۱۰۔ علماء کے یہاں تین گروہ ہیں:

۱۔ امام احمد سب احادیثِ صحیحہ کو قبول کرتے ہیں۔

۲۔ امام شافعی صرف حج والی حدیث کو قبول کرتے ہیں، روزے والی حدیث کو

---

[1] السنن الكبرى للنسائي (٢/ ١٧٥، رقم: ٢٩١٨) اسے حافظ ابن حجر اور ترکمانی رحمہما اللہ نے صحیح کہا ہے۔ الدراية (١/ ٢٨٣، رقم: ٣٧٥) الجوهر النقي (٤/ ٢٥٧)

[2] راوی اگر حدیث کی مخالفت بوجہ اجتہاد کرے تو اس حدیث سے استدلال کرنا اتفاقاً باطل نہیں ہوتا، اگر عمل کی وجہ معلوم نہ ہو تو اس میں اختلاف ہے۔ راجح یہی ہے کہ حدیث پر عمل کیا جائے گا، راوی کے عمل کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ [مؤلف]

[3] مشكل الآثار: باب بيان مشكل ما روي عن رسول الله ﷺ في الواجب فيمن مات وعليه صيام (٣/ ٤٠٨)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبول نہیں کرتے۔

۴۔ امام مالک سب کو رد کرتے ہیں۔

نماز میں ان سب ائمہ کا اتفاق ہے کہ نیابت نہیں، حالانکہ حج میں دو رکعتیں ہوتی ہیں، اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ طواف میں نماز حج کے تابع ہوتی ہے۔

۱۱۔ بعض علماء نے ان احادیث کا یہ جواب دیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا یہ طریقہ ہے کہ کسی کو فعلِ خیر سے منع نہ کریں کیونکہ حج وصوم کے متعلق کرنے کا سوال ہوا، اس لیے آپ نے منع نہ کیا۔

۱۲۔ ممکن ہے کہ یہ احادیث ان لوگوں کے لیے ہوں جنھوں نے حج کا حکم یا وصیت کی ہو یا ان کی کوئی کوشش ہو، اس صورت میں احادیث آیاتِ قرآنیہ کے موافق ہوں گی۔

۱۳۔ «صام عنه وليه» (ولی اس سے روزہ رکھے) کا یہ مطلب ہے کہ ولی اس کی طرف سے صدقہ کرے۔ [1]

۱۴۔ یہ احادیث باوجود قلت کے اصلِ قطعی کے معارض ہیں، تواتر لفظی اور معنوی کو نہیں پہنچیں۔ امام مالک رحمہ اللہ اور ابوحنیفہ کا یہی مذہب ہے۔ [2]

میں کہتا ہوں: بعض محققین نے ان احادیث کی، جو میت کی طرف سے عمل اور صدقہ کرنے میں وارد ہوئی ہیں، ایسی توجیہ کی ہے جس سے یہ احادیث قاعدۂ قطعیہ کے خلاف نہیں بنتیں۔ قاعدۂ قطعیہ کا اقتضا یہ ہے کہ عاداتِ محضہ کی

---

[1] یہ معنی ظاہر حدیث کے خلاف ہے، اگر ولی سے بچہ مراد لیا جائے تو بہتر ہے۔ [مؤلف]

[2] مدنی مغربی امام مالک رحمہ اللہ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ خبر قاعدہ پر مقدم ہوتی ہے۔ بغدادی روایت کرتے ہیں کہ قاعدہ خبر پر مقدم ہوتا ہے۔ مصنف نے ابن العربی سے نقل کیا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ کا مشہور قول، جو اعتقاد کے قابل ہے، یہ ہے: جو حدیث قاعدے کے معارض ہو، اگر دوسرا قاعدہ اس کو قوت دے تو قبول ہوگی ورنہ نہیں۔ [مؤلف]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غرض (خضوع، توجہ الی اللہ اور تزکیۂ نفس) چونکہ نیابت سے حاصل نہیں ہوتی اس لیے نیابت درست نہیں ہوئی مگر بعض عبادات میں نیابت کی صحت کسی اور وجہ سے ہے۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"والسر في ذلك شيئان: أحدهما راجع إلى الميت، فإن كثيرا من النفوس المفارقة أجسادها تدرك أن وظيفة من الوظائف التي يجب عليها، وتوأخذ بتركها فاتت منها فتتألم، ويفتح ذلك بابا من الوحشة، فكان الحدب على مثله أن يقوم أقرب الناس منه وأولاهم به، فيعمل عمله على قصد أن يقع عنه، فإن همته تلك تفيد كما في القرابين، أويفعل فعلاً آخر مثله، وكذلك حال من مات، و قد أجمع علىٰ صدقة تصدق عنه وليه ...... والثاني: راجع إلى الملة، وهو التأكيد البالغ، ليعلموا أن الصوم لا يسقط بحال."

(حجة الله البالغة: ۲/ ٤٠)

"اس میں دو بھید ہیں: ایک کا تعلق میت کے ساتھ ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ بہت سی ارواح پر شفقت کا اقتضا یہی ہے کہ جو اپنے بدنوں کو چھوڑ دیتی ہیں، جب اس بات کا خیال کرتی ہیں کہ فرضی چیزوں سے، جن کے چھوڑنے پر مواخذہ ہوتا ہے، کوئی چیز فوت ہو چکی ہے تو اس وقت ان کو تکلیف ہوتی ہے اور نہایت درجہ کی وحشت ان کو لاحق ہوتی ہے، ایسی ارواح پر شفقت کا اقتضا یہی ہے کہ جو ان کا زیادہ نزدیکی ہو وہ ان سے نائب ہو کر ادا کرے، اس کی ہمت کا فائدہ ہوگا۔ اس طرح جو صدقے کا پختہ ارادہ کر کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مر جائے اس سے اس کا ولی صدقہ کرے۔ دوسرا بھید، جس کا تعلق ملت کے ساتھ ہے، وہ یہ ہے کہ لوگوں کو کمال درجہ کی تاکید معلوم ہو اور یہ سمجھیں کہ روزہ کسی حالت میں بھی نہیں گرتا۔"

شاہ ولی اللہ صاحب نے نیابت کی پہلی وجہ یہ بیان کی ہے کہ روح کو جو ضروری امور میں کوتاہی کے علم کی وجہ سے وحشت اور تکلیف لاحق ہوتی ہے وہ دور ہو جائے۔ یہ نیابت اس لیے نہیں کہ میت کو خضوع اور خشوع یا توجہ الی اللہ یا عبودیت کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن امور میں نیابت کا ذکر آیا ہے وہ ایسے ہیں جن میں کوتاہی عام طور پر ہو جاتی ہے، کیونکہ فرائض دو قسم پر ہیں: موقت و غیر موقت۔ غیر موقت کی مثال حج، قضا رمضان اور نذرِ غیر معین۔ ان چیزوں میں عام طور پر کوتاہی ہو جاتی ہے، اگر ترک کا ارادہ نہ کرے تو ممکن ہے نفسِ ترک پر کوئی اتنا گناہ نہ ہو کیونکہ ان کا وقت معین نہیں، مگر ادراک ترکِ فعل پر جو وحشت لاحق ہوتی ہے وہ صرف نفس کا ایک فطرتی کام ہے، اس کے لیے شریعت نے جو دنیوی امور میں سلسلۂ اسباب و مسببات جاری ہے اس کا لحاظ رکھا ہے، یعنی جیسے وہ وحشت اور تنگی علم کی بنا پر لاحق ہوتی ہے اس طرح وہ ولی کے فعل سے دور ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے حقوق کو قرض کے ساتھ تشبیہ دی ہے، اور ان امور میں نیابت وارد ہے جو میت پر لازم تھے اور ان کے لیے وقت معین نہ تھا، یا اس نے اس کے کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا تھا۔ دوسری بات یہ بیان کی ہے کہ اس کے لزوم کی تاکید زیادہ ہو، اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ غیر لازم امور میں نیابت کی کوئی صورت نہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احادیثِ نیابت

ا۔نذرِ حج کی حدیث:

صحیح بخاری میں عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ جہینہ قبیلہ کی ایک عورت نبی ﷺ کے پاس آئی، اس نے کہا: میری ماں نے حج کی نذر مانی اور حج کرنے کے بغیر مرگئی۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ فرمایا:

''کرو۔ بھلا بتاؤ اگر تیری ماں پر قرض ہوتا تو تُو ادا کرتی؟ اللہ کا حق ادا کرو، اللہ تعالیٰ وفا کا زیادہ مستحق ہے۔''[1]

ایک روایت میں ہے: میری ماں فوت ہوگئی ہے اور اس پر ایک ماہ کے روزے ہیں۔[2] مسلم میں روزے اور حج دونوں کا ذکر ہے۔[3]

بخاری کی روایت میں ہے: ایک آدمی نے کہا: میری ہمشیرہ نے حج کی نذر مانی اور وہ فوت ہوگئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''اگر اس پر قرض ہوتا تو تُو ادا کرتا؟ کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے قرض کو ادا کرو، وہ اس کا زیادہ مستحق ہے۔''[4]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں کہا ہے:

''اگر اخت کا لفظ محفوظ ہو تو ہوسکتا ہے کہ بھائی نے اپنی ہمشیرہ اور لڑکی نے والدہ کے متعلق پوچھا ہو۔''[5]

حافظ کے اس کلام سے ہمشیرہ والی روایت میں تردد اور ام، یعنی ماں کا لفظ زیادہ راجح معلوم ہوتا ہے۔

---

1. صحيح البخاري، رقم الحديث (١٧٥٤)
2. صحيح البخاري، رقم الحديث (١٨٥٢) صحيح مسلم، برقم (١١٤٨)
3. صحيح مسلم، رقم الحديث (١١٤٩)
4. صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٣٢١)
5. فتح الباري (٤/ ١٦٥)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زندہ عاجز سے حج میں نیابت:

۲۔ بخاری میں ہے:

''ایک عورت نے کہا: میرے باپ پر حج فرض ہے، وہ سواری پر ٹھہر نہیں سکتا، کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ فرمایا: ہاں۔''[1]

۳۔ ابو داود میں ہے کہ حضور نے ایک آدمی سے سنا، وہ کہہ رہا تھا: یا اللہ! میں شبرمہ کی طرف سے حاضر ہوں۔ فرمایا: ''شبرمہ کون ہے؟ اس نے کہا: میرا بھائی ہے یا نزدیکی رشتہ دار۔ فرمایا: ''تو نے اپنا حج ادا کیا ہے؟'' اس نے کہا: نہیں۔ فرمایا: ''پہلے اپنا حج ادا کرو، پھر شبرمہ کا۔''[2]

حافظ کہتے ہیں: ابن حبان نے اس کو صحیح کہا ہے۔ احمد کے نزدیک اس کے موقوف ہونے کو ترجیح ہے۔ ابن منذر نے کہا: اس کا رفع ثابت نہیں۔[3]

نیز اس حدیث کی سند میں عزرہ ہے۔ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں کہا ہے کہ نسائی نے کہا: جس عزرہ سے قتادہ روایت کرتا ہے وہ قوی نہیں۔[4] حافظ نے تلخیص میں کہا ہے: اس حدیث میں عزرہ بن عبدالرحمٰن ہے۔ علی بن مدینی و یحییٰ بن معین وغیرہ نے اس کو ثقہ کہا ہے۔[5]

۴۔ بخاری میں عبداللہ بن عباس سے ہے، فرمایا: ایک آدمی نبی ﷺ کے

---

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث (١٤٤٢) صحیح مسلم، برقم (١٣٣٤)

[2] سنن أبي داود، رقم الحدیث (١٨١١) سنن ابن ماجه، رقم الحدیث (٢٩٠٣) اسے امام ابن خزیمہ، ابن حبان، ابن الجارود اور بیہقی رحمہم اللہ نے صحیح کہا ہے۔ حافظ ابن الملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کی سند شرط مسلم پر صحیح ہے۔ البدر المنیر (٦/ ٤٦)

[3] تلخیص الحبیر (٢/ ٤٨٩، رقم الحدیث: ٩٥٨)

[4] تهذیب التهذیب (٧/ ١٧٢) رقم الترجمه (٣٦٦)

[5] تلخیص الحبیر (٢/ ٤٨٩، رقم الحدیث: ٩٥٨)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاس آیا، اس نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میری ماں فوت ہوگئی ہے اور اس پر ایک ماہ کے روزے ہیں، میں اس کی طرف سے قضا ادا کر دوں؟ فرمایا: ہاں۔[1]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو مر جائے اور اس پر روزے ہوں، اس کا ولی اس سے روزے رکھے۔''[2]

فتح الباری میں ہے:

''بعض اہلِ ظاہر وجوب کے قائل ہیں، اہل حدیث کا یہی مسلک ہے، میت کی طرف سے روزے رکھے جا سکتے ہیں۔ امام مالک، امام شافعی اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میت کی طرف سے روزے نہ رکھے جائیں۔ لیث، احمد اور اسحاق فرماتے ہیں: صرف نذر کے روزے رکھے جائیں۔''[3]

فائدہ:

ولی کے متعلق اختلاف ہے، بعض نے ہر قریبی مراد لیا ہے اور بعض نے وارث کا قصد کیا ہے، بعض نے عصبہ کا۔ حافظ نے کہا: اول احتمال زیادہ راجح ہے، دوسرا کچھ قریب ہے۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ ولی ہی کے ساتھ نیابت مخصوص ہے یا اجنبی بھی نائب ہوسکتا ہے؟ عبادتِ بدنیہ میں چونکہ اصل عدمِ نیابت ہے اس لیے زندگی میں نیابت جائز نہیں، اسی طرح وفات کے بعد۔ اب جہاں دلیل وارد ہے وہاں ہی اس کو سمجھنا چاہیے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: یہی امر راجح ہے۔[4] امام بخاری نے عام لکھا ہے۔ قرض کے ساتھ تشبیہ سے اس کی

---

1. صحيح البخاري، رقم الحديث (١٨٥٢) صحيح مسلم، برقم (١١٤٨)
2. صحيح البخاري، رقم الحديث (١٧٥٤، ١٨٥١) صحيح مسلم، برقم (١١٤٧)
3. فتح الباري (٤/ ١٩٣)
4. فتح الباري (٤/ ١٩٤)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقویت ہوتی ہے۔

بعض علماء کا یہ مذہب ہے کہ صرف بچے کے ساتھ مخصوص ہے۔ ابن وہب اور مصعب (مالک کے اصحاب) اس طرف گئے ہیں۔[1] حنفیہ اور مالکیہ نے کہا ہے: اگر میت وصیت کرے تو مالی نذر کا فرض ادا ہوتا ہے ورنہ نہیں۔ بخاری میں ہے: عبداللہ بن عمر نے ایک عورت کو، جس کی ماں نے قباء میں نماز پڑھنے کی نذر مانی تھی، حکم دیا: تُو اس کی طرف سے نماز پڑھ۔ اسی طرح عبداللہ بن عباس نے کہا ہے۔[2] ابن منیر نے کہا ہے کہ عبداللہ بن عمر نے اس فرمان کو ملحوظ رکھا ہے جو آپ نے فرمایا ہے: جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کا عمل، سوائے تین کے، منقطع ہوجاتا ہے، ان تین میں سے ایک بچہ بھی ہے۔ اور بچہ انسان کے کسب سے ہے، اس کے نیک اعمال والد کے لیے لکھے جاتے ہیں۔ اس کی طرف سے نماز پڑھنے کا یہ مطلب ہے کہ تم خود نماز پڑھو، اور تمھاری نماز اس کے لیے لکھی جائے گی، اگرچہ تم نیت اپنی طرف سے کرو۔ حافظ کہتے ہیں: یہ تکلف ہے۔[3]

فتح الباری میں ہے: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح مروی ہے: «لا يحجّ أحدٌ عن أحدٍ» (کوئی شخص کسی سے حج نہ کرے) سعید بن منصور نے اس کو روایت کیا ہے۔[4] عبدالرزاق نے عبداللہ بن عباس سے روایت کیا ہے: «لا

---

[1] فتح الباري (١١/ ٥٨٤)

[2] صحيح البخاري، كتاب الأيمان والنذور، باب من مات وعليه نذر۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے معلق بصیغۂ جزم بیان کیا ہے، اور موصولاً ابن عباس کا فتویٰ موطأ امام مالک (۱۰۰۸) اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔ (۳/ ۱۱۳، رقم الحدیث: ۱۲۵۹۸) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ فتح الباري (١١/ ٥٨٤)

[3] فتح الباري (١١/ ٥٨٤)

[4] سنن سعید بن منصور کے مطبوعہ نسخہ میں یہ روایت نہیں ملی، البتہ صحیح سند کے ساتھ مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ روایت موجود ہے۔ (٣/ ٨٦٠، رقم الحديث ١٥٣٥٣)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يصوم أحد عن أحد» [1] (کوئی کسی سے روزہ نہ رکھے)۔

موطأ امام مالک میں ابن عمر سے مروی ہے:

[2] «لا يصلي أحد عن أحد، ولا يصوم أحد عن أحد»

''نہ کوئی کسی کی طرف سے نماز پڑھے اور نہ روزہ رکھے۔''

عبدالملک نے دو مرسل سندوں سے روایت کیا ہے:

«حج عنه وليس لأحد بعدك»

''حج کرو، اور تیرے بعد کسی کو اجازت نہیں۔''

حافظ کہتے ہیں دونوں سندیں ضعیف ہیں۔[3] عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے: «حج عن أبيك، فإن لم يزده خيراً لم يزده شراً» [4] (اپنے باپ سے حج کرو، اگر اس کو فائدہ نہ دے گا تو تکلیف بھی نہ دے گا) حافظ کہتے ہیں: یہ روایت شاذ ہے۔[5] نیل الاوطار میں ہے کہ امام نووی نے شرح مسلم میں اس

---

1. السنن الكبرى للنسائي (٢/ ١٧٥، رقم: ٢٩١٨) اسے حافظ ابن حجر اور ترکمانی رحمہما اللہ نے صحیح کہا ہے۔ الدراية (١/ ٢٨٣، رقم: ٣٧٥) الجوهر النقي (٤/ ٢٥٧)
2. موطأ إمام مالك، رقم الحديث (٦٦٩) یہ امام مالک رحمہ اللہ کے بلاغات میں سے ہے جسے ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق وغیرہ نے موصولاً بیان کیا ہے۔ مصنف ابن أبي شيبة (٣/ ٣٨٠، برقم: ١٥١٢٢) مصنف عبد الرزاق (٩/ ٦١، برقم: ١٦٣٤٦)
3. فتح الباري (٤/ ٦٩)
4. سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٢٩٠٤) امام بوصیری رحمہ اللہ اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ مصباح الزجاجة (٣/ ١٨٥)
5. حدیث کا پہلا حصہ "حج عن أبيك" صحیح ہے، اور اسے امام ابن خزیمہ اور ابن حبان وغیرہ نے صحیح کہا ہے، البتہ دوسرے ٹکڑے کے بارے میں ابن عبدالبر کہتے ہیں: ''اہل علم نے اسے منکر کہا ہے۔'' (التمهيد: ٩/ ١٢٩) علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ اگر منکر نہیں تو کم از کم شاذ ہے۔ (الضعيفة: ١٢/ ٩٣٩، رقم الحديث: ٥٩٦٧)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ دعا میت کو پہنچتی ہے، اسی طرح صدقے کے متعلق لکھا ہے کہ اس کا ثواب پہنچتا ہے، بچے کی خصوصیت صرف فرض کی ادائیگی میں ہے، اس پر اجماع نقل کیا ہے۔[1] صحیح یہ ہے کہ صدقہ صرف بچے کا پہنچتا ہے، اس طرح حج اولاد اور غیر اولاد سے پہنچتا ہے، آزاد کرنا اولاد کا والد کی طرف سے مفید ہے، اسی طرح بچہ اگر والدین کی طرف سے نماز پڑھے یا روزہ رکھے تو جائز ہے، روزہ ولی کی طرف سے ہوسکتا ہے۔ ادلہ کو دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بچے کی طرف سے نماز اور روزہ میں والدین کی نیابت ہوسکتی ہے، نماز سے مراد نفلی نماز ہوگی، اور روزہ عام ہے، فرض ہو یا نفل، مگر فرض میں نیابت زیادہ مؤکد ہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ فرض سے مراد وہ فرض ہے جو غیر معین ہو، جیسے: قضا یا نذرِ غیر معین۔ اسی طرح اگر بچہ والدین کی طرف سے ان کی وصیت یا بدونِ وصیت کے حج کرے تو جائز ہے، اسی طرح اگر والدہ یا والد نے صدقہ دینے کا پختہ ارادہ کر لیا ہو اور فوت ہوگئے ہیں تو اولاد کو ان کی طرف سے صدقہ دینا چاہیے۔ حج بچے کے سوا دوسرے کی طرف سے ہوسکتا ہے، بھائی یا اور کوئی قریبی۔ نماز فرضی پنج وقتی، روزہ رمضان میں نیابت وارد نہیں ہوئی۔

اب جو آثار نماز و روزہ میں نیابت کی نفی کرتے ہیں کہ ان میں نیابت نہیں، ان سے فرضی پانچ وقتی اور فرضی روزہ رمضان وغیرہ یا نذر مراد لینی چاہیے۔ اس طرح جن آثار میں یہ وارد ہوا ہے کہ حج میں نیابت نہیں ان کا یہ مطلب ہے کہ جب اصل کر سکے تو اس میں نیابت نہیں ہوسکتی۔ یاد رکھنا چاہیے کہ مسئلہ نیابت بعض کے نزدیک غیر منقح ہے، اس لیے انھوں نے اِہدا اور نیابت میں فرق نہیں کیا، حالانکہ اِہدا اور نیابت میں فرق ہے۔

---

[1] نيل الأوطار (٤/ ١٤١) نیز دیکھیں: شرح النووي علی مسلم (١١/ ٨٥)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حنفیہ عباداتِ بدنیہ میں نیابت کے قائل نہیں، مالی اور مرکب میں بشرطِ وصیت یا حکم نیابت کے قائل ہیں، اس شرط کے سوا اور کسی جگہ وہ نیابت کے قائل نہیں۔ جن لوگوں نے حدیث ﴿إذا مات الإنسان انقطع عمله﴾ [1] (جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل سوائے تین چیزوں کے منقطع ہوجاتا ہے) اور آیت ﴿وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى﴾ [النجم: ۳۹] (انسان کے لیے صرف اس کی کوشش ہے) کو عام رکھا اور باقی ادلہ کو انھی کی طرف لوٹانے کی کوشش کی تو انھوں نے، سوائے اولاد کے، نیابت کو جائز نہیں سمجھا، اور اولاد کو انسان کی سعی میں داخل کر کے آیت کی مخالفت سے بچے، ہمشیرہ والی حدیث کو مرجوح اور شبرمہ والی روایت کے موقوف ہونے کو ترجیح دے کر استدلال کے قابل نہیں سمجھا، ان کے نزدیک نیابت کا وجود ہی نہیں، جیسے مالکیہ جنھوں نے الفاظِ حدیث کو دیکھ کر آیت اور حدیث کی تخصیص کی، انھوں نے نیل والا راستہ پسند کیا ہے۔ جن لوگوں نے قیاس کو لیا انھوں نے اجنبی کے لیے نیابت ثابت کی، مگر مطلقاً ہر عمل میں اور ہر شخص سے ہر حالت میں (زندگی ہو یا موت) نیابت کا کوئی قائل نہیں، ہر شخص نیابت کو خاص جگہ ہی مانتا ہے۔ اسہل طریقہ امام شوکانی رحمہ اللہ کا ہے مگر بچے کے عمل کے متعلق (بلا وصیت وتسبب وخیال وصیت کے) یہ خیال رکھنا کہ والدین کو پہنچتا ہے اس پر بھی کوئی صحیح دلیل نہیں ہے۔

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (١٦٣١)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِهدائے ثواب

نیابت اور اِہدا میں فرق:

نیابت میں عامل اپنے آپ کو دوسرے شخص کے قائم مقام قرار دیتا ہے، جیسے حج میں اگر نائب ہو تو یہ کہتا ہے کہ یا اللہ! میں فلاں شخص کی طرف سے حاضر ہوں، یا دل ہی سے یہ خیال رکھے کہ میں فلاں کی طرف سے حج کر رہا ہوں۔ اِہدائے ثواب کی صورت یہ ہے کہ حج اپنی طرف سے کرے اور بعد میں اللہ تعالیٰ کو کہے: یا اللہ! میرے اس حج کا ثواب فلاں شخص کو دینا، اسی طرح نماز پڑھے اور بعد میں کہے کہ اس نماز کا ثواب فلاں شخص کو پہنچے۔ اس کے بعد یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اِہدائے ثواب میں حنفیہ عموم کے قائل ہیں، یعنی عبادتِ بدنی، مالی، مرکب سب میں کہتے ہیں کہ ان کا ثواب عامل جس کو چاہے دے سکتا ہے:

"الأصل في هذا الباب: أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلوة، أو صوما، أو صدقةً، أو غيرها عند أهل السنة والجماعة؛ لما روي عن النبي ـ عليه الصلاة والسلام ـ أنه ضحىٰ بكبشين أملحين، أحدهما عن نفسه والآخر عن أمته."

(هدايه مجتبائي: ١/ ٢٧٦)

"اصل اس باب میں یہ ہے کہ انسان کو جائز ہے کہ اپنے عمل کا ثواب (خواہ نماز ہو یا روزہ یا صدقہ وغیرہ) غیر کو دے، اس پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ نبی ﷺ نے دو مینڈھے ذبح کیے: ایک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی طرف سے اور ایک اپنی امت کی طرف سے۔"

اس جگہ حاشیے میں لکھا ہے کہ صاحبِ کتاب کا یہ مطلب نہیں جو مخالف ہو وہ اہلِ سنت سے خارج ہے کیونکہ امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ عباداتِ محضہ بدنیہ میں، جیسے: نماز، روزہ ہے، وصولِ ثواب کے قائل نہیں بلکہ یہ مطلب ہے کہ ہمارے اصحاب کی اتباع میں اتنا کمال ہے جو دوسروں میں نہیں۔

تنبیہ:

عبادتِ مالی میں جب شروع میں ایصالِ ثواب کی نیت منضم ہو جائے تو اس صورت میں نیابت اور ایصالِ ثواب میں فرق واضح نہیں رہتا۔ ہاں، جب وقتِ عبادت نیتِ ایصال نہ ہو فراغت کے بعد ثواب منتقل کرانا چاہے تو ایصالِ ثواب کی یہ صورت نیابت سے الگ ہو جاتی ہے، پہلی صورت میں بھی کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہوتا ہے۔ مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ "إیضاح الحق الصریح في أحکام المیت والضریح" میں بدعاتِ حقیقیہ کی مثالوں میں فرماتے ہیں:

"ہبہ ثواب عباداتِ احیاء برائے اموات بخلاف نیابت در عبادات مالیہ کہ آں ثابت الاصل است"[1]

"زندوں کا مردوں کو عبادات کا ثواب بخشنا بدعتِ حقیقیہ ہے، بخلاف نیابت کے مالی عبادات میں کہ وہ اصل میں صحیح ہے۔"

صراطِ مستقیم میں جو ہبۂ ثواب کے جواز کی صورت معلوم ہوتی ہے وہ مولانا کی عبارت نہیں بلکہ ان کے پیر سید احمد صاحب کی کتاب کی ہے، صرف کتابت ان کی ہے۔ ان کا مذہب وہی ہے جو ایضاح الحق میں بیان ہوا ہے۔ ممکن ہے کہ ان کا پہلے یہی خیال ہو کہ ہبۂ ثواب جائز ہے، بعد میں رائے بدل گئی ہو۔

[1] إیضاح الحق الصریح في أحکام المیت والضریح للعلامة محمد إسماعیل الدهلوي (ص: ٣٩) مطبع فاروقی دهلی.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاہ ولی اللہ خیر کثیر (ص: ۱۱۱، مطبوعہ بجنور) میں فرماتے ہیں:

"والذي تحققه ذوقنا أنه لا يجوز أن يعمل للميت إلا علىٰ أربعة وجوه: إما أن يبر بأقاربه وأحبابه فكأنه يبر به، وإما أن يزوره ويقرأ عنده القرآن فيأنس به، وإما أن ينوب عنه فيتصدق عنه أو يعتق عنه أو يحج عنه كما في الحوالة عن الميت وغيرها، وإما أن يستغفر اللّٰه تعالى له فيقبل بفضله، ويرفعه درجاته، ويتجاوز عن سيئاته، وأما ما سوىٰ ذلك من الاستمداد والفاتحة وغيرهما فليس بشيء."

"ہمارے ذوق نے یقین کیا ہے کہ میت کے لیے ان چار طریقوں کے علاوہ عمل کرنا جائز نہیں:

۱۔ اس کے رشتہ داروں اور دوستوں کے ساتھ نیکی کی جائے، گویا اس کے ساتھ نیکی کی جاتی ہے۔

۲۔ اس کی زیارت کرے اور وہاں قرآن پڑھے تاکہ اس کو انس حاصل ہو۔

۳۔ یا بصورتِ نیابت اس سے صدقہ کرے یا آزاد کرے یا حج کرے جیسے میت سے حوالہ وغیرہ میں ہوتا ہے۔

۴۔ یا اس کے لیے اللہ سے استغفار کرے، پس وہ اپنے فضل سے اس کو قبول فرمائے اور اس کے درجات بلند کرے، اس کی برائیوں سے درگزر کرے۔

ان چار طریقوں کے سوا استمداد اور فاتحہ وغیرہ کوئی شے نہیں۔"

اس عبارت سے بھی اِہدائے ثواب کی نفی نکلتی ہے۔ اگر کسی دوسری جگہ ایصالِ ثواب ذکر کیا ہے تو وہ اس تحقیق سے پہلے سمجھنا چاہیے۔ بزرگوں کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبارتیں ہم اس لیے نقل نہیں کرتے کہ ان سے استدلال کریں بلکہ اس لیے نقل کرتے ہیں کہ اس اجماع کی حقیقت معلوم ہو جو بعض لوگ بلا دلیل ہر جگہ پیش کر دیتے ہیں۔

منار میں علمائے حنابلہ سے شیخ الاسلام کی عبارت کتاب الفروع سے اس طرح نقل کی ہے۔ اہدائے ثواب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وقال شيخنا: لم يكن من عادة السلف إهداء ذلك إلىٰ موتى المسلمين، بل كانوا يدعون لهم. فلا ينبغي الخروج عنهم، ولهٰذا لم يره شيخنا كمن لّه أجر العامل كالنبي ﷺ ومعلم الخير بخلاف الوالد؛ لأن له أجراً لا كأجر الولد، و لأن العامل يثاب على إهدائه فيكون له مثله أيضا، فإن جاز إهداؤه فهلم جرًا، و يتسلسلُ ثواب العامل الواحد، وإن لم يجز فما الفرق بين عمل وعمل؟ وإن قيل: يحصل ثوابه مرتين للمهدىٰ إليه ولا يبقىٰ للعامل ثواب فلم يشرع اللّٰه لأحد أن ينفع غيره في الآخرة، ولا منفعة له في الدارين فيتضرر، لذا ولا يلزم دعائه له ونحوه؛ لأنه مكافأة له كمكافأته لغيره ينتفع به المدعو له، وللعامل أجر المكافأة، وللمدعو له مثله فلم يتضرر ولم يتسلسل، ولا يقصد أجره إلا من اللّٰه." [1]

"اور اہلِ اسلام سے مُردوں کو ثواب بخشنا سلف کا دستور نہ تھا، وہ صرف ان کے لیے دعا کرتے تھے، اس طریقہ سے باہر ہونا لائق نہیں۔ اور ہمارے شیخ بھی اسی واسطے اس اہداء کو اس قسم میں داخل نہیں کرتے تھے جہاں غیر عامل کو عامل جتنا مرتبہ ملتا ہے، جیسے رسول

[1] الفروع لابن مفلح (٣/ ٤٢٩)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ ﷺ یا معلم خیر، ان کو عامل کا اجر پورا ملتا ہے۔ والد کو ولد کا پورا اجر نہیں ملتا۔ کیونکہ عامل کو اہدائے ثواب پر ثواب ملنا چاہیے تو پہلے جتنا ہوگا، اگر اس ثوابِ جدید کا پھر ہبہ کرنا جائز ہو تو عامل کے ایک ثواب میں تسلسل پیدا ہو جائے، اگر جائز نہیں تو دونوں میں کیا فرق ہے؟ اگر کہا جائے: جس کو بخشا گیا ہے اس کو دو دفعہ ثواب ملے گا اور عامل کے لیے ثواب نہیں رہے گا تو یہ صورت خلافِ حکمت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ مشروع ہی نہیں کیا کہ انسان آخرت میں غیر کو نفع دے اور اس کو دونوں جہان میں کوئی فائدہ نہ ہو کیونکہ اس میں ضرر ہی ضرر ہے۔ دعا وغیرہ بطور اعتراض پیش نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ دراصل عوض معاوضہ کی صورت ہے، اس صورت میں جس کے حق میں دعا کی گئی ہے اس کو بھی فائدہ ہے اور عامل کو بھی، اس میں ضرر اور تسلسل کی صورت نہیں، اجر بھی اس میں اللہ تعالیٰ سے ہی مانگا جاتا ہے۔''

اسی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ سب سے پہلے جس نے نبی ﷺ کو ثواب بخشا وہ علی بن موفق ہے۔[1]

موافقات میں امام ابو اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ہبۂ ثواب کے منع میں دو وجہیں ہیں:

۱۔ شریعت میں ہبہ ایک مخصوص جگہ ثابت ہے، مال میں اعمال کے ثواب میں کوئی صورت نہیں، جب اس پر دلیل نہ ہوئی تو اس کا قائل ہونا درست نہیں۔

۲۔ ثواب اور عقاب شارع کے مقرر کرنے سے معلوم ہوتا ہے، جیسے مسببات اسباب کے اعتبار سے معلوم ہوتے ہیں۔

---

[1] الفروع لابن مفلح (۳/ ٤٢٩)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن کریم میں ہے:

۱۔ ﴿ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ﴾ [البقرة: ١٨٧] ''یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں۔''

۲۔ ﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ... ﴾ [الفتح: ١٧]

''جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اس کو اللہ جنت میں داخل کرے گا۔''

۳۔ ﴿ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ﴾ [النساء: ١٤]

''جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے اور اس کی حدوں کو توڑے اس کو اللہ آگ میں داخل کرے گا، وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔''

۴۔ ﴿ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأنبياء: ١٧]

''بدلہ ہے اس کا جو وہ عمل کرتے تھے۔''

۵۔ ﴿ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ [النحل: ٣٢]

''جنت میں عمل کرنے کے سبب داخل ہو جاؤ۔''

''یہ بات قرآن میں بہت جگہ ہے، نیز ثواب کا تعلق عمل سے ایسا ہوتا ہے جیسے تابع کا متبوع سے ہوتا ہے، جیسے: عقدِ مبیع متبوع ہے اور مبیع سے فائدہ اٹھانے کا جواز تابع ہے، شرمگاہ سے فائدہ اٹھانا عقدِ نکاح کے تابع ہے، اس میں مکلّف کا کوئی اختیار نہیں، نیز یہ ثواب صرف اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، اس صورت میں عامل کو اس میں نہ کوئی اختیار ہوا اور نہ حقِ تصرف کیونکہ تصرف ملکِ اختیاری کے تابع ہوتا ہے، جزا اختیاری چیز نہیں۔''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد جواز کے لیے دو وجہیں ذکر کی ہیں:

''ا۔ ہبہ مال پر اس کو قیاس کیا جائے گا یا ادلہ ہبہ کے عموم اور اطلاق میں ان کو داخل کیا جائے گا، صدقہ غیر سے ہبہ ثواب ہی ہوتا ہے۔

۲۔ جب جزا کو عمل کی طرف سے اس طرح نسبت ہوتی ہے جیسے سبب کی مسبب کی طرف یا تابع کی متبوع کی طرف تو عامل کا مِلک ثابت ہوا، جب ثابت ہوا تو ہبہ بھی جائز ہے۔'' [1]

میں کہتا ہوں کہ ہبہ ثواب کو ہبہ مال پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے کیونکہ مال تو مقبوض چیز قابلِ انتقال ہے اور ثواب اس کیفیتِ قلبیہ کے تابع ہے جو عامل کو عمل سے حاصل ہوتی ہے، اس کا انتقال ممنوع ہے۔ اور صدقہ میں نیابت کی صورت ہو سکتی ہے جیسے شاہ ولی اللہ نے بیان کیا ہے، یا اس کا فائدہ اس قسم کا ہوتا ہے جس میں ہمارا کلام نہیں۔ جزا کی تابع والی نسبت ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ عامل اس معنی سے مالک ہے کہ اس کو تصرف کرنے کا اختیار ہے، مثلاً: عتق (آزاد ہونا) آزاد کرنے کے تابع ہے مگر عتق کے بعد اس کی نسبتِ ولا کے انتقال کا عامل کو حق نہیں، اسی طرح نسب فعلِ اختیاری کے تابع ہے مگر اس کی نقل ممتنع ہے۔

اب ہدایہ کی دلیل دیکھو:

یہ حدیث ابن ماجہ، مسند احمد، مستدرک حاکم، بزار اور طبرانی وغیرہ میں ہے۔ اس حدیث کا مدار عبداللہ بن محمد بن عقیل پر ہے۔ ابن ابی حاتم نے علل میں کہا ہے:

"فاضطرب فيه ابن عقيل، قال أبو زرعة: كان لا يضبط حديثه."

''اس حدیث میں ابن عقیل مضطرب ہے، ابو زرعہ فرماتے ہیں: وہ

[1] الموافقات للشاطبي (۲/ ۲٤۰)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث کو ضبط نہیں کرتا تھا۔"❶

اور دیگر اسانید بھی اس کی قوی نہیں۔ حافظ نے فتح الباری میں کہا ہے: یہ مختلف فیہ ہے اور اس کی سند میں اختلاف ہے۔❷ مسلم کی روایت کے اور الفاظ ہیں، اس میں یہ ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک مینڈھے کو ذبح کیا اور فرمایا: یا اللہ! اس کو محمد، آلِ محمد اور امتِ محمد سے قبول فرما۔❸ یعنی ایک مینڈھے کو اپنی، اپنی آل اور اپنی امت کی طرف سے ذبح کیا۔ صحیحین میں دو مینڈھوں کی حدیث موجود ہے❹ مگر اس میں وہ لفظ نہیں جو ابن عقیل کی روایت میں ہیں۔ حافظ خطابی نے معالم السنن میں کہا ہے: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک بکری ایک مرد اور اس کے گھر والوں سے کفایت کرتی ہے، خواہ کتنے ہوں۔ ابو ہریرہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ مالک، اوزاعی، شافعی، احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ جائز سمجھتے ہیں۔ ابوحنیفہ اور ثوری رحمہما اللہ مکروہ جانتے ہیں۔❺ نووی فرماتے ہیں: طحاوی کا یہ فتویٰ ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے یا مخصوص، علماء نے اس کی تغلیط کی ہے، کیونکہ نسخ و تخصیص کا

---

❶ اضطراب والی بات محل نظر ہے کیونکہ ممکن ہے ابن عقیل نے یہ روایت اپنے تینوں مشائخ سے سنی ہو۔ اسی بات کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے ترجیح بھی دی ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔ (العلل الكبير للترمذي، ص: ٢٤٥) نیز ابن عقیل پر علمائے جرح و تعدیل نے کافی کلام کیا ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اس کی روایت درجۂ حسن سے کم نہیں ہے، لہٰذا یہ روایت قابل احتجاج اور صحیح ہے جبکہ اس کے متعدد شواہد بھی ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیں: إرواء الغليل، رقم الحديث (١١٣٨)

❷ فتح الباري (١٠/ ١٠)

❸ صحيح مسلم، رقم الحديث (١٩٦٧)

❹ صحيح البخاري، رقم الحديث (٥٢٣٣) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٩٦٦)

❺ معالم السنن (١/ ٤٧٨)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثبوت صرف دعوے سے نہیں ہوتا۔[1]

رسول اللہ ﷺ کا تسبب امت کی طرف سے ایسا ہے جیسے قیم، یعنی خبر گیر یا ولی کی گھر والوں سے، جیسے ایک مرد اپنے اور گھر والوں کی طرف سے قربانی کر سکتا ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اپنی، اپنی آل اور اپنی امت کی طرف سے کی ہے، اس معنی سے حدیث میں تخصیص ہو سکتی ہے۔ قرآن میں ہے:

﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ [الأحزاب: ٦]

''نبی مومنوں کے ساتھ ان کی جانوں سے بھی زیادہ اولیٰ ہے۔''

صدقۂ فطر، جو باپ چھوٹے بچے کی طرف سے کرتا ہے، دراصل اس کا وجوب باپ پر ہوتا ہے، اگر بچے کا مال نہ ہو تو باپ اپنے مال سے ادا کرتا ہے، اگر نہ کرے تو باپ ہی گنہگار ہوتا ہے۔ اسی طرح قربانی دراصل گھر کے خبر گیر پر ہوتی ہے، خواہ وہ سب گھر والوں کی طرف سے ہو۔ اس طرح جو آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کی طرف سے قربانی کی وہ ایسے ہے جیسے ایک آدمی اپنے گھر والوں کی طرف سے کرتا ہے یا چھوٹے بچے کی طرف سے، جس کا مال نہ ہو، صدقۂ فطر ادا کرتا ہے۔ عامل یہاں اپنے لیے کام کرتا ہے، اس لیے حدیث سے اِہدائے ثواب کا مسئلہ حل نہیں ہوتا۔

۲۔ اس حدیث میں جو یہ لفظ ہیں کہ اس شخص کی طرف سے ہے جس نے میری امت سے قربانی نہیں کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں زندے مراد ہیں نہ کہ مردے، زندوں سے بھی نہ کرنے والے مراد ہیں، پس دراصل اشارہ ہے کہ میں نے ان کی طرف سے قربانی کی اور میں ان کا ولی ہوں۔ زندہ کو مال ہبہ کرنا، پھر ان سے نائب ہو کر صدقہ کرنا ایک امرِ دیگر ہے۔

[1] شرح النووي علی مسلم (۱۳/ ۱۲۲)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ اس حدیث میں زیادہ سے زیادہ نیابت معلوم ہوتی ہے نہ کہ اِہدائے ثواب، اگرچہ مال (یعنی نفع رسانی) یہاں ایک ہی ہے مگر حقیقت دونوں کی الگ الگ ہے، اس لیے اہدائے ثواب پر استدلال کرنا درست نہیں۔

۴۔ اس حدیث میں مالی عبادت میں نیابت معلوم ہوتی ہے نہ کہ ہر عبادت میں، اہدائے ثواب کا تو پتہ ہی نہیں۔ باقی رہا قربانی کرنا، سو قربانی کرنا ایسا امر ہے جس میں ادلّہ کی رُو سے نیابت درست ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی قربانی کرنے کے لیے کسی شخص کو کہے، اگر اس کے دل میں اخلاص نہ ہو تو اس کے عدمِ اخلاص سے اصل کی قربانی میں خلل نہیں آتا، قربانی کرنا ایک مالی تصرف کی طرح ہوا۔

اِہدائے ثواب کی دوسری دلیل:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ میں آپ کی طرف سے قربانی کیا کروں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے، صرف شریک اس کو بیان کرتے ہیں۔[1] وہ اتنا ثقہ نہیں:

"صدوق يخطئ كثيرا، تغير حفظه منذ ولي قضاء الكوفة."[2]

"سچا ہے، خطا بہت کرتا ہے، جب سے کوفہ کا قاضی بنا ہے اس کا حافظہ بگڑ گیا ہے۔"

۱۔ اس حدیث میں وصیت کا ذکر ہے، اس لیے یہ حدیث تسبب کی صورت میں داخل ہوگی۔

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (١٤٩٥)

[2] تقريب التهذيب (ص: ٢٦٦)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ پھر صدقہ مالی کی صورت ہے، جس میں وصیت کے بعد نیابت درست ہے، اہدائے ثواب سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

۳۔ ہدیۃ الحرمین میں فتاویٰ اوزجندی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند) فوت ہوئے تو تیسرے روز ابو ذر خشک کھجور اور دودھ، جس میں جو کی روٹی تھی، لائے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاتحہ اور سورۂ اخلاص تین دفعہ پڑھی، پھر ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور منہ پر ہاتھ پھیرے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ذر کو کہا کہ تم تقسیم کرو اور فرمایا:

میں نے اس کا ثواب اپنے بیٹے ابراہیم کو بخشا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ حکایت کسی نے مروجہ رسمِ تیجا کو دیکھ کر بنائی ہے۔ یہ قصہ بناوٹی ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں، مولوی عبدالحئی صاحب مرحوم لکھنوی کے فتاویٰ (۲/۳۶۲) پر ہے:

استفتاء:

ہم نے ہدیۃ الحرمین میں دیکھا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے ابراہیم رضی اللہ عنہ کے سوم، دسویں، بیسویں اور چہلم وغیرہ میں چھوہارے وغیرہ پر فاتحہ دیا اور صحابہ کو کھلایا، پس فی زمانا پھول، پان وغیرہ کرنے سے چہلم، دسویں اور بیسویں میں مانع ہوتے ہیں، کیسا ہے؟

هو المصوب:

یہ قصہ ہدیۃ الحرمین میں لکھا ہے، محض غلط ہے، کتب معتبرہ میں اس کا کوئی نشان نہیں۔ واللہ اعلم

"حرره الراجي عفو ربه القوي أبو الحسنات محمد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالحي، تجاوز عن ذنبه الجلي والخفي، محمد عبدالحي أبو الحسنات."

میں کہتا ہوں: اس قسم کے بناوٹی قصوں نے اہلِ اسلام کو خراب کر دیا ہے، اہل اسلام کو چاہیے کہ جادۂ مستقیم پر، جو سلف کا طریقہ ہے، قائم رہنے کی کوشش کریں۔

۴۔ دارقطنی میں ہے: ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میرے والدین تھے، میں ان کے ساتھ ان کی زندگی میں نیکی کرتا تھا، اب وفات کے بعد کیسے نیکی کروں؟ فرمایا: "ان کے لیے اپنی نماز کے ساتھ نماز پڑھو اور اپنے روزے کے ساتھ روزہ رکھو۔"❶ (نيل الأوطار: ٤/ ١٤٣)

اس حدیث میں نیابت کا ذکر ہے، اہدائے ثواب کا ذکر نہیں، اور صرف بچے کے متعلق آیا ہے، جیسے پہلے گزر چکا ہے، یعنی بچہ والدین سے نیابتاً نماز پڑھ سکتا ہے۔ یہ حدیث بھی ضعیف ہے، قابلِ استدلال نہیں۔

۵۔ ابو داود میں ہے کہ ابو ہریرہ نے ابلہ شہر والوں سے کہا: کون شخص اس بات کا عہد کرتا ہے کہ وہ میرے لیے مسجد عشار میں دو یا چار رکعت پڑھے، اور یہ کہے کہ یہ ابو ہریرہ کے لیے ہیں۔❷

اس حدیث میں ابراہیم بن صالح بن درہم ہے، اور دارقطنی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ ضعیف ہے اور اس کی متابعت نہیں کی گئی۔

---

❶ مصنف ابن أبي شيبة (٣/ ٥٩، رقم الحديث: ١٢٠٤٨) یہ روایت مرسل و منقطع ہے جیسا کہ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔ دیکھیں: مقدمة صحيح مسلم، باب بيان أن الإسناد من الدين.

❷ سنن أبي داود، رقم الحديث (٤٣٠٨) اس کی سند میں ابراہیم بن صالح الباہلی ضعیف ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ الضعيفة (٣١١٦)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوم: اس میں نیابت کا ذکر ہے۔

سوم: اس میں ابو ہریرہ کا حکم موجود ہے۔

٦۔ حدیثِ ابو داود میں ہے کہ ایک مرد نے کہا: میری ماں مرگئی ہے، میں اگر صدقہ کروں تو اس کو مفید ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں'' پھر اس نے ایک باغ صدقہ کر دیا۔[1] ایک روایت میں ہے: کہا کہ ناگہاں مرگئی ہے، اگر یہ بات نہ ہوتی تو صدقہ کرتی، کیا اس کی طرف سے کفایت کرے گا؟ فرمایا: ''ہاں۔''[2] پہلی روایت میں بھی یہ ذکر ہے: اگر کلام کرتی تو صدقہ کرتی۔ یہ حدیثیں بھی اولاد کے بارے میں ہیں اور نیابت کی صورت اس میں بھی متحقق ہے۔ (۲) ان دونوں عورتوں کو ناگہانی موت آئی، صدقہ نہ کر سکیں، اگر ان کو فرصت ملتی تو صدقہ کرتیں۔ ان کا پختہ ارادہ صدقہ کرنے کا تھا۔ وحشت کو رفع کرنے کی صورت بھی ہو سکتی ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، اس لیے اس حدیث سے اہدائے ثواب کا مسئلہ نکالنا درست نہیں۔

٧۔ ابو داود میں ہے کہ عاص نے ایک سو غلام آزاد کرنے کی وصیت کی۔ اس کے ایک لڑکے ہشام نے پچاس غلام آزاد کر دیے، پھر عمرو رضی اللہ عنہ نے آزاد کرنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ فرمایا: ''اگر مسلمان ہوتا، پھر تم اس کی طرف سے آزاد کرتے یا صدقہ کرتے یا حج کرتے تو اس کو پہنچتا۔''[3]

اس حدیث میں بھی نیابت، وصیت اور اولاد کا ذکر ہے، لہٰذا اس حدیث

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٦٠٥) سنن أبي داود، رقم الحديث (٢٨٨٢)

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث (٢٨٨١) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٢٧٠٨)
اسے امام ابن خزیمہ اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔

[3] سنن أبي داود، رقم الحديث (٢٨٨٣) علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے۔
(أحكام الجنائز: ص: ١٧٣)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بھی اہدائے ثواب ثابت کرنا صحیح نہیں۔ بعض نے طاؤس کے اثر سے استدلال کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ مُردے قبروں میں سات روز آزمائے جاتے ہیں، ان دنوں میں ان کی طرف سے کھانا کھلایا جانا پسند کرتے ہیں۔ ❶

میں کہتا ہوں کہ یہ اثر بلحاظِ سند منقطع ہے کیونکہ طاؤس کی وفات اصح الاقوال پر ۱۰۶ھ میں ہے، اور سفیان کی پیدائش ۹۷ھ میں ہے، اس کی ملاقات کا کہیں ثبوت نہیں، اور طاؤس طبقہ ثالثہ سے ہے، طبقہ ثالثہ کی روایت حکماً مرفوع بھی ہو، جیسے بعض نے بیان کیا ہے، پھر بھی امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک تو مطلقاً قابلِ قبول نہیں۔ بعض نے جو اس کو کبار تابعین سے شمار کیا ہے اس سے ان کا یہ مطلب ہوگا کہ صغار سے نہیں۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری (۱/۱۶۲، مطبع انصاری) میں طاؤس کی ایک مرسل روایت (جس کے رجال ثقات ہیں) بیان کرنے کے بعد کہا ہے:

"والشافعي إنما يعتضد عنده إذا كان من رواية كبار التابعين، وكان من أرسل إذا سمىٰ لا يسمي إلا ثقة، وذلك مفقود في المرسلين." ❷

"امام شافعی کے نزدیک مرسل اس وقت قوت پکڑتی ہے جب تابعی کبیر ہونے کے باوجود ثقہ ہو، اور یہ بات طاؤس اور دوسری مراسیل میں نہیں ہے۔"

نیز اس اثر میں دو باتیں ہیں: ایک میت کی آزمائش، دوسرا اُس سے کھانا کھلانا۔ مسئلۂ اوّل میں تو اس کی مجاہد نے موافقت کی ہے مگر مسئلہ دوم، یعنی اطعامِ طعام میں اس کی کسی نے موافقت نہیں کی، اور "كانوا يفعلون" سے صحیح مذہب

❶ حلية الأولياء (٤/ ١١)

❷ فتح الباري (١/ ٣٢٥)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں رفع ثابت نہیں ہوتا۔ پھر اِطعامِ طعام میں قیاس کو دخل ہے کیونکہ "تصدق عن المیت" سے نفع کی توقع ہے۔ جس میں قیاس کو دخل ہو اس کو حکماً مرفوع کہنا صحیح نہیں، پھر اس سے اِہدائے ثواب پر استدلال کرنا باطل ہے کیونکہ ظاہراً یہ نیابت کی صورت معلوم ہوتی ہے۔

بعض نے مشکوۃ کی اس حدیث سے جو معجزات میں نقل کی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے لیے ایک عورت نے اس وقت دعوت کی جب آپ میت کی تدفین سے فارغ ہو کر آئے تھے۔[1] استدلال کیا ہے کہ میت کے گھر کھانے کے لیے لوگوں کا وفات کے متصل بعد جمع ہونا جائز ہے کیونکہ یہ دعوت کرنے والی عورت میت کی بیوی تھی، یہ بات بالکل غلط ہے۔ مشکوۃ میں وہ لفظ، جس سے وہم پڑھتا ہے، "داعي امرأته" (اس کی عورت کا بلانے والا) ہے، اس میں کاتب کی غلطی سے ضمیر "هِ" "امرأته" میں لکھی گئی ہے، صحیح لفظ "داعي امرأة" (عورت کا بلانے والا) ہے کیونکہ جس کتاب کا حوالہ دیا ہے اور جن دیگر کتب میں یہ روایت دیکھی گئی ہے کسی میں بھی "إمرأته" نہیں ہے۔[2] بلکہ وفات کے متصل بعد میت کے گھر جمع ہونا اور وہاں کھانا از روئے صحیح حدیث، جو ابن ماجہ

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحدیث (۳۳۳۲) علامہ نووی، حافظ ابن حجر اور علامہ البانی رحمہم اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ (خلاصة الأحکام: ۲/ ۱۰۱٤، رقم: ۳٦۲۲، تلخیص الحبیر: ۲/ ۲۹٦، رقم الحدیث: ۷۸۰، إرواء الغلیل، رقم الحدیث (۷٤٤)

[2] دیکھیں: السنن الکبری للبیهقي (۵/ ۳۳۵، رقم: ۱۱٤۰) سنن الدار قطني (٤/ ۲۸۵) وغیرهما، بلکہ مسند ابن ابی شیبہ میں ہے کہ تدفین کے بعد واپسی پر ایک آدمی ملا اور کہنے لگا: فلاں عورت نے آپ ﷺ کی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی دعوت کی ہے۔ (۳/ ۲۱۹، رقم الحدیث: ۹۳٦) اور اس وقت مناسب یہ تھا کہ میزبان کا تعارف متوفی کے حوالے سے کروایا جاتا نہ کہ "فلاں عورت" کہہ کر، لہٰذا یہ بات قطعی ہے کہ میزبان متوفی کی عورت نہیں تھی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وغیرہ میں موجود ہے، نوحہ میں داخل ہے[1] جو حرام ہے، اور اس سے اہداء ثواب وغیرہ پر استدلال کرنا بالکل صحیح نہیں۔

۸۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب محدث مبارکپوری رحمہ اللہ نے کتاب الجنائز میں لکھا ہے:

(''امام نووی نے اپنی کتاب اذکار میں لکھا ہے کہ محمد بن احمد مروذی نے کہا ہے کہ میں نے احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے سنا، وہ کہتے تھے: جب تم قبرستان میں جاؤ تو سورۂ فاتحہ ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾، ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ اور ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھو، اس کا ثواب مردوں کو بخشو، مردوں کو ثواب پہنچے گا۔[2] بعض علما نے امام احمد سے اس کے ثبوت کا انکار کیا ہے، جیسے پہلے یہ ذکر گزر چکا ہے۔ امام احمد کے علاوہ اور اہلِ علم نے بھی زیارتِ قبور کے وقت ان سورتوں اور بعض اور سورتوں کو پڑھنے اور ان کا ثواب مردوں کو بخشنے کو لکھا ہے مگر باوجود تلاش کثیر کے اس بارے میں کوئی صحیح مرفوع

[1] سنن ابن ماجه، رقم الحديث (١٦١٢) اسے امام بوصیری اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔ مصباح الزجاجة (٢/ ٥٣)

[2] الأذکار للنووی رحمہ اللہ میں یہ روایت نہیں ملی، ملا علی قاری رحمہ اللہ نے بھی اسے مذکورہ کتاب سے ہی نقل کیا ہے۔ (مرقاة المفاتيح (٥/ ٤٦٤) قرطبی نے "التذكرة" میں اور ابن الفراء نے "طبقات الحنابلة" میں اسے روایت کیا ہے۔ (التذكرة، ص: ٨٤، طبقات الحنابلة: ١/ ٢٦٤) امام احمد سے اس کا ثبوت محلِ نظر ہے، کیونکہ خلال مروذی کے بارے میں کہتے ہیں: ''امام احمد رحمہ اللہ سے ایسے مسائل اور روایات بیان کرتے ہیں کہ جنھیں اہلِ مرو کے کسی دوسرے ثقہ اور قابلِ اعتماد آدمی نے نہیں بیان کیا۔'' (طبقات الحنابلة: ١/ ٢٦٤) مزید برآں وہ کبھی تین دفعہ آیت الکرسی، قل هو الله اور "اللهم فضله لأهل القبور" روایت کرتے ہیں اور کبھی ایک دفعہ آیت الکرسی اور تین دفعہ قل ہو اللہ پڑھنا اور کبھی سورۂ فاتحہ اور تینوں قُل۔ (طبقات الحنابلة: ١/ ٢٦٤)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث نظر سے نہیں گزری، اور جو مرفوع حدیثیں اس بارے میں نقل کی جاتی ہیں وہ سب ضعیف ہیں۔

ازاں جملہ ایک وہ حدیث ہے جس کو ابو محمد سمر قندی نے فضائلِ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص قبروں کے پاس سے گزرے اور گیارہ بار ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھے اور اس کا ثواب مردوں کو بخشے تو مردوں کے بقدر تعداد اس کو ثواب دیا جائے گا۔[1] اور ازاں جملہ ایک وہ حدیث ہے جس کو ابو القاسم زنجانی نے اپنے فوائد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: ''جو شخص قبرستان جائے، پھر سورۂ فاتحہ اور ﴿اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ﴾ پڑھے، پھر کہے: یا اللہ! جو میں نے یہ تیرا کلام پڑھا ہے، اس کا ثواب اس قبرستان کے مومن اور مسلمان مردوں کو بخش دیا تو وہ مردے اللہ تعالیٰ سے شفاعت کریں گے۔''

ازاں جملہ ایک وہ حدیث ہے جو خلال کے شاگرد عبدالعزیز نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص قبرستان میں داخل ہو، پھر سورۂ یٰسین پڑھے تو اللہ تعالیٰ مُردوں سے تخفیف کرتا ہے۔''[2]

---

[1] فضائل سورة الأخلاص للحسن الخلال، برقم (٥٣) تاريخ قزوين للرافعي (٢/ ٢٩٧) یہ داود بن سلیمان کی وجہ سے موضوع ہے جو کذاب و وضاع ہے۔ نیز دیکھیں: الضعيفة، رقم الحديث (٣٢٧٧)

[2] تفسير ثعلبي (٣/ ١٦١) اس کی سند متعدد علل کی وجہ سے ضعیف ہے اور یہ روایت ←

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ازاں جملہ ایک وہ حدیث جس کو قرطبی نے اپنے تذکرے میں حضرت انس سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جب کوئی مومن آیۃ الکرسی پڑھے اور اس کا ثواب مردوں کو بخشے تو اللہ تعالیٰ مشرق اور مغرب کی ہر قبر میں نور داخل کرتا ہے اور ان کے خواب گاہ کو وسیع کرتا ہے، اور پڑھنے والے کو ساٹھ نبی کا ثواب دیتا ہے، اور ہر میت کے مقابلے میں اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور ہر میت کے مقابلے میں اس کے واسطے دس نیکیاں لکھتا ہے۔[1]

"یہ چاروں حدیثیں ایصالِ ثواب کے بارے میں بہت مشہور ہیں، اکثر علماء ایصالِ ثواب کے بیان میں ان کو نقل کرتے ہیں مگر یہ سب ضعیف ہیں، اہلِ علم نے ان کے ضعیف ہونے کی تصریح کی ہے لیکن حافظ سیوطی نے لکھا ہے: یہ روایتیں اگرچہ ضعیف ہیں لیکن ان کا مجموعہ بتلاتا ہے کہ ان کی کچھ اصل ہے۔"[2] انتہی

ان احادیث میں دو مسئلے ذکر ہوئے ہیں۔

۱۔ قبرستان میں قرآن پڑھنا۔

۲۔ مردوں کو قرآن کا ثواب بخشنا۔

← مکذوبہ و من گھڑت ہے، دیکھیں: سلسلة الأحاديث الضعيفة، برقم (١٢٤٦)

[1] ابن العراق نے اسے "تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأحاديث الشنيعة الموضوعة (١/ ٣٠٠) میں ذکر کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہے اور اس نے علی بن عثمان الاشج کی سند سے روایت کیا ہے۔ نیز دیکھیے: الفردوس بمأثور الخطاب دیلمی (٤/ ٢٨، رقم الحدیث: ٦٠٨٦) اور الاشج مذکور ابو الدنیا الاشج المغربی کے نام سے معروف ہے اور کذاب و وضاع ہے۔

[2] مقالاتِ محدث مبارکپوری (ص: ٣٤٦) شرح الصدور للسیوطي (ص: ٣٢٠) لیکن مذکورہ اسانید میں شدتِ ضعف کی بنا پر تقویت نہیں ہوتی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ قبرستان میں قرآن پڑھنا مکروہ جانتے ہیں۔ جمہور سلف اور قدمائے اصحابِ احمد رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے۔ ایک روایت امام احمد سے ہے کہ یہ بدعت ہے، بعض حنابلہ مکروہ نہیں جانتے۔ امام محمد سے کتاب الفروع میں مروی ہے: مُردوں کو قرآن کا ثواب بخشنا بھی مختلف فیہ ہے۔ امام مالک اور شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک قرآن کا ثواب نہیں پہنچتا۔ امام احمد اور ابو حنیفہ کے نزدیک پہنچتا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے عدمِ وصول پر قرآن مجید سے استدلال کیا ہے۔ جامع البیان میں ہے:

"﴿وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى﴾ لا يثابُ أحد بفعل غيره أيضا، ومن هذه استنبط الإمام الشافعي أن ثواب القراءة لا تصل إلى الموتى،[1] إذا مات الإنسان انقطع عمله إلا من ثلاث."[2]

"(انسان کے لیے صرف وہی ہے جو اس نے کوشش کی) دوسرے کے فعل پر کسی شخص کو ثواب نہیں ملتا۔ یہاں سے امام شافعی رحمہ اللہ نے استدلال کیا ہے کہ قرآن کا ثواب مردوں کو نہیں پہنچتا۔ نیز حدیث میں ہے کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے، صرف تین چیزیں باقی رہ جاتی ہیں۔"

یہ حدیث اور آیت بعمومہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اہدائے ثواب باطل امر ہے۔ اب جن حدیثوں کو شیخ جلال الدین سیوطی نے نقل کر کے ضعیف کہا ہے وہ ان ادلہ قطعیہ کا مقابلہ نہیں کرسکتیں، لہٰذا صحیح امر یہی ہے کہ اہدائے ثواب پر کوئی دلیل نہیں۔

---

[1] جامع البيان (٤/ ٢١٩)

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (١٦٣١)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیت ﴿وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی﴾ پر بحث

ایصالِ ثواب کے قائل اس آیت کے مختلف جواب دیتے ہیں:

۱۔ انسان سے مراد کافر ہے، مومن کو غیر کی کوشش کا فائدہ پہنچتا ہے۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ جواب نہایت کمزور ہے۔ ایسے عام سے صرف کافر مراد نہیں لیا جا سکتا بلکہ مسلم و کافر دونوں کو شامل ہے۔ یہ پہلے عام کی طرح ہے، اللہ تعالیٰ نے اس میں فرمایا ہے: کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری جان کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔'' ❶

جیسے یہ عام ہے ویسے ہی وہ عام ہے۔ قرآن کا سیاق اول سے آخر تک ارادۂ عموم پر صراحت سے دلالت کرتا ہے۔ پچھلی آیات:

﴿وَاَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی ۝ ثُمَّ یُجْزٰهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی﴾

[النجم: ٤٠، ٤١]

''اپنی کوشش دکھایا جائے گا، پھر اس کو کامل جزا دی جائے گی۔''

بھی اس پر دلالت کرتی ہیں، یہ جزا خیر و شر دونوں کو شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''جو ذرہ بھر نیکی کرے گا، دیکھے گا، اور جو ذرہ بھر برائی کرے گا، دیکھے گا۔'' ❷

---

❶ [النجم: ٣٨]

❷ [الزلزال: ٧، ٨]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(مسلم کی) حدیث قدسی میں ہے:

''اے میرے بندو! یہ تمھارے ہی اعمال ہیں، تمھارے لیے ان کو نگاہ میں رکھتا ہوں، پھر تم کو پورے دوں گا۔ جو بھلائی پائے وہ اللہ کی تعریف کرے، اور جو اس کا غیر پائے وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔''[1] اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے انسان! تو اپنے رب کی طرف کوشش کرنے والا ہے، پھر اس کو ملنے والا ہے۔[2] بعض مفسرین نے جو یہ کہا ہے کہ انسان سے یہاں مراد ابو جہل یا عقبہ بن ابی معیط یا ولید بن مغیرہ ہے، اس سے دھوکا نہ کھایا جائے۔ قرآن کا شان اس سے برتر ہے، بلکہ مطلق انسان مراد ہے نہ کہ خاص، جیسے مندرجہ ذیل آیات میں عام ہے:

﴿ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ﴾ ''انسان خسارے میں ہے۔''

﴿ إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ ﴾ ''انسان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔''

﴿ إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ﴾ ''انسان حریص پیدا کیا گیا ہے۔''

﴿ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَيَطْغَىٰ ۝ أَنْ رَآهُ اسْتَغْنَىٰ ﴾

''انسان جب اپنے آپ کو غنی دیکھتا ہے تو سرکش ہو جاتا ہے۔''

﴿ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ ﴾ ''انسان ظالم اور ناشکرا ہے۔''

﴿ وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ﴾

''انسان نے اس امانت کو اٹھایا، بلاشبہ وہ ظالم اور جاہل ہے۔''

انسان فی نفسہ اس طرح ہے، ان صفات سے وہ صرف اللہ تعالیٰ

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۵۷۷)

[2] [الانشقاق: ٦]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے فضل، توفیق اور اس کے احسان کے ساتھ نکل سکتا ہے۔ اپنی ذاتی صفات اس کی وہی ہیں جن کو قرآن نے ذکر کیا ہے، جو اس پر نعمت ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اللہ تعالیٰ ہی بندے کی طرف ایمان کو محبوب کرتا، اس کے دل میں اس کو مزین کرتا اور اس کی طرف کفر، فسق اور معصیت کو مکروہ کرتا ہے۔ اسی نے اس کے دل میں ایمان لکھا، وہی انبیاء علیہم السلام اولیاء رحمہم اللہ کو اپنے دین میں ثابت رکھتا ہے، وہی ان سے برائی اور بے حیائی کو پھیرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ شعر پڑھا جاتا ہے: ''اللہ کی قسم، اگر اللہ تعالیٰ ہدایت نہ کرتا تو ہم ہدایت نہ پاتے، نہ صدقہ کرتے اور نہ نماز پڑھتے۔''[1] اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''اللہ کے اذن کے سوا کوئی جان ایمان نہیں لاتی۔''[2] اور فرمایا: ''نہیں یاد کرتے مگر جو چاہے اللہ۔[3] اور نہیں چاہتے ہو تم مگر جو چاہے رب العالمین۔[4] اور وہ سب جہانوں کا رب ہے، اس کی ربوبیت جہاں کی سب چیزوں کو شامل ہے، خواہ ذات ہو یا کام یا کوئی حالت۔''[5]

۲۔ ایک جماعت نے کہا ہے کہ سابقہ شرائع کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے، ہماری شرع کا یہ مسئلہ ہے کہ انسان کو غیر کی کوشش بھی ملتی ہے۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٨٧٠) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٨٠٢)

[2] [يونس: ١٠٠]

[3] [المدثر: ٥٦]

[4] [التكوير: ٢٩]

[5] كتاب الروح لابن القيم (ص: ١٢٦)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"یہ جواب پہلے سے بھی کمزور ہے یا اسی قسم کا کمزور ہے کیونکہ اللہ عزوجل نے اس کو مسئلہ کی صورت میں ذکر کیا ہے، جس سے اس کی تقریر اور اس کا قابلِ استدلال ہونا معلوم ہوتا ہے نہ کہ اس کا بطلان۔ فرمایا: "کیا اس کو خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے۔"❶ اگر اس شریعت میں یہ مسئلہ باطل ہوتا تو تقریر اور استدلال کے رنگ میں اس کو ذکر نہ کرتے۔❷

۳۔ ایک جماعت نے کہا ہے کہ "لام" بمعنی "علی" ہے، یعنی انسان پر صرف اس کی کوشش کا ضرر ہے۔ یہ پہلے دونوں قولوں سے زیادہ باطل قول ہے، موضوعِ کلام کی تبدیلی اور لغت کے بالکل خلاف ہے، ایسا کرنا جائز نہیں۔

قرآن میں جو لفظ لام بمعنی علی معلوم ہوتا ہے، جیسے ﴿ لهم اللعنة ﴾ "ان کے لیے لعنت ہے۔"❸ یہ فہم کا تصور ہے۔ یہاں بھی "لام" اپنے معنی میں ہے، یعنی ان کے لیے لعنت کا حصہ ہے۔ عرب اپنی زبان میں "لام" کو "علی" کے معنی میں جانتے ہی نہیں، مثلاً: "لي درهم" (میرے درہم ہے) کو "علي درهم" (مجھ پر درہم ہے) نہیں سمجھتے۔

۴۔ ایک جماعت نے کہا ہے کہ کلام میں حذف ہے، اس کے پیچھے یہ محذوف ہے: "أو سُعِيَ لَهُ" (یا اس کے لیے کوشش کی جائے) یعنی انسان کو اپنی کوشش اور جو اس کے لیے کوشش کی جائی دونوں کا فائدہ پہنچتا ہے۔ یہ جواب بھی پہلی قسم کا جواب ہے، اللہ اور اس کی کتاب پر افترا ہے۔

۵۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ آیت منسوخ ہے، اس کی ناسخ آیت ذیل ہے:

❶ [النجم: ٣٦]

❷ کتاب الروح (ص: ١٢٦)

❸ [الرعد: ٢٥]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ﴾ [الطور: ٢١]

''جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد ایمان کے ساتھ ان کی متبع ہوئی، ہم ان کے ساتھ ان کی اولاد کو ملا دیں گے۔''

یہ عبداللہ بن عباس سے منقول ہے۔[1] یہ بھی کمزور ہے۔ صرف عبداللہ بن عباس وغیرہ کے کہنے سے حکم اٹھ نہیں سکتا، حالانکہ دونوں آیتوں میں تطبیق ہو سکتی ہے کیونکہ بیٹے آخرت میں اپنے باپ کے تابع ہیں، جیسے وہ دنیا میں تابع تھے۔ تابع ہونا دراصل باپوں کی بزرگی اور انھی کا ثواب ہے جو ان کو ان کی اپنی کوشش سے ملا۔ بیٹوں کو ان کے باپ کے ساتھ ملانا بیٹوں کے لیے نہیں بلکہ باپوں کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد ملانے سے ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا ہے، اور بیٹوں پر تو صرف اللہ کا فضل ہے جس کے وہ حقدار نہ تھے، وہ ان کو دیا، جیسے اللہ تعالیٰ نے جنت کے لڑکوں، حوروں اور اس مخلوق پر فضل کیا ہے جن کو جنت میں بدوں عمل داخل کرے گا، پس یہ دونوں آیتیں:

﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾ [الأنعام: ١٦٤]

''نہیں بوجھ اٹھائے گی کوئی جان بوجھ اٹھانے والی بوجھ دوسری جان کا۔''

﴿وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى﴾ [النجم: ٣٩]

''تحقیق شان یہ ہے کہ انسان کو کچھ نہیں ملے گا مگر جو اس نے کوشش کی۔''

محکم ہیں۔ رب تعالیٰ کے عدل اور اس کی حکمت اور کمال کا اقتضا یہی ہے۔ عقل اور فطرت ان دو مسئلوں کے شاہد ہیں: پہلا یہ ہے کہ

---

[1] جامع البيان للطبري (١١/ ٥٣٤) الناسخ والمنسوخ للنحاس (ص: ٦٨٩)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غیر کے جرم سے کسی کو سزا نہ دی جائے گی۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اپنی کوشش اور اپنے عمل سے ہی کامیابی ہوتی ہے۔ پہلے مسئلہ سے انسان کو دوسرے کے جنایت پر مواخذہ ہونے سے امن ہوجاتا ہے، جیسے دنیا کے بادشاہ کرتے ہیں۔ دوسرے مسئلہ سے باپ، دادوں، سلف اور اساتذہ کے عمل سے نجات پانے کی امید منقطع ہوجاتی ہے، جیسے جھوٹی حرص والوں کی عادت ہوتی ہے۔ ان دونوں آیتوں کے اجتماع میں کس قدر خوبی ہے! اس کی نظیر دوسری آیت ہے:

"جو شخص ہدایت پائے وہ اپنی جان کے لیے ہدایت پاتا ہے، جو گمراہ ہوتا ہے اس کا وبال اسی کو ہے، کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری جان کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔ اور فرمایا: ہم رسول بھیجنے کے سوا عذاب نہیں کرتے۔"[1]

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے بندوں کے واسطے چار حکم کیے ہیں جو عدل و حکمت میں اعلیٰ درجے کے ہیں:

۱۔ ایمان اور عملِ صالح کے ساتھ بندہ اپنے لیے ہدایت پاتا ہے نہ کہ غیر کے لیے۔

۲۔ گمراہی عدمِ ایمان اور عدمِ عمل کی بنا پر ہے نہ کہ غیر پر۔

۳۔ کوئی آدمی دوسرے کے جرم پر نہیں پکڑا جائے گا۔

۴۔ کسی شخص کو عذاب نہیں ہوگا جب تک اس پر پیغمبروں کے ذریعے حجت قائم نہ ہو جائے۔

۶۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ انسان سے مراد زندہ ہے نہ کہ مردہ۔ یہ بھی پہلی قسم کی طرح باطل و مردود ہے۔ لفظِ عام میں بڑا تصرف ہے۔ سیاق، اعتبار

[1] [الإسراء: ۱۵]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرع کے قواعد، ادلہ اور عرف کے بالکل خلاف ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب انسان اپنے اعتقاد کے موافق آیت کو بنانے کی کوشش کرتا ہے اس کو غلط صحیح کی تمیز نہیں رہتی۔

۷۔ انسان نے اپنی کوشش اور حسنِ سلوک کی وجہ سے دوست بنائے، نکاح کیا، اس کے ہاں اولاد ہوئی، لوگوں کے ساتھ اس نے بھلائی کی، اور لوگوں کے ساتھ محبت سے پیش آیا، انھوں نے اس پر رحم کیا، اس لیے اپنی عبادات کو ہبہ کیا، یہ اس کی کوشش کا نتیجہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو چیز انسان کھاتا ہے سب سے زیادہ صاف چیز اس کا کسب ہوتا ہے، اولاد اس کی اس کے کسب سے ہے۔''[1] دوسری حدیث: ''جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے مگر تین چیزیں... الخ۔''[2] اس پر صاف دلالت کرتی ہے، اسی وجہ سے امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: جب کسی کا لڑکا اس کے لیے حج کے اسباب مہیا کر دے تو اس پر حج فرض ہوجاتا ہے کیونکہ بچے کا مال اس کا ہے، جب اس کو دیتا ہے تو گویا اس کو خرچ اور سواری، جو حج کے وجوب کی شرطیں تھیں، مل گئیں۔ اجنبی اس کو اگر دینا چاہے تو حج فرض نہیں ہوتا۔ یہ متوسط درجے کا جواب ہے، اس کی تکمیل کی ضرورت ہے۔

تکمیل جواب:

ایمان، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی وجہ سے بندہ اپنے

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٣٥٢٨) سنن النسائي، رقم الحديث (٤٤٤٩) سنن ابن ماجه، برقم (٢١٣٧) اسے امام ابن حبان، حاکم اور ذہبی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (١٦٣١)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اپنے دیگر مومن بھائیوں کے عمل کے ساتھ فائدہ اٹھانے کی کوشش کر چکا ہے، جیسے زندگی میں اپنے اور ان کے عمل سے فائدہ اٹھاتا ہے کیونکہ مومن جن اعمال کو مل کر کرتے ہیں ان میں ایک دوسرے سے فائدہ اٹھاتے ہیں، جیسے جماعت کے ساتھ نماز، ہر ایک کی نماز دوسرے کی مشارکت کی وجہ سے ستائیس حصہ تک بڑھ جاتی ہے۔[1] دوسرے کا عمل اس کے اجر کے بڑھنے کا سبب بنا بلکہ جس قدر زیادہ ہوں اس قدر عمل بڑھتا ہے۔ حج، جہاد، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرنے میں اشتراک کا یہی حال ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مومن مومن کے لیے عمارت کی طرح ہے، بعض بعض کو قوی کرتا ہے۔''[2] اور یہ یقینی بات ہے کہ امورِ دین میں اس کا تعلق بہ نسبت امورِ دنیا کے زیادہ ہونا چاہیے۔ مسلمان کا اسلام کی بنا پر مسلمانوں کی جماعت میں داخل ہو جانا زندگی اور ایک دوسرے سے فائدہ اٹھانے کا بڑا سبب ہے۔ اہلِ اسلام کی دعا اہلِ اسلام کو گھیر لیتی ہے۔ اللہ سبحانہ نے ''حملة العرش'' اور عرش کے ارد گرد فرشتوں کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ مومنوں کے لیے دعا اور استغفار کرتے ہیں،[3] اور انبیاء علیہم السلام کی دعا اور استغفار کا ذکر قرآن نے کیا ہے۔[4] پس ایمان کی وجہ سے بندہ اپنی طرف دعا پہنچنے کا سبب پیدا کر چکا ہے، گویا یہ اس کی سعی ہے۔

---

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث (٦٢) صحیح مسلم، رقم الحدیث (٦٥٠)

[2] صحیح البخاري، رقم الحدیث (٤٦٧) صحیح مسلم، رقم الحدیث (٢٥٨٥)

[3] [الغافر: ٧]

[4] [نوح: ٢٨، [إبراهيم: ٤١]، [محمد: ١٩]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصلِ کلام یہ ہوا کہ وہ اس کی سعی و کوشش کا نتیجہ ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ جب تسبب کی صورت ہے تو حدیث:

«إذا مات الإنسان انقطع عمله» [1]

”جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں۔“

میں صرف تین کا ذکر کیوں کیا گیا ہے حالانکہ وہ بھی تسبب کی صورتیں ہیں؟ مثلاً: علم یا نیک بچہ یا صدقۂ جاریہ۔ یہ چیزیں تسبب کی صریح صورتیں ہیں، جب تسبب کی تصریح میں تین کا ذکر کیا گیا ہے اور باقی کی نفی کی ہے تو تسبب کی غیر صریح صورتیں کس طرح باقی رہ سکتی ہیں؟ باقی رہی دعا سو وہ ایک عوض معاوضہ کی صورت ہے، اور حاملینِ عرش و دیگر فرشتوں کی دعائیں انسان کے اعمال کی باطنی مؤثرات ہیں۔ قرآن مجید میں ان کے یہ لفظ نقل کیے گئے ہیں:

﴿رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ﴾ [المؤمن: ۷]

”اے ہمارے رب! تو نے ہر چیز کو رحمت اور علم کے ساتھ گھیر لیا ہے، ان لوگوں کو بخش جو ایمان لائے اور تیرے راستہ پر چلے۔“

اپنی دعا میں انھوں نے ایسی شرطیں لگائی ہیں جن شرائط کے بعد انسان بحسبِ القرآن قابلِ غفران ہو جاتا ہے کیونکہ فرشتوں کی دعائیں بلا اذن نہیں ہوتیں، جب اللہ کی طرف سے اذن ہوا تو خدا تعالیٰ کے نزدیک قابلِ معافی ہو گئے۔

انبیاء علیہم السلام کا ایمان داروں کے لیے استغفار اُن کے ایمان کی وجہ

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۶۳۱)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ تسبب کا زندگی میں انکار ہے نہ موت میں مگر تسبب کے لیے بھی قانون ہے، مثلاً: کافر کے لیے کوئی دعا مفید نہیں ہوتی، اسی طرح گھر میں کوئی بلا عذر نماز گزارے تو دوسرے مومنوں کی نماز اس کو فائدہ نہیں دیتی، ایمان میں نیابت کسی کے نزدیک درست نہیں، اسی طرح زندگی میں اگر بلا عذر نماز نہ پڑھے اور اپنا کسی کو نائب بنائے تو نائب کے ادا کرنے سے اس کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا، اسی طرح رمضان میں اگر غیر معذور آدمی حالتِ حیات میں کسی شخص کو نائب بنائے تو اس کو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اب کہاں تسبب کی صورت پیدا ہوجاتی ہے اور کہاں پیدا نہیں ہوتی؟ اس کے علم کی دو ہی صورتیں ہیں: ایک: عقل، دوم: نقل۔ مرنے کے بعد کے حالات معلوم کرنے پر عقل تو عاجز ہے اور نقلاً اِہدائے ثواب ثابت نہیں تو تسبب کی صورت تصور کر لینے سے اعتراض کیسے اٹھ گیا؟ پس آیت:

﴿ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴾ [النجم: ۳۹]

''نہیں ہے واسطے انسان کے مگر جو اس نے کوشش کی۔''

کو اِہدائے ثواب کے موافق بنانے کے لیے اِہدائے ثواب کو تسبب کی صورت میں داخل کرنا بدونِ دلیل کیسے ہو سکتا ہے؟ اِہدائے ثواب کو بلا دلیل تسبب میں داخل کرنا ایسا ہے جیسے کوئی ایمان کو تسبب میں داخل کر کے کہے کہ بیٹے کا ایمان باپ کے لیے نجات کا ایک سبب ہے کیونکہ اس نے اس کو جنا، اور جننا فائدہ اٹھانے کا سبب ہے، جس طرح یہ سبب مخالفتِ نص کی بنا پر باطل ہے اسی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح اِہدائے ثواب کا تسبب کی صورت میں داخل ہونا بوجہ عدمِ دلیلِ جواز اور وجودِ دلیل برائے بطلان باطل ہے۔

۸۔ ایک جماعت نے کہا کہ قرآن نے دوسرے کی سعی سے فائدہ اٹھانے کی نفی نہیں کی، دوسرے کی کوشش سے صرف ملک کی نفی کی ہے، یعنی انسان صرف اپنی سعی کا مالک ہے، یہ نہیں کہ انسان صرف اپنی سعی سے فائدہ اٹھاتا ہے، ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس طریقے کو اختیار کرتے اور دوسروں پر اس کو ترجیح دیتے ہیں۔[1]

میں کہتا ہوں: یہ پہلی وجوہِ باطلہ سے کوئی اچھی وجہ نہیں۔ ساتویں وجہ سب سے اچھی ہے اور یہ اس سے بہت گری ہوئی ہے کیونکہ اس وقت قرآن کی نظم کا زور بالکل جاتا رہتا ہے کیونکہ اس وقت آیت کا یہ معنی ہوا کہ انسان صرف اپنی سعی کا مالک ہے، دوسرے کی سعی کا مالک نہیں، یہ ہوسکتا ہے کہ دوسرے کی سعی سے اس کو فائدہ پہنچے۔ انسان کو اپنی سعی کے مِلک سے کیا فائدہ تھا کہ وہ دوسرے کی سعی سے فائدہ اٹھائے؟ جب فائدہ دوسرے کی سعی سے بھی ہوسکتا ہے تو ملک کی نفی سے فائدہ کیا ہوا؟ کلام کا زور بالکل جاتا رہا۔ یہ سارا تکلف لوگوں نے اس لیے کیا تاکہ عملِ غیر کے انتفاع کی صورتیں قرآن کے خلاف نہ بنیں۔ قرآن کو پھیرنے کی کوشش کی، ان صورتوں میں غور نہ کیا کہ یہ صورتیں کسی وجہ سے قرآن کے موافق ہوتی بھی ہیں یا نہیں!

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے جو ساتویں وجہ میں اشارہ کیا ہے اس میں اگر غور کیا جائے تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ شریعت میں جہاں کہیں بھی دوسرے کی کوشش سے انتفاع کا ذکر کیا ہے وہ سب تسبب کی صورتیں ہیں مگر کسی صورت کو

[1] كتاب الروح لابن القيم (ص: ١٢٦ ـ ١٢٩)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تسبب میں داخل کرنا محض کوئی عقلی بات نہیں، اس کے لیے نقل کی ضرورت ہے۔

دعا پر تو سب کا اتفاق ہے، تسبب کی صریح صورتیں جن کو بعض روایات میں تین اور بعض میں سات حصر کیا ہے، اور دیگر سب اُدلہ کو ملانے سے دس بنتی ہیں، اور غور کرنے سے وہ بھی تین ہی رہ جاتی ہیں۔ نیابت کی صورتیں، اگر روایات میں ترجیح و تطبیق سے کام لیا جائے، تو وہ بھی انھیں تین میں مندرج ہوجاتی ہیں کیونکہ نائب کے لیے یا ولی کا لفظ آیا ہے یا بچے کا، اگر ولی سے مراد صرف بچہ لیا جائے تو باقی اولیاء خارج ہوجاتے ہیں۔ ایک روایت میں بھائی یا قریبی کا لفظ آیا ہے، امام احمد رحمہ اللہ نے اس کے رفع کو صحیح نہیں سمجھا۔[1] نذر کی روایت میں ماں یا ہمشیرہ کا لفظ آیا ہے، اور راجح ماں ہے۔[2] اس لیے نیابت کی سب روایات بچے کی طرف لوٹتی ہیں، اگر سب روایات پر عمل کیا جائے تو بچے اور ولی کو نیابت کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔

غیر ولی کو ولی پر قیاس کرنا بدیہی قیاس نہیں۔ دل کی نیابت کا ذکر صرف روزے اور لازم غیر معین اعمال مثلاً: حج و نذر میں آیا ہے، ان اعمال پر دوسرے اعمال کو قیاس کرنا واضح نہیں۔ محدثین نے قرض کے ساتھ تشبیہ دینے کو لے کر اجنبی کے لیے بھی ان امور میں نیابت جائز رکھی ہے۔ اب ان صورتوں میں اگر سوائے بیٹے کے کسی اور کو نیابت کا حق دیا جائے تو تین چیزوں میں حصر والی حدیث کی ظاہراً مخالفت ہوتی ہے مگر ایک وجہ سے مخالفت اٹھ جاتی ہے، وہ یہ ہے کہ جن چیزوں میں نیابت وارد ہے وہ غیر معین ہیں، یعنی ان کا کوئی وقت معین نہیں، ان کا وقت وسیع ہے، اس لیے مکلف کے متعلق یہ خیال کرنا کہ اگر

---

[1] تلخيص الحبير (٢/ ٤٨٩، رقم الحديث: ٩٥٨)

[2] فتح الباري (٤/ ١٦٥)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی عمر دراز ہوتی تو نہ کرتا، بہت بعید ہے۔ مسلم کی ظاہری حالت کا اقتضا یہی ہے کہ وہ موقع نہ ملے تو ضرور کرے شاید بعض اعذار کی بنا پر نہ کیا ہو، عنداللہ اگرچہ اس قدر ملامت کے قابل نہیں جس قدر دوسرے فرائض کا تارک مگر ممکن ہے کہ وصیت کرنے والے مسلم کی ظاہری حالت یہی ہے کہ وہ فرائض میں وصیت کرے تو شارع نے اس کو وصیت کا حکم دیا، اور وصیت صدقۂ جاریہ کے رنگ میں تسبب کی صورت میں قائم ہوجاتی ہے، اس لیے یہ صورتِ نیابت ان تین سے باہر نہ ہوئی۔ یہ توجیہ اس لیے کی گئی ہے تاکہ احادیثِ نیابت اور تین چیزوں میں حصر والی روایت میں تطبیق ہو سکے، ورنہ ایسے تکلف کی ضرورت نہیں۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے جو توجیہ کی ہے وہ دراصل ان احادیث کو نیابت سے نکال دیتی ہے کیونکہ وہ ولی کے فعل کو اس وحشت کے رفع کرنے کا سبب قرار دیتے ہیں جو روح کو مفارقت کے بعد اپنے وظیفے کے ترک کے ادراک سے لاحق ہوتی ہے۔ اس توجیہ کی تائید اس لفظ شاذ سے بھی ہوتی ہے جو پہلے گزر چکا ہے اور وہ یہ ہے کہ تم حج کرو، اگر اس کو فائدہ نہ ہوگا تو نقصان بھی نہ ہوگا،[1] یعنی نیک کام ہے کرلو۔

بعض ائمۂ حدیث آیت:

﴿لَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ [یٰسین: ٥٤]

”نہیں جزا دیے جاؤ گے مگر جو تم کماتے ہو۔“

اور حدیث (تین میں حصر والی) دونوں کی تخصیص کے قائل ہوگئے ہیں۔ اب جہاں کہیں نیابت کی صحیح صورت ہوگی وہاں قائل ہوں گے مگر اہدائے ثواب کی کوئی دلیل نہیں۔

[1] سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٢٩٠٤) امام بوصیری رحمہ اللہ اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ مصباح الزجاجة (٣/ ١٨٥)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیت ﴿لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ﴾ پر بحث

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اس آیت کے سیاق سے یہ معنی معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو غیر کے عمل سے جزا نہیں ملے گی۔ اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ غیر کے عمل سے انتفاع کی صورت نہیں، کیونکہ غیر کے عمل سے انتفاع کی صورت جزا کی صورت نہیں ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صدقہ اور اس کا فضل ہے۔"[1]

میں کہتا ہوں کہ آیت ﴿لَهَا مَا كَسَبَتْ﴾ (اس کے لیے جو اس نے کمایا) میں ظرف کی تقدیم حصر کے لیے ہے، اب انسان کی کمائی کا غیر کے لیے نہ ہونا ظاہر ہے۔ تسبب میں فائدہ اٹھانے والے کا عمل اور کسب متحقق ہوتا ہے، صدقہ اور تفضّل بھی جزا کی صورت ہے، یعنی اس کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لیے، جو دنیا میں مکلّف ہو چکے ہیں، ایک قانون مقرر کیا ہے، حدیث:

«إنما هي أعمالكم»[2] "تمھارے ہی اعمال ہیں۔"

اس کی مؤید ہے۔

---

1. کتاب الروح (ص: ١٢٩)
2. صحیح مسلم، رقم الحدیث (٢٥٧٧)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث "إذا مات الإنسان" پر بحث

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اس حدیث میں بھی یہی ذکر ہے کہ عمل منقطع ہو جاتا ہے، یہ نہیں فرمایا کہ انتفاع منقطع ہو جاتا ہے، صرف اس کے عمل کے انقطاع کی خبر دی ہے۔ غیر کا عمل عامل کا ہے، عامل اگر ہبہ کرے، عامل کا ثواب اس کو پہنچے گا، نہ کہ اس کے اپنے عمل کا ثواب۔ منقطع اور شے اور پہنچنے والی اور شے ہے۔"[1]

میں کہتا ہوں کہ جن کو استثنا کیا ہے وہ بھی انتفاع کی صورتیں ہیں نہ کہ عمل کی، پس معلوم ہوا کہ انقطاعِ عمل سے مراد انتفاع بالعمل (عمل سے فائدہ اٹھانا) ہے۔ خاص کر بچے کی دعا غیر کا عمل ہے، اس سے انتفاع غیر کے عمل سے فائدہ اٹھانا ہے، لہٰذا حافظ صاحب کا مطلب ٹھیک نہیں۔ ہاں، اس حدیث کو آیت ﴿وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى﴾ کے ساتھ تطبیق دینے کی غرض سے تین چیزوں میں تسبب کی صورت بیان کرنی پڑتی ہے۔

قراءتِ قرآن کا ثواب بخشنے میں حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے صرف قیاس سے کام لیا ہے:

فرماتے ہیں:

"جب حج، روزہ، دعا اور استغفار کا ثواب پہنچتا ہے تو قراءتِ قرآن

[1] الروح (ص: ۱۲۹)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا ثواب بھی پہنچنا چاہیے۔ باقی سلف سے اس کا منقول نہ ہونا اس وجہ سے ہے کہ وہ اعمال کو چھپایا کرتے تھے، جیسے یہ منقول نہیں ویسے یہ بھی منقول نہیں کہ کسی نے سلف میں سے یہ کہا ہو: یا اللہ! اس روزے کا ثواب فلاں کو دینا۔ نبی ﷺ نے قراءت کا ذکر اس واسطے نہیں کیا کہ لوگوں نے آپ سے پوچھا نہیں، جو پوچھا اس کا جواب دیا۔ روزے اور صدقہ و حج کے متعلق بھی آپ نے سوال کے بعد جواب دیا ہے، روزے اور قراءت میں کوئی فرق نہیں۔❶

میں کہتا ہوں: حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے جو قراءت کے ثواب کو حج، روزے، دعا اور استغفار پر قیاس کیا ہے یہ قیاس صحیح نہیں کیونکہ دعا، استغفار، حج اور روزے کا بھی ثواب پہنچانا ثابت نہیں۔ دعا اور استغفار تو صرف ایک شفاعت کی صورت ہے جس میں عوض اور تسبب کی صورت پیدا ہوجاتی ہے۔ حج اور روزے میں نیابت ہے، نیابت اور اِہدائے ثواب میں بیّن فرق ہے۔

نیابت اور اِہدائے ثواب میں فرق:

نیابت میں پہلے نیتِ نیابت ضروری ہے، مجرد نیت اور ادائے فعل سے وہ دوسرے کے لیے ہوگا۔ اور عامل کو نیابت کی وجہ سے ثواب ملے گا، نیابت کی وجہ سے عامل اس کے قائم مقام ہوگا۔ اور اِہدائے ثواب میں عامل عمل میں نیابت کی نیت نہیں کرتا بلکہ وہ اپنی طرف سے بلا نیتِ نیابت عمل کرتا ہے۔ کبھی تو عمل کے وقت یا پہلے اس کے دل میں یہ خیال ہوتا ہے کہ میں اس کو ثواب بخشوں گا اور کبھی بعد میں خیال کرتا ہوا دوسرے کو ثواب بخشتا ہے۔ ثواب بخشنے کی صورت میں بھی عامل کو ثواب ملنا چاہیے۔ نیز سلف کا عمل چھپانا اس بات کو نہیں چاہتا کہ

❶ الروح (ص: ۱۴۲، ۱۴۳)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا ذکر ہی نہ ہو، اس سے کم درجہ کے اعمال میں ذکر موجود ہے، عمل چھپا کر کرنا اور چیز ہے اور ذکر کرنا امرِ دیگر ہے۔

قبروں اور مُردوں پر قرآن پڑھنا:

مشکوٰۃ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، فرماتے تھے:

> ”جب تم سے کوئی فوت ہوجائے اس کو بند نہ کرو بلکہ قبر کی طرف جلدی لے جاؤ، اس کے سر کے پاس سورۂ بقرہ کا شروع اور پاؤں کے پاس سورۂ بقرہ کا اخیر پڑھے۔“[1]

اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے اور اس نے کہا ہے: صحیح یہ ہے کہ یہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے۔

طبرانی نے اس حدیث کو مرفوعاً ”المعجم الكبير“ میں ذکر کیا ہے، اس کی سند میں یحییٰ بن عبداللہ بن ضحاک بن بابلتی ہے جس کو ابو زرعہ وغیرہ نے ضعیف کہا ہے۔ ابن عدی نے کہا: اس کی حدیثیں اچھی ہیں مگر اس نے اوزاعی سے نہیں سنا۔ امام احمد رحمہ اللہ نے اس کا سماع ثابت کیا ہے۔ عبدالرحمن بن علاء سے طبرانی نے معجم کبیر میں جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے مگر بوجہ شذوذ کے ضعیف ہے۔[2]

---

[1] المعجم الكبير للطبراني (١٢/ ٤٤٤، رقم الحديث: ١٣٦١٣) شعب الإيمان (٧/ ١٦، رقم الحديث: ٩٢٩٤) اس کی سند میں بابلتی مذکور اور اس کا شیخ ایوب بن نہیک ضعیف و متروک ہیں۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ (الضعيفة، رقم الحديث: ٤١٤٠)

[2] اور عبدالرحمن مذکور خود بھی مجہول ہے۔ أحكام الجنائز للألباني (ص: ١٩٢) تحرير تقريب التهذيب (٢/ ٣٤٢)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی یہ حکمت بیان کی گئی ہے کہ بقرہ کے شروع اور خاتمہ میں ایمان کا ذکر ہے، شروع سے مراد "مفلحون" تک اور اخیر سے مراد "آمن الرسول" سے لے کر آخر سورت تک۔ اور اس قراءت کی مختلف حکمتیں ہو سکتی ہیں:

۱۔ تلقین کے قائم مقام ہو کیونکہ اس میں صفاتِ ایمان کا ذکر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد کسی مرفوع صحیح یا موقوف صحیح حدیث میں دفن کی حالت کے علاوہ قرآن کا پڑھنا ثابت نہیں۔

۲۔ میت کے انس کے لیے ہو کیونکہ اس وقت روح کا میت کے ساتھ خاص تعلق ہوتا ہے، اور بعض اس حکمت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہر وقت میت کے انس کے لیے قرآن پڑھنا جائز سمجھتے ہیں، جیسے شاہ ولی اللہ سے ہم قراءت کی یہی حکمت بیان کر چکے ہیں مگر اس کا صحیح ثبوت نہیں ملتا۔ اگر یہ وجہ ہوتی تو شریعت میں ضرور اس کا ذکر ہوتا۔

۳۔ میت کے لیے مغفرت کی دعا ہو کیونکہ شروع سورت میں یہ بتایا گیا ہے کہ خطا و نسیان کا مواخذہ نہیں ہوگا تو گویا ان آیات کا ذکر کرنا اللہ تعالیٰ سے مُردے کے حق میں معافی کی درخواست کرنا ہے۔

۴۔ قبر میں شیطان کے اثر کو رفع کرنے کے لیے ہو کیونکہ قبر میں انسان آزمایا جاتا ہے، اور یہ بھی بعض روایات میں آیا ہے کہ سورۂ بقرہ کا اول و آخر شیطان کے دفع کے لیے بہت اچھا ہے۔ ان اکثر حکمتوں کو ملحوظ رکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دفن کے وقت ہی اس کو پڑھنا چاہیے، عام دستور بنانے کا کوئی ذکر نہیں۔

۵۔ عام طور پر پڑھنا زیارتِ قبور کے فائدے کے خلاف ہے، جس کے لیے قبور کی زیارت کی اجازت ہے، یعنی تفکر و اعتبار۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۔ حدیث "یٰسین اپنے مُردوں پر پڑھو۔" اس کو ابو داؤد، احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ [1] ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔ ابن قطان نے اس میں اضطراب، اس کے موقوف ہونے، ابو عثمان اور اس کے باپ کی جہالت کی بنا پر اس حدیث کو معلول کہا ہے۔ دارقطنی نے کہا ہے: اس کی سند ضعیف اور اس کا متن مجہول ہے، اس باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں۔ [2] اسی طرح امام نووی نے اذکار میں اس کو ضعیف کہا ہے۔ [3]

ابن حبان نے کہا ہے کہ مردوں سے قریب المرگ مراد ہیں۔ [4] بعض روایات میں اس قسم کے لفظ ہیں جو ابن حبان کے اس معنی کی تائید کرتے ہیں۔ مسند احمد میں ہے: ہم کو صفوان نے حدیث سنائی، اس نے کہا: شیوخ کہتے ہیں: جب یٰسین میت کے پاس پڑھی جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے اس کو تخفیف کرتا ہے۔ [5] صاحبِ فردوس کی روایت اس طرح ہے: جو میت مرے، اس کے پاس یٰسین پڑھی جائے تو اللہ تعالیٰ اس پر آسانی کرتا ہے۔ [6] روایت (جیسے پہلے گزرا ہے) بالکل ضعیف ہے، اور مُردوں سے قریب المرگ مراد ہے۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے اس معنی کے راجح ہونے کی پانچ وجوہ بیان کی ہیں:

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٣١٢١) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (١٤٤٨) مسند أحمد (٥/ ٢٦) نیز دیکھیے: إرواء الغليل، رقم الحديث (٦٨٨)

[2] تلخيص الحبير (٢/ ١٠٤)

[3] (١/ ١٩٩، رقم الحديث: ٣٨٤)

[4] صحيح ابن حبان، (٧/ ٢٦٩، رقم الحديث: ٣٠٠٢)

[5] مسند أحمد (٤/ ١٠٥) اسے ابن حجر رحمہ اللہ نے حسن اور البانی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔ الإصابة، ترجمة غضيف بن حارث (٥/ ٣٢٤) إرواء الغليل (٣/ ١٥٢)

[6] اس کی سند میں مروان بن سالم الغفاری ہے، جیسا کہ تلخیص الحبیر (۲/۱۰۴) میں ہے۔ اور یہ مروان کذاب و وضاع ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ حدیث ((لقنوا موتاکم: لا إله إلا الله)) "مُردوں کو لا إله إلا الله کی تلقین کرو۔"

اس میں بھی لفظ مُردوں کا آیا ہے اور اس جگہ مُردوں سے قریب المرگ لوگ مراد ہیں۔

۲۔ قریب المرگ کو اس صورت سے اس لیے فائدہ ہوتا ہے کہ اس میں توحید، قیامت اور اہلِ توحید کو جنت کی خوشخبری وغیرہ کا ذکر ہے۔

روح خوش ہو کر اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی آرزو کرے گی، پس اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرے گا۔ سورۂ یٰسین قرآن کا دل ہے، [1] قریب المرگ کے پاس اس سورت کے پڑھنے کی عجیب خصوصیت ہے، ابو الفرج ابن جوزی نے لکھا ہے کہ ہم اپنے استاد ابو الوقت عبدالاول کے پاس تھے، آخر ہم نے دیکھا کہ اس نے آسمان کو دیکھا اور ہنسے، پھر سورۂ یٰسین کی آیت:

﴿ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ۝ بِمَا غَفَرَلِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴾

"کاش میری قوم جانے کہ مجھے میرے رب نے بخش دیا اور مجھے معزز لوگوں میں داخل کر دیا ہے۔"

پڑھی اور فوت ہو گئے۔

۳۔ لوگوں کا قریب المرگ کے پاس ہی یٰسین پڑھنا مروج ہے۔

۴۔ اگر صحابہ سمجھتے کہ یٰسین قبر پر پڑھنی چاہیے تو ضرور پڑھتے اور یہ بات ان

---

[1] یہ روایت سخت ضعیف اور موضوع ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیں: سلسلة الأحاديث الضعيفة للعلامة الألباني رحمه الله (١٦٩)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مشہور ہوتی۔

۵۔ میت کا اثر اس سورت کے سننے سے اور قراءت کے وقت دل اور ذہن کو حاضر کرنے سے آخری سانس میں فائدہ اٹھانا ہی مقصود ہے۔ قبر پر پڑھنے سے میت کو ثواب نہیں ملتا کیونکہ ثواب کا تعلق عمل کے ساتھ ہے، خواہ قراءت ہو یا سننا، اور میت کا عمل منقطع ہو جاتا ہے۔[1]

۳۔ خلال نے شعبی سے ذکر کیا ہے کہ انصار سے جب ان کا کوئی مر جاتا تو اس کی قبر کے پاس آیا جایا کرتے، اس کے پاس قرآن پڑھتے۔[2] اس اثر میں صرف قبر کے پاس قرآن پڑھنے کا ذکر ہے، رسول اللہ ﷺ یا صحابہ کے عمل کا ذکر نہیں۔ ممکن ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کی بنا پر قرآن پڑھنا شروع کر دیا ہو کیونکہ اس میں سورۂ بقرہ کے اول و آخر کے پڑھنے کا ذکر ہے۔[3] انھوں نے اس کو قیاس عام کر دیا ہو اور قیاس ایسے مقام میں قابلِ احتجاج نہیں ہوتا، لہٰذا یہ اثر قابلِ استناد نہیں۔ شعبی طبقۂ ثالثہ کے ہیں۔[4]

---

[1] الروح (ص: ۱۱، ۱۲)

[2] القراءة عند القبر للخلال، رقم الحديث (۷) اس کی سند میں مجالد بن سعید وغیرہ متعدد رواۃ ضعیف ہیں۔

[3] المعجم الكبير للطبراني (۱۲/ ٤٤٤، رقم الحديث: ۱۳٦۱۳) شعب الإيمان (۷/ ۱٦، رقم الحديث: ۹۲۹٤) اس کی سند میں بابلتی مذکور اور اس کا شیخ ایوب بن نہیک ضعیف و متروک ہیں۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ (الضعيفه، رقم الحديث: ٤١٤٠)

[4] یعنی تقریب التہذیب میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تقسیم کے مطابق امام شعبی طبقہ ثالثہ کے راوی ہیں جو تابعین کے درمیانے طبقہ پر مبنی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایصال ثواب کے لیے تیجے، ساتویں اور چالیسویں کی تعیین

اگر اس تعیین کو فرض ، واجب، سنت یا مستحب سمجھا جائے تو یہ تعیین اس صورت میں بدعتِ حقیقیہ ہوگی کیونکہ شریعت نے اس کو فرض، واجب، سنت یا مستحب قرار نہیں دیا، اس کا قائل مبتدع اور حرام کا مرتکب ہوگا، ایسی مجلس میں شمولیت منع اور حرام ہوگی کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ پر افترا اور کبیرہ گناہ ہے۔ پس ایسی دعوت کی شمولیت، جو ایسی معصیت پر مشتمل ہوگی، قرآن و سنت سے حرام ہے۔

پانچویں پارہ میں ہے:

﴿اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ یُكْفَرُ بِهَا وَ یُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖۤ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ﴾

[النساء: ١٤٠]

”جب تم سنو کہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر ہو رہا ہے اور استہزا کیا جا رہا ہے تو ایسے آدمیوں کے پاس مت بیٹھو، یہاں تک کہ وہ دوسری بات میں بحث کریں، (اگر تم بیٹھے تو) بلاشبہ تم ان کی طرح ہو۔“

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس مجلس میں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر یا استہزا ہو تو اس مجلس میں نہیں بیٹھنا چاہیے، یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس پر افترا ہے، اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ ٹھٹھا کرنا ہے، اس لیے نافرمانی کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجلس میں نہیں بیٹھنا چاہیے۔ ترمذی میں حدیث ہے:

"جب بنی اسرائیل نافرمانی کرنے لگے تو ان کے علماء نے ان کو روکا مگر وہ باز نہ آئے، پھر ان کے ساتھ ان کی مجلس اور خور و نوش میں شریک ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل بھی اسی طرح کر دیے، ان کو داود اور عیسیٰ علیہما السلام کی زبان پر ملعون قرار دیا۔"❶

اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایسی مجلس کی شمولیت منع ہے اور اس دعوت کا کھانا اس معصیت پر تعاون ہے، اور معصیت پر تعاون بنصِ قرآن حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ﴾ [المائدة: ٢]

"گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔"

لہٰذا طعامِ مذکور کا کھانا بنصِ قرآن حرام ہوا۔ مگر اس کی حرمت لغیرہ ہے، یعنی حرمت ذاتی یا حرمت بعینہ نہیں، پس اس کھانے کے استعمال میں اگر تعاون کی صورت نہ ہو تو کھانا فی نفسہ حرام نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کھانے کا مالک توبہ کرے یا کھانے والا جہالت کی وجہ سے ایسا کرے تو کھانا حرام نہیں ہوتا۔

اگر اس تعیین کو فرض، واجب، سنت اور مستحب نہ سمجھے بلکہ جائز قرار دے تو اس کی دو صورتیں ہیں:

۱۔ اتفاقاً کسی دن میں مستحقین کو بلا فخر دے تو یہ مستحقین کو کھلانا بلاشبہ جائز ہے بشرطیکہ بلا کسی بدعت کے کرے۔

---

❶ سنن أبي داود، رقم الحديث (٤٣٣٦) سنن الترمذي، رقم الحديث (٣٠٤٧) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٤٠٠٦) اس کی سند میں ابو عبیدہ کا ابن مسعود سے سماع ثابت نہیں ہے۔ المراسيل لابن أبي حاتم (ص: ٢٥٦) وغیرہ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ اگر اس تعیین کو قصداً کرے، جب کوئی مرے اسی دن کرے اور زبان سے یہ کہے کہ میں اس دن کی تعیین کو فرض سمجھتا ہوں، جب سنت یا مستحب نہیں سمجھتا بلکہ صرف اس دن میں کھانا پکا کر دینا جائز سمجھتا ہوں، اور جب کوئی مرے تو اسی دن میں کھانا کھلاتا ہوں تو اس کی مختلف صورتیں ہیں: یا ملامت کے ڈر سے کرے، یا یہ سمجھ کر کہ دن کی تعیین سے انسان ضرور نیک کام کر لیتا ہے۔ ملامت کی صورت میں یہ کام غیر اللہ کے لیے ہوا، اور شقِ ثانی میں اس کام کو ضرور کرنے کا اعتقاد ہوا جو فرض اور واجب کے مترادف ہے، دونوں صورتیں بوجہ تعیین معصیت ہوئیں۔

اگر کسی شخص نے اتفاقاً کسی میت کے بعد تیسرے یا ساتویں دن ایسا کر لیا تو اس میں کوئی قباحت نہیں بشرطیکہ کوئی بدعت اس میں نہ ہو۔ اس بیان سے یہ معلوم ہوا کہ بعض دنوں کی تعیین اعتقادی اختصاص کے بغیر نہیں ہو سکتی، یہ اعتقادی اختصاص بالکل ممنوع ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایصالِ ثواب کے لیے کھانے پر قرآن کریم پڑھنا اور اس کھانے کو کھانا

ایسا کرنا شرعاً ثابت نہیں۔ اگر کوئی ایسا کرنا فرض، واجب، سنت یا مستحب سمجھے تو بالاتفاق ممنوع، حرام اور اللہ پر افترا ہے، اور ایسی دعوت میں شمولیت حرام ہے، اور ایسا کھانا، چونکہ گناہ پر امداد ہے، اس لیے ایسا کھانا بھی حرام ہے مگر اس کی حرمت لغیرہ ہے، پس توبہ کے ساتھ اس کی حرمت مرتفع ہوجاتی ہے اور جہالت کی وجہ سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ اگر ”تعاون علی الاثم“ نہ ہو تو کھانا مباح ہے۔

اگر فرض، واجب، سنت اور مستحب نہ سمجھے تو اس کی دو صورتیں ہیں: یا ملامت کے ڈر سے، یا تعیین کو ضرور ادا کرنے کا ذریعہ سمجھ کر کرنا۔ اول صورت میں یہ کام غیراللہ کے لیے ہوا، دوسری صورت میں اعتقادی اختصاص کو مستلزم ہوا۔ دنوں کی تعیین اور کھانا آگے رکھ کر اس پر میت کے لیے کچھ پڑھنا ہنود کی رسم ہے، جاہلیت کی رسم اسلام میں مقرر کرنا حرام ہے، اور غیر اقوام سے اس کے مذہبی رسوم میں تشبیہ قطعاً حرام ہے، نیز وہ کھانا دراصل قرآن کے پڑھنے کی اجرت ہے اور اجرت لے کر قرآن پڑھنے سے پڑھنے والے کو ثواب نہیں ملتا بلکہ فقہا نے قرآن پڑھنے پر اجرت لینے کو حرام لکھا ہے۔

مولوی عبدالحئی لکھنوی کے فتاوی (۲/۲۶۳) میں ہے:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استفتا:

مُردے کے لیے ان لوگوں سے قرآن پڑھوانا جو قرآن پڑھنے کی اجرت لیتے ہیں اور اپنی روزی اس کو ٹھہرا لیا ہے، جن لوگوں کو جہلاء لوگ ملاں روحی بولتے ہیں، جائز ہے یا نہیں؟

هو المصوب:

درست نہیں ہے۔ قرآن پڑھنے کی اجرت لینا حرام ہے كما في تنقيح الفتاوىٰ الحامدية.

حرره الراجي عفو ربه القوي أبوالحسنات محمد عبدالحي تجاوز عن ذنبه الجلي والخفي (محمدعبدالحي أبو الحسنات) فتویٰ (۳/ ۶۸)

سوال: فاتحہ مروجہ حال، یعنی طعام را روبرو نہاد دست برداشتہ چیزے خواند، چہ حکم دارد؟

الجواب: ایں طور مخصوص نہ در زمانِ آنحضرت ﷺ بود، نہ در زمانِ خلفا بلکہ وجود آں در قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر منقول نہ شدہ، حالا در حرمین شریفین زادھما اللہ شرفاً عادت خواص نیست، واگر کسے ایں طور مخصوص بعمل آورد، آں طعام حرام نمیشود، بخورد نش مضائقہ نیست، وایں را ضروری داشتن مذموم ست، بہتر آنست ہر چہ خواہند خوانده ثواب بمیت رسانند و طعام را بہ نیت تصدق بفقراء خورانند، ثوابش نیز باموات رسانند۔

مولوی عبدالحی صاحب نے جو یہ فرمایا ہے کہ طعام حرام نہیں ہوتا، اس کا کھانا مضائقہ نہیں، یہ اسی وقت تک ہے جب تک کرنے والا غلطی سے کرے، اس پر حجت قائم نہ ہو۔ جب اس فعلِ بدعت پر حرمت کا فتویٰ لگ چکا ہو تو اس صورت میں کھانا حرام لغیرہ ہوگا، اور ہم پہلے اس مسئلہ کو ادلہ کے ساتھ ثابت کر چکے ہیں کہ قرآن خوانی کے ثواب پہنچانے پر کوئی آیت یا صحیح حدیث نہیں، اس لیے پھر یہ رسمِ ختم، یعنی کھانے پر قرآن خوانی، ایصالِ ثواب کے لیے بدعت ہوئی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاتمہ

پس تیجے، ساتویں، چالیسویں ختم پر منع ہونے کے مندرجہ ذیل دلائل ہیں:

ا۔ قرآن ۲۔ حدیث ۳۔ اجماع خیر القرون

۴۔ تفصیل استدلال قرآنی، وہ آیات جن کا ذکر ہو چکا ہے، دس سے زیادہ ہیں۔

۵۔ تفصیل استدلالِ حدیث:

ا۔ احادیث ردِ بدعت۔

ب۔ احادیثِ مذمتِ تشبیہ

ج۔ احادیث جو مذکورہ قرآنی آیات کے ہم معنی ہیں۔

اول: ایصالِ ثوابِ عبادات پر کوئی صحیح دلیل نہیں۔

دوم: قرآن حمید و احادیثِ صحیحہ کے بالکل خلاف ہے۔

سوم: ایام کی تعیین بدعت۔

چہارم: ان کی تعیین میں تشبیہ ہنود اور رسمِ جاہلیت ہے۔

پنجم: کھانے اور قرآن خوانی کو ایصال ثواب کے لیے جمع کرنا، جیسے پہلے گزر چکا ہے۔

ششم: زبانی اور مالی عبادت کو جمع کرنے سے ہنود کے ساتھ تشبیہ ہے۔

ہفتم: یہ جاہلیت کی رسم ہے۔

ہشتم: اجرت پر قرآن پڑھنے سے پڑھنے والے کو فائدہ نہیں پہنچتا۔

نہم: یہ کھانا مستحقین کو نہیں پہنچتا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دہم: یہ رسم بعض وقت یتیموں کے مال سے ادا کی جاتی ہے، ان کا مال کھانا بنصِ قرآن حرام ہے۔

گیارہواں: ایسے رسوم پر قرض سودی بھی لیا جاتا ہے، یہ قطعاً حرام ہے۔

بارہواں: ان رسموں کو لوگ صرف عار سے بچنے کے لیے کرتے ہیں۔

تیرھواں: حاجت اور ضرورت کا لحاظ نہیں کرتے بلکہ صرف لوٹنے کی طرح کرتے ہیں۔

جتنی باتیں ہم نے ذکر کی ہیں، یہ سب یا ان میں سے بعض ضرور بالضرور ان رسموں میں ہوتی ہیں، لہٰذا اِس قسم کی رسم قطعاً حرام اور اس میں شمولیت ناجائز ہے، اور وہ کھانا، چونکہ گناہ پر مدد ہے، اس لیے حرام ہے۔ جو ایصالِ ثواب کے مروجہ طریقوں پر کاربند ہیں عام طور پر صوم وصلوۃ سے غافل ہوتے ہیں، ان کے دل میں یہ بات سمائی ہوئی ہے کہ شاید مرنے کے بعد زندوں کی کوشش سے ہماری نجات ہوجائے گی۔ اس خیال نے اہل اسلام کو عمل میں پیچھے کر دیا ہے اور غیر قومیں ان سے سبقت لے گئی ہیں، اس لیے اہلِ اسلام پر لازم ہے کہ وہ ایسی رسوم سے بچیں۔ اہلِ اسلام کے قرض کا اکثر حصہ، جیسا تحقیق کرنے سے ثابت ہوا ہے، انھی رسوم کی پابندی کی وجہ سے ہے۔ وہ لوگ جو اہلِ اسلام کو انھی رسوم کی طرف دعوت دیتے ہیں اور ان کے جواز اور حلال ہونے کے فتوے تراشتے ہیں، وہ اہلِ اسلام کو دین و دنیا میں ذلیل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

خلاصۂ کلام:

اہلِ سنت کے نزدیک عبادات میں اصل یہی ہے کہ عبادات کی خاص خصوصیت وقتی یا مکانی منع ہے، جب تک ثبوت نہ ملے کرنا جائز نہیں۔ اس لیے میت کی نفع رسانی کے طریقوں میں وہ شریعت کی ہدایت کی پیروی کرتے ہیں،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس طریقے اور اس کی خصوصیت کا ثبوت نہ ملے اس کو وہ بدعت اور گمراہی خیال کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مروجہ تیجا، ساتواں چالیسواں، ششماہی، برسی اور دیگر اس قسم کے میت کی نفع رسانی کے طریقوں کو بوجۂ عدمِ ثبوت کے بدعت اور ناجائز بتاتے ہیں، بلاتعینِ وقت میت کے لیے قرآن خوانی اور بعض اعمال میں نیابت اور اہدائے ثواب میں اگرچہ اہل سنت کا اختلاف ہے مگر دلیل کے لحاظ سے صحیح بات یہی ہے کہ میت کے لیے قرآن خوانی مطلقاً صحیح دلیل سے ثابت نہیں۔ اور نیابت جس جگہ وارد ہے اس کے علاوہ دوسری جگہ نہیں کرنی چاہیے، مثلاً: بچے کے لیے نیابت صرف روزہ اور حج وغیرہ میں ثابت ہے۔ روزے میں نیابت صرف ولی کے لیے جائز ہے، ان کے علاوہ نیابت کا صحیح ثبوت نہیں۔ حج کے متعلق بعض روایات میں بھائی یا قریبی کا لفظ شک کے ساتھ وارد ہے مگر اِہدائے ثواب پر کوئی صحیح دلیل نہیں۔

جو لوگ اہلِ سنت کے خلاف مروجہ رسوم جائز جانتے اور تارکینِ رسوم پر لعن وطعن کرتے ہیں وہ دو قسم کے لوگ ہیں یا دو قسم کا استدلال پیش کرتے ہیں:

ایک ان عام ادلہ سے استدلال کرتے ہیں جن میں مطلق دعا کرنے یا کسی عبادت کرنے یا کسی جگہ صدقہ کرنے کا ذکر ہے، اپنی بدعات کو ان کے نیچے داخل کر کے ان کو جائز کہتے ہیں۔ ان لوگوں کے نزدیک وہ ادلہ جن میں بدعات کی مذمت کی گئی ہے وہ بالکل بے کار ہیں کیونکہ یہ لوگ کسی امر کے ناجائز ہونے کا مدار خاص نہی کو قرار دیتے ہیں، پس جب تک کسی خصوصیتِ زمانی یا مکانی کی نہی شرع میں وارد نہ ہو اس وقت تک اس کو ناجائز نہیں سمجھتے، اور اہلِ سنت اسی خصوصیتِ زمانی وغیرہ غیر ثابت کی وجہ سے اس کو بدعت قرار دیتے ہیں، اور ادلۂ مذمتِ بدعت سے اس کو ناجائز قرار دے کر عام ادلہ سے خارج قرار دیتے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصل بات یہ ہے کہ اگر کسی فردِ دعا یا صدقہ یا کسی عبادت کو عام ادلہ کا قرار دے کر کیا جائے تو ان افراد پر ان عام ادلہ سے استدلال درست ہے ورنہ نہیں، مثلاً: ظہر کے وقت جو نماز پڑھی جاتی ہے وہ مطلق نماز کے مطلق امر کے نیچے بھی داخل ہے، ایک نماز جو بنام نمازِ ظہر پڑھی جاتی ہے، اور اس امر کے نیچے بھی داخل ہے جو نمازِ ظہر کے لیے خاص طور پر وارد ہے، پس امرِ اول کے نیچے داخل ہونے کی صورت میں اس وقت چار رکعات اور دیگر خصوصیاتِ خاصہ کا التزام ضروری نہیں اور امرِ خاص جو ظہر کی نماز کے متعلق وارد ہے اس کے نیچے داخل ہونے کی وجہ سے اس میں ان خصوصیات کا ہونا ضروری ہے، پس جو شخص ان افراد دعا، صدقہ اور عبادت کو ان خصوصیاتِ زمانی اور مکانی وغیرہ کے التزامِ اعتقادی اور عمل کے بغیر اگرچہ ان خصوصیات کے ساتھ کرتا ہے، اس کا استدلال عام ادلہ سے درست ہے، اور جو ان خصوصیاتِ زمانی و مکانی وغیرہ غیر ثابتہ کو اعتقاداً یا عملاً اس طرح لازم کرتا ہے جس سے تشریع کا وہم پڑے، جیسے بدعاتِ مروجہ کے کرنے والے کرتے ہیں تو اس صورت سے استدلال درست نہ ہوگا کیونکہ مبحث اب صرف التزامِ خصوصیتِ غیر ثابتہ ہے، اور وہ التزامِ نفس سے ایک زائد امر ہے، اسی وجہ سے اہلِ سنت اس کو بدعت کہتے ہیں۔

۲۔ دوسرا گروہ یا دوسرا استدلال، اس کی مختلف صورتیں مختصراً درج کی جاتی ہیں:

۱۔ ضعیف احادیث جو اِہدائے ثواب کے متعلق پیش کی جاتی ہیں، حالانکہ بدعات میں ضعیف حدیث سے استدلال کرنا درست نہیں، یعنی جو امر بدعت کے نیچے داخل ہو ضعیف حدیث سے بدعت سے خارج نہیں ہوسکتا۔

۲۔ موضوع روایات جیسے حضرت ابراہیم (فرزند آنحضرت ﷺ) کے تیجے کی بناوٹی حدیث، حضرت امیر حمزہ کے تیجے، ساتویں، چالیسویں، ششماہی اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برسی کی روایات۔

۳۔ رواج جہلا، اس کو استدلال میں پیش کرنا بالکل دین سے بے خبری کی دلیل ہے۔

۴۔ بعض علما کے فتوے، ان میں سے بعض میں نسبت غلط کی گئی ہے اور بعض میں اگرچہ صحیح ہے، مگر ان کا مطلب غلط سمجھا گیا ہے۔

اگر کسی فتوے کی نسبت کسی عالم کی طرف صحیح اور مطلب بھی صحیح سمجھا گیا ہے تو ان علما کے خلاف دوسرے علما موجود ہیں جو ان کو ناجائز اور حرام قرار دیتے ہیں، پس اس اختلاف کی صورت میں صرف اقوال ہی پر فیصلہ نہیں ہونا چاہیے بلکہ اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف بات کو لوٹانا چاہیے، کتاب و سنت کی روشنی میں صرف انھی علما کے اقوال صحیح معلوم ہوتے ہیں جو ان بدعات کو ناجائز اور حرام قرار دیتے ہیں، جیسے ہم نے مختصر طور پر یہاں ذکر کر دیا ہے۔ اور رسالہ جوازِ فاتحہ علی الطعام[1] کے رد میں اس کو ذرا تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ پس صحیح امر یہی ہے کہ ان رسوم و بدعاتِ مروجہ کے کرنے پر کوئی صحیح دلیل نہیں، بلا شک وشبہ یہ امور ناجائز اور حرام ہیں۔

والسلام خیر الختام

[1] اس سے مراد مؤلف رحمہ اللہ کی تصنیف کردہ کتاب ''الاصلاح'' کا دوسرا حصہ ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تنقید المسائل

یعنی بعض مسائل میں مولانا مودودی صاحب کی تردید

مصنفہ

شیخ الحدیث مولانا محمد صاحب گوندلوی

منشی فاضل، مولوی فاضل، مقیم گوجرانوالہ

ناشر

محمد اسلم گوندلوی

ملنے کا پتہ

اکرامیہ دواخانہ، گوندلانوالہ، ضلع گوجرانوالہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ

الحمدللہ و کفیٰ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ.

اقتدار کی خواہش عجیب چیز ہے، انسان جب تک زندہ ہے اقتدار حاصل کرنے کے لیے پوری کوشش کرتا ہے۔ انگریز کے اقتدار میں جب سے تزلزل آیا مختلف سیاسی جماعتیں اقتدار پر قبضہ کرنے کی کوشش میں مصروف ہوگئیں۔ ہندو مسلم تصادم نے ملک میں کئی نظریے پیدا کر دیے جو اپنے نہجِ سوچ کے مطابق ملک میں کام کرنے لگے۔

مولانا مودودی صاحب نے اپنی زندگی کا آغاز اخبار نویسی سے فرمایا، الجمیعۃ وغیرہ اخبارات میں کام کرتے رہے، پھر حیدر آباد دکن سے "ترجمان القرآن" شروع کیا۔ "ترجمان القرآن" نے ہندو مسلم اتحاد کے بعض نقصان دہ پہلوؤں کو نمایاں کیا جسے مسلمان نظر انداز کر رہے تھے۔ یہ کہنا تو مشکل ہے کہ وہ لوگ اسے سمجھ نہیں رہے تھے البتہ یہ خیال ضرور تھا کہ ایسے مناقشات سے انگریز کی عمر بڑھ جائے۔ مولانا مودودی نے ان مصالح سے بے نیاز ہو کر کانگرس اور لیگ پر تنقید کی، جس سے انگریز پرست حلقوں کو بہت امداد ملی اور اس طبقے نے اسے بہت اچھالا، جس سے مولانا ایک لیڈر کی حیثیت سے ملک کے سامنے آئے۔ مخالف حلقوں نے مولانا کی تحریروں کو خریدا اور تقسیم کیا، امریکن اور برطانوی حلقوں میں بھی اسے پسندیدگی کی نظر سے دیکھا گیا، مولانا کی صلاحیتوں کی نمائش کے لیے یہ خلافِ امید چانس تھا۔ مولانا کی تحریرات میں دینی ذہن اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا کی تحریک میں دینی مزاج کی نمائش ہے، اس سے یہ فائدہ بھی ہوا کہ خاکسار، کمیونزم ایسی تحریکات نے نوجوان ذہن میں جس قدر لا دینی جراثیم پیدا کیے تھے ان کو اس تحریک سے فائدہ ہوا۔

لیکن مولانا کا زیادہ تر علم مولانا کی ذہانت اور ذاتی مطالعہ کا مرہون منت ہے، انھوں نے مستند اساتذہ سے تلمذ کا موقع نہیں پایا اور نہ مروجہ اسفارِ دینی سے باقاعدہ استفادے کی کوشش ہی فرمائی ہے، اس لیے مولانا کے اجتہادات میں بعض نمایاں خامیاں ہیں، حدیث کے متعلق ان کا نظریہ عموماً انکارِ حدیث کی سرحدوں تک پہنچ جاتا ہے، اعمال میں بھی اس قدر تساہل ہے کہ بے عمل اور بدعمل لوگوں کو وہاں پناہ مل جاتی ہے۔ جماعت کے مخصوص نظریات ہیں، مخصوص شکل ہے اور اب وہ بالکل ایک فرقہ کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ مولانا کے معتقدین پیر پرستوں کی طرح مولانا کی نظر سے دیکھتے، مولانا کی زبان سے بولتے اور مولانا کے دل سے سوچتے ہیں۔ فرقہ پرستی میں یہی برائی ہے جو اس جماعت میں کافی حد تک پیدا ہو چکی ہے۔

ہم مولانا حافظ محمد صاحب کے ممنون ہیں کہ انھوں نے پیش نظر کتاب ''تنقید المسائل'' میں اپنے مخصوص عالمانہ انداز سے ان نقائص کی نشان دہی فرمائی ہے۔ امید ہے کہ عامۃ المسلمین اور مولانا مودودی صاحب کے معتقدین کتاب کو انصاف کی نظر سے پڑھیں گے اور اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔

بندہ

محمد اسلم

خطیب جامع اہلحدیث، گوندلانوالہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم .

الحمد للہ رب العالمین، والصلوۃ والسلام الأتمّان الأکملان علی خاتِم النبیین، وعلیٰ آله وأصحابه إلیٰ یوم الدین، وعلیٰ من تبعهم من فقهاء الدین وعلماء الشرع المتین .

جماعت بندی کا رواج:

أما بعد! برادرانِ اسلام کی خدمت میں التماس ہے کہ آج کل جماعت بندی کا رواج ہے۔ ہر شخص، جو سیاسی کام کرنا چاہتا ہے، کسی نہ کسی نام سے جماعت بناتا ہے، نام میں بھی جدت ملحوظ ہوتی ہے، چنانچہ اسلامی جماعت کے نام سے بھی ایک جماعت بنائی گئی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ یہ وہی جماعت ہے جس کو انبیاء علیہم السلام نے قائم کیا تھا، جو مقصد انبیاء علیہم السلام کی جماعت کا تھا وہی مقصد اس جماعت کا ہے۔ ❶

ان کے خیال میں انبیاء علیہم السلام کا مقصد اور اس کا سائنٹیفک طریقہ:

انبیاء علیہم السلام کا مقصد حکومتِ الٰہیہ کا قیام تھا۔ اس کا سائنٹیفک طریقہ یہی ہے کہ آہستہ آہستہ اس جماعت کو چھوٹے پیمانے سے شروع کر کے ترقی دے کر ایک مضبوط جتھا بنایا جائے اور جہادِ کبیر کر کے اقتدار اپنے ہاتھ میں لے لیا جائے۔ مسلم لیگ کا نکتہ نگاہ کہ ملک کی تقسیم مذہب کی بنا پر کرنے کے بعد آئینِ

❶ اس کی مثال اس طرح ہے کہ لیموں کا درخت لگا کر توقع آم کی رکھی جائے یا پشاور کے راستے پر چل کر دہلی پہنچنے کی آرزو ہو۔ [مؤلف]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامی کو نافذ کرنے کی کوشش کی جائے، بالکل غلط اور غیر فطری طریقہ ہے۔ حکومتِ الٰہیہ کے قیام کے لیے یہ غلط راستہ ہے۔

مگر مسلم لیگ کے کامیاب ہونے اور پاکستان بننے کے بعد ان کی تحریرات میں فرق آ گیا ہے۔ اب وہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ مسلم لیگ کے طریق پر بھی حکومتِ الٰہیہ قائم ہو سکتی ہے بلکہ قراردادِ مقاصد کے پاس ہونے پر یہ کہتے ہوئے پائے جاتے ہیں کہ اب اسلامی حکومت بن چکی ہے، صرف مشینری میں رد و بدل کی ضرورت ہے، اگر قیادت صالحہ قائم ہو جائے تو آئینِ اسلامی (جس کا اقرار ہو چکا ہے) نافذ کیا جا سکتا ہے۔ گویا ان کے قول کے مطابق لیموں کے درخت سے اب آم کی توقع ہے اور پشاور جانے والا دہلی پہنچ سکتا ہے۔

ان کے جدید نظامِ عمل پر غور کرنے سے دو باتیں ذہن میں آتی ہیں:

۱۔ یا تو بانیٔ جماعت نے حالات کے فیصلے کو صحیح سمجھ کر اپنی پہلی روش سے رجوع کیا ہے، اور یہ جان لیا ہے کہ اسلامی حکومت کے قیام کے لیے وہ طریق کار ضروری نہیں جس کو وہ واحد طریقہ اور سائنٹیفک راستہ بتاتے تھے۔ جس کے متعلق ان کا خیال تھا کہ جو شخص اس کے سوا کسی دوسرے طریق کو اختیار کرتا ہے وہ پشاور کے راستے پر چل کر دہلی جانے کی توقع رکھتا ہے یا درخت تو لیموں کا لگاتا ہے مگر توقع انار کی رکھتا ہے۔

اگر ان کے خیال میں تبدیلی ہو چکی ہے تو ان پر لازم ہے کہ پہلے طریق کار کے غلط ہونے کا اعلان اور مسلم لیگ کے طریقِ کار کا حالاتِ حاضرہ میں سائنٹفک طریقہ ہونے کا اقرار کریں۔

۲۔ یا بانیٔ جماعت کا خیال وہی ہے مگر حالاتِ حاضرہ سے فائدہ اٹھانے کے لیے اپنی روش میں تبدیلی کی ہے کیونکہ حالات حاضرہ میں اس طریقے کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعوت ایک فیل شدہ طریق کی دعوت ہے، لہٰذا اُس کا ذکر مناسب نہیں مگر اپنی جماعت کو تقویت دینے کے لیے آئینِ اسلامی کے نفاذ کی دعوت اور قیادت صالحہ کے سے خوش کن الفاظ جماعت کی طرف متوجہ کرنے کے لیے نہایت موزوں ہیں۔ پاکستان کے قیام کے ساتھ جو رکاوٹ ان کے پہلے طریق کار میں پیدا ہو چکی ہے اس کو معمولی لفظی رد و بدل سے دور کرنا چاہتے ہیں۔

کیونکہ لوگ جب ان کے ساتھ وابستہ ہو کر یا ان کے مقصد سے متفق ہو کر ان کی ہاں میں ہاں ملائیں گے تو شاید ان کو اقتدار پر قبضہ کرنے کا موقع ہاتھ آ جائے اور اقتدار حاصل کرنے کے بعد وہ اسی طریقے پر اچھی طرح عمل کر سکیں، یعنی جو داخلی رکاوٹیں ان کے ذہن میں ہیں جہاد کبیر کر کے دور کر سکیں۔

اس بنا پر ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ ان کے سابق نظریہ (جس پر جماعت کی بنیاد ہے) اور بعد کی جدوجہد کا جائزہ لیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ بعض لوگ، جو منطقی ربط کے دلدادہ اور خوش کن الفاظ سے متاثر ہونے کے خوگر ہیں، غلط فہمی میں مبتلا ہو کر صحیح راستے سے اکھڑ جائیں۔

قبل اس کے کہ ہم مودودی صاحب کی روش قدیم و جدید کا جائزہ لیں، ضروری خیال کرتے ہیں کہ جماعتِ اسلامی کے نام پر کچھ لکھیں۔

یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ دین (جو عقائد، عبادات، اخلاق اور معاملات کے مجموعے کا نام ہے) کا ماخذ چار چیزیں ہیں:

۱۔ کتاب اللہ۔

۲۔ حدیث شریف۔

۳۔ اجماعِ امت، جس کی سند کتاب وسنت میں موجود ہو۔

۴۔ صحیح قیاس، ان میں اصل کتاب وسنت ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجماع اور قیاس انھی دو پر متفرع ہیں۔[1] کتاب اللہ متن اور حدیث اس کی تفسیر اور بیان ہے۔ اجماع حقیقت میں طریقِ عمل کا نام ہے، قیاس عام طور پر استدلال خفی کو کہتے ہیں۔ حدیث کے ضبط اور اس سے استنباط کرنے میں محدثین ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ مسائل ضروریہ کے استقصا اور احکام کے مراتب کی تدقیق میں اہل تخریج کا پلہ بھاری ہے۔

فقہائے حدیث میں سب مجتہدین اور اکابر محدثین داخل ہیں، ان کی دو قسمیں ہیں: ایک اہل تخریج اور ایک اہل حدیث۔

جو فریق اختلافی مسائل کے لینے اور سمجھنے میں یہ روش رکھتا ہے (کہ پہلے کتاب اللہ کی طرف رجوع کر کے پھر اجماع کی طرف رجوع کرنا اس میں داخل ہے کیونکہ اجماع کی سند دو چیزیں ہیں، پھر اقوال صحابہ کی طرف توجہ کی جائے، اگر ان کا اتفاق ہو تو فبہا، ورنہ ان کا وہ قول لیا جائے جو کتاب و سنت کے زیادہ قریب ہو، اگر جواب نہ ملے تو ان کا وہ قول لیا جائے جہاں اصل اور فرع میں مؤثر فارق نہ پایا جائے) اہل حدیث کہلاتا ہے۔

اور جو فریق اجماعی مسائل کے بعد کسی مجتہد کی طرف رجوع کرے اور اس کے طریق پر مسائل اختلافیہ کا جواب تلاش کرے، وہ اہل تخریج کہلاتا ہے۔ یہ فریق رفتہ رفتہ سابق مجتہدین میں سے کسی ایک کے ساتھ وابستہ ہو جاتا ہے۔

اہلحدیث چونکہ طریقِ استدلال کلی رکھتے ہیں، یعنی استنباط کی بنا کسی خاص مجتہد کی روش کو قرار نہیں دیتے بلکہ حقیقتِ حال کی جستجو میں اسی ماخذ کو لیتے ہیں جو کتاب و سنت کے زیادہ قریب ہو خواہ کسی مجتہد کا طریق کار ہو۔ اس لیے جزئیات کا استقصا دائمی شریعت سمجھ کر نہیں کرتے۔ ہاں، اہلِ تخریج کے طریق سے ظنِ

[1] یعنی اصل ماخذ دو ہیں: کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ، اجماع و قیاس ذیلی مآخذ کے زمرے میں آتے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غالب کی بنا پر ضرورت کے وقت مستفید ہوتے ہیں۔ حقیقت میں دونوں گروہ ایک ہی مقصد کے خواہشمند ہیں، یعنی شارع کی مرضی معلوم کرنا چاہتے ہیں۔

جیسے طریقِ استدلال میں امت کی دو قسمیں ہیں: ایک اہل حدیث اور ایک اہل تخریج۔ عقائد کے اعتبار سے بھی دو قسمیں ہیں: ایک اہل حق اور ایک اہل ہوی۔ اہل حق وہ ہیں جن کے عقائد کی بنیاد کتاب وسنت اور اجماع پر ہو۔ اہل ہوی وہ ہیں جن کے عقائد میں کشف، رائے اور فلاسفہ کے اختیار کردہ امور کو دخل ہو، جو آیت وحدیث ان کے خیال میں عقل، کشف اور فلسفہ کے خلاف ہو اس کی تاویل کریں۔

سیاست کے اعتبار سے بھی دو گروہ ہیں: ایک اہل حق، جو اس معاملہ میں کتاب وسنت کی طرف رجوع کرتے ہیں، دوسرے وہ لوگ ہیں جو بجائے کتاب وسنت کے یورپ وروس کے نظام کی نقل اتارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ سیاست میں اہل باطل ہیں، اہل حدیث ہوں یا حنفی وغیرہ عقائد اور سیاست میں کتاب وسنت کو مدار قرار دیتے ہیں، صرف طریقِ استدلال میں اختلاف ہے۔ دونوں گروہوں میں مسلک کے پابند کم ہیں، بدعمل زیادہ ہیں، قلت و کثرت میں تفاوت ہے۔

نظم اور اسلامی فرقے:

اسلام نے سوائے اسلام کے کسی اور چیز کو مسلمان کہلانے یا بننے کے لیے مرکزی چیز قرار نہیں دیا، یعنی اسلامی جماعت میں داخل ہونے یا مسلم کہلانے میں کسی نسل، کسب، رنگ، وطن اور زبان کا اعتبار نہیں کیا یہاں تک کہ ہجرت ونصرت کی (جس کی وجہ سے مہاجر وانصار کے نام سے ایک رسمی امتیاز پیدا ہوگیا تھا) بنا پر بھی ایسی جماعت نہیں بنائی جا سکی جو اسلام کی قائم مقام ہو، اسی طرح تقویٰ و

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پرہیز گاری کو بھی ایسی جماعت کی بنا قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ اسلامی عقیدہ ہی مرکزی چیز قرار دیا جا سکتا ہے جو کتاب وسنت سے صاف طور پر ثابت ہو۔

عمل اگرچہ لازم ہے مگر اس کا لزوم عقیدے کے لزوم کا ہم پلہ نہیں، اس لیے اس کو اسلامی جماعت کے لیے مرکز قرار نہیں دیا جا سکتا ہے۔ عمل سے مراد یہاں کام کرنا ہے نہ کہ التزام متابعت کیونکہ متابعت کا التزام تو ایمان ونجات کے لیے لازمی ہے۔

اسلام کے اندر فرقہ بندی:

ہر گروہ جو دوسرے گروہ کو مسلمان سمجھتا ہے دوسرے گروہ سے اپنے آپ کو ممتاز کرنے کے لیے الگ نام تجویز کر سکتا ہے، جس کی بنا وہ خصوصیات ہوں جن کی بنا پر وہ فرقہ دوسرے فرقہ سے ممتاز رہے۔ یہ نام اسلامی جماعت، مسلم یا مسلمان وغیرہ عام ناموں سے، جو اسلام کے ہم معنی ہیں، الگ ہوگا، اگرچہ ہر فرقہ رسمی امتیاز کے باوجود اپنی مذہبی جماعت ہی کو اسلام کی آخری تعبیر قرار دیتا ہو اور دوسرے گروہ میں اپنے امتیازات کی وجہ سے انحراف خیال کرتا ہو مگر اس کو عام نام اختیار کرنا اپنی تعریف و امتیاز کے لیے ٹھیک نہیں کیونکہ یہ عام نام دیگر اہل مذاہب کے مقابلہ میں ہے، نہ کہ دیگر اسلامی فرقوں سے ممتاز کرنے کے لیے۔

اگر اسلامی جماعت کی تعبیر ان عقائد و اعمال کو قرار دیا جائے جن کو ایک فریق اپنے دعوے میں کتاب وسنت کا مقتضیٰ خیال کرتا ہے تو اس صورت میں ہر گروہ کو حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنی جماعت کو اسلامی جماعت کا نام دے اگرچہ اس نام میں ثبوتی مفہوم ”ہماری جماعت اسلامی ہے“ کے لحاظ سے کوئی جرم نہیں، مگر اس لحاظ سے کہ یہ جماعت دوسری جماعتوں سے اپنے آپ کو ممتاز کرنے کے لیے یہ نام استعمال کرتی ہے، یعنی یہ کہتی ہے کہ دوسری جماعتیں اسلامی نہیں تو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس صورت میں دوسرے فرقوں پر ایک خاص طنز پائی جاتی ہے جو نفرت و بغض کی جڑ اور الفت و محبت کے منافی ہے۔ اس واسطے کسی گروہ کو یہ جائز نہیں کہ عام نام استعمال کرے، صرف کفار کے مقابلہ میں اس نام کو استعمال کرنا چاہیے، یہی وجہ ہے کہ اب تک اسلامی فرقوں میں سے کسی فرقہ نے بھی اپنی جماعت کا نام جماعت اسلامی اس معنی کے اعتبار سے قرار نہیں دیا، اگرچہ ہر فرقہ اپنے فرقے کو اسلامی جماعت ہی کی دوسری تعبیر خیال کرتا ہے۔

پس اگر کوئی نیا فرقہ یہ خواہش لے کر اٹھے کہ میں بلا تعصب ہر فریق سے صرف حق لے کر اعتقاد و عمل کو درست کرتا ہوں، اور وہ خیال کرنے لگے کہ اس صورت میں جو اعتقاد و عمل ہوگا وہ عین اسلام ہوگا، اس لیے میں اپنے فرقہ کا نام اسلامی جماعت رکھوں تو یہ بھی درست نہیں کیونکہ یہ بھی دراصل اس کے فہم ہی کی ایک تعبیر ہوگی، پس اس کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ دوسرے فرقوں سے اسلامی جماعت کا نام مختص کر کے خود ہی اس کا اجارہ دار بن جائے۔ ہاں، اپنے اعتقادات و اعمال کو عین اسلام خیال کرے تو ایک حد تک درست ہے، پس کوئی فرقہ گروہ بندی کی حیثیت سے اپنے آپ کو نہ صرف مسلم کہلا سکتا ہے، نہ اپنی جماعت کو اسلامی جماعت سے مشہور کر سکتا ہے۔

اگر کوئی گروہ مذہبی، فقہی اور اعتقادی نہ ہو، ایک خاص شے کو لے کر اٹھے جو کفار کے مقابلہ میں ہو اور اس کا تعلق عامۃ المسلمین سے ہو، کسی فرقہ کے ساتھ اس کی خصوصیت نہ ہو، نہ کسی فرقہ کے آرائے خصوصیہ سے اس کا تصادم ہو، جیسے آزادی یا تعلیم یا عام مسلمانوں میں اخوت و اتفاق پیدا کرنا، تو اس قسم کی تحریک اگر بین المذاہب عمومی نام اختیار کرے تو ہو سکتا ہے مگر اس کو اس نام میں خاص اعتقادات و اعمال کا داخل کرنا درست نہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کس فرقہ کو عام نام استعمال کرنا جائز ہے اور کس کو منع ہے؟

پس اس زمانے میں جو لوگ اپنی اپنی جماعتوں کو ایسی عام تعبیر دے دیتے ہیں، ان جماعتوں کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ اس جماعت کی بنیاد اعتقادات اور سب اعمال پر ہو، اگر اس خیال میں اپنی جماعت کو اسلامی جماعت کہیں تو دوسرے فرقوں پر غیر اسلامی ہونے کی طنز سمجھی جائے گی جو کسی صورت میں بھی جائز قرار نہیں دی جا سکتی، جیسے مودودی جماعت کا حال ہے کہ وہ اپنی جماعت کو بیک وقت تہذیبی اور سیاسی بلکہ کل اسلام سے عبارت سمجھتے ہوئے اپنی جماعت کو اسلامی جماعت کہتے ہیں۔

۲۔ اگر اس جماعت کا مدار کوئی ایسا امر ہو جس کو تمام مسلمانوں کے فرقے مانتے ہیں جیسے تعلیم یا آزادی یا ایسی چیزیں جس پر اہل اسلام کے تمام فرقے ہیں تو اس صورت میں تعلیمی جماعت، انجمن اسلامیہ، اسلامیہ سکول یا سیاسی جماعت کو، جو کفار کے مقابلہ میں تیار کی گئی ہو، مسلم لیگ وغیرہ کہہ سکتے ہیں کیونکہ اس کا تعلق کسی خاص فرقے کے ساتھ نہیں ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ چونکہ قرآن نے ہمارا نام مسلمین رکھا ہے اور اس امت کو امت مسلمہ کہا ہے اور حنفاء کا لقب دیا ہے، اس واسطے کیا حرج ہے اگر ایک جماعت اپنے آپ کو جماعت المسلمین یا جماعت مسلمہ یا اسلامی جماعت کہے بلکہ یہ تو عین مقتضائے کتاب اللہ ہے؟

بظاہر یہ استدلال صحیح معلوم ہوتا ہے مگر غور کرنے سے اس کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کئی چیزیں ایک دوسرے سے بعض باتوں میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشابہ ہیں، یعنی بعض امور ان میں مشترک طور پر پائے جاتے اور بعض باتوں میں ایک دوسرے سے ممتاز ہیں، مثلاً زید وعمر میں بعض باتیں مشترک طور پر پائی جاتی ہیں، جیسے نطق، ضحک، استوا، اقامت بدنی، زندگی کی قابلیت، منصب اور علم کی اہلیت وغیرہ وغیرہ۔

اور بعض باتیں ایسی ہیں جو صرف زید میں پائی جاتی ہیں اور عمرو میں نہیں پائی جاتیں، اور بعض باتیں صرف عمرو میں ہی پائی جاتی ہیں نہ کہ زید میں۔ ان خصوصیات کو مشخصات کہتے ہیں۔ مذکورہ بالا مشترک امور کی بنا پر زید وعمرو کو مشترک لفظ انسان سے تعبیر کرتے ہیں اور خصوصیات کی بنا پر زید وعمرو کہتے ہیں۔ اسی طرح زید اور گھوڑے میں بعض چیزیں مشترک ہیں جن کی بنا پر دونوں کو جاندار کہتے ہیں، اور بعض ان کے اپنے اپنے مخصوص اوصاف ہیں جن کی وجہ سے زید کو انسان اور گھوڑے کو گھوڑا کہتے ہیں۔ یہ قاعدہ ہے جب ایک نوع کے افراد کو ایک دوسرے سے ممتاز کرنا ہو (جیسے انسان کے افراد کو ایک دوسرے سے الگ الگ بیان کرنا مقصود ہو) تو اس صورت میں خاص خاص نام (زید وعمرو وغیرہ) استعمال کیے جاتے ہیں جب ایک جنس (حیوان) کے انواع (انسان، گدھا، گائے) کو ایک دوسرے سے ممتاز کرنا ہو تو خاص خاص انواع کے نام لیے جاتے ہیں۔ جب زید کو گھوڑے سے ممتاز کرنا ہو تو زید کو انسان کہیں گے، اگر زید کو عمرو سے ممتاز کرنا ہو تو زید کہیں گے، اسی طرح اگر کسی صنف سے ممتاز کرنا ہو تو مرد یا بندہ وغیرہ نام لے کر ذکر کریں گے۔[1]

اب غور کرنا چاہیے کہ امتِ مسلمہ یا مسلمین یا اہلِ اسلام یا اسلامی جماعت کا لفظ تمام مسلمانوں پر بولا جاتا ہے، اگرچہ لغوی معنی کے اعتبار سے سب سابق

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے: المواقف للإيجي (١/ ٣١٦، ٣١٧)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انبیاء علیہم السلام کے متبعین کو ان ناموں سے تعبیر کر سکتے ہیں مگر عرف میں صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کو ہی مسلمان کہتے ہیں کیونکہ دوسرے ادیان سب منسوخ ہو چکے ہیں، اب نسخ کے بعد ان کے متبعین مسلمین نہیں کہلا سکتے۔

اسلامی جماعت کا نام:

اب کوئی فرقہ اگر کسی خصوصیت کو لے کر اٹھتا ہے جو دوسرے فرقوں سے اس کو ممتاز کرے تو اس صورت میں عام نام سوائے منفی معنی کے کچھ مفہوم نہیں رکھتا ہے۔ پس اس صورت میں کسی نئے فرقہ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنی جماعت کو اسلامی جماعت کے نام سے موسوم کرے، پس جو فرقہ اپنی جماعت کا نام اسلامی جماعت رکھتا ہے وہ دراصل اپنے سوا باقی فرقوں کو غیر مسلم قرار دیتا ہے، یعنی ان کی جماعتیں اسلامی جماعت نہیں، جیسے آج کل مودودی فرقہ اپنی جماعت کو، جو ان کے خیال میں عین اسلام ہے، اسلامی جماعت کے نام سے موسوم کرتا ہے۔

دوسرے فرقوں سے اسلامی جماعت کے نام کی نفی، جو ان کے اختیار کردہ نام سے التزاماً سمجھی جاتی ہے، ان کی بعض عبارات میں اس کی تصریح بھی موجود ہے جس سے ان کے نزدیک دوسرے فرقوں کی حیثیت اور مقام معلوم ہوتا ہے۔

ان کے خیال میں ہندوستان کے مسلمانوں پر حجت قائم ہو چکی ہے، اب ان کے لیے دو ہی راستے ہیں: یا اس تحریک کو قبول کر لیں یا یہودیوں کی طرح رد کر دیں۔ روئیدادِ جماعتِ اسلامی حصہ دوم (ص: ۱۳) میں ہے:

> ”اس موقع پر میں ایک بات نہایت صفائی کے ساتھ کہہ دینا چاہتا ہوں، وہ یہ ہے کہ اس قسم کی ایک دعوت کا، جیسی ہماری یہ دعوت ہے، کسی مسلمان قوم کے اندر اٹھنا اس کو ایک بڑی سخت آزمائش میں ڈال دیتا ہے، جب تک حق کے بعض منتشر اجزاء باطل کی آمیزش

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ سامنے آتے رہیں ایک مسلمان قوم کے لیے ان کو قبول نہ کرنے اور ان کا ساتھ نہ دینے کا ایک معقول سبب موجود رہتا ہے اور اس کا عذر مقبول ہوتا رہتا ہے مگر جب پورا حق بالکل بے نقاب ہو کر اپنی خالص صورت میں سامنے رکھ دیا جائے اور اس کی طرف اسلام کا دعویٰ رکھنے والی قوم کو دعوت دی جائے تو اس کے لیے ناگزیر ہو جاتا ہے کہ یا تو اس کا ساتھ دے اور اس خدمت کو سر انجام دینے کے لیے اٹھ کھڑی ہو، جو امتِ مسلمہ کی پیدائش کی اصل غرض ہے، یا پھر اس کو رد کر کے ویسی پوزیشن اختیار کرے جو اس سے پہلے یہودی قوم اختیار کر چکی ہے۔ ایسی صورت میں ان دو راہوں کے سوا کسی تیسری راہ کی گنجائش اس قوم کے لیے باقی نہیں رہتی۔

''یہ عین ممکن ہے کہ اس دو ٹوک فیصلے میں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مسلمانوں کو ڈھیل دے، اور اس نوعیت میں یکے بعد دیگرے کئی دعوتوں کے اٹھنے تک دیکھتا رہے کہ وہ ان کے ساتھ کیا روش اختیار رکھتے ہیں؟ بہر حال اس دعوت کی طرف سے منہ نہ موڑنے کا انجام آخر کار وہی ہے جو میں نے آپ سے عرض کر دیا ہے۔ غیر مسلم قوم کا معاملہ اس سے مختلف ہے لیکن مسلمان اگر حق سے منہ نہ موڑیں اور اپنے مقصد کی طرف صریح دعوت کو سن کر الٹے پاؤں پھر جائیں تو یہ وہ جرم ہے جس پر خدا کسی نبی کی امت کو معاف نہیں کرتا۔

''اب چونکہ یہ دعوت ہندوستان میں اٹھ چکی ہے اس لیے کم از کم ہندی مسلمانوں کے لیے تو آزمائش کا وہ خوفناک لمحہ آ ہی گیا ہے۔ رہے دوسرے ممالک کے مسلمان تو ہم ان تک اپنی دعوت پہنچانے کی تیاری

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر رہے ہیں، اگر ہمیں اس کوشش میں کامیابی ہوگئی تو جہاں جہاں یہ پہنچے گی وہاں کے مسلمان بھی اسی آزمائش میں پڑ جائیں گے۔"

مزید وضاحت:

مودودی صاحب نے اپنی تحریک کے رد و قبول کے متعلق اپنا نکتۂ نگاہ پیش کر دیا ہے۔ اب ذیل میں اس تحریک کی خصوصیت اور اس کا مقصد انھی کے الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں:

"مسلمانوں میں عموماً جو تحریکیں اٹھتی رہی ہیں اور جو اب چل رہی ہیں پہلے ان کے اور اس تحریک کے اصولی فرق کو ذہن نشین کر لینا چاہیے:

اولاً: ان میں یا تو اسلام کے کسی جز کو یا دنیوی مقاصد میں سے کسی مقصد کو لے کر بنائے تحریک بنایا گیا ہے لیکن ہم عین اسلام اور اصل اسلام کو لے کر اٹھ رہے ہیں اور پورا کا پورا اسلام ہی ہماری تحریک ہے۔

ثانیاً: ان میں جماعتی تنظیم دنیا کی مختلف انجمنوں اور پارٹیوں کے ڈھنگ پر کی گئی ہے مگر ہم وہی نظامِ جماعت اختیار کر رہے ہیں جو شروع میں رسول اللہ ﷺ کی قائم کردہ جماعت کا تھا۔"

ان کی مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مودودی صاحب کی دعوت ان کے خیال میں جامع دعوت ہے، جیسے دوسرے مذاہب کی دعوت ہوتی ہے کیونکہ ہر مذہب اسلامی مذاہب سے، خواہ سنی ہو یا غیر سنی، اہل حدیث ہو یا حنفی، اپنے مذہبی دستور میں ہر چیز کو داخل کرتا ہے مگر مودودی صاحب کے خیال میں اور کسی فرقہ کی دعوت جامعہ نہیں شاید وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ان کی چونکہ تنظیم نہیں صرف وعظ ہی وعظ ہے، اس لیے ان کے پھلنے پھولنے اور حکومتِ الٰہیہ کے قیام میں ان کی جدوجہد کو دخل نہیں، اگر تنظیم ہے بھی تو اس کی غرض و غایت حکومت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الٰہیہ کے قیام میں صرف دعوت و تبلیغ ہے۔ اس خدشہ کا جواب آئندہ ذکر ہوگا، یہاں صرف یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ اسلامی جماعت کا نام دوسرے فرقوں کے لیے طنز ہے کہ وہ اسلامی نہیں بلکہ ان کے یہودیوں کی طرح ہونے کی تلمیح ہے۔

اس مختصر رسمی بحث کے بعد اب ہم مودودی نظریہ پر کچھ لکھتے ہیں۔ تیرہ سو سال سے اہل سنت (اہلحدیث) یہی سمجھتے رہے ہیں کہ عبادت نماز، روزہ، حج، ذکر، تلاوتِ قرآن اور دیگر افعال تعظیمیہ کا نام ہے مگر مودودی صاحب نے ان کو کم درجہ دیا ہے، اصل عبادت کسی اور چیز کو کہا ہے اور ان افعالِ تعظیمیہ کو اس کے لیے تمرینات (ٹریننگ کورس) قرار دیا ہے۔

عبادت کے مفہوم میں غلطی کرنے سے متواتر غلطیاں:

عبادت انسان کی پیدائش کا اصل مقصد ہے، جیسے قرآن مجید نے ذکر کیا ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾

[الذاریات: ٥٦]

"میں نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت کے لیے بنایا ہے۔"

اور انبیاء علیہم السلام کی بعثت سے غرض و غایت اور سماوی کتب کا بنیادی مسئلہ ہے، اس لیے اس مسئلہ میں ٹھوکر کھانے سے ایمان و کفر دو متضاد حقیقتوں کے سمجھنے میں غلطی واقع ہوتی ہے، اور یہی علمی غلطی عملی نظام میں بے راہ روی کا باعث بنتی ہے، جس کی وجہ سے شروع زمانہ سے خوارج اور معتزلہ[1] نے ٹھوکر کھا کر تمام

[1] خوارج: برحق اور چنیدہ حکمران کے خلاف جو بھی علم بغاوت بلند کرے اسے خارجی کہا جاتا ہے، خواہ یہ خروج صحابہ کے دور میں ہو، تابعین کے یا بعد میں آنے والے ادوار میں۔ اس جماعت کے سربراہان میں اشعث بن قیس کندی، مسعد بن فدکی التمیمی اور زید بن حصین الطائی کا نام نمایاں ہے۔ انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ صفین سے واپسی پر سخت تنقید کا نشانہ بنایا اور ان کی تکفیر کرنے سے بھی گریز نہ کیا اور ان کی اطاعت سے ←

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل کبائر کو ابدی جہنمی قرار دیا، اور بعض نے اتنا غلو کیا کہ جو یہ عقیدہ نہ رکھے اس کے ساتھ جنگ کرنا فرض قرار دیا، اور بعض نے اس سے ترقی کر کے یہ کہہ دیا ہے کہ جو ان سے جنگ نہ کرے وہ بھی کافر ہے۔

یہ غلطی اس نوع کی ہے کہ اس سے انسانی جدوجہد کا نظام بدل جاتا ہے، اس واسطے ہم نے ضروری سمجھا کہ اصل حقیقت کو واضح کر دیا جائے تاکہ عوام بلکہ خواص، جو حقیقت میں عوام کی طرح ہیں، غلطی میں نہ پڑ جائیں۔ اگرچہ بعض معاند اور ان کے جامد مقلدین سے تو اتنی توقع نہیں کہ وہ غور و فکر کی زحمت گوارا کریں مگر بعض اہل تحقیق، جو ظاہر بینی کی بنا پر اس میں پھنس گئے ہیں، اگر غور و فکر سے کام لیں گے تو اصل بات کے سمجھنے میں ان کی مدد ہوگی۔ وما علینا إلا البلاغ

← نکل گئے۔ حروریہ، نواصب، شراۃ، حکمیت اور مارقۃ وغیرہ اس جماعت کے مختلف نام اور القاب ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے فرامین میں ان کے خروج اور صفات کے متعلق تمام لوگوں کو آگاہ فرما دیا تھا اور ان کے قتل پر لوگوں کو ابھارا تھا۔ ان کے عقائد و نظریات، خوارج کے متعدد اسماء و القاب اور آگے ان کے فرقوں کے متعلق تفصیلات کے لیے دیکھیے: الفرق بین الفرق (ص: ٥٤) الفصل لابن حزم (٤/ ١٤٤) الملل والنحل (١/ ١١٣) وغیرہ۔

معتزلہ: جماعت قدریہ کا ایک فرقہ ہے۔ اس فرقہ کا بانی واصل بن عطاء الغزال ہے جو حسن بصری رحمہ اللہ کے حلقۂ درس سے علیحدہ ہوا اور یہی عزلت نشینی اس فرقہ معتزلہ کی وجہ تسمیہ ہے۔ ان کے چند ایک بنیادی عقائد یہ ہیں کہ اچھے اعمال کا خالق اللہ اور برے اعمال کا انسان بذات خود ہے، قرآن اللہ کی مخلوق ہے، بروزِ قیامت اللہ کا دیدار محال ہے۔ خوارج نے کبائر کے مرتکب کو کافر کہا تو فرقہ مرجیہ نے خوارج کی تردید کی اور کہا کہ وہ مومن ہے جبکہ فرقہ معتزلہ کا عقیدہ یہ ہے کہ کبائر کا مرتکب نہ کافر ہے نہ مومن بلکہ وہ ان کے مابین ہے اگرچہ اس کا تعلق امت محمدیہ سے قائم ہے۔ التعریفات للجرجاني (ص: ٢٨٢) الملل والنحل (١/ ٤٢) وغیرہ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبادت کے متعلق غلط فہمی اور فلاسفہ کی کاسہ لیسی:

فلاسفہ[1] نے عبادت کو تمدن کا خادم قرار دیا ہے۔ اصل چیز فلاسفہ کے نزدیک اجتماعی زندگی ہے، اجتماعی زندگی بدونِ تقسیم کار اور رد و بدل کے ممکن نہیں، اس میں کمی وبیشی کو روکنے اور اعتدال کو قائم رکھنے کے لیے آئین کی ضرورت ہے، اور آئین کا من جانب اللہ ہونا ضروری ہے، اور اللہ تعالیٰ کا شعور قائم رکھنے کے لیے عبادت کی ضرورت ہے۔

نئی نئی تحریکات میں جذبات کو خطاب ہوتا ہے:

جب تک انسان کے زیر نظر کوئی دلکش مفاد نہ ہو اس وقت تک اس سے جدوجہد کا مطالبہ (جو وقتی، مالی اور جانی قربانی کو چاہتا ہے) بے سود ہے۔ یہاں پہنچ کر داعیوں کے دو گروہ ہو جاتے ہیں:

ا۔ ایک گروہ وہ ہے جو اپنی تحریک کی بنیاد مفاد اُخروی کو قرار دیتا ہے۔ اس کا کام شروع میں تو بہت مشکل ہوتا ہے مگر مفاد کے یقین دلانے کے بعد اس کی تحریک میں زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ معاد کے متعلق اگرچہ دلائلِ عقلیہ بھی ایک حد تک باعثِ تسکین ہوتے ہیں مگر اصل شے وہ غیبی طاقت کا تصور ہے جو اکثر صحبتِ صالحین کا مرہونِ منت ہوتا ہے۔ یہ گروہ انبیاء اور ان کے متبعین کا ہے۔

[1] فلسفی دو یونانی الفاظ: فیلا اور سوفا سے مرکب ہے، جس کا معنی ہے: حکمت و دانائی کا دلدادہ۔ فلاسفہ کی بنیاد حکمائے سبعہ ہیں جن کے نام یہ ہیں: تالیس، انکسا، غورس، اَنبادقیس، فیثا غورث، سقراط اور افلاطون. پھر ان کے بعد درجہ ہے حکمائے اصول کا جن کی تعداد (۱۴) ہے، پھر متاخرین حکمائے یونان اور پھر متاخرین حکمائے اسلام جن میں حکیم ابن سینا کا نام نمایاں ہے۔ ان تمام فلاسفہ کے افکار کی وضاحت کے لیے دیکھیے: الملل والنحل للشهرستاني (۲/ ۵۷، ۲۳۱)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ دوسرا گروہ وہ ہے جو عقلی طور پر مفاد کا یقین دلا کر کامیاب ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ مفاد کے متعلق داعیوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں، بعض تو صرف دنیوی مفاد کو سامنے رکھتے ہیں، ان کے گرد دنیوی مفاد کے طالب جمع ہو جاتے ہیں، خصوصاً جس وقت مخاطب گروہ ظلم و عدوان سے اکتا چکا ہو اور اس تحریک میں اس کو کافی نفع کی توقع دکھائی دیتی ہو۔ اور بعض دنیوی مفاد کے ساتھ ساتھ اخروی مفاد کو بھی ملحوظ رکھتے ہیں تاکہ دونوں قسم کے طالب جمع ہو سکیں۔ اخروی مفاد کے وہ طالب جو معاد پر ایک حد تک یقین رکھتے ہیں مگر قلتِ علم کی بنا پر ہر ناعق (چلانے والے) کو محقق خیال کر لیتے ہیں، ان کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ اور دنیوی مفاد کے طالبوں کی چونکہ کثرت ہوتی ہے اس واسطے دنیوی مفاد ہی کو زیادہ ملحوظ رکھا جاتا ہے، جیسے طمعِ زر یا طمعِ حکومت وغیرہ وغیر بلکہ انبیاء علیہم السلام کے متعلق بھی ان کے خیال میں یہی ہوتا ہے کہ وہ بھی حکومت قائم کرنا چاہتے تھے اور ان کی مذہبی جدوجہد کے متعلق بھی یہی سمجھتے ہیں کہ یہ حکومت پر قبضہ جمانے کا طریقہ تھا، اور جو کچھ انھوں نے کہا اور کیا سب اسی لیے تھا بلکہ عقائد کی بنیاد بھی قیامِ حکومت ہی تھی اور عبادات: نماز، روزہ، حج، زکوۃ، (جن کو ارکان اسلام کہا جاتا ہے) سے بھی حکومتِ الٰہیہ کے قیام کی تمرین مقصود تھی اور اصل مقصد عادلانہ معاشی اور سیاسی نظام قائم کرنا تھا۔ ایسی تحریک میں چند رکاوٹیں ہوتی ہیں:

پہلی رکاوٹ: چونکہ اس میں مفادِ اخروی پر کام کی بنا رکھنے والے شامل ہوتے ہیں اور اس میں اخروی مفاد کے داعیوں کی سی روحانیت نہیں ہوتی، اس واسطے لوگ بدظن ہو جاتے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری رکاوٹ: یہ ہوتی ہے کہ ان کی ظاہری نمائش دیکھ کر بہت حساس لوگ بھی داخل ہوجاتے ہیں اور وہ ان کی اندھی امارت کے چلنے میں رکاوٹ ڈالتے ہیں۔ اس واسطے ان رکاوٹوں کو ملحوظ رکھ کر یا تو اندھی اطاعت کی دعوت دی جاتی ہے یا اس کے ساتھ ساتھ جماعت کو محصور کر دیا جاتا ہے تاکہ کوئی اس میں داخل نہ ہو، اور ایک حد تک لوگوں کو ہمدرد و معاون کی صورت میں لیا جاتا ہے، تاکہ ایسے آدمی جو سمجھدار ہیں اپنے اعتراضات سے جماعت کو پریشان نہ کریں اور جماعت سے باہر رہ کر کوئی اعتراض کرے تو اس کو مخالف یا حاسد کہہ کر ٹالا جاسکتا ہے۔

مودودی جماعت بھی دوسرے گروہ کی دوسری قسم میں داخل ہے، جو دنیوی اور اخروی مفاد دونوں کو پیش کرتی ہے اور اصل چیز ان کے ہاں مفادِ دنیوی ہے، اطاعتِ امر کے وجوب پر زور دیتی ہوئی داخلہ بند کرتی ہے۔ اب ضروری ہے کہ ہم پہلے اسلامی نظام کے قیام کی دو قابلِ ذکر قسمیں بیان کر دیں، پھر اس کے بعد مودودی صاحب کے پیش کردہ طریق کی خامیاں بیان کریں۔

پاکستان اور نظامِ اسلامی:

پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کی دو صورتیں ممکن ہیں: ایک انفرادی، دوسری اجتماعی۔ انفرادی سے مراد وہ ہے جو کسی خاص فرقہ کی جدوجہد کی مرہونِ منت ہو۔ پاکستان میں اسلامی فرقے مختلف ہیں: ایک شیعہ، ایک سنی، پھر اہلِ سنت کے دو گروہ ہیں: ایک حنفی اور ایک اہلحدیث۔ یہ ظاہر ہے کہ جب اسلامی حکومت ایک فرقے کی طرف سے قائم ہوگی تو اس کی خصوصیات کو نظر انداز نہیں کیا جائے گا، مثلاً: اگر اہلحدیث جماعت کی طرف سے اسلامی حکومت قائم ہو تو اس کی نوعیت کے موٹے موٹے خدوخال یہ ہوں گے چونکہ اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جماعت کے نزدیک اجتہاد کا دروازہ بند نہیں ہوا، براہِ راست کتاب وسنت سے استفادہ ممکن خیال کرتے ہیں، ائمہ کو معصوم نہیں سمجھتے، ہر زمانے میں حالات کے مطابق کتاب وسنت سے احکام کا استنباط جائز خیال کرتے ہیں۔ اگر یہ جماعت، اسلامی حکومت کی بنیاد رکھے تو لامحالہ دوسرے فرقوں کے امتیازات کو حکومت میں داخل کرنا گوارا نہیں کرے گی، اور نظامِ تعلیم میں اپنے طرزِ استدلال کو پھیلانے کی کوشش کرے گی۔

اگر حنفیہ میں سے فرقہ دیوبندیہ کے ہاتھ میں حکومت کی باگ ڈور ہو تو اختلافی مسائل میں امام ابو حنیفہ کو مطاع خیال کرتے ہوئے یہ لوگ ہدایہ، عالمگیری اور فقہ کی کتابوں کے مطابق جتنی رواداری دوسرے مذاہب سے برت سکتے ہیں اس میں کمی نہ کریں گے، اور نظامِ تعلیم میں فقہی امور میں تقلید کا خوگر بنانے کی کوشش کریں گے اور عدالتی احکام میں تو ضرور فقہ حنفی کو دینِ محمدی کے قائم مقام بنائیں گے۔

اسی طرح اگر فرقہ بریلویہ (جو اس وقت انبوہ کثیر ہے) کو اسلامی حکومت کے قیام کا موقع ہاتھ آجائے تو عدالتی احکام میں فقہ کی پابندی کے ساتھ ساتھ دوسرے احکام میں عید میلاد، گیارھویں، عرس، قبروں پر قبے بنانا وغیرہ اپنے امتیازات کو ضرور جائز کرنے کی کوشش کریں گے۔ اگر کوئی نیا فرقہ اس مقصد کو لے کر اٹھے گا تو تجدیدی کارروائی کے لیے نئے اجتہاد کی ضرورت ہوگی۔ اگر اس کے اکثر اصول وفروع کسی ایک یا دو فریق کے ساتھ مل گئے تو وہ اپنی قوتِ تحریر سے ان کو اپنے اندر جذب کرنے کی کوشش کرے گا۔ اگر یہ کام مکمل ہوگیا تو لامحالہ انھی کو اپنائے گا جو اس کے ہم خیال ہوں گے، جیسے آج کل فرقہ مودودیہ ہے۔ ورنہ جیسے دوسرے فرقے اپنے اپنے امتیازات کی اشاعت کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوشش کرتے ہیں وہ بھی کرے گا، مگر ان تمام صورتوں میں سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ جو فرقہ اٹھے گا تو ردِ عمل کی صورت میں اس کے خلاف دوسرے فرقہ کو بھی اپنا فیصلہ کرنے کا حق ہوگا، پس ایسی صورت میں اسلامی حکومت کا قیام بہت مشکل ہے۔

اجتماعی جدوجہد سے اسلامی حکومت کا قیام:

اس کی یہی صورت ہوسکتی ہے کہ مسلمانوں کے مسلمہ فرقوں کو پوری مذہبی آزادی دی جائے، اور حکومت کی بنیاد مذکورہ فرقوں کے اجماعی مسائل (جو کتاب وسنت میں وارد ہیں) پر رکھی جائے اور ہر فرقہ کے امتیازی مسائل کو قانونِ عامہ کی تشریع سے خارج کر دیا جائے، اور انفرادی طور پر عدالتی احکام میں ان کے مذہب کے مطابق فیصلہ کیا جائے۔ اگر مدعی اور مدعا علیہ میں مذہبی اختلاف ہو تو دونوں میں سے ایک کو ترجیح دینے کے لیے کچھ اصول مقرر کیے جائیں یا اکثریت کے فیصلہ کو ناطق قرار دیا جائے یا مدعا علیہ کے مذہب کو ترجیح دی جائے۔ اگر ممکن ہو تو رفاہِ عام کی جگہوں میں اختلافی مسائل بیان کرنے کی اجازت نہ ہو، یعنی دوسرے مذاہب کے خلاف جلسہ، جلوس اور مجالس کے لیے پبلک جگہوں کا استعمال ممنوع قرار دے دیا جائے، ہر فریق اپنے جلسے جلوس اپنی مخصوص جگہ میں کرے۔ اس قسم کی اسلامی حکومت کا قیام یہاں ممکن ہے کیونکہ اس صورت میں ہر فریق کو حق حاصل ہے کہ وہ جس کو حق سمجھتا ہے پُر امن طریقے سے اس کی تبلیغ و اشاعت کرے۔

پاکستان کے حصول سے اس قسم کی اسلامی حکومت پیش نظر تھی جس میں کسی خاص نئے یا پرانے فرقہ کی سیادت تسلیم نہیں کی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ ہر فرقہ کے مسلمان، جو اسلامی حکومت چاہتے تھے، سوائے مودودی فرقہ کے، ایک مرکز پر جمع ہوگئے۔ تمام اسلامی ممالک سے ایک بڑی مملکت بنانے میں کامیاب ہوگئے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان میں مسلمانوں کی ایک صد سالہ جدوجہد کی ناکامی کی یہی وجہ تھی کہ اس میں ایک خاص فرقہ کی جدوجہد جاری کی گئی جس کو دوسرا فرقہ بنظرِ استحسان نہیں دیکھتا تھا بلکہ اس کی تکمیل میں سدّ راہ ہوتا تھا۔ مودودی فرقہ بھی دراصل ایک فرقہ کی حکومت قائم کرنا چاہتا تھا مگر وہ اس خیال میں منہمک تھا کہ نظم وضبط واصلاحی وتجدیدی کارروائی سے ایک چھوٹی سی جماعت کو وسیع کر کے اقتدار حاصل کیا جائے، حالات چونکہ اس قدر انتظار کی گنجائش نہیں رکھتے تھے اس واسطے ان کے دیکھتے ہی دیکھتے ان کے خیال کے مطابق آم کے درخت کو انار لگنے شروع ہوگئے، اور ان کی طبیعت میں کچھ حرص پیدا ہوگئی۔ وہ طریقہ جس کو وہ انبیاء علیہم السلام کا طریقہ کہتے تھے اور اس کی مخالفت ان کے ہاں بالکل ممنوع تھی، کیونکہ تحریک کو چلانے اور ترقی دینے کے لیے وہ ایک واحد فطری طریقہ ہے، اس کے متعلق پھر یکایک خاموشی چھا گئی، حالانکہ ان کے خیال میں جو کوشش حصولِ پاکستان کے لیے کی گئی تھی اسلامی حکومت کے قیام میں ان کا ممد ہونا تو کجا بلکہ اس کے سراسر منافی تھی۔ چنانچہ کہتے ہیں:

> ”جیسا کہ میں ابتدا میں عرض کر چکا ہوں کہ کسی سوسائٹی میں جس قسم کے فکری، اخلاقی، تمدنی اسباب ومحرکات فراہم ہوتے ہیں ان کے تعامل سے اس قسم کی حکومت وجود میں آتی ہے کہ ممکن نہیں ہے کہ ایک درخت اپنی ابتدائی کونپل سے لے کر پورا درخت بننے تک تو لیموں کی حیثیت سے نشونما پائے مگر بار آوری کے موقع پر یکایک آم کے پھل دینے لگے۔“

اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے؟

ان کے خیال کی وجہ یہ تھی کہ جس طرح انبیاء علیہم السلام نے شروع میں ایک آواز

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اٹھائی، جس میں آہستہ آہستہ لوگ شامل ہوتے گئے اور ایک حد تک پہنچ کر وہ اپنی ریاست قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے، اب بھی اسی طرح اسلامی حکومت کے قیام کی صورت ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اس امر کو پیش نظر رکھ کر مودودی صاحب نے ایک جماعت بنائی اور اس کا بھی امیر بنایا، امیر کی اطاعت فرض قرار دی گئی۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"اس جماعت کا ایک امیر ہوگا، جس کی حیثیت امیر المومنین (باصطلاحِ معروف) کی نہ ہوگی۔ اس کی اطاعت فی المعروف جماعت کے کل افراد اپنے امیر (باصطلاحِ شرع) کی حیثیت سے کریں گے۔"

دستورِ جماعتِ اسلامی:

بلکہ مودودی صاحب نے ترقی کر کے اسلام کو بھی ایک انقلابی نظریہ ہی قرار دیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام کسی مذہب کا اور مسلمان کسی قوم کا نام نہیں ہے بلکہ دراصل اسلام ایک انقلابی نظریہ ومسلک ہے۔"
(جہاد فی سبیل اللہ، تفہیمات، ص:۶۲)

اپنی تجدیدی قوت کا سب سابقہ مجددین سے بڑھ کر ہونا بیان کرتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ اس زمانہ میں تجدیدی کام کے لیے ایسی قوتِ اجتہادیہ کی ضرورت ہے جو سابق مجتہدین میں نہ پائی جائے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"اب تجدید کا کام نئی اجتہادی قوت کا طالب ہے۔ محض وہ اجتہادی بصیرت جو شاہ ولی اللہ صاحب یا ان سے پہلے مجتہدین ومجددین کے کارناموں میں پائی جاتی ہے، اس وقت کے کام سے عہدہ برآ ہونے کے لیے کافی نہیں۔" (تجدید واحیائے دین، ص:۷۹، ۸۰)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجددِ کامل بننے کی خواہش:

سابق مجددین سے متعلق ان کا یہ خیال ہے کہ ان میں سے کوئی مجددِ کامل نہیں ہوا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک کوئی مجددِ کامل پیدا نہیں ہوا ہے۔ قریب تھا کہ عمر بن عبدالعزیز اس منصب پر فائز ہو جاتے مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے، ان کے بعد جتنے مجدد پیدا ہوئے ان میں سے ہر ایک نے کسی خاص شعبے یا چند شعبوں میں ہی کام کیا۔ مجدد کامل کا مقام ابھی تک خالی ہے۔" (تجدید واحیائے دین، ص: ۴۹)

اپنے میں مہدی بننے کی استعداد کا اشارہ:

تجدید واحیائے دین میں مہدی کو بھی صرف ایک انقلابی لیڈر خیال کرتے ہیں، جس کا کام صرف ایک جماعت کھڑی کرنا ہے جو بیک وقت تہذیبی اور سیاسی ہو، سو اللہ کے فضل سے مودودی صاحب کو یہ توفیق عطا کی گئی ہے کہ آپ نے جو جماعت بنائی ہے وہ بیک وقت تہذیبی بھی ہے اور سیاسی بھی۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"مہدی کے کام کی نوعیت کا جو تصور میرے ذہن میں ہے وہ بھی ان حضرات کے تصور سے بالکل مختلف ہے۔ مجھے اس کے کام میں کرامات و خوارق، کشوف والہامات اور چلوں اور مجاہدوں کی کوئی جگہ نظر نہیں آتی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ انقلابی لیڈر کو دنیا میں جس طرح شدید جدوجہد اور کش مکش کے مرحلوں سے گزرنا پڑتا ہے، انھی مرحلوں سے مہدی کو بھی گزرنا ہوگا۔ وہ خالص اسلام کی بنیادوں پر ایک نیا مذہبِ فکر پیدا کرے گا، ذہنیتوں کو بدلے گا، ایک زبردست تحریک اٹھائے گا جو بیک وقت تہذیبی بھی ہوگی اور سیاسی بھی۔"

(تجدید واحیائے دین، ص: ۳۳)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان عبارات مذکورہ بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ مودودی فرقہ ایک نئے فرقہ کی حکومت قائم کرنا چاہتا ہے مگر اس وقت جو ان کی تحریریں ہیں وہ سراسر دوسری نوعیت کی ہیں۔ اس تحریک نے پہلے قالب کو چھوڑ کر دوسرا قالب اختیار کر لیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ ایک سوچی سمجھی سکیم کے مطابق کیا گیا ہے۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اب صحیح طریقے اور سائنٹیفک راستے میں کیا رکاوٹ پیدا ہوگئی ہے؟ اب وہ خام خیالیاں کیوں پختہ خیالیوں میں تبدیل ہوگئی ہیں، یا اب بھی مقصد وہی ہے (جو پہلے تھا) کہ صرف جماعت کو قوی اور زیادہ کرنے کے لیے عوامی جذبات سے فائدہ اٹھانا مقصود ہے، یا اس دورنگی چال سے مقصد ایک ہی ہے، مملکت یا پاکستان کی مخالفت۔ پہلے پاکستان بننے میں رکاوٹ ڈالنا مقصود تھا کیونکہ اس وقت انگریز کے خلاف دو محارب جماعتیں تھیں: کانگرس اور مسلم لیگ۔ مودودی صاحب کا خطاب اس وقت مسلمانوں سے تھا اور ان کی توجہ دونوں پارٹیوں سے تھی۔ اگر مسلمانوں کا اکثر حصہ ان کی تحریک سے متاثر ہو کر کانگرس اور مسلم لیگ سے الگ ہوجاتا اور سائنٹیفک طریقے کی پیروی کرنے کے لیے تیار ہو جاتا، اس کے لیے تربیت گاہیں قائم ہوتیں اور کالج بنتے، خلافتِ راشدہ کے قیام کے لیے صالح آدمیوں کے تیار کرنے کے لیے مشینیں بنائی جاتیں، اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ اتنے عرصہ میں انگریز کو ٹھہرنے کی سکت پیدا ہوجاتی، یا ہندو اپنے منصوبہ میں کامیاب ہوجاتا۔

مگر جس وقت انگریز نے بوریا بستر لپیٹ لیا تو اس وقت اس نظام کو کاغذوں ہی میں رہنے دیا، اور اسلامی حکومت کا طبعی اور ارتقائی طریقہ چھوڑ کر وہ غیر طبعی طریقہ شروع کر دیا جو مسلم لیگ کے دستور میں پہلے ہی درج تھا کیونکہ اب مملکت کے بننے کے بعد پہلے طریق پر عمل کرنا مشکل ہے۔ مقصد چونکہ مملکت کی مخالفت ہے، اب اس کا رخ استحکام کی طرف پھیر دیا ہے، اگر آپ کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقصد آئینِ اسلامی کا نفاذ ہے اور پہلا طریق آپ چھوڑ چکے ہیں تو مخلصانہ طریق کار تو یہ ہے کہ آپ جماعت کو توڑ دیں اور مسلم لیگ میں شامل ہو کر اس آواز میں اتنی قوت پیدا کریں کہ آئینِ اسلامی جلد از جلد تیار ہو جائے، یا کم از کم پہلی روش کے خاتمے کا اعلان کر دیا جائے اور افراد کو امارت سے سبکدوش کیا جائے۔

آئینِ اسلامی کے جلد از جلد تیار ہونے کی آرزو ہر فرقے میں پائی جاتی ہے، چنانچہ صوبہ پنجاب کی اسمبلی نے بھی اس قسم کی آواز اٹھائی ہے، وزیر اعظم سے لے کر ادنیٰ مسلم لیگی تک سب اسلامی آئین کے حق میں ہیں، صرف عمل میں تساہل اور تکاسل ہے۔ اگرچہ عملی رنگ میں بظاہر اس جماعت نے پہلے سائنٹیفک صورت کو ترک کر دیا ہے مگر ان کی کتابیں اس طرح شائع کی جاتی ہیں جیسے ایک صحیح دستور العمل شائع کیا جاتا ہے، اس واسطے ضروری سمجھا کہ اس کا جائزہ لیا جائے۔

تحریک کی پہلی فکری صورت:

”اس نصب العین کی طرف پیش قدمی کرنے کے لیے راہِ راست وہی ہے جو اللہ کے رسول نے اختیار کیا، یعنی یہ کہ لوگوں کو الہدیٰ اور دینِ حق کی طرف دعوت دی جائے، پھر جو لوگ اس دعوت کو قبول کر کے اپنی بندگی اور اطاعت کو اللہ کے لیے خالص کر دیں، دوسری اطاعتوں کو اللہ کی اطاعت کے ساتھ شریک کرنا چھوڑ دیں، اور خدا کے قانون کو اپنی زندگی کا قانون بنائیں، ان کا ایک مضبوط جتھا بنایا جائے، پھر یہ جتھا عام اخلاقی اور مادی ذرائع سے، جو اس کے امکان میں ہوں، دینِ حق کو قائم کرنے کے لیے جہادِ کبیر کرے یہاں تک کہ اللہ کے سوا دوسری اطاعتیں جن جن اطاعتوں کے بل پر قائم ہیں ان سب کا زور ٹوٹ جائے اور پورے نظامِ اطاعت پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہی الہدیٰ اور دینِ حق غالب آ جائیں۔"

(مسلمان اور موجودہ سیاسی کش مکش، ص: ۱۱۶، ۱۱۷)

اس عبارت میں اختیار کردہ طریق کے راست ہونے پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ یہ طریقہ اللہ کے رسول نے اختیار کیا تھا، لہٰذا یہ حق ہے مگر اس پر غور نہیں کیا کہ یہ طریق کن لوگوں میں اور کن حالات میں اختیار کیا ہے؟ کیا اس کے علاوہ کوئی اور طریق کار بھی ہو سکتا ہے جس پر عمل کیا جائے؟

اس لیے ہم واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ جو طریق آپ ﷺ نے اختیار کیا تھا وہ ابتدائی دعوت کا ہے جب کفار مخاطب تھے، مگر موجودہ حالات میں اصلاحِ حال کی دعوت ہے جس میں مخاطب مسلمان ہیں۔ ان دونوں صورتوں میں دعوت کی نوعیت میں فرق ہوتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی دعوت بنی اسرائیل کے لیے اصلاحی دعوت تھی، آپ نے قوم میں چھانٹ نہیں کی بلکہ ہر ایک کو، صالح ہو یا غیر صالح، منظم کیا اور ہر ایک قبیلے پر انھی سے ایک نقیب مقرر کیا۔ ان نقباء کا یہ حال تھا کہ بارہ سے صرف دو ہی قائم رہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی:

﴿فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ﴾ [المائدہ: ۲۵]

"ہمارے اور فاسق قوم کے درمیان جدائی ڈال دے۔"

اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا:

﴿فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ﴾ [المائدہ: ۲۶]

"فاسق قوم پر غم نہ کھا۔"

اور جماعتِ اسلامی میں ایسے لوگ بھی تھے جنھوں نے موسیٰ علیہ السلام سے ایک معبود بنانے کی درخواست کی:

﴿اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ﴾ [الأعراف: ۱۳۸]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ہمارے لیے ایک معبود بنا جیسے ان کے معبود ہیں۔"

اور بعض نے کہا:

﴿لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً﴾ [البقرہ: ۵۵]

"تیری بات نہ مانیں گے جب تک ہم اللہ کو کھلم کھلا نہ دیکھیں۔"

اور بہت سے لوگ بچھڑے کی پرستش کرتے رہے اور ہارون علیہ السلام کے قتل کے درپے ہوئے:

﴿وَ كَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ﴾ [الأعراف: ۱۵۰]

"قریب تھے کہ مجھے قتل کر ڈالتے۔"

اور موسیٰ علیہ السلام کو تکلیفیں پہنچاتے تھے، یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

﴿لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ﴾ [الصف: ۵]

"مجھے اللہ کا رسول مانتے ہوئے کیوں تکلیف پہنچاتے ہو؟"

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی جماعت میں ہر طرح کے آدمی صالح اور غیر صالح داخل تھے۔ آپ نے چھانٹ کر کے صرف بہترین کا انتخاب نہیں کیا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلم اور غیر مسلم کی اصلاح کا فرق ہوتا ہے، جب کوئی قوم مسلمان ہو تو ان سب کو بلا امتیاز جماعت میں شریک کرنا چاہیے۔

دوسری بات یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ اگر کوئی مسلم قوم غلام ہو تو اس کی آزادی کے لیے پہلے کوشش کرنی چاہیے، اور آزادی کی جنگ میں سب افراد، صالح وغیر صالح، کو شامل کیا جا سکتا ہے کیونکہ تمام فسادات کی جڑ حقیقت میں غلامی ہے، اس لیے اس کو مقدم کرنا چاہیے۔ سب سے پہلے جو موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو کہا وہ یہی تھا:

﴿اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ﴾ [الشعراء: ۱۷]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج۔"

رسول اللہ ﷺ نے بھی گناہ گاروں کو جماعت میں شامل رکھا ہے اگرچہ نجات اولیہ کا ان کو مستحق قرار نہیں دیا۔ ایک حدیث میں ہے:

« ثلاث من أصل الإيمان: الكف عمن قال لا إله إلا الله، ولا نكفره بذنب، ولا نخرجه من الإسلام بعمل، والجهاد ماض مذ بعثني الله إلى أن يقاتل آخر أمتي الدجال، لا يبطله جور جائر ولا عدل عادل، والإيمان بالأقدار» (أبو داود) ❶

"تین چیزیں ایمان کی جڑ ہیں: ۱۔ اس سے رک جانا جو لا الہ الا اللہ کا قائل ہو، اس کو کسی (غیر مکفر) گناہ کی بنا پر کافر نہ کہو، اور نہ کسی عمل (غیر مخرج عن الاسلام) کی وجہ سے اسلام سے نکالو۔ ۲۔ اور جہاد تب سے جاری ہے جب سے اللہ نے مجھے مبعوث کیا ہے۔ یہاں تک کہ اس امت کا آخری حصہ دجال سے لڑے گا، ظالم (امیر) کا ظلم اور عادل (امیر) کا عدل اس کو موقوف نہیں کر سکتا۔ ۳۔ تقدیر پر ایمان۔"

بلکہ شریعت کے ظاہری احکام میں منافق بھی داخل رہتا ہے، حالانکہ وہ آخرت میں آگ کے نچلے طبقے میں ہوگا۔ مسلمان اس کا وارث ہے اور وہ اس کا وارث ہے، ان کا نکاح نہیں ٹوٹتا، لڑائی میں مسلمانوں کے ساتھ شامل رہتا ہے۔ مودودی صاحب نے ان تمام امور کو نظر انداز کر دیا ہے۔

تحریک کی بنیادی غلطی میں منطقی ربط کو دخل:

جو فلاسفہ کی اتباع میں آپ نے اختیار کیا ہے کہ احکام کی حِکَم و مصالح اصل

❶ سنن أبي داود، رقم الحديث (٢٥٣٢) اس کی سند میں یزید بن ابی نشبہ مجہول ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علم (صلب علم) میں داخل نہیں، صرف ایک قسم کی رنگینی جاذبِ طبع پیدا کرنے والی چیزوں میں سے ہے۔ ان کی جستجو اس حد تک جائز ہے کہ ان کے منصوص کی مخالفت لازم نہ آئے، ورنہ یہ زندقہ والحاد کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔

منطقی ربط کی صورت:

کہتے ہیں کہ اسلام محض منتشر خیالات اور منتشر طریقہ ہائے عمل کا مجموعہ نہیں ہے جس میں اِدھر اُدھر سے مختلف چیزیں لا کر جمع کر دی گئی ہوں بلکہ با ضابطہ نظام ہے جس کی بنیاد چند اصولوں پر رکھی گئی ہے، اس کے بڑے بڑے ارکان سے لے کر چھوٹی چھوٹی جزئیات تک ہر چیز کو اس کے بنیادی اصولوں کے ساتھ ایک منطقی ربط ہے۔

اسلام کا نظریۂ سیاسی:

دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ دین دراصل حکومت کا نام ہے، شریعت اس حکومت کا قانون ہے اور عبادت اس کے قانون اور ضابطہ کی پابندی ہے۔ (خطبات: ۲۱۷)

نماز، روزہ اور ذکر کے متعلق کہتے ہیں:

"یہ ہے اس عبادت کی حقیقت جس کے متعلق لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ محض نماز، روزہ، تسبیح اور تہلیل کا نام ہے، اور دنیا کے معاملات سے اس کو کچھ سروکار نہیں، حالانکہ دراصل صوم وصلوۃ اور حج و زکوۃ اور ذکر و تسبیح انسان کو اس بڑی عبادت کے لیے مستعد کرنے والی تمرینات (ٹریننگ کورس) ہیں۔" (تفہیمات: ٥٦)

عبارات بالا سے مندرجہ ذیل امور کا پتہ چلتا ہے:

۱۔ تمام امورِ اسلام میں منطقی ربط ہے۔

۲۔ اگر منطقی ربط نہ ہو تو یہ امور منتشر خیالات ہوں گے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ ربطِ منطقی اس شکلِ مذکور میں منحصر ہے۔

۴۔ نماز، روزہ، تسبیح وتہلیل دنیوی معاملات کے لیے ٹریننگ کورس ہے۔

۵۔ دنیوی معاملات میں احکام کی پابندی دراصل بڑی بات ہے۔

۶۔ شریعت حکومت کے قانون کا نام ہے۔

۷۔ عبادت اس کے ضابطے اور قانون کی پابندی کا نام ہے۔

۸۔ دین حکومت کا نام ہے۔

دین، جو عقائد، عبادات، اخلاق اور معاملات وغیرہ کے مجموعے کا نام ہے اس کے اجزا کے متعلق یہ سمجھ لینا کہ یہ چیزیں دنیا اور آخرت کی اصلاح کے لیے مفید ہیں، ان کے بیان کردہ ربطِ منطقی سے مستغنی کر دیتا ہے، اور ان تمام امور کا اصلاحِ آخرت و دنیا میں مفید ہونا ان میں ایک قسم کا منطقی ربط پیدا کرتا ہے۔ منطقی ربط کے لیے یہ ضروری نہیں کہ ان کو آپس میں بھی ایک دوسرے سے ایک مخصوص صورت میں جوڑنے کی کوشش کی جائے۔ مودودی صاحب نے غلطی سے یہ سمجھ لیا کہ جو ربط ان کے دماغ میں آیا ہے وہی صحیح ہے، اس کے سوا اور کوئی ربط نہیں، اور ربط کا ہونا بھی ضروری ہے۔ یہ غلطی اس قسم کی ہے جیسے آج کل بعض لوگ قرآن مجید کے ظاہری معنی کو پھیر کر ایسے بعید معنی مراد لینا شروع کر دیتے ہیں جن کی تائید سلف کے بیان کردہ معانی سے نہیں ہوتی، بلکہ محض نئی نئی تاویلات اور اعتبارات کی ایک غیر بین صورت ہوتی ہے، اگرچہ بصورت اعتبار ایک حد تک ان کو برداشت کیا جا سکتا ہے مگر قرآنی بیان میں تسلسل پیدا کرنے کے لیے ان کا ذکر ایک قسم کی تحریف ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن مجید کے واقعات میں ربط ہونے یا نہ ہونے میں جو اختلاف ہے ان میں صحیح قول یہی ہے کہ ربط ہے مگر ربط ثابت کرنے کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے قرآن مجید کے ظاہری معانی میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ قرآن مجید کی تفسیر سلف سے ثابت ہے اور جو ربط یہ بیان کرتے ہیں ان سے مروی نہیں ہے۔ پس ضروری ہے کہ ایک غیر ثابت شدہ امر کو اس طرح ذکر نہیں کرنا چاہیے کہ ایک ثابت شدہ حقیقت میں تبدیلی کرنے کی ضرورت پڑے، یہی حال منطقی ربط کا ہے۔ قرآن وسنت کے متعدد احکام میں ان کو اس طرح ثابت نہیں کرنا چاہیے جیسے اس بیان کردہ منطقی ربط میں ہوا ہے کہ نماز، روزہ، ذکر، تسبیح اور تہلیل کو غیر اصلی اور چھوٹی عبادت قرار دیا ہے، بڑی عبادت اور اصل چیز کسی اور کو قرار دیا ہے۔

چونکہ مودودی صاحب اسی عینک سے تمام مسائل کو دیکھتے ہیں اس لیے ان کی تمام تحریرات میں، خواہ ان کا تعلق سیاست سے ہو یا جماعت بندی سے، اس کا اثر ظاہر نظر آتا ہے۔

جب تجدید کا ذکر کرتے ہیں تو وہاں بھی، چونکہ سابق مجددین نے اصل دین (حکومت) میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں کی، کوئی کامل مجدد نظر نہیں آتا، صرف مولانا اسماعیل شہید اور ان کے پیر سید احمد بریلوی کی تحریک میں ان کو اس کا نمونہ ملتا ہے، کیونکہ انھوں نے حکومتِ اسلامی کا ایک نمونہ قائم کیا تھا اگرچہ بقول ان کے آخر ناکام ہو گئے۔

۲۔ کہتے ہیں: اگر یہ منطقی ربط نہ ہو تو اسلامی احکام منتشر خیالات ہوں گے۔ یعنی منطقی ربط کی صورت میں تو حقیقی اور نفس الامری امور ہوں گے، ورنہ خیالات میں داخل ہو جائیں گے۔ ایک امر اگر مودودی صاحب کے نظریے پر دیکھا جائے تو حقیقت بن جاتا ہے، ورنہ خیال ٹھہرتا ہے، حالانکہ منطقی ربط نہ ہونے سے اس وقت ان میں انتشار پیدا ہوتا ہے جب ان میں کوئی امر جامع نہ ہو، پھر امر جامع کے عدمِ علم سے ان کی نفی لازم نہیں آتی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ مودودی صاحب نے اپنے خیال میں اسلام کے اصول و ارکان اور چھوٹی چھوٹی جزئیات میں منطقی ربط اس طرح سمجھا ہے:

۱۔ اسلام ایک معاشی اور سیاسی نظام ہے۔

۲۔ نماز، روزہ اور ذکر وغیرہ ٹریننگ کورس ہیں۔

۳۔ عقیدے میں اس امر کا ذکر ہے کہ حاکم اور قابلِ اطاعت صرف اللہ ہے۔

چنانچہ لکھتے ہیں:

''مختصراً میں یہ بات آپ کے ذہن نشین کرانا چاہتا ہوں کہ اسلام کی دعوتِ توحید اور خدا پرستی محض اس معنی میں ایک مذہبی عقیدہ کی دعوت نہ تھی جس طرح اور دوسرے مذہبی عقائد کی دعوت ہوا کرتی ہے بلکہ حقیقت میں یہ ایک اجتماعی انقلاب کی دعوت تھی۔ اس کی ضرب بلاواسطہ ان طبقوں میں پڑتی ہے جنھوں نے مذہبی رنگ میں پروہت بن کر یا سیاسی رنگ میں بادشاہ، رئیس اور حکمران بن کر، معاشی رنگ میں زمیندار اور اجارہ دار بن کر عامۃ الناس کو اپنا بندہ بنا لیا تھا۔''

(تفہیمات، ص: ٦٨)

ایک جگہ لکھتے ہیں:

''البتہ اسلام کے حق میں اس رکاوٹ کو جس چیز نے شدید تر رکاوٹ بنا دیا ہے وہ ہماری بے روح مذہبیت ہے جسے آج کل اسلام سمجھا جا رہا ہے۔ اس بے روح مذہبیت کا پہلا بنیادی نقص یہ ہے کہ اس میں اسلام کے عقائد محض ایک دھرم کے مزعومات بنا کر رکھ دیے گئے ہیں، حالانکہ وہ ایک مکمل فلسفۂ اجتماع اور نظامِ تمدن کی منطقی بنیاد ہیں، اور اسی طرح اس کی عبادات محض پوجا اور تپسیا بنا کر رکھ دی گئی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں، حالانکہ وہ ان ذہنی اور اخلاقی بنیادوں کو مضبوط اور مستحکم کرنے کے وسائل ہیں جن پر اسلام نے اپنا نظامِ اجتماعی تعمیر کیا ہے۔ اس عملِ تحریف کا نتیجہ ہے کہ لوگوں کی سمجھ میں کسی طرح یہ بات نہیں آتی کہ آخر ایک سیاسی، معاشی، تمدنی لائحہ عمل کو چلانے کے لیے ان عقائد اور عبادات کی ضرورت ہی کیا ہے؟''

(مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش، ص:۳)

اس منطقی ربط کے سمجھنے کے بعد مودودی صاحب نے اس طرح اسلام کو سمجھا ہے کہ پہلے اصل الاصول کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کو لیا ہے۔

۱۔ الہ کے معنی معبود کے (جو مشہور ہیں) کیے ہیں۔

۲۔ اور عبادت کے معنی اطاعت کے لیے ہیں۔

۳۔ اطاعت چونکہ حکم کی تعمیل کا نام ہے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ حاکمیت اللہ کے ساتھ مختص ہے۔

۴۔ انبیاء علیہم السلام نے جو زندگی کے لیے نظام مرتب کیا ہے اس کا مرکز یہی عقیدہ ہے۔ اس سے یہ سمجھا کہ انبیاء علیہم السلام کی آمد کا اصل مقصد حکومتِ الٰہیہ کا قیام ہے۔

۵۔ اور اس کے قیام میں کوشش کرنا یہی اصل عبادت ہے۔ ارکانِ اسلام میں جو پوجا پاٹ کی صورتیں ہیں وہ اصل عبادت نہیں بلکہ اصل عبادت کے لیے ٹریننگ کورس ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی غرض چونکہ حکومتِ الٰہیہ کا قیام ہے اس واسطے مجدد کا اصلی کارنامہ بھی یہی ہونا چاہیے کہ جاہلیت کے ہجوم سے اسلام کو نکال کر از سرِ نو چمکا دے۔ اس پر یہ نتیجہ مرتب ہوتا ہے کہ مجدد کا مقام خالی ہے۔ اس جگہ قابلِ تحقیق امر یہ ہے کہ عبادت کی حقیقت کیا ہے؟ کیا عبادت صرف طاعت ہے؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبادت کی حقیقت:

عبادت حقیقت میں تعظیمِ مخصوص کا نام ہے، یعنی جو تعظیم اس خیال پر بجا لائی جائے کہ معظم میرا مشکل کشا یا حاجت روا ہے۔ حاجت روائی یا مشکل کشائی سے غیبی قوت یا قہری شفاعت سے حاجت روائی یا مشکل کشائی مراد ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴾ [المؤمن: ٦٠]

''تمھارے رب نے کہا: مجھے پکارو، میں تمھاری دعا قبول کروں گا۔ جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ جہنم میں ذلیل وخوار ہوں گے۔''

پہلے شروع آیت میں دعا کرنے، یعنی مانگنے کا ذکر ہے اور آخر آیت میں اس کو عبادت کہا ہے، جس کا یہ مطلب ہے کہ جس تعظیم سے غرض مشکل کشائی و حاجت روائی ہو وہ عبادت ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

《 الدعاء هو العبادة 》[1] ''عبادت دراصل مانگنے کا نام ہے۔''

اسی طرح دوسری جگہ فرمایا:

﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَاۗىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَاۗءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴾ [الأحقاف: ٥، ٦]

''اس شخص سے بڑا گمراہ کون ہے جو ان سے مانگتا ہے جو اس کی

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (١٤٧٩) سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٩٦٩) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٣٨٢٨) اسے امام ابن حبان اور حاکم رحمہما اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشکل حل نہیں کرتے بلکہ وہ ان کی طلب سے بے خبر ہیں، اور جب لوگ جمع ہوں گے تو ان کے دشمن بن جائیں گے اور ان کی عبادت سے انکار کریں گے۔"

اس آیت میں پہلے مانگنے کا ذکر کیا اور بعد میں اس کو عبادت سے تعبیر کیا ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو تعظیم مانگنے کے لیے ہو وہ عبادت ہے، مگر مطلق مانگنا مراد نہیں بلکہ ایسی چیز مانگنا مراد ہے جو صرف اللہ تعالیٰ ہی دے سکتا ہے۔ جیسے اس آیت میں ذکر ہے کہ ان کے معبود اسکے دینے سے عاجز ہیں، یعنی وہ صرف اللہ ہی دے سکتا ہے۔

اور لغت میں بھی عبادت انتہائی ذلت کو کہتے ہیں، جیسے زمخشری وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے۔[1] حافظ ابن قیم وغیرہ نے عبادت کے معنی "غاية المحبة مع غاية الذل" کیا ہے۔[2] انتہائی محبت کے ساتھ انتہائی تعظیم و عاجزی و پستی ہے مگر انتہائی پستی کا تعلق دل سے ہے، یعنی معبود میں غیبی قوت یا قہری شفاعت کا مقام سمجھ کر اس سے محبت کرے۔ پس جو تعظیم اس اعتقاد کی بنا پر ہو جس کا ذکر کیا گیا ہے وہ عبادت ہوگی، پس طاعت کو عبادت کہنا درست نہیں بلکہ اس کا معنی پوجا پاٹ ہی کا لینا چاہیے یا تعظیمِ مخصوص کا، جس کا ذکر ہو چکا ہے۔ طاعت اس لیے عبادت نہیں کہ عبادت اللہ کے ساتھ مختص ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴾ [الزخرف: ٤٥]

"ان پیغمبروں سے، جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے، پوچھ، کیا

---

[1] الكشاف (١/ ٥٦)

[2] مدارج السالكين (١/ ٧٤)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم نے رحمان کے علاوہ اور الٰہ بنائے ہیں جن کی عبادت کی جائے؟''

یعنی اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کی معرفت یہ حکم نہیں دیا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت کی جائے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت ہونی چاہیے، غیر کی عبادت نہ استقلالاً جائز ہے نہ تبعاً۔ دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْۤ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ [الأنبياء: ٢٥]

''جو رسول آیا، اس کی طرف ہم نے یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس میری عبادت کرو۔''

تیسری جگہ فرمایا:

﴿وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ﴾ [بني إسرائيل:٢٣]

''اللہ کا فیصلہ ہے کہ صرف اسی کی عبادت کرو۔''

چوتھی جگہ فرمایا:

﴿اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ﴾ [يوسف:٤٠]

''اس نے حکم دیا ہے کہ صرف اسی کی عبادت کرو۔''

اور اطاعت غیر کی بھی جائز ہے۔ جیسے مندرجہ ذیل آیت سے معلوم ہوتا ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ [نساء:٥٩]

''اے ایمان والو! اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور امرا کی بھی اطاعت کرو۔''

اس آیت میں اللہ کے سوا پیغمبر اور امیر کی اطاعت کا بھی حکم ہے، اگرچہ پیغمبر کی اطاعت اس لیے ہے کہ وہ رسول ہے اور امیر کی اطاعت ان امور میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جو اس کے سپرد ہیں، اگر شریعت کے خلاف حکم دے تو اس کی اطاعت منع ہے۔ بہرکیف اطاعت ایک طرح سے غیر کی بھی ہوسکتی ہے مگر عبادت کسی طرح بھی غیر کی جائز نہیں، جیسے آیات بالا سے معلوم ہوتا ہے، مگر یاد رکھنا چاہیے کہ طاعت اور عبادت میں عام و خاص کی نسبت ہے، یعنی طاعت عام ہے، عبادت خاص تعظیم کا نام ہے، ہر تعظیم عبادت نہیں، اسی طرح ہر طاعت عبادت نہیں۔

عبد اور عابد میں فرق:

عبد کا معنی غلام ہے، یہ عبودیت بمعنی غلامی سے ماخوذ ہے۔ اور عابد کا معنی پرستش کرنے والا ہے، اور یہ عبادت سے ماخوذ ہے۔ عبادت پرستش، پوجا پاٹ تعظیم مخصوص کے معنی ہیں۔ بعض لوگ آیت ذیل سے عبودیت اور عبادت کے ایک ہونے پر استدلال کرتے ہیں:

﴿اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَیْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ﴾ [المؤمنون:٤٧]

"(فرعون اور اس کے سرداروں نے کہا:) کیا ہم اپنے جیسے دو انسانوں کی بات مان لیں اور ان کی قوم ہماری پرستار ہے۔"

اس آیت میں قومِ بنی اسرائیل کو عابد کہا ہے، حالانکہ وہ فرعون کی غلامی ہی کرتے تھے۔ پس معلوم ہوا کہ غلامی ہی کو عبادت کہا ہے، پس عبودیت کا عبادت ہونا ثابت ہوگیا۔

غلطی کی وجہ:

غلطی کی وجہ یہ ہے کہ عابد مطیع کا ہم معنی سمجھا گیا ہے، اور اس معنی کو حقیقی سمجھ لیا گیا ہے، حالانکہ اس آیت کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ بعض نے عابد کے معنی پرستش کرنے کے کیے ہیں کیونکہ فرعون بنی اسرائیل سے اپنی پرستش کراتا تھا، جیسے قرآن مجید کی اس قراءت ﴿وَ یَذَرَكَ وَ اِلٰهَتَكَ﴾ "تیری عبادت کو چھوڑتا ہے" سے معلوم ہوتا ہے۔ پس اس صورت میں استدلال درست نہیں۔ اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض نے اطاعت ہی کو عبادت کہا ہے مگر اطاعت بمعنی مجازی کہا ہے، یعنی لغوی معنی عبادت کا طاعت نہیں بلکہ مجازاً طاعت کو عبادت کہا ہے۔ پس اس صورت میں بھی استدلال درست نہیں کیونکہ یہ اطلاقِ مجازی ہے حقیقی نہیں ہے۔ زمخشری نے کشاف میں تصریح کی ہے۔ پس اس آیت سے استدلال کرنا حقیقتِ حال سے ناواقفی ہے۔

عبادت اور طاعت میں فرق کی دوسری وجہ:

علمائے اہل سنت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ گناہ دو قسم کے ہیں: ایک وہ ہیں جو بدون توبہ بھی معاف ہو سکتے ہیں، اگر ان کی سزا بصورتِ جہنم ملی تو محدود ہوگی، اس کے بعد رہائی ہوگی، اخیر جنت میں دخول ہوگا۔ اور بعض گناہ ایسے ہیں جن کی سزا میں خلود و ہمیشگی ہے، رہائی کی امید نہیں، نہ بدونِ توبہ معافی کی گنجائش ہے۔ اس قسم کے گناہ کو کفر و شرک اور نفاقِ حقیقی سے تعبیر کرتے ہیں، اور پہلے گناہ وہ ہیں جو ان کے علاوہ ہیں، یعنی مومن کی عملی غلطیاں جو ایمان لانے کے بعد کفر و شرک کے سوا صادر ہوتی ہیں، جیسے جھوٹ، چغلی، بدکاری، والدین کی نافرمانی، یتیموں پر ظلم، جھوٹی گواہی، جھوٹی قسم وغیرہ وغیرہ۔

مندرجہ ذیل قرآنی آیت سے وہ استدلال کرتے ہیں:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ [النساء: ٤٨]

''اللہ تعالیٰ شرک معاف نہیں کرتا اور اس کے علاوہ جس کو چاہے معاف کر دے۔''

احادیثِ متواترہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آخری رہائی کے لیے شرک و کفر اور نفاق سے پاک ہونا شرط ہے، اگر ادنیٰ درجے کا ایمان بھی دل میں ہوگا تو دوزخ سے رہائی ہوگی۔[1]

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث (٢٢) صحیح مسلم، رقم الحدیث (١٨٤)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر طاعت کو عبادت کہنے سے یہ تفریق باطل ہو جاتی ہے کیونکہ اس صورت میں ہر گناہ چونکہ نفس وغیرہ کی طاعت ہی ہوتی ہے اس لیے وہ نفس وغیرہ کی عبادت ہوگی، اور غیر کی عبادت چونکہ شرک ہے اس لیے ہر گناہ گار مشرک ہوگا، اور شرک کی سزا قابلِ معافی نہیں بلکہ خلود و ہیشگی ہے۔ اور یہ مذہب اہل سنت کا نہیں بلکہ خوارج و معتزلہ کا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مرتکبِ گناہِ کبیرہ اگر بدونِ توبہ مر جائے تو ابدی جہنمی ہوگا کیونکہ خوارج کے نزدیک وہ کافر ہے اور معتزلہ کے نزدیک مومن نہیں۔

حکم کا اطلاق مختلف معانی پر ہوتا ہے:

۱۔ تکوینی: اس جہاں میں متصرف صرف اللہ تعالیٰ ہے، اس کے تصرف کو حکم تکوینی کہتے ہیں۔ جیسے اس آیت میں ہے:

﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ﴾ [یوسف: ٤٠]

۲۔ اُخروی مصلحت یا مفسدت کی بنا پر کسی امر کو واجب یا حرام وغیرہ قرار دینا حکمِ شرعی کہلاتا ہے۔

۳۔ حکمِ عقلی: عقلی طور پر کسی چیز میں خوبی کا ثابت کرنا یا خرابی ظاہر کرنا یا اس مصلحت دنیوی کی بنا پر لازم یا منع قرار دینا حکمِ عقلی ہے۔ حکمِ حسی، حکمِ تجربی اور حکمِ حدسی وغیرہ اس کے قریب قریب ہیں۔

مودودی صاحب کہتے ہیں:

''اسلامی سیاست کا اولین اصول یہ ہے کہ حکم دینے اور قانون بنانے کے اختیارات تمام انسانوں سے فرداً فرداً اور مجتمعاً سلب کر لیے جائیں۔ کسی شخص کا یہ حق تسلیم نہ کیا جائے کہ وہ حکم دے اور دوسرے اس کی اطاعت کریں، وہ قانون بنائے اور دوسرے اس کی پابندی کریں، یہ اختیار صرف اللہ کو ہے:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ﴾ [يوسف: ٤٠]

”حکم تو اللہ کے سوا کسی کا نہیں، اس کا فرمان ہے کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو، یہی صحیح دین ہے۔“

﴿يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ﴾ [آل عمران: ١٥٤]

”وہ پوچھتے ہیں کہ اختیارات میں ہمارا بھی کچھ حصہ ہے؟ کہو کہ اختیارات تو سارے اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔“

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ﴾ [النحل: ١١٦]

”اپنی زبان سے یونہی غلط نہ کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔“

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ [المائدہ: ٤٥]

”جو کوئی خدا کی نازل کی ہوئی شریعت کے مطابق حکم نہ کرے وہی دراصل ظالم ہیں۔“

اس نظریہ کے مطابق حاکمیت صرف خدا کی ہے، قانون ساز صرف خدا ہے، کوئی انسان، خواہ وہ نبی ہی کیوں نہ ہو، بذاتِ خود حکم دینے اور منع کرنے کا حق دار نہیں۔“ (اسلام کا نظریۂ سیاسی، ص: ۲۲)

ہم نے جو پہلے حکم کے اطلاقات کا ذکر کیا ہے ان میں حکمِ تکوینی اور حکمِ شرعی تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں مگر حکمِ عقلی میں دوسرے کو بھی اجازت ہے بشرطیکہ اللہ کے حکمِ شرعی کے متصادم نہ ہو۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مودودی صاحب نے جن آیات سے استدلال کیا ہے ان کے استدلال کرنے میں سقم یہ ہے کہ آیت میں وہ حکم مراد نہیں جس کو آپ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ مدعیٰ تو یہ تھا کہ قانون ساز صرف خدا ہے، اور قانون سازی میں جس پابندی کا ذکر ہوتا ہے وہ دنیوی مصلحت یا مفسدت کی بنا پر ہوتی ہے۔ اور یہ حکم عقلی ہے، اس میں شرعاً صرف یہ پابندی ہے کہ یہ شریعت کے خلاف نہ ہو۔ اور مذکورہ بالا جو آیات پیش کی گئی ہیں ان میں یا تو حکمِ تکوینی کا ذکر ہے، جیسے یہ آیت ہے:

﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ﴾ ''حکم سوائے اللہ کے کسی اور کا نہیں۔''

اور آیت:

﴿هَلْ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ﴾ ''اختیارات میں ہمارا بھی کچھ ہے؟''

ان دونوں آیتوں میں حکم اور امر سے مراد حکمِ تکوینی ہے۔ تیسری آیت میں حلال وحرام کا ذکر ہے، اس میں حکمِ شرعی کی طرف اشارہ ہے۔ حکمِ شرعی کا یہ مطلب ہے کہ مکلّف کو کسی خاص طریقے کا پابند بنانا جس پر عمل کرنے کا نتیجہ دنیا میں اللہ کی رضا مندی اور آخرت میں ثواب، اور عمل نہ کرنے کا نتیجہ دنیا میں اللہ کی ناراضی اور آخرت میں عقاب (عذاب) کی شکل وصورت میں ظاہر ہوگا۔ چوتھی آیت میں عدالتی حکم کا ذکر ہے، یعنی عدالت میں حکمِ شرعی کی مخالفت نہیں ہونی چاہیے، اگر حکمِ شرعی ہو تو اس صورت میں شرعی حکم کے خلاف فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔

اگر شریعت میں حکم نہ ہو تو اس صورت میں رائے پر عمل ہو سکتا ہے، یعنی قرآن وسنت میں حکم کا ذکر نہ ہو تو انسان اپنی رائے سے حکم دے سکتا ہے۔

حضرت داود اور سلیمان علیہما السلام کا فیصلہ:

قرآن مجید نے حضرت داود اور سلیمان علیہما السلام کے حکم کا ذکر فرما کر اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اختلافات کو دور کرنے اور جھگڑا چکانے کے لیے حقیقتِ حال

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی کھوج لگانے کے لیے عقل سے کام لینا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے فیصلہ کو حقیقتِ حال کے مطابق قرار دیا گیا ہے، اگر حضرت داود علیہ السلام کا فیصلہ بذریعہ وحی ہوتا تو اس میں نظرِ ثانی کی ضرورت نہ ہوتی۔

اسی طرح جو ایک حدیث میں حضرت داود اور سلیمان علیہما السلام کے فیصلے کا ذکر کیا ہے کہ دو عورتوں کے دو بچے تھے، ایک کو بھیڑیا اٹھا کر لے گیا، دوسرے بچے کے لیے دونوں نے جھگڑا کیا۔ حضرت داود علیہ السلام نے بڑی عورت کے بارے میں فیصلہ کیا مگر سلیمان علیہ السلام نے حقیقتِ حال معلوم کرنے کے لیے عقل سے کام لیا، چھری لے کر اس بچے کو کاٹنے کے لیے کہا، چھوٹی عورت پر شفقت غالب آ گئی تو کہنے لگی: اسی عورت کا لڑکا ہے۔[1] یہ فیصلہ عقل کی مدد سے کیا گیا تھا۔

بہرکیف آیاتِ مذکورہ بالا میں قانون سازی کا کوئی ذکر نہیں۔ جب انسان اپنی رائے پر فیصلہ کرنے کا مجاز ہے تو اسی طرح دوسرے کی سہولت کے لیے قانون بھی بنا سکتا ہے۔

قرآن مجید کی آیاتِ ذیل میں حکمِ عقلی کا ذکر ہے، اور جب مرد اور عورت میں اختلاف ہو تو اس کے متعلق فرمایا:

﴿ فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا ﴾ [نساء: ۳۵]

''ایک شخص مرد کے قبیلے سے اور ایک شخص عورت کے قبیلے سے حاکم مقرر کیا جائے۔''

حَکَم اسے کہتے ہیں کہ جس کا حکم قبول کیا جائے۔ اب دونوں حاکم یا تو علیحدگی کا فیصلہ کریں گے یا دونوں میں صلح کرانے کی صورت نکالیں گے۔ صلح اور فراق میں حالات کا لحاظ رکھیں گے، اگر حالات صلح کے موافق ہوں گے تو صلح کا

---

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث (۳۲۴٤) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۷۲۰)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکم دیں گے، اگر فراق کے متقاضی ہوں گے تو فراق کا حکم دیں گے۔

دوسری جگہ فرمایا: جب مُحرِم شکار کرے تو اس کی مثل چوپائیوں میں سے بصورتِ ہدی، یعنی قربانی، کوئی جانور ادا کرنا چاہتا ہو تو فرمایا:

﴿ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ ﴾ [المائدہ: ٩٦]

یعنی اس امر کا فیصلہ کہ فلاں جانور اس شکار کے مثل ہے، دو صاحبِ انصاف تم سے کریں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مابین کے اختلاف کو دور کرنے کے لیے دو حَکَم مقرر کیے گئے تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت سے آٹھ ہزار کے قریب قریب یہ کہہ کر:

﴿ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ﴾ [یوسف: ٤٠]

''حکم سوائے اللہ کے اور کا نہیں۔''

الگ ہو گئے۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''کلمة حق أريد بها الباطل.''[1]

بات تو صحیح ہے مگر اس کا مطلب غلط لیا گیا ہے۔

کیونکہ اس آیت میں ایک خاص حکم مراد ہے اور خارجی اس کو دوسری جگہ چسپاں کر رہے ہیں۔

حقیقت یہ ہے:

امور دو قسم پر ہیں: ایک عبادی، دوسرے عادی۔ عبادی پوجا پاٹ (افعالِ تعظیمہ) کو کہتے ہیں، عادی وہ ہیں جو کسی دنیوی نفع یا نقصان کی بنا پر کیے یا چھوڑے جاتے ہیں۔ عبادی کی مثال، نماز، روزہ، حج، زکوۃ، ذکر، تلاوتِ قرآن

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (١٠٦٦) نیز دیکھیں: مسند أحمد (١/ ٨٦، برقم: ٦٥٦)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وغیرہ ہے، اور عادی کی مثال کھانا، پینا، پہننا، رہنا اور معاشی ضرورت کے لیے صنعت و حرفت، کاشتکاری، تجارت، ملازمت کرنا اور لوگوں کی جان و مال، عزت، نسل و دین اور عقل کی حفاظت کے لیے ریاست کے ساتھ حفاظت کرنا۔

عبادات میں اصل یہ ہے کہ جب تک کوئی خاص عبادت شارع (اللہ تعالیٰ) سے ثابت نہ ہو اس وقت تک ہم اس کے کرنے کے مجاز نہیں۔

اور عادات میں اصل یہ ہے کہ جب تک مخالفت وارد نہ ہو ہم مختار ہیں، دنیوی مصلحت کی بنا پر جس طرح مناسب ہو کریں۔ امور عادیہ میں بھی شرعی احکام ہوتے ہیں مگر جہاں کوئی شرعی حکم نہ ہو وہاں ہم کو اجازت ہے کہ ہم اپنے تجربات اور معلومات سے فائدہ اٹھائیں۔ ان عادی امور کو دنیوی مصلحت کی بنا پر کرنا یا چھوڑنا ان کو امورِ دنیا میں داخل کر دیتا ہے۔

صحیح مسلم کی ایک حدیث:

رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو انصار کو دیکھا کہ کھجوروں کی تلقیح یعنی پیوند کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے بطور مشورہ فرمایا کہ یہ کام چھوڑ دو۔ انصار نے اس سال تلقیح کرنا چھوڑ دیا۔ جب پھل کا زمانہ آیا تو آنحضرت ﷺ کا ان پر گزر ہوا، دیکھا کہ پھل اچھا نہیں۔ آپ ﷺ نے اس کی وجہ دریافت کی۔ انصار نے کہا: آپ کے کہنے پر تلقیح کو چھوڑ تھا، اسی کا اثر معلوم ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

> ''جب میں کوئی بات دین کے بارے میں کہوں تو میں اللہ پر جھوٹ نہیں بولتا (یعنی بذریعہ وحی کہتا ہوں) اگر کوئی بات اپنی رائے سے کہوں تو میں بشر ہوں۔''[1]

اور ایک روایت میں ہے کہ تم دنیا کے کام مجھ سے اچھے جانتے ہو۔[2] اس کا

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۳۶۲)

[2] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۳۶۳)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطلب یہ ہے کہ دنیوی امور میں انسان اپنے تجربات اور معلومات سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اس میں اُس پر کوئی پابندی نہیں۔ اور دین اور دنیا میں فرق صرف یہ ہے کہ اگر اس میں رائے کو دخل ہو تو دنیا کا کام ہے، اگر بذریعہ وحی ہو تو دین کا کام ہے۔

امورِ دنیا کی دو حیثیتیں:

اگر شرعی حکم کی تعمیل کی بنا پر ان کو کیا جائے تو دین میں داخل ہو جاتے ہیں، اگر دنیوی نفع و نقصان کی بنا پر ان کو کیا یا چھوڑا جائے تو دنیا میں داخل ہو جاتے ہیں۔ دنیوی امور کو انسان عام طور پر ضروریاتِ زندگی کے تقاضا کی بنا پر کرتا ہے اور یہی داعیہ اس کو کرنے پر ابھارتا ہے۔ اگر اسی داعیہ کی بنا پر کوئی کام کرے تو یہ کام کرنا منع نہیں ہوگا بشرطیکہ وہ کام ممنوعات کے دائرے میں داخل نہ ہو۔

اگر آپ سیب محض اس لیے کھاتے ہیں کہ مفرحِ قلب، میٹھا اور لذیذ ہے تو آپ کا یہ کام دنیوی ہے۔ اسی طرح آپ کپڑا اگر اس لیے استعمال کرتے ہیں کہ گرمی سردی سے بچیں تو یہ دنیا کا کام ہے۔ علی ہذا القیاس اگر آپ کاشتکاری یا ملازمت یا کوئی اور پیشہ یا تجارت معاشی ضرورت کے لیے اختیار کرتے ہیں تو آپ دنیا کا کام کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر آپ ملک کی حفاظت کے لیے فوج بنا رہے ہیں یا حکم اور عدل و انصاف ملکی لوگوں کی جانی، مالی، عزت، عقل و نسل اور دین کی حفاظت کے لیے چلا رہے ہیں تاکہ ملک ترقی کرے اور حکومت مضبوط ہو اور باشندوں کو کسی قسم کی انقلابی کارروائی نہ کرنی پڑے تو یہ آپ کا دنیا کا ہی شغل ہے کیونکہ یہ سب کام دنیا دار اِن مصالح مذکورہ کی بنا پر بلا استثنا کرتے ہیں۔ اگر ان امور میں حکمِ الٰہی کی تعمیل مدِنظر ہو تو امرِ دین بن جاتا ہے۔ امورِ دنیا کو دنیوی فائدہ کی بنا پر کرنا ان کو ناجائز قرار نہیں دیتا، بخلاف عبادات کے، ان کو دنیوی مفاد کی بنا پر کرنا ناجائز ہے۔ ہاں، عبادات سے بعض وقت دنیوی مفاد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو ملحوظ رکھنا، یعنی اللہ تعالیٰ سے دنیا کی برکات کا چاہنا اور بعض عبادات مشروعہ جو اسی لیے مقرر ہیں، کرنا جائز ہے، کیونکہ عبادات بھی حقیقت میں ہم اپنے فائدہ کے لیے ہی کرتے ہیں مگر عبادات سے فائدے کی توقع اللہ تعالیٰ سے ہوتی ہے، خواہ دنیوی مفاد ہو یا اخروی، اللہ تعالیٰ کا ان میں کوئی فائدہ نہیں۔ اور ضروری نہیں کہ انسان امرِ دنیا میں کسی حکم کی تعمیل کا ارادہ رکھے، ہاں، یہ بہتر کام ہے مگر ممنوعات سے بچنے کی ضرور کوشش کرے۔ پس دنیوی مفاد کی بنا پر مملکت کا چلانا اور اس کے لیے قانون بنانا اور اس پر فیصلہ کرنا جائز ہے، اس سے کسی قسم کا شرک نہیں ہوتا اگر ممنوعات کا ارتکاب نہ کرے۔ ایک شخص بھوک کی بنا پر روٹی کھاتا ہے اور ایک شخص رعایا کی جان، مال اور عزت وغیرہ کی حفاظت کے مدِ نظر فیصلہ کرتا ہے، یہ دونوں برابر ہیں، نہ پہلا گناہ گار ہے اور نہ دوسرا۔ اگر کھانے والا حرام کھائے یا قاضی (جج) شرعی حکم کے خلاف فیصلہ کرے تو دونوں گناہ گار ہیں۔

انسان کے لیے جو دنیوی امور میں شرعی احکام دیے گئے ہیں ان میں بھی انسانی مصلحت ملحوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ ہماری مصلحت ہم سے بہتر جانتا ہے اس لیے ہم کو مخالفت کرنی منع ہے، اور مصلحت کا لحاظ نہیں کرنا چاہیے بلکہ الفاظ کی پابندی لازمی ہے جب تک شارع حکم کو کسی علت پر وضع نہ کرے۔ مصلحت اور علت میں فرق ہوتا ہے، جیسے نماز کو دوگانہ بنانے اور روزہ کو چھوڑنے میں سفر کا ذکر کیا ہے، ہم اپنی طرف سے اس کی علت ''مشقت'' نکال کر ہر مشکل کام میں یہ حکم مقرر نہیں کر سکتے کیونکہ مشقت مصلحت ہے علت نہیں، علت یہاں سفر ہے یا روزے میں بیماری، حمل یا دودھ پلانا ہے۔

اتنی بات ضرور ہے کہ زندگی کے بعض شعبوں میں ہدایات زیادہ ہیں اور بعض میں کم ہیں، ملک گیری اور ملک داری میں چونکہ اکثر بے ضابطگیاں کی جاتی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں اس لیے ان میں احکام بہت وارد ہوتے ہیں۔ صنعت، حرفت، کاشتکاری اور دیگر فنون میں احکام بہت وارد ہوتے ہیں کیونکہ ان مقامات میں بے اعتدالیاں کم ہوتی ہیں اور ملک گیری اور ملک داری میں بے اعتدالیاں زیادہ ہوتی ہیں، حرص اور جذبات کا یہاں بہت دخل ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ احکامِ شرعیہ ورود کے لیے ہیں نہ کہ اس لیے کہ حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امورِ دنیا میں جہاں تنازع ہوتا ہے یا انسانی عقل اصل حقیقت معلوم کرنے میں عاجز ہوتی ہے یا بہت مشکل سے اسے پاسکتی ہے اور ضرورت بھی وہاں زیادہ ہوتی ہے، وہاں انسان کی راہنمائی کی جاتی ہے۔ اور انفرادی امور میں جو داعیہ طبعیہ کی بنا پر کیے جاتے ہیں جیسے کھانا، پینا، کاشتکاری اور صنعت وغیرہ، انفرادی امور ہیں۔ ان کے کرنے کے متعلق بہت کم احکام وارد ہوتے ہیں۔ عبادات اور باہمی تعلقات میں احکام کی کثرت ہے۔

حقیقتِ حال:

انسان کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بنایا ہے کہ اس کی روح اس کے عقائد و عبادات اور اخلاق و معاملات کا رنگ قبول کر لیتی ہے، اور اس کے رنگ قبول کرنے میں ایسے باطنی عوامل کو بھی دخل ہے جو تمام شرائع کے نزول کے وقت ان کی حقیقت کو مؤثر بناتے ہیں اور اس شریعت کی تشریح کے وقت جمع ہوتے ہیں۔ اس تاثیر کے نمایاں اثرات تین ہیں:

۱۔ جنت میں داخل ہونے یا نہ ہونے کی اہلیت۔

۲۔ دوزخ کے لیے ایندھن بننے یا اس کو بجھانے کی قابلیت۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے یا اس کے محبوب ہونے کی صفت۔

ان اثرات میں نیت کو بھی بہت دخل ہے۔ علم و جہل کی بنا پر بھی کمی و بیشی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتی ہے۔ اور ان اثرات کے مختلف مراتب ہیں۔ دراصل احکام کا منشا یہ اثرات ہیں یا دوسرے لفظوں میں انسانی فطرت ہے یا یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کا تقاضا ہے کیونکہ ہر چیز کا تعین اس کے اسماء وصفات کی بنا پر ہے، اور اس چیز کو، چونکہ بخوبی اللہ تعالیٰ جانتا ہے، اس واسطے انسان کو حکم شرعی کی مخالفت منع ہے۔

﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ [البقرة: ٢١٦]

''اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

احکام کے بارے میں اگرچہ متکلمین کا اختلاف ہے مگر محقق امر یہی ہے کہ حسن و قبح عقلی ہے اور حکم حسن و قبح کی بنا پر ہے اگرچہ حکم کو محض حسن و قبح کی بنا پر ثابت نہیں کر سکتے ہیں بلکہ لفظ کی ضرورت ہوتی ہے، مگر شریعت نے، جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے، امورِ دنیا میں ہم کو اجازت دی ہے کہ ہم اپنے تجربات اور معلومات سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، اور عقل سے حسن و قبح معلوم کر کے اس کے کرنے اور نہ کرنے کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ اور سیاسی امور میں ضرر و نفع کو ملحوظ رکھتے ہوئے عقلی طور پر زجر و تنبیہ کی صورت میں قانون بنا سکتے ہیں بشرطیکہ شریعت کے خلاف نہ ہو۔

باقی رہی یہ بات کہ جو ہم حکم لگائیں گے اس کو حکم شرعی بھی کہہ سکتے ہیں یا صرف حکم عقلی کہیں گے۔ اس کا حل اس طرح ہے کہ منشائے خاص، نفع ونقصان اور مصلحت وغیرہ چونکہ ہمارا اپنا معلوم کردہ ہے اس بنا پر یہ حکم عقلی ہے، اور اس بنا پر کہ ہم نے اس بات کا لحاظ رکھا ہے کہ کسی حکم میں شریعت کی مخالفت نہ ہو، یہ حکم شرعی ہے۔ یہ اس وقت ہے جب کسی فعل کے الزام وتخییر کو ملحوظ رکھا جائے۔ اگر دنیوی نفع ونقصان کا لحاظ رکھ کر اس کو اختیار کیا جائے تو صرف عقلی ہوگا۔

ذیل کی مثال سے اس کی زیادہ وضاحت ہوتی ہے:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زید اپنے لیے اور اپنے اہل وعیال کے لیے بعض اقتصادی اور طبی مصالح کی بنا پر ہفتہ وار غذا کا ایک نقشہ مرتب کرتا ہے، مثلاً: ہفتے میں صبح شام دال مسور، اتور کو آلو گوبھی، سوموار کو مونگ کی دال، منگل کو گوشت، بدھ وار کو ماش، جمعرات کو چنے کی دال، جمعے کو چاول گوشت۔ اور اپنی ضرورت کے مطابق ہر چیز کا وزن، وقت، غذا اور تقسیم کار کے لیے ایک ایک کارندے کا نام تجویز کرتا ہے۔

یہ باتیں اس قسم کی ہیں کہ کسی متدین کے نزدیک ان سے حاکمیتِ باری تعالیٰ پر قبضہ نہیں ہوتا، اسی طرح اگر کوئی حاکم یا امیر اپنے دائرۂ اختیار میں اس قسم کا کوئی حکم دے یا قانون بنائے تو اس کو کسی طرح بھی حاکمیت پر قبضہ کے مترادف نہیں سمجھا جائے گا۔ اگر زید گوشت روٹی ہی حتی المقدور ہر روز کھانے لگے یا دال پر اکتفا کرے یا ہمیشہ موٹا کپڑا پہننے لگے یا ایک قسم کا نفیس کپڑا استعمال کرنے لگے تو اس کو حاکمیت پر قبضہ قرار نہیں دیا جائے گا، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا کہ بعض مصالح کی بنا پر اس امر کی عادت ڈالنا اس کے لیے اچھا نہیں۔ یہ جو کچھ ذکر ہوا ہے ایک قسم کی قانون سازی ہے، جب گھر کے دائرے میں قانون سازی کی اجازت ہے تو شہر یا ملکی حدود میں اس کی کس طرح ممانعت ہو سکتی ہے؟ قانون سازی انسان کا فطری حق ہے، ہر ایک انسان فطرتاً ہی قانون ساز ہے۔

قانون سازی کی حقیقت:

صرف یہ ہے کہ اپنی ضروریات کے لیے انسان کسی مصلحت کی بنا پر مواقع متعین کرے۔ انسان اپنی تمام حاجات میں زمان، مکان، وضع اور صفت وغیرہ کی تعیین موقع اور مصلحت کی بنا پر کرتا ہے۔ انفرادی اور اجتماعی امور میں فرق صرف اس قدر ہے کہ اجتماعی امور میں مفادِ عامہ کو مفادِ شخصی پر مقدم کرنے کا اصول ملحوظ رکھنا پڑتا ہے، اس لیے اکیلے آدمی پر بوجھ نہیں ڈالنا چاہیے۔ ہاں،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر اس کی سمجھ اور انصاف پر اعتماد ہو تو ایسے معاملات میں، جن کا تعلق مفاد عامہ سے ہے، ایک آدمی پر بھی اکتفا ہو سکتا ہے۔ اگر ان کے نمائندے (جو حقیقت میں عوام کی آواز ہیں) کوئی فیصلہ متفقہ طور پر نا قابلِ اعتماد اکثریت سے کریں تو اس کا حکم بھی اس شخص کا فیصلہ ہے جو ہر شخص اپنے انفرادی معاملے میں کرتا ہے، صرف اس امر کا خیال ضروری ہے کہ شریعت کے خلاف نہ ہو۔

پس حاصلِ کلام یہ ہے کہ انفرادی معاملات میں شخصی فیصلہ اور اجتماعی میں جماعت کا فیصلہ قابلِ قبول ہے، اور اس حد تک ہم کو قانون سازی کی اجازت ہے کہ ہمارا فیصلہ حکمِ شرعی کے خلاف نہ ہو، جیسے انفرادی معاملات (کھانے، پینے، پہننے) میں انسان سے بعض پابندیاں اضطراری حالت میں اٹھ جاتی ہیں، مردہ، خنزیر، غیر اللہ کا چڑھاوا اور خون یہ سب چیزیں حالتِ اضطراری میں مباح ہوتی ہیں۔ اسی طرح معاشی ضرورت کی بنا پر بعض پابندیاں اٹھ جاتی ہیں، مثلاً ایک شخص غیر اسلامی حکومت میں زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے تو اس صورت میں اس کا قانون تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اگر غیر اسلامی حکومت میں گائے ذبح کرنے کی مخالفت ہو تو اس کی پابندی کر سکتا ہے مگر بت پرستی کے خلاف رہتے ہوئے اس سے مدد لے سکتا ہے اور چور کو وہ سزا جو رائج ہو، دلا سکتا ہے، اسی طرح اگر خود جج بنے تو چور پر وہ قانونی فردِ جرم عائد کر سکتا ہے جو اسلام کے خلاف ہے، کیونکہ اسلامی آئین کے نفاذ کا مخاطب وہ مسلمان ہے جو مختار ہو نہ کہ مجبور، یعنی حاکم مختار ہے نہ کہ مجبور۔

قانون سازی کا مقصد حفظِ امن ہے:

مگر حفظِ امن کے ذرائع میں اختلاف ہوتا ہے۔ ہر ملک چوری کو بند کرنا چاہتا ہے مگر تعزیرات میں اختلاف ہوتا ہے۔ اسلامی آئین میں چوری کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسداد کے لیے جو سزا مقرر کی گئی ہے چوری کو روکنے کی انتہائی تعزیر ہے، دوسرے قوانین جو اس کی کم سزا تجویز کرتے ہیں وہ انتہائی سزا نہیں بلکہ چوری کے روکنے کی ایک تدبیر ہے۔ مسلم کو کوشش تو یہی کرنی چاہیے کہ وہ اسلامی سزا نافذ کرے، اگر کسی جگہ وہ اسلامی سزا نافذ نہ کر سکے تو اس صورت میں جو سزا تجویز کرنا اس کی طاقت میں ہو وہ چوری کو روکنے کی ایک تدبیر ہوگی، چور کی اعانت نہ ہوگی بلکہ جس کا مال چرایا گیا ہے اس کی اعانت ہوگی۔ پس بحکم:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ [البقرہ: ۲۸۶]

''اللہ کسی جان کو وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔''

اور بحکم:

«إذا أمرتكم بشيء فأتوا منه ما استطعتم»[1]

''جب میں تم کو کسی چیز کے متعلق حکم دوں تو تم سے جتنا ہو سکے اس پر عمل کرو۔''

ایسا کرنا جائز ہوگا۔

جو شخص دارالحرب میں رہتا ہے وہ اس امر کا ضمنی معاہدہ کرتا ہے کہ میں حتی الامکان قانونِ حکومت کی مخالفت نہیں کروں گا بشرطیکہ قانون شریعت کے خلاف نہ ہو۔ خلافِ شریعت کے دائرے میں انفرادی معاملات توحید و شرک، عبادت اور تحلیل و تحریم وغیرہ داخل ہوتے ہیں یا باہمی معاملات میں خرید و فروخت اور مزدوری وغیرہ کے کام، جن میں ہر شخص مختار ہوتا ہے، داخل ہوں گے۔ ان میں اس کو شریعت کی پابندی کرنی چاہیے مگر حفظِ جان و مال و عزت وغیرہ کے متعلق جو تعزیرات ملک میں نافذ ہوں، اور شریعت میں ان کے علاوہ اور تعزیرات ہوں تو ان امور میں وہ

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۳۳۷)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکلف نہیں کیونکہ یہ چیزیں اوران کا نفاذ اس کے دائرۂ اختیار سے باہر ہے۔
ایک شخص جج بن کر چور کو ہاتھ کاٹنے کے علاوہ قانونِ حکومت کے مطابق کوئی اور سزا دیتا ہے، اور ایک شخص سودی کاروبار میں ملازم ہو کر اس کے لکھنے یا جمع کرنے کا کام کرتا ہے، دونوں میں فرق ہے کیونکہ سود کی ممانعت دراصل انفرادی معاملہ ہے اگرچہ ملازم حکومت میں متعین ہو کر اجتماعی کام کرتا ہے لیکن انفرادی معاملے میں ہر شخص مکلّف ہوتا ہے اور ہر شخص کو لکھنے اور گواہ بننے کی ممانعت ہے، بخلاف چور کو سزا دینے کے معاملے میں، اس میں مختار حاکم مکلّف ہے نہ کہ دوسرے۔
حدیث شریف میں ہے: ایک مسلمان کو کافروں نے پکڑ لیا اور اس کو اس شرط پر چھوڑا کہ ہمارے مقابلے میں نہ لڑنا، جب وہ نبی ﷺ کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ تو نے جو معاہدہ کیا ہے وہ پورا کر۔[1]
بہر کیف اللہ کے ساتھ حاکمیت کے اختصاص کا مطلب صرف یہ ہے کہ حکمِ تکوینی اور حکمِ شرعی صرف اللہ کے ساتھ خاص ہے، حکمِ عقلی کی بنا چونکہ حسن و قبح پر ہے اس لیے اس کے متعلق بھی کچھ نہ کچھ واقفیت ہونی چاہیے۔

حسن و قبح کے معانی:

علماء نے حسن و قبح کے تین معنی بیان کیے ہیں:

۱۔ حسن وصفِ کمال اور قبح وصفِ نقصان کو کہتے ہیں، جیسے علم وصفِ کمال اور جہل وصفِ نقصان ہے۔ اس کے عقلی ہونے پر اتفاق ہے، یعنی عقل معلوم کر سکتی ہے کہ فلاں وصف انسان کے لیے باعثِ کمال ہے اور فلاں وصف اس کے لیے باعثِ نقصان ہے۔

۲۔ یہ کام دنیوی غرض کے ملائم ہے، اور یہ کام دنیوی غرض کے مخالف ہے، جیسے

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۷۸۷) یہ واقعہ حضرت حذیفہ بن یمان اور ان کے والد حسیل رضی اللہ عنہما کے ساتھ پیش آیا تھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عدل ملک کی آبادی کے لیے مفید اور ملائم اور ظلم آبادی کے خلاف ہے۔
دنیوی مفاد و مضار کی بنا پر بھی عقل ایک حد تک پہنچ سکتی ہے۔

۳۔ یہ کام اس قسم کا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا کرنے والا دنیا میں قابلِ مدح یا قابلِ مذمت ہے، اور آخرت میں مستحقِ ثواب یا مستحقِ عذاب ہے۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ چیزیں عقل کے دائرے میں ہیں یا نہیں؟ بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ امر عقل کے دائرۂ عمل سے باہر ہے اور بعض کہتے ہیں: عقل یہ معلوم کر سکتی ہے مگر حکم لگانا یہ عقل کا کام نہیں۔ معتزلہ کہتے ہیں: حسن و قبح تیسرے معنیٰ کے اعتبار سے عقلی ہونے کے ساتھ ساتھ حکم کو بھی مستلزم ہے۔

مگر محققین کا یہ خیال ہے کہ حسن و قبح تیسرے معنے کے اعتبار سے تو عقلی ہے مگر حکم امر و نہی پر موقوف ہے، اور یہ حسن و قبح حکم کو چاہتا ہے، اس کو مستلزم نہیں ہے۔ اور عقلی حکم کا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ یہ فعل وصفِ کمال یا وصفِ نقصان ہے یا یہ کام دنیوی مفاد کے مطابق اور یہ کام دنیوی مفاد کے خلاف ہے، اگرچہ یہ بھی حکم شرعی کی بنا پر ہے، کیونکہ شریعت ہی نے ہم کو دنیوی امور میں مصلحت و مفسدت پر کاربند ہوتے ہوئے اپنے لیے پابندی لگانے کی اجازت دی ہے۔ پس یہ امور شرعی اجازت کی بنا پر حکم شرعی کے نیچے داخل ہو جاتے ہیں مگر ہماری عقل کے سپرد ہونے کی بنا پر عقلی ہیں، اور ان عقلی احکام کا دائرہ وسیع نہیں ہوتا، یعنی ہر فرد پر ان کا لزوم نہیں، صرف بحکم معاہدہ ان پر پابندی لازم ہوتی ہے، جیسے ملکی احکام، بخلاف مخصوص شرعی احکام کے، ان کا دائرہ وسیع ہوتا ہے۔

حکومتِ الٰہیہ کا قیام:

مودودی صاحب کا خیال ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد حکومت الٰہیہ کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قیام ہے، اس کی بنا اس منطقی ربط پر ہے جو انھوں نے سمجھا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا اصل مقصد حقیقت میں یہ ہے کہ لوگوں کو جنت میں داخل ہونے اور دوزخ سے بچنے اور دیدارِ الٰہی سے مشرف ہونے کے اعمال و عقائد بتائے جائیں، ان اعمال کے دو حصے ہیں: حقوق اللہ اور حقوق العباد، اور اسی کا نام دین ہے۔ حکومت کا قیام ان کے مقاصد میں داخل نہیں بلکہ جیسے انسانی زندگی کے دیگر شعبوں میں ان کی وحی میں ہدایات ہوتی ہیں حکومت کے متعلق بھی وہ چند اصلاحی باتیں پیش کرتے ہیں۔

حکومت چونکہ انسانی معاشرے کے لیے لازمی چیز ہے، اس واسطے راعی اور رعیّت کے حقوق کا ایک واضح خطِ امتیاز کھینچ دیا گیا ہے اور اس کے اعلیٰ مرتبے سے لے کر ادنیٰ مرتبے تک کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی غرض دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول اور آخرت میں ثواب کا ہونا بتایا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۝ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا﴾ [الأحزاب: ٤٥، ٤٦]

”اے نبی! ہم نے تجھے گواہی دینے والا، خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور اللہ کی طرف بلانے والا روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔“

اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے پانچ مقصد بیان کیے گئے ہیں: ۱۔ گواہی دینا، ۲۔ خوش خبری دینا، ۳۔ ڈرانا، ۴۔ اللہ کی طرف بلانا، ۵۔ روشنی دینا۔

دوسری جگہ فرمایا:

﴿ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴾ [الجمعہ: ۲]

''اسی (اللہ) نے بھیجا امیوں میں سے رسول جو پڑھتا ہے ان پر اس کی آیات اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت سکھاتا ہے، یقیناً وہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔''

اس آیت میں آنحضرت ﷺ کے تین وظیفے بیان کیے گئے ہیں:

۱۔ تلاوتِ آیات، ۲۔ تزکیہ وتطہیر، ۳۔ تعلیمِ کتاب وحکمت۔

حکومت کا قیام اگرچہ آنحضرت ﷺ کی بعثت کا اصل مقصد نہیں مگر اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا کہ اس دین کا ظہور حکومت کی صورت میں ہوتا کہ تمام آباد و متمدن دنیا میں آپ کی بعثت کی خبر جلد پہنچ جائے اور تمام دنیا پر حجت قائم کر دی جائے۔ اس واسطے آنحضرت ﷺ کو ایسی قوم میں مبعوث فرمایا جس میں فطرتاً کچھ ایسے خصائل موجود تھے جو ملک گیری اور ملک داری کے لیے موزوں تھے، اور بعض موانع تھے جو آنحضرت ﷺ کی بعثت کی وجہ سے اٹھ گئے اور غیبی مدد بھی شاملِ حال ہوئی۔

اس لیے ایمان اور عملِ صالح (جو اصل میں موجودہ حالات کی بنا پر حکومت کی علت کے لیے بمنزلہ اس جزوِ اخیر کے تھے جس سے علت پوری ہوجاتی ہے) پر خلافت کا وعدہ دیا۔ فرمایا:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾ [النور: ۵۵]

''اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو وعدہ دیا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے، ان کو زمین میں خلیفے بنائے گا، جیسے ان لوگوں کو خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملک گیری کے لیے چند اسباب بیان کیے ہیں، (جن کے نہ ہونے سے مسلمانوں کو غزوۂ احد میں تکلیف پہنچی) کچھ مادی اور کچھ روحانی۔

مادی اسباب:

۱۔ اتفاق و اتحاد:

﴿ وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ﴾ [آل عمران:۱۰۲]

''اللہ کی رسی (قرآن) سب مل کر مضبوطی سے پکڑو اور دھڑے بندی مت کرو۔''

۲۔ نزاع سے پرہیز:

﴿ وَ لَا تَنَازَعُوْا ﴾ [الأنفال: ٤٦]

''نہ نزاع کرو'' یعنی آپس میں جھگڑا نہ کرو۔

۳۔ سست نہ بنو:

﴿ وَ لَا تَهِنُوْا ﴾ [آل عمران: ۱۳۹] ''سست نہ بنو۔''

۴۔ جم کر لڑنا:

﴿فَاثْبُتُوْا﴾ [الأنفال: ٤٥] ''جم کر لڑو۔''

۵۔ امیر کی اطاعت:

﴿ وَ أُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ﴾ [النساء: ٥٩] ''اپنے امرا کی اطاعت کرو۔''

۶۔ مادی اسباب میں پوری تیاری کرو:

﴿ وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ﴾ [الأنفال: ٦٠]

''ان (دشمنوں) کے لیے طاقت کے مطابق گھوڑے باندھنے اور دیگر امور (حربی آلات) کو تیار کرو۔''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ اور اس قسم کے دیگر مادی اسباب اور ذرائع جن کی طرف قرآن نے توجہ دلائی ہے۔ قدرتی طور پر، جیسے میں نے پہلے ذکر کیا ہے، عرب بلحاظِ استعدادِ علم و عمل اس وقت کی سب قوموں سے بہترین استعداد رکھتے تھے، کیونکہ علم کی بنیاد زبان کی وسعت، حافظہ اور ذہن پر ہوتی ہے اور عمل کی بنیاد اندرونی خوبیوں پر ہوتی ہے جن کو شجاعت، شرافت، سخاوت، عفت وغیرہ کہتے ہیں۔ ان سب امور میں اس وقت کے عرب دیگر قوموں سے فائق تھے، جیسے حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔ [1]

روحانی اسباب:

تقویٰ، صبر اور استقامت کا قرآن نے ذکر کیا ہے۔ فرمایا:

﴿اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا وَ یَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا یُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِیْنَ﴾ [آل عمران:١٢٥]

''اگر تم صبر کرو اور پرہیز گاری اختیار کرو، اور یہ لوگ اپنے اس جوش و خروش سے آئیں تو تمھارا رب پانچ ہزار فرشتوں سے تمھاری مدد کرے گا۔''

آنحضرت ﷺ کے زمانے میں مادی اور روحانی اسباب کا اسلام کی ترقی کے موافق ہونا:

ان سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

١۔ عربوں میں کامیاب قوموں کی صفات کا ہونا۔

٢۔ ان کی خامیوں (بد اخلاقی، بے ایمانی، افتراق) کا بذریعۂ اسلام بندوبست کر کے متحد و متفق اور ایک دوسرے کا خیر خواہ بنا دینا۔

---

[1] اقتضاء الصراط المستقیم (ص: ١٦٠)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ اس وقت کی بڑی بڑی متمدن قوموں کا اپنے فرسودہ نظام سے اکتا جانا اور زندہ قوموں کی صفات کو کھو دینا۔

یہ اور اس قسم کے دیگر اسبابِ ظاہری اور باطنی اس وقت اس امت کے حق میں جمع ہو گئے تھے جو تائیدِ غیبی کے ساتھ مل کر اسلامی حکومت کے قیام کا سبب بنے۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی قوم کا حال دوسرا ہے:

ان میں نہ عربوں جیسی صفات تھیں نہ ان کے مقابل قوموں میں عمدہ صفات میں ان سے قابلِ ذکر فرق تھا، باوجود ایمان لانے کے ان کو ایک مدت مدید تک غلبہ نصیب نہ ہوا۔ آخر جب حکومت نے کسی مصلحت کی بنا پر عیسائی مذہب قبول کیا تو عیسائیوں کو بالواسطہ اقتدار نصیب ہوا۔ ان کے ماتحت اپنی مذہبی ریاست پاپائیت کی صورت میں قائم کرنے پر قادر ہو سکے، نہ ان کو حکومت قائم کرنے میں وہ طریق کار اختیار کرنا پڑا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا کہ ایک چھوٹی سی جماعت کو تقویت دے کر ایک بڑی جماعت بنا کر جہاد کبیر کر کے ریاست بنائی ہو۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حال ہے، ان کی قوم بھی مسلسل غلامی کے سبب آزاد قوموں کی صفات سے محروم ہو گئی تھی، اس واسطے ارضِ مقدسہ کے حاصل کرنے میں لیت ولعل کرتے رہے، طرح طرح کے ناشائستہ الفاظ کہے۔ ان کی ریاست کا حال دوسرا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی تحریک کے چلانے اور اس کے پھلنے پھولنے کے لیے قدرتی طور پر ماحول کے اعتبار سے مختلف حالات ہوتے ہیں، ہر جگہ اور ہر صورت میں اس کے چلانے اور پھیلنے کا ایک ہی طریق کار نہیں ہوتا۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی ترقی اس زمانے کے لحاظ سے ایک طبعی ارتقائی شکل تھی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر زمانے میں کسی قوم کو برسرِ اقتدار لانے کے لیے روحانی اسباب کے ساتھ ساتھ دیگر مادی اسباب: قوم کے مزاج، تربیتِ علوم، ماحول اور دیگر مخالف اسباب کا بھی جائزہ لینا پڑتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ بعض انبیاء پر ایک شخص ایمان لایا اور بعض اکیلے رہے:

«عرضت علي الأمم، فجعل يمر النبي معه الرجل، والنبي معه الرجلان، والنبي معه الرهط، والنبي وليس معه أحد»[1]

(بخاري، مسلم)

''مجھ پر امتیں پیش کی گئیں، ایک نبی گزرتا ہے اور اس کے ساتھ ایک مرد ہے اور ایک کے ساتھ دو ہیں، اور کسی کے ساتھ جماعت ہے اور بعض اکیلے ہیں، ان کے ساتھ کوئی بھی نہیں۔''

یہ بھی ممکن ہے کہ جس قسم کے اسباب شروع اسلام میں اسلام کے پھلنے پھولنے کے لیے جمع ہوگئے تھے اسی طرح کسی دوسری تحریک کے لیے بھی جمع ہوجائیں، کسی خاص ملک یا زمانے میں حالات ساز گار ہوجائیں، ایک گونہ کامیابی کی صورت پیدا ہوجائے، مگر اس سے یہ نتیجہ نہیں اخذ کرنا چاہیے کہ حکومتِ الٰہیہ کے قیام کے لیے یہی طریقہ ہے اور ہمیشہ اسی پر عمل کرنا چاہیے بلکہ عین ممکن ہے کہ بعض اوقات حالات نامساعد ہوں اور حکومت قائم کرنے کے لیے اُس وقت اس قسم کی تحریک چلانی پڑے جو حالات کے موافق اور حکومت اس کا منطقی نتیجہ ہو، جیسے پاکستان کے حاصل کرنے میں مسلم لیگ تحریک تھی۔ اور اس کے بعد اسلامی آئین کے نفاذ میں بھی یہی ممدو معاون ہوگی کیونکہ پاکستان کے حصول کے بعد پاکستان کی بقا بھی مسلم لیگ کے پیشِ نظر ہے، اور عقلی طور پر پاکستان کے استحکام اور بقا کے لیے ایسی مشترک چیز کی ضرورت ہے جو ان عام

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٥٤٢٠) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٢٠)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجزاء کو جمع کرے جو زبان، نسل اور جغرافیائی امور سے الگ ہو، وہ صرف اسلام ہی ہے۔ اگر اسلامی آئین پاکستان میں نافذ نہ کیا جائے تو پاکستان کبھی بھی محفوظ نہیں رہ سکتا۔ جغرافیائی، انسانی اور نسلی تعصب کی بنا پر اس کے پارہ پارہ ہونے کا خطرہ ہر وقت دامن گیر رہے گا۔ پرہیز گاری کی بنا پر نہیں بلکہ عقلی طور پر بھی یہاں اسلامی آئین کے نفاذ کی اشد ضرورت ہے۔ پس جو شخص پاکستان میں اسلامی آئین کے سوا کسی اور آئین کے جاری ہونے کا متمنی اور اس کے متعلق جدوجہد کرتا ہے وہ حقیقت میں ملک کا غدار ہے، پاکستان کو کمزور کرنے اور اس کو پارہ پارہ کرنے یا اس کو پھر نئے سرے سے ہندوستان میں مدغم کرنے کا متمنی ہے۔

پس کسی ایسے شخص کو، جو اپنی قوتِ تحریر اور خوشنما تقریر سے عوام کو اپنے گرد جمع کر سکتا ہو، کچھ سوچ سمجھ کر آواز اٹھانی چاہیے کیونکہ لوگ عموماً اندھے ہوتے ہیں، ہر چلانے والے کے پیچھے دوڑنے لگتے ہیں، ایسا نہ ہو کہ قوم کسی عمیق غار میں جا پڑے۔

قوم کو بھی ہر نئی تحریک کی لکیر کا فقیر نہیں بننا چاہیے، کچھ سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہیے۔

اصلی عبادت:

مودودی صاحب کا خیال ہے اور یہی ان کے منطقی ربط اور فلسفے کا تقاضا ہے کہ اسلامی عبادات (نماز، روزہ، حج، زکوۃ، ذکر، تلاوتِ قرآن) دوسری بڑی اور اصلی عبادت کے لیے تمرینات (ٹریننگ کورس) ہیں۔ ان کا یہ خیال ملاحدہ فلاسفہ سے ماخوذ ہے۔ ابو علی سینا نے اشارات اور دیگر فلاسفہ نے اپنی اپنی کتابوں میں اس امر کی تصریح کی ہے کہ عبادت تمدن کی خادم ہے۔ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”الرد علی المنطقيين“ میں اس خیال کا ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

”وهؤلاء يجعلون العبادات التي أمرت بها الرسل مقصودها

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إصلاح أخلاق النفس لتسعد للعلم الذي زعموا أنه كمال النفس، أو مقصودها إصلاح المنزل والمدينة، وهو الحكمة العملية، فيجعلون العبادات وسائل محضة إلىٰ ما يدعونه من العلم، ولهذا يرون ذلك ساقطاً عمن حصل المقصود كما تفعل الملاحدة الإسماعيلية، ومن دخل في الإلحاد أو بعضه، وانتسب إلىٰ الصوفية أو المتكلمين أو الشيعة أو غيرهم."[1] انتهى

''یہ لوگ (یعنی فلاسفہ) ان عبادات کے متعلق، جن کا رسولوں نے حکم دیا ہے، یہ خیال رکھتے ہیں کہ ان کا مقصود نفسانی اخلاق کی اصلاح ہے تا کہ اس کو ایسے علم کے لیے مستعد بنائیں جس کے متعلق ان کا خیال ہے کہ وہ نفس کا کمال ہے، یا ان عبادات کا مقصود خانگی اور شہری اصلاح ہے۔ اس کو حکمت عملیہ کہتے ہیں۔ یہ لوگ عبادات کو محض اس علم کے لیے وسیلہ قرار دیتے ہیں جس کا وہ دعویٰ کرتے ہیں۔ اس بنا پر ان کا خیال ہے کہ مقصود حاصل ہونے کے بعد یہ عبادات معاف ہوجاتی ہیں، جیسے ملحد اسماعیلی یا دوسرے لوگ (جو الحاد میں غرق ہو چکے ہیں) کہتے ہیں۔''

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا یہ مطلب ہے کہ عبادات کو علم کشف کا ذریعہ بنانا یا خانگی اور شہری اصلاح کے لیے وسیلہ بنانا فلسفیوں، ملحدوں اور اسماعیلیوں وغیرہ کا کام ہے۔ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے جو یہ فرمایا ہے کہ ان کے نزدیک مقصود حاصل ہونے کے بعد عبادت ساقط ہوجاتی ہے، سب کا مذہب نہیں بلکہ بعض باوجود حصولِ مقصود کے عبادت کو لازم قرار دیتے ہیں، جیسے حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے مدارج میں لکھا ہے:

"ومنهم من يوجب القيام بالأوراد والوظائف وعدم الإخلال بها." (١/ ٥٢)

---

[1] الرد على المنطقيين لابن تيمية (ص: ١٤٥)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"(جو لوگ عبادت کو ریاضت سمجھتے ہیں) بعض ان میں سے ورد وظیفہ پر قائم رہنے کو واجب سمجھتے ہیں اور اس کو چھوڑنا جائز نہیں قرار دیتے۔"

عبادت کے متعلق ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ اس سے مراد وہی تعظیمی صورتیں ہیں جن کو نماز، روزہ، حج، زکوۃ، ذکر اور تلاوتِ قرآن وغیرہ کہا جاتا ہے، جن کو مودودی صاحب نے پوجا پاٹ سے اور ایک جگہ پرستش سے تعبیر کیا ہے۔

طاعت کی اقسام:

طاعت بھی بعض اوقات عبادت بن جاتی ہے، جیسے اس کے متعلق پہلے ذکر ہو چکا ہے مگر مختصراً یہاں بھی لکھ دیتے ہیں۔ طاعت تین قسم پر ہے:

۱۔ کسی دنیوی مفاد کی بنا پر ہو نہ کہ تعظیم کے لیے، جیسے مزدور اپنے آقا کے حکم کی تعمیل مزدور ہونے کی حیثیت سے کرتا ہے یا محکوم کا حاکم کے حکم کی تعمیل کرنا رعیت ہونے کی حیثیت سے اور ضمنی معاہدے کی بنا پر، ایسی طاعت تعظیم کے لیے نہیں بلکہ ایک مفاد کے لیے ہے۔

۲۔ مجرد تعظیم کے لیے ہو، جیسے اولاد اپنے والدین یا شاگرد اپنے استاد، مرید اپنے پیر، عورت اپنے خاوند کی تعظیم کے لیے کوئی حکم بجالائے۔ یہ صورتیں تعظیمِ مجرد کی ہیں۔

۳۔ عبادت کے لیے ہو۔ جب اطاعت تعظیمِ مخصوص کی شکل اختیار کرے تو اس کو عبادت کہتے ہیں، یعنی اس لیے اطاعت کرے کہ مطاع کو مشکل کشا یا حاجت روا، اس طرح خیال کرے کہ عالمِ اسباب سے بالاتر اس کا غیبی اقتدار ہو اور وہ اپنی قدرت یا اپنی قہری شفاعت سے طالب کی حاجت پوری کر سکتا ہے۔

اس اطاعت کو عبادت کہتے ہیں، اس کے دلائل پہلے بیان ہو چکے ہیں۔

والدین اور امیر کی اطاعت عبادت نہیں کہلاتی، صرف اس میں یہ شرط ہے کہ شریعت کے خلاف نہ ہو۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ عبادت اصل میں اطاعت کا نام ہے اور پرستش اس کی ایک تکمیلی صورت ہے یا اس کے لیے تمرین (ٹریننگ کورس) ہے، اور اطاعت میں اجتماعی نظم کے متعلقہ احکام کی پابندی کو اصلی عبادت قرار دیتا ہے تو لامحالہ اس کی تمام جدوجہد قائم شدہ اسلامی حکومت کی قانونی حدود میں طاعت وفرمانبرداری بڑی عبادت ہوگی، اگر اسلامی حکومت قائم نہیں تو اس کے قیام کی کوشش کرنا اس کا اصل مقصد اور بڑی عبادت ہوگی، اور اس کے وسائل جمع کرنا، حجرہ نشینوں کی تحقیر اور اسلامی عبادت کو صرف وسیلہ سمجھ کر بقدرِ ضرورت اختیار کرنا ہوگا، اور جو شخص نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور تلاوتِ قرآن وغیرہ میں لگا رہے اور اسلامی حکومت کے قیام میں زیادہ منہمک نہ رہے یا وقتی حالات کا جائزہ لے کر اس میں سرگرم عمل نہ ہو اور اگر اسلامی حکومت قائم ہو چکی ہو مگر اس کے قائد اچھے نہ ہوں تو صالح قیادتِ کے لیے ان کی طرح اس منطقی ربط والے طریقے پر کاربند نہ ہو تو ایسا شخص پہلے خیال والے شخص کے نزدیک اصلی عبادت سے غافل اور ہدفِ ملامت بننے کے لائق ٹھہرے گا۔

اور جس شخص نے یہ سمجھا کہ عبادت ان چند تعظیمی امور کا نام ہے جن کو نماز، روزہ، حج، زکوۃ، ذکر اور تلاوتِ قرآن کہتے ہیں تو ایسا شخص حتی الامکان انھیں میں لگا رہے گا اور باقی فرائض سے بری الذمہ ہونے کی کوشش کرے گا۔ اگر اسلامی حکومت قائم ہے تو اس میں بغاوت نہ پھیلائے گا، حکام کے ساتھ نزاع و جھگڑا نہ کرے گا اور اگر اسلامی حکومت قائم نہیں تو اصل مقصد، جو اللہ کی عبادت ہے، میں لگا رہنے کے باوجود وقتی فرض سے بھی غافل نہ رہے گا، یعنی اسلامی حکومت کے قیام کی کوئی ممکن صورت نظر آئے تو حتی الامکان اس کے لیے بھی کوشش کرے گا مگر اصل مقصد اللہ کی عبادت ہی کو سمجھے گا، اگر امیر یا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بادشاہ غلط راستے پر ہو تو اس کی حتی الامکان صحیح راستے کی طرف راہنمائی کرے گا اور تلاوتِ قرآن، ذکر، نماز اور روزے کو اپنا خاص شغل بنائے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ مَا اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ﴾ [الذاريات: ٥٥، ٥٦، ٥٧]

''میں نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے، ان سے روزی کمانے کا مطالبہ نہیں کرتا اور نہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں، یقیناً اللہ ہی رازق طاقت والا مضبوط ہے۔''

ان آیتوں میں انسانی مساعی کے دو حصے کیے ہیں: ایک عبادت اور ایک معیشت کے اسباب و ذرائع: حرفت، تجارت، زراعت، ملازمت اور مزدوری کا اختیار کرنا۔ آیت کا یہ مطلب ہوا کہ انسان عبادت کے لیے بنا ہے، معاشی ذرائع میں لگا رہنے کے لیے نہیں بنا، اگرچہ ضرورت کے وقت ان کا اختیار کرنا لازمی ہو جاتا ہے مگر ان کو عبادت کا درجہ نہیں دیا جا سکتا، یعنی یہ چیزیں اصل وضع میں عبادت نہیں اگرچہ طاعت کی صورت میں قیودِ مذکورہ بالا کے ساتھ ان میں عبادت بننے کی صلاحیت ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا وَ مِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَ اَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ۝ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ۝ وَاْمُرْ اَهْلَكَ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِالصَّلٰوةِ وَ اصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَ الْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴾ [طٰہٰ: ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲]

"اپنے رب کی تسبیح اس کی حمد کے ساتھ سورج نکلنے اور غروب ہونے سے پہلے بیان کیا کر، اور رات کی گھڑیوں میں تسبیح بیان کر، اور دن کے دونوں طرف، شاید تو راضی ہو جائے۔ اور دنیا کی ترو تازگی سے مختلف اقسام کی جو چیزیں ہم نے ان کو امتحان کرنے کے لیے دی ہیں، اس کی طرف نظر جما کر نہ دیکھ، تیرے رب کا رزق بہتر اور پائیدار ہے۔ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور اس پر صبر کر، ہم تجھ سے روزی کمانے کا مطالبہ نہیں کرتے، تجھے ہم ہی روزی دیں گے اور پرہیزگاری کا انجام بہتر ہے۔"

اس آیت میں بھی ذکر اور نماز کی طرف ترغیب دلائی، اور معاشی ذرائع اختیار کرنے کو فرائض سے خارج کر دیا۔

اسی طرح ایک جگہ فرمایا:

﴿ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَ لَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ وَ كَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴾ [الکہف: ۲۸]

"(اے پیغمبر!) اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روک رکھ جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں، اس کی رضا مندی چاہتے ہیں۔ اور اس کا کہا نہ مان جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے لگا، اور اس کا کام حد سے گزرا ہوا ہے۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت میں بھی صبح و شام اپنے رب کو پکارنے والوں، یعنی سبحان اللہ والحمدللہ کہنے والوں کے ساتھ رہنے کا حکم دیا۔

ایک جگہ فرمایا:

﴿ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ كُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝﴾ [الحجر: ۹۸، ۹۹]

''اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کر، اور سجدہ کرنے والوں میں ہو، اور موت تک اپنے رب کی عبادت کر۔''

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم نہیں دیا کہ مال جمع کروں اور تاجر بنوں بلکہ مجھے یہی فرمایا ہے کہ اپنے رب کی حمد اور تسبیح بیان کر، اور سجدہ کر اور موت تک عبادت میں لگا رہوں۔''

ان آیاتِ مذکورہ بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل انسانی زندگی کا مقصد عبادت ہے، اور عبادت نماز، روزہ اور ذکر کا نام ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

« بني الإسلام علیٰ خمس: شهادة أن لا إله إلا الله و أن محمداً عبده ورسوله، وإقام الصلوة، وإيتاء الزكوة، والحج، وصوم رمضان» [1] (بخاري و مسلم)

''اسلام کا سائبان پانچ ستونوں پر قائم ہے: اس کی شہادت کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کا بندہ اور اس کا رسول ہے، نماز کا قائم کرنا، زکوۃ کا ادا کرنا، حج کرنا اور ماہِ رمضان کے روزے رکھنا۔''

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٨) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٦)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جبرئیل نے آنحضرت سے پوچھا: احسان (نیکی کرنا) کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:

«أن تعبد الله كأنك تراه»❶ (بخاري ومسلم)

''اللہ کی اس طرح عبادت کرے کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے۔''

اس حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ عبادت پرستش ہی کا نام ہے۔

اسلامی حکومت کا قیام بھی اس لیے ہے کہ عبادت میں سہولت ہو، جیسا آیتِ استخلاف سے معلوم ہوتا ہے۔ اس کے اخیر میں فرمایا:

﴿يَعْبُدُوْنَنِي﴾ [النور: ٥٥]

''(اللہ تعالیٰ بحسبِ وعدہ ان کو خلیفے بنائے گا) وہ میری عبادت کریں گے۔''

اور دوسری جگہ فرمایا:

﴿ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ [الحج: ٤١]

''ان کو ہم نے اگر زمین میں جگہ دی تو نماز قائم کریں گے اور زکوۃ دیں گے اور نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔''

عبادت اور طاعت اپنے اخروی اثر میں ایک لحاظ سے برابر ہیں، یعنی دونوں کے بجا لانے سے فلاح اور دونوں کے چھوڑنے سے خسران ہے اگرچہ خسران اور خسران میں فرق ہے۔

اور دارِ دنیا میں عادات میں اکثر جگہ مقصد دنیا کی اصلاح ہے مگر عبادات سے اصل غرض اصلاحِ دنیا نہیں بلکہ اصلاحِ آخرت اور رضائے الٰہی ہے۔ ہاں، یہ بات ضرور ہے کہ عبادت پر دنیا میں کچھ ایسے فوائد مرتب ہوتے ہیں جن سے دنیوی امور کی بھی کچھ نہ کچھ اصلاح ہوتی ہے اگرچہ وہ اصلاح مقصد نہیں۔

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث (٥٠) صحيح مسلم، رقم الحديث (٩)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبادت کی اصلی غرض اور اس کے دوسرے فوائد:

حقیقت میں عبادت اس فطری امر کے اظہار کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان میں پیدائشی طور پر رکھا ہے۔ انسان کی بناوٹ اس طرح واقع ہوئی ہے کہ اس کا کمالِ روحانی اس کی عبادت سے وابستہ کر دیا گیا ہے۔ عبادت کرنے سے جنت میں داخل ہونے کی استعداد اور اللہ کے دیدار کی قابلیت اور جہنم کا ایندھن بننے کے خلاف ایک صفت پیدا ہوتی ہے، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

عبادت کے ترک سے انسان میں روحانی اندھا پن اور جہنم کا ایندھن بننے کی استعداد اور جنت میں داخل ہونے کی قابلیت کا فقدان ظاہر ہوتا ہے۔ اس اصل غرض کے علاوہ عبادت پر جو فوائد مرتب ہوتے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔ نماز پڑھنے سے چونکہ دل اس زنگ سے صاف ہوتا ہے جو دل کو اندھا کرتا ہے اس لیے ایک قسم کی روشنی دل کو عنایت ہوتی ہے جس کی بنا پر انسان گناہوں سے متنفر ہوتا ہے اور شہوت میں اعتدال پیدا ہو جاتا ہے، یہ چیز تمدن کے لیے مفید ہے۔

نماز کا طبی فائدہ:

نماز میں نجاست (ظاہری گندگی) سے پرہیز لازمی قرار دیا گیا ہے۔ طہارت، وضو، غسل اور پاکیزگی کا حکم دیا گیا ہے، اس لیے لازمی طور پر اس کا صحت پر اچھا اثر پڑتا ہے۔ پانچ وقت کی پابندی سے کاہلی اور سستی کم ہو جاتی ہے، قیام میں ٹانگوں، رکوع میں پیٹھ، سجدہ میں سب اعضاء، بیٹھنے میں پاؤں، رفع یدین کرنے میں اور ہاتھ باندھنے سے ہاتھوں کے فضلات تحلیل ہو جاتے ہیں۔

اقتصادی فائدہ:

نماز پڑھنے اور پابندی کرنے سے جب انسانی جذبات میں اعتدال آ جاتا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے تو خواہ مخواہ اس کی اقتصادی زندگی پر اچھا اثر پڑتا ہے کیونکہ اقتصادی زندگی پر جذبات کا کم وبیش اثر ضرور پڑتا ہے۔

سیاسی فائدہ:

نما پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کا شعور اور پابندیٔ اوقات سے فرض شناسی اور ضبطِ نفس کا ملکہ پیدا ہوتا ہے، قربانی کی عادت پڑتی ہے۔ یہ امور سیاست میں مفید اور کار آمد ہیں۔

معاشرتی فائدہ:

نماز با جماعت سے ایک دوسرے کی پہچان اور اختلاط کی بنا پر ایک دوسرے سے اُنس اور رحمت و شفقت کا پیدا ہو جانا ایک واقعی امر ہے، ایک دوسرے کی معرفت سے ایک دوسرے کی حاجت کا احساس لا بدی چیز ہے۔ یہ چیزیں معاشرے کو مضبوط کرتی ہیں۔

مساوات کا سبق:

ایک صف میں بلا امتیاز فقیر وغنی اور خاندانی و غیر خاندانی کا کھڑا ہونا، امام بننے کے لیے صرف قرآن کا زیادہ جاننا، سنت سے زیادہ واقف ہونا، جو پہلے آئے اس کا پہلی صف میں جگہ پانا۔ یہ سب امور مساوات کا سبق دیتے ہیں۔

دینی فائدہ:

اللہ تعالیٰ کا شعور، نورانیتِ قلب، دل کی اصلاح، ملأ اعلیٰ کے ساتھ تعلق اور اللہ تعالیٰ کی محبت اس سے پیدا ہوتی ہے۔ روح میں وہ کمال پیدا ہوتا ہے جس پر نجاتِ اخروی موقوف ہے اور اعتقاد میں پختگی پیدا ہوتی ہے یہاں تک کہ بعض افراد یقین کے بلند مقام پر پہنچ جاتے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر ان فوائد میں فرق ہے، عبادت کے لیے جو دنیوی فائدے ذکر کیے گئے ہیں وہ نماز کی غرض و غایت قرار نہیں دیے جا سکتے کیونکہ عبادت کی حقیقت سے ان کا کوئی تعلق نہیں بلکہ صورت سے ہے، مثلاً نماز کا طبی فائدہ، بعض اعضاء کے فضلات کا تحلیل ہونا عبادت، یعنی تعظیم مخصوص کی ذات کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں بلکہ تعظیم کی ایک مخصوص صورت کے ساتھ ہے۔

یہی حال باقی فوائدِ مذکورہ کا ہے، سوائے اس دینی فائدہ کے جس کے متعلق ہم نے بار بار یہ لکھا ہے کہ وہ نماز کی غرض و غایت ہے، یعنی دنیا میں رضائے الٰہی اور آخرت میں نجات و فلاح۔ غرض اور فائدہ کا فرق مثالِ ذیل سے زیادہ واضح ہوتا ہے۔

مسجد کے درمیان چھت کو کھڑا کرنے کے لیے ایک ستون بنایا گیا، اس کی اصل غرض و غایت تو چھت کا قیام ہے مگر مسجد میں ہونے سے اس سے مندرجہ ذیل فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں: نمازی اس کو سترہ بنا لیتے ہیں اور ذکر کرنے والے اس کے ساتھ ٹیک لگا لیتے ہیں۔ یہ دونوں فائدے ستون بنانے کی اصل غرض و غایت نہیں، اس کا اصلی فائدہ چھت کو سہارا دینا ہے۔ اسی طرح عبادات کی غرض و غایت دنیا میں رضائے الٰہی اور آخرت میں نجات و فلاح ہے، باقی دنیوی فائدے اصلی نہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [التوبة: ١٠٠]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”سبقت کرنے والے مہاجر اور انصار اور ان کی نیکی میں اتباع کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے، اور ان کے لیے جنت تیار کی گئی ہے جس کے نیچے نہریں جاری ہیں، اس میں ہمیشہ رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:

﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ [آل عمران: ۱۸۵]

”جو شخص آگ سے ہٹایا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وہ کامیاب ہوگیا، اور دنیا کی زندگی صرف دھوکے کا سامان ہے۔“

ان دونوں آیتوں میں عبادت کی اصلی غرض بیان کی گئی ہے بلکہ جہاد (جس کا دنیوی فائدہ ظاہر ہے) کو بھی اخروی نجات وفلاح کا باعث قرار دیا گیا ہے، دنیوی کامرانی کو تبعی اور ثانوی مرتبہ میں رکھا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [الصف: ۱۰، ۱۱، ۱۲]

”اے ایمان والو! کیا تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تم کو دردناک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عذاب سے بچائے، اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اپنی جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو، یہ تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔ (اللہ) تمھارے گناہ معاف فرمائے گا اور تم کو باغوں میں داخل کرے گا، جہاں نہریں بہتی ہیں، اور جنتِ عدن کے عمدہ مکانوں میں، یہ بڑی شاندار کامیابی ہے۔ ایک اور بات ہے جس کو تم چاہتے ہو (وہ) اللہ کی مدد اور قریب فتح ہے، مومنوں کو خوش خبری سنا دو۔''

آیتِ مذکورہ میں مغفرت اور دخولِ جنت کو اصلی مقصد بیان فرمایا ہے، فتح اور مددِ الٰہی کو انسان کی محبوب چیز قرار دیا گیا ہے۔

ان آیات کے ہم معنی یہ حدیث ہے:

«من آمن بالله وبرسوله، وأقام الصلوة، وصام رمضان كان حقاً علىٰ الله أن يدخله الجنة جاهد في سبيل الله أو جلس في أرضه التي ولد فيها، فقالوا: يا رسول الله ﷺ! أفلا نبشر الناس؟ قال: إن في الجنة مائة درجة أعدها الله للمجاهدين في سبيل الله... إلخ»[1] (بخاری)

''جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا، ٹھیک نماز پڑھی اور رمضان کے روزے رکھے، اللہ پر حق ہوگا کہ اس کو جنت میں داخل کرے، (خواہ) اللہ کی راہ میں جہاد کرے یا اس زمین میں بیٹھا رہے جس میں وہ پیدا ہوا۔ (صحابہ نے) کہا: اس کی لوگوں کو خوش خبری نہ سنائیں؟ فرمایا: جنت میں سو درجہ ہے، اس کو اللہ نے مجاہدین کے لیے تیار کیا ہے...الخ''

اس حدیث میں حج اور زکوۃ کا ذکر نہیں کیونکہ ان کے لیے مال کی ضرورت

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٦٣٧)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے بلکہ ایمان، نماز اور روزے کا ذکر ہے کیونکہ صرف تین ہی ارکان فقیر و غنی پر فرض ہیں، جہاد کو اختیاری امر قرار دیا ہے کیونکہ جہاد ہر وقت فرض نہیں ہوتا، جہاد سے غرض فتنے کا سر دبانا ہے، یعنی دنیا سے شرک مٹ جائے۔ یہ مطلب نہیں کہ مشرک سب معدوم ہو جائیں بلکہ اصل مقصد یہ ہے کہ کلمۂ توحید کا بول بالا ہو اور تبلیغ میں کوئی رکاوٹ نہ رہے۔

اصل مقصد جس کے لیے انسان پیدا کیا گیا ہے:

وہ یہی ارکان، یعنی نماز و روزہ ہیں، جہاد وغیرہ دنیا کی اصلاح کے لیے ہیں تاکہ عبادت میں سہولت ہو۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ﴾ [نساء: ۹۵]

''ہر ایک (مجاہد اور غیر مجاہد) سے اللہ نے نیکی (جنت) کا وعدہ کیا ہے۔''

مگر جس وقت اصل مقصد قیامِ حکومتِ الٰہیہ قرار دیا جائے تو ہر جگہ معاملے کی نوعیت اسی قسم کی ہونی چاہیے۔ اسی واسطے مودودی صاحب نے جب یہ سمجھا تو سابق مجددین سے کسی کو کامل مجدد قرار نہیں دیا کیونکہ ان سے پہلے اکثر مجددین نے حکومتِ الٰہیہ کے قیام کی کوشش نہیں کی بلکہ حکومت سے بھاگتے رہے اور نہ اسلامی جماعت کی نوعیت کی کوئی جماعت ہی بنائی۔ جیسے مودودی صاحب فرماتے ہیں:

''چونکہ میرے پیشِ نظر تحریکِ اسلامی کا احیا ہے، اس لیے مجھے بھی اسی تدریج کے ساتھ اپنے مقصد کی طرف پیش قدمی کرنی پڑی ہے، جس کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے۔'' (سیاسی کشمکش، حصہ سوم، ص: ۲)

''مسلمانوں میں عموماً جو تحریکیں اٹھتی رہی ہیں اور جو اب چل رہی ہیں پہلے ان کے اور اس تحریک میں اصولی فرق کو ذہن نشین کر لینا چاہیے، اولاً ان میں یا تو اسلام کے کسی جزو کو یا دنیوی مقاصد میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے کسی مقصد کو لے کر بنائے تحریک بنایا گیا لیکن ہم عین اسلام اور اصل اسلام کو لے کر اٹھ رہے ہیں، اور پورا کا پورا اسلام ہی ہماری تحریک ہے۔'' (روئیدادِ جماعت اسلامی، حصہ اول، ص: ۵)

تجدید واحیائے دین مودودی صاحب کی نظر میں:

''تجدید دراصل نام ہے جاہلیت کے ہجوم سے اسلام کو نکال کر از سر نو چمکا دینا۔'' (تجدید واحیائے دین)

پھر جاہلیت کی تین قسمیں بیان کی ہیں: ایک جاہلیت خالصہ۔ دوم: جاہلیت مشرکانہ۔ سوم: جاہلیت راہبانہ۔ ان تینوں جاہلیتوں کا جو اثر نظامِ حکومت پر پڑتا ہے اس کو نمایاں کرنے کی کوشش کی ہے۔ پھر ان تینوں کے نتائج متحد کرنے کی طائل کھینچا تانی کی ہے۔ پھر اسلامی نظامِ حکومت کا ذکر کیا ہے تاکہ ان نظامات کو، جو ان جاہلیتوں نے کھڑے کیے ہیں، اسلامی نظام کے مقابل پیش کر کے ایک امتیازی خط کھینچ دیا جائے۔ جاہلیت خالصہ کی بنیاد دہریت پر، یعنی انکارِ خدا پر رکھی گئی ہے۔ اس کے متعلق لکھا ہے:

''اس نظریہ کی عین فطرت یہی ہے کہ اس کی بنیاد پر ایک خالص مادہ پرستانہ نظامِ اخلاق بنتا ہے، یہ ظلم مملکت کی شکل اختیار کرتا ہے کہ طاقتور طبقے اپنے سے کمزور طبقوں کو کھاتے اور دباتے ہیں، اور مملکت کے باہر اس کا ظہور قوم پرستی (امپیریلزم) اور ملک گیری اور اقوام کشی کی صورت میں ہوتا ہے۔'' (تجدید واحیائے دین، ص: ۱۰)

مشرکانہ جاہلیت کے بارے لکھا ہے:

''انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کے اثر سے جہاں لوگ اللہ واحد قہار کی خدائی کے قائل ہوگئے وہاں سے خدائی کی دوسری صورتیں رخصت ہوگئیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر انبیاء، اولیاء، شہداء، صالحین، مجاذیب، اقطاب، ابدال، علماء و مشائخ اور ظل الٰہی کی خدائی پھر بھی کسی نہ کسی طرح عقائد میں سر نکالتی رہی۔" (تجدید و احیائے دین، ص: ۱۱)

آگے چل کر لکھتے ہیں:

"مشرک انسان لامحالہ خود ہی ایک اخلاقی نظریہ بناتا ہے اور خود ہی اس نظریہ کی بنیاد پر ایک شریعت تصنیف کرتا ہے، اسی طرح وہ جاہلیت محضہ برسرِکار آتی ہے۔" (تجدید، ص: ۱۱)

اس کے آگے لکھتے ہیں:

"فرق صرف یہ ہے کہ مشرکین کی قوتِ واہمہ حد سے زیادہ بڑھی ہوئی ہوتی ہے، اس لیے ان کے افکار میں خیال آرائی کا عنصر بہت زیادہ ہوتا ہے، اور ملاحدہ ذرا عملی قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔"

(تجدید و احیائے دین، ص: ۱۲)

راہبانہ جاہلیت کے متعلق کہتے ہیں: "یہ نظریہ بجائے خود تمدنی نظریہ ہے۔"

پھر کہتے ہیں:

"پہلی دونوں قسموں کی جاہلیتوں کے ساتھ تیسری قسم کا تعاون عموماً تین صورتوں سے ہوتا ہے:

۱۔ یہ راہبانہ جاہلیت کے نیک اور پاک باز افراد کو دنیا کے کاروبار سے ہٹا کر گوشۂ عزلت میں لے جاتی ہے، اور بدترین قسم کے شریر افراد کے لیے میدان صاف ہو جاتا ہے۔ (تجدید، ص: ۱۴)

۲۔ وہ ان کے اندر غلط قسم کا صبر و تحمل اور مایوسانہ نقطۂ نظر پیدا کر کے انھیں ظالموں کے لیے نرم نوالہ بنا دیتے ہیں۔ (تجدید، ص: ۱۵)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ جب یہ رہبانی فلسفہ شکست کھاتا ہے تو کتاب الحیل کی تصنیف شروع ہوتی ہے۔ (تجدید)

''مگر انبیاء علیہم السلام کی امتوں میں جب یہ گھس آتی ہے تو کچھ اور ہی گل کھلاتی ہے۔ خدا کے دین پر اس کی پہلی ضرب یہ ہوتی ہے کہ دنیا کو دارالعمل، دارالامتحان اور مزرعۃ الآخرۃ کے بجائے دارالعذاب اور مایا کا جال کی حیثیت سے پیش کرتی ہے۔'' (تجدید، ص: ۱۵)

''اس ذہنیت نے انبیاء علیہم السلام کی امتوں میں سے ایک گروہ کو مراقبہ و مکاشفہ، چلہ کشی و ریاضت، ورد وظائف، احزاب و اعمال، اس پر مقامات اور حقیقت کی فلسفیانہ تعبیروں کے چکر میں ڈال دیا، اور مستحبات ونوافل کے التزام میں فرائض سے بھی زیادہ منہمک کر کے خلافتِ الٰہیہ کے اس کام سے غافل کر دیا جس کو جاری کرنے کے لیے انبیاء علیہم السلام آئے تھے۔ دوسرے گروہ میں تعسف، تعمق فی الدین، موشگافی، چھوٹی چھوٹی چیزوں کو ناپ تول اور جزئیات کے ساتھ غیر معمولی اہتمام کی بیماری پیدا کر دی حتی کہ ان کے لیے خدا کا دین ایک نازک آبگینہ ہوگیا جو ذرا سی باتوں سے ٹھیس کھا کر پاش پاش ہوگیا۔''

اسلام کے بارے لکھتے ہیں:

''پس دنیا میں انبیاء علیہم السلام کے مشن کا منتہائے مقصود یہ رہا ہے کہ حکومتِ الٰہیہ قائم کر کے اس پورے نظامِ زندگی کو نافذ کریں جو وہ خدا کی طرف سے لائے تھے۔ وہ اہلِ جاہلیت کو یہ حق تو دینے کے لیے تیار تھے کہ اگر چاہیں تو اپنے جاہلی اعتقادات پر قائم رہیں، اور جس حد کے اندر ان کے عمل کا اثر انھی کی ذات تک محدود رہتا ہے، اس میں اپنے جاہلی طریقوں پر بھی چلتے رہیں مگر وہ انھیں یہ حق دینے کے لیے تیار نہ تھے اور فطرتاً نہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی دے سکتے تھے کہ اقتدار کی کنجیاں ان کے ہاتھ میں رہیں، اور وہ انسانی زندگی کے معاملات کو جاہلیت کے قوانین پر چلائیں، اسی وجہ سے تمام انبیاء نے سیاسی انقلاب برپا کرنے کی کوشش کی۔" (تجدید، ص:۲۱)

"ان تینوں اقسام کی جاہلیتوں کے ہجوم سے اسلام کو نکالنا اور پھر سے اسلام کو چمکا دینا، وہ کام تھا جن کے لیے دین کو مجددین کی ضرورت پیش آئی۔" (تجدید، ص: ۲۵)

ان مذکورہ بالا عبارات سے ہمارے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ مودودی صاحب نے جب قیامِ حکومت کو اصلی غرض قرار دیا ہے تو سب جگہ اسی کو پیش نظر رکھا ہے، ہر جگہ حکومت کی صحت و سقم ملحوظ خاطر ہے، اور انھی امراض کی طرف زیادہ التفات کرتے ہیں جس کا تعلق بالواسطہ یا بلا واسطہ حکومت کے ساتھ ہے، اور ہر جاہلیت کو کھینچ تان کر حکومت میں بے اعتدالیوں کی علت ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔

مشرکانہ جاہلیت (جس کے متعلق یہ بھی مانا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے متبعین میں گھس کر اور طرح کے ہی گل کھلاتی ہے) کو خواہ مخواہ جاہلیتِ خالصہ کے ساتھ ملانے کی کوشش کی ہے۔ فرماتے ہیں:

"مشرک انسان خود ہی ایک اخلاقی نظریہ بناتا ہے۔" (تجدید، ص:۱۲)

حالانکہ مشرک کے لیے ضروری نہیں کہ اللہ کا انکار کرے یا اس ضابطے کا انکار کرے جو انبیاء علیہم السلام نے پیش کیا ہے۔

اسی طرح جو اس کے بعد لکھا ہے:

"بہر حال علمی حیثیت سے شرک 'و' جاہلیتِ خالصہ میں کوئی بنیادی اختلاف نہیں ہوتا، اور اس کا روشن ثبوت یہ ہے کہ موجودہ یورپ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے موجودہ نظریات میں قدیم یونان و روم سے اس طرح سلسلہ جوڑتا ہے گویا یہ بیٹا اور وہ باپ۔" (تجدید، ص: ۱۳)

بالکل غلط ہے، اولاً: اس لیے کہ آپ دماغ میں یہ سمجھ رہے ہیں کہ مشرک کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی روحانی ضابطۂ حیات کا قائل نہ ہو، حالانکہ شرک اللہ کے انکار یا انبیاء علیہم السلام کی بعثت کے انکار کا نام نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ایک شخص باوجود اس کے کہ وہ خدا کو مانتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کی بعثت اور ضابطۂ حیاتِ روحانی کا قائل ہو، عبادت میں غیر کو شریک ٹھہراتا ہو۔

ثانیاً: آپ نے یہ سمجھا ہے کہ یورپ کی موجودہ خرابی کی علت ان کا مشرکانہ عقیدہ ہے، حالانکہ اصل وجہ یہ ہے کہ وہ ضابطۂ حیات میں سماوی آئین کی پابندی کے قائل نہیں رہے۔

اسی طرح تکلف کے ساتھ شاہی خاندان اور مذہبی عہدہ داروں کا تعلق شرک کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کی ہے، حالانکہ یہ امراض غیر مشرکین میں بھی پیدا ہو جاتے ہیں، اور مشرکوں کے شرک میں اس کے پیدا ہونے کی قطعی ضرورت نہیں۔

اسی طرح جاہلیتِ خالصہ کے بارے جو یہ لکھا ہے کہ اس کی بنیاد پر ایک خالص مادہ پرستارانہ نظامِ اخلاق بنتا ہے۔ (تجدید، ص: ۱۰) ہر حالت میں درست نہیں کیونکہ بعض دہریے ایسی چیز کو بھی مانتے ہیں جس پر روحانی ضابطۂ اخلاق تیار ہوتا ہے، جیسے بدھ کے پیروان کے ہاں خدا کا نام نہیں مگر آواگون (تناسخ) کے عقیدہ کی بنا پر وہ غیر مادہ پرستانہ ضابطۂ اخلاق کے قائل ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جو شخص اعمال کی جزا و سزا کا قائل ہو، خدا کو مانے یا نہ مانے، وہ ایک طرح کا ضابطۂ حیات ضرور مانتا ہے۔

اسی طرح جو بعد میں راہبانہ جاہلیت کو پہلی دونوں اقسامِ جاہلیت سے ملانے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی کوشش کی ہے، بالکل بے معنی ہے۔ نیز اس کو مابعد الطبعی نظریہ قرار دینا بھی ایک فضول امر ہے کیونکہ اس نظریے کا تعلق اللہ کے انکار یا شرک کے ساتھ نہیں۔

اصل میں اس نظریہ کی بنیادی غلطی یہ ہے کہ دنیا کی قباحت اس کے دماغ میں حد سے زیادہ جاگزین ہوگئی ہے، اس کی نفرت حد سے بڑھ گئی ہے۔ رہبانیت کی مذمت میں مودودی صاحب نے مبالغے سے کام لیا ہے۔

دین کی حفاظت کے لیے لوگوں سے الگ ہونا بعض حالات کی بنا پر جائز ہے مگر اس کو مقاصد میں شمار کرنا اور بلا امتیازِ ضرورت ہر حالت میں اس کے ساتھ لپٹے رہنا درست نہیں ہے۔

اس کے بعد جو اس جاہلیت کے نقائص میں یہ ذکر کیا ہے:

> ''یہ راہبانہ جاہلیت انسانی جماعت کے نیک اور پاک باز افراد کو دنیا کے کاروبار سے ہٹا کر گوشہ عزلت میں لے جاتی ہے اور بدترین قسم کے شریر افراد کے لیے میدان صاف ہوجاتا ہے۔''

بالکل بے حقیقت ہے اور بلا سوچے سمجھے لکھ دیا ہے کیونکہ حکومت کے کارندے ان کے ہم خیال ہوں گے یا مخالف، مخالف ہونے کی صورت میں میدان صاف کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ ایسی حالت میں جب اختلاط میں دین کا خطرہ ہو تو علیحدگی اختیار کرنا جائز ہے۔

اگر حکام ان کے ہم خیال ہوں تو ضروری ہے کہ ان کی زندگی میں بھی کچھ ان کا اثر ہو۔ اگر یہ نیک اور پاک باز لوگ نہ ہوتے تو حکام کی حالت موجودہ حالت سے بدتر ہوتی، بزرگوں کی صحبتوں سے ہمیشہ بادشاہوں کی طبیعتوں میں انقلاب آتے ہیں، کسی بادشاہ یا ذمہ دار شخص کا کسی بزرگ کی صحبت سے نیک بن جانا یہ اس بزرگ کا بڑا کارنامہ ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آگے چل کر نمبر ۲ میں اس کے برے اثر میں جو یہ کہا ہے:

''اس جاہلیت کے اثرات جہاں تک عوام میں پہنچتے ہیں وہ ان کے اندر غلط قسم کا صبر و تحمل اور مایوسانہ نقطۂ نظر پیدا کر کے انھیں ظالموں کے لیے نرم نوالہ بناتے ہیں۔''

ایک اچھی چیز برے رنگ میں پیش کی ہے۔

رہبانیت میں اگر اتنی قوت ہے کہ وہ لوگوں کے اخلاق میں تبدیلی پیدا کرے، ان میں صبر و تحمل کا ملکہ پیدا کر دے تو کیا وہ ذمہ داروں کو ذمہ داری کی تلقین میں کامیاب نہیں ہو سکتی؟ حقیقت میں یہ کمیونسٹوں کی زبان میں مذہب کی تردید ہے، کیونکہ مذہب بھی صبر و تحمل کی تلقین کرتا ہے اور امیر کی اطاعت پر زور دیتا ہے اور حکومت کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا مشکل قرار دیتا ہے، اسی واسطے امارت کی خواہش کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتا۔

مودودی صاحب کے بیان کی بنا پر مذہب کی یہ تلقین غلط ہے یا مذہب فاسق امیر کے مقابلے میں صبر و تحمل کی تلقین نہیں کرتا بلکہ بغاوت پر آمادہ کرتا ہے۔

پھر اس کے بعد نمبر ۳ میں رہبانیت کی صحیح رعایت کرنے سے جو نتائج ذکر کیے ہیں ان سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ اس کی رعایت مشکل ہے، اس میں میانہ روی چاہیے، اس سے زیادہ کچھ ثابت نہیں ہوتا۔

اسی طرح تجدید صفحہ (۱۶) میں جو مراقبہ، مکاشفہ، چلہ کشی، ریاضت اور اَوراد و وظائف، احزاب و اعمال، سیر مقامات، مستحبات، نوافل میں فرائض سے زیادہ انہماک کے بارے میں لکھا ہے اس میں ان سب کو ایک ہی رسی میں کھینچنے کی کوشش کی ہے، آپ کے نزدیک ان سے خلافتِ الٰہیہ کے قیام میں سستی و غفلت پیدا ہوتی ہے، حالانکہ ہر وقت خلافت الٰہیہ کا قیام مدنظر نہیں ہوتا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر خلافتِ راشدہ سے نیچے کے مرتبے میں حکومت قابلِ برداشت ہو تو ایسے حالات میں اس پر اکتفا کرتے ہوئے امورِ مذکورہ میں سے جو سنت سے ثابت ہوں ان میں تن دہی سے مشغول ہونا حکومت کے بقاء اور اصلاح کی ایک گونہ کوشش ہے۔

اصلاح میں تعمیری پہلو ملحوظ رکھنا چاہیے نہ کہ تخریبی۔ اصلاح کا مطلب یہ ہے کہ مفید کو رکھا جائے اور فاسد کو مٹایا جائے۔ تصوف نے اصلاحِ اخلاق میں بہت مفید کام کیا ہے، اگرچہ اس میں افراط و تفریط بھی ہوئی مگر محققین صوفیہ نے جو معتدل مسلک اختیار کیا ہے طبائع کی اصلاح کے لیے بہت کار آمد ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مودودی صاحب نے تجدید کی حقیقت بیان کرنے میں غلطی کی ہے یا حکومتِ الٰہیہ کے قیام کے لیے اس قسم کی باتیں بنا کر عوام کو اپنی طرف کرنا مقصود ہے۔

دین کی اصلاح کا نام تجدید ہے:

پس تجدید کی حقیقت سمجھنے کے لیے اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ دین کس چیز سے عبارت ہے؟ اس میں کس طرح خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور ان کی اصلاح کس طرح ہوتی ہے؟

"معنى التجديد: إحياء ما اندرس من العمل من الكتاب والسنة، والأمر بمقتضاهما." (شرح الجامع الصغير: ۲/ ۲۸۱، حاشیه)

''تجدید کا یہ معنی ہے کہ کتاب و سنت پر عمل کرنے اور ان کے مقتضی پر حکم کرنے میں جو سستی، بے توجہی اور جہالت پائی جاتی ہے اس کو تعلیم اور عمل کے ذریعہ دور کرنا۔''

یعنی جو دین کی باتیں مٹ گئی ہیں، لوگوں نے ان پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے، ان کو دوبارہ رائج کرنا۔

فیض القدیر شرح الجامع الصغیر للمناوی میں ہے:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”(يجدد لها دينها) أي يبين السنة من البدعة ويكثر العلم وينصر أهله، ويكسر أهل البدعة ويذلهم، قالوا: لا يكون إلا عالما بالعلوم الدينية الظاهرة والباطنة.“ (۲/۲۸۲)

”(امت کے لیے دین کو تازہ کرے گا) یعنی سنت کو بدعت سے الگ کرے گا، علم (شرعی) کو رائج کرے گا اور اہلِ علم کی مدد کرے گا، اہل بدعت کا دندان شکن جواب دے گا۔ علماء نے کہا ہے: ایسا شخص وہی ہوسکتا ہے جس کو دینی علومِ ظاہری اور باطنی کا پورا علم ہو۔“

اسی صفحہ میں ہے کہ ابن کثیر فرماتے ہیں:

”ہر قوم نے اپنے امام کو ہی مجدد بنانے کی کوشش کی ہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث عام ہے۔ ہر جماعت کے علماء کو شامل ہے، خواہ مفسر ہو، محدث یا فقیہ، نحوی، لغوی یا کوئی اور۔“[1]

ابن کثیر نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ جس شخص نے کسی ایسے علم کی خدمت کی ہو جس کا دین کے ساتھ گہرا تعلق ہے، جس کی خدمت سے کتاب و سنت کے متروک حصے کے احیا میں مدد ملتی ہو، وہ مجدد ہے، خواہ وہ فنِ تفسیر ہو یا حدیث و فقہ ہو یا نحو و لغت ہو یا کوئی اور فن۔

پس تجدید دراصل علمی اور عملی کمزوری کا رفع کرنا، فراموش شدہ بات کو یاد کرانا اور متروک پر عمل کرنے یا کرانے کی کوشش کرنا ہے۔

ہوسکتا ہے کہ ایک شخص ان تمام ضروری اوصاف کے ساتھ متصف ہو مگر اس کا اثر ایک خطے تک محدود ہو، اور ہوسکتا ہے کہ اس کا اثر تمام عالَمِ اسلامی پر محیط ہو، پھر یہ بھی ممکن ہے کہ علم کے ساتھ قوتِ حاکمہ بھی رکھتا ہو، اور ہوسکتا ہے کہ ایک بوریا نشین درویش ہو۔

---

[1] النهاية في الفتن والملاحم (۱/ ۳۳)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تجدید میں کمال ونقصان:

تجدید دراصل ملکۂ اجتہاد اور ملکۂ عمل کا نام ہے جس کا اثر اصلاحِ دین پر ہو۔ ظاہر ہے کہ ملکہ میں تجزی نہیں ہوتی، کمال ونقصان کی گنجائش ہے، اس کمال ونقصان میں جیسے علوم کی کمی وبیشی کو دخل ہے اسی طرح انسانی جدو جہد کو بھی دخل ہے، اور اس کے حلقۂ عمل میں وسعت وتنگی کی گنجائش ہے۔

ملکۂ اجتہاد اور ملکۂ عمل:

کے اعتبار سے ہر مجدد کو شریعت سے اتنی واقفیت ہونی ضروری ہے جس کی بنا پر وہ دین کے تمام اجزاء سے واقف ہو تاکہ دین کا متروک حصہ اس کے پیشِ نظر ہو، اور ملکۂ عمل اس قدر ہو کہ متروک حصے کو حتی الامکان وجود میں لا سکے، مگر علوم کی قلت وکثرت اور اسبابِ اشاعت کی کمی وبیشی کی بنا پر ہوسکتا ہے کہ مجدد دین میں اختلاف ہو۔

ایک مجدد فنِ حدیث میں اتنا ماہر نہ ہو جتنا دوسرا ہے یا ایک مجدد فنِ تفسیر میں اتنی مہارت نہ رکھتا ہو جتنی دوسرا رکھتا ہے یا فنِ فقہ میں اتنی واقفیت بہم نہ پہنچائی ہو جتنی دوسری نے بہم پہنچائی ہے۔ اسی طرح ہوسکتا ہے کہ ایک مجدد کے پاس اشاعت کے اسباب زیادہ ہوں اور دوسرے کے پاس کم ہوں، مثلاً: ایک حاکم ہو اور دوسرا محکوم، ممکن ہے کہ محکوم سیاسی مسائل حاکم سے بہتر جانتا ہو، تحریر وتقریر میں سیاسی ماحول کے مفاسد اس طرح بیان کرے جس سے حاکم متاثر ہو کر اصلاحِ عمل پر کاربند ہوجائے، اس طرح اس کا اثر بالواسطہ حکومت کے دائرۂ عمل میں بھی ظاہر ہو، سیاست اور حکومت میں اس کی یہ اصلاح ایک جزوی تجدید کہلا سکتی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تجدید کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے چونکہ دین کی حقیقت اور اس میں خرابی کی اصلیت اور اس کے اسباب اور ان اسباب کے ذرائع معلوم کرنے ضروری ہیں، اس لیے ان کے متعلق کچھ لکھا جاتا ہے۔

دین:

دین عقائد، عبادات، اخلاق، معاملات، حدود، کفارات اور قصاص وغیرہ کے مجموعے کا نام ہے۔

عقائد میں مسئلۂ توحید اصل ہے، پھر نبوت، پھر قیامت کے دن جزا وسزا کا مسئلہ ہے، پھر فرشتوں کے وجود اور ان کے متعلق جو ذکر آیا ہے اس کا اعتقاد توحید کے مسئلے کا جز ہے۔ عبادات سے نماز، روزہ، حج اور زکوۃ وغیرہ مراد ہیں، معاملات سے خرید وفروخت، مزدوری، ملازمت، ہبہ ونکاح وغیرہ مراد ہیں۔

دین کی خرابی:

دین کی خرابی یا کمزوری اعتقادی اور عملی خامی کا نام ہے۔ دین کے فساد کے مندرجہ ذیل اسباب ہے:

۱۔ کتاب وسنت کی اشاعت نہ کی جائے۔ مفتی اور قاضی (جج) اس قسم کے لوگ بنائے جائیں جو علوم رسمیہ سے تو آشنا ہوں مگر کتاب وسنت سے جاہل ہوں:

عن عبداللہ بن عمرو بن العاص قال: قال رسول اللہ ﷺ: «إن اللہ لا یقبض العلم انتزاعاً ینتزعه من العباد ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتی إذا لم یبق عالماً اتخذ الناس رؤوسا جهالا، فسئلوا فأفتوا بغیر علم فضلوا وأضلوا» (متفق علیه)[1]

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث (۱۰۰) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۶۷۳)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ علم (کتاب وسنت) کو بندوں سے چھین کر قبض نہیں کرے گا بلکہ علماء کو قبض کر کے علم کو قبض کرے گا یہاں تک کہ کوئی عالم نہیں چھوڑے گا، (اس وقت) لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے، وہ علم کے بغیر فتویٰ دیں گے، خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔"

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا جب کتاب وسنت پڑھنے پڑھانے کا رواج کم ہو جائے گا، علماء فوت ہو جائیں گے، پیچھے وہ لوگ رہ جائیں گے جو کتاب وسنت سے ناآشنا ہوں گے، بغیر علم کے فتویٰ دیں گے، اس بنا پر دین میں نئی نئی باتیں رائج ہو جائیں گی۔

۲۔ حدیث کی طرف توجہ کم کی جائے یا اس کی حجیت کا انکار کیا جائے:

عن المقدام بن معد يكرب قال: قال رسول الله ﷺ: «ألا إني أوتيت الكتاب ومثله معه، ألا يوشك رجل شبعان على أريكته يقول: عليكم بهذا القرآن، فما وجدتم فيه من حلال فأحلوه، وما وجدتم فيه من حرام فحرموه، وإن ما حرم رسول الله كما حرم الله»[1] (رواه أبوداود، مشكوة)

مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خبردار رہو! مجھے قرآن اور قرآن کی مثل (احکام) دیے گئے ہیں (یعنی حدیث) یاد رکھو عنقریب ایک آدمی اپنے تخت پر بیٹھ کر یہ کہے گا کہ اس قرآن کو لازم پکڑو، جو اس میں حلال پاؤ اس کو حلال جانو اور جو اس میں حرام پاؤ اس کو حرام جانو، جس کو اللہ کا رسول حرام

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٤٦٠٤) سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٦٦٤) امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے حسن اور امام حاکم رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہے وہ اسی طرح ہے جس کو اللہ (قرآن میں) حرام کہے، (کیونکہ اللہ کا رسول بھی بذریعۂ وحی خبر پا کر ہی حرام کہتا ہے۔)''

۳۔ علماء کا بدعملوں کے ساتھ خلط ملط ہونا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کر دینا:

عن عبداللّٰه بن مسعود قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: «لما وقعت بنو إسرائيل في المعاصي نهتهم علماؤهم فلم ينتهوا فجالسوهم في مجالسهم، وواكلوهم وشاربوهم، فضرب اللّٰه قلوب بعضهم ببعض، ولعنهم علي لسان داود وعيسىٰ ابن مريم، ذلك بما عصوا وكانوا يعتدون»[1]

''عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: ''جب بنی اسرائیل نافرمانی کرنے لگے تو ان کے علماء نے ان کو روکا، وہ نہ رکے تو وہ بھی ان کی مجلسوں میں بیٹھنے لگے اور کھانے پینے میں ان کے ساتھ شریک ہوئے، اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ایک دوسرے سے متاثر کیا، وہ داود اور عیسیٰ بن مریم کی زبان پر لعنتی بنے کیونکہ وہ نافرمانی کرتے اور حد سے بڑھتے تھے۔''

۴۔ قرآن وسنت کی غلط تاویلیں کرنا جس سے شریعت بدل جائے اور غلو کرنا:

عن إبراهيم بن عبدالرحمن العذري قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: «يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله، ينفون عنه تحريف الغالين، وانتحال المبطلين، وتأويل الجاهلين»[2] (مشكوة)

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٤٣٣٦) سنن الترمذي، رقم الحديث (٣٠٤٧) سنن ابن ماجه (٤٠٠٦) اس کی سند میں ابوعبیدہ کا ابن مسعود سے سماع ثابت نہیں ہے۔

[2] السنن الكبرى للبيهقي (١٠/ ٢٠٩، رقم الحديث: ٢٠٧٠٠)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ابراہیم بن عبدالرحمٰن عذری کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اس علم (کتاب و سنت) کے واقف ہر زمانے میں عادل ہوں گے، جو دین میں غلو کرنے والوں کی تحریف، باطل والوں کے جھوٹ اور جاہلوں کی تاویل سے اسے الگ کریں گے۔''

غلو کا معنی حد سے تجاوز کرنے کا ہے، جیسے نبی کو خدا بنانا، ولی کو خدا یا نبی کی طرح سمجھنا اور علماء کو معصوم خیال کرنا۔

۵۔ تعمق فی الدین، یعنی دین میں خیال کی بنا پر باتیں بنانا:

عن أنس قال: واصل النبي ﷺ آخر الشهر، وواصل أناس من الناس، فبلغ النبي ﷺ، فقال: «لو مد بي الشهر لواصلت وصالا يدع المتعمقون تعمقهم» [1] (بخاری جزء: ۲)

''انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اخیر ماہ میں دو تین دن بدون افطار متواتر روزے رکھے، بعض لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا، نبی ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا: اگر یہ مہینہ اور زیادہ ہوتا تو میں اتنا وصال کرتا کہ تعمق کرنے والے اپنا تعمق چھوڑ دیتے۔''

تعمق کا یہ مطلب ہے کہ شریعت نے جو اندازے مقرر کیے ہیں ان پر اکتفا نہ کرنا بلکہ ان کی حکمتوں کو دیکھ کر اپنی طرف سے ان میں کمی وبیشی کرنا۔

۶۔ تشدد، یعنی مشکل عبادات کو پسند کرنا، جیسے: ہمیشہ کا روزہ، ساری رات کا ہمیشہ قیام، سنن و مستحبات پر فرائض کی طرح التزام، زن و فرزند سے الگ ہو جانا جس کو رہبانیت کہتے ہیں:

عن أنس أن رسول الله ﷺ كان يقول: «لا تشددوا على

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٨١٤)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أنفسكم فيشدد عليكم، فإن قوما شددوا علىٰ أنفسهم فشدد الله عليهم، فتلك بقاياهم في الصوامع والديار رهبانية ن ابتدعوها ما كتبناها عليهم» [1] (أبو داود)

''انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: ''اپنی جان پر سختی نہ کرو، پھر اللہ تم پر سختی کرے گا۔ ایک قوم نے اپنی جان پر سختی کی پھر اللہ نے ان پر سختی کی، یہ انھی لوگوں کے جانشین ہیں۔ ان گرجوں اور عبادت خانوں میں جو رہبانیت کی بدعت ان لوگوں نے نکالی ہے، ہم نے ان پر فرض نہ کی تھی۔''

ضرورت کے وقت علیحدگی اختیار کرنا جائز ہے، ان کی غلطی یہ تھی کہ ایک وقتی ضرورت کو دائمی شریعت بنا لیا۔

۷۔ استحسان (شرعی دلیل) کے بغیر کسی ظاہری مصلحت کی بنا پر دین میں کسی امر کا جاری کرنا۔ بعض اوقات اس قسم کی غلطیاں علماء اور فقراء سے بھی ہو جاتی ہیں اور دوسرے لوگ ان کو سند قرار دیتے ہیں:

«عن زياد بن حدير قال قال لي عمر: هل تعرف ما يهدم الإسلام؟ قال: قلت: لا، قال: يهدمه زلة العالم وجدال المنافق بالكتاب وحكم الأئمة المضلين» [2]

''زیاد بن حدیر کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''کیا تم جانتے ہو کہ اسلام کو کیا چیز گراتی ہے؟'' میں نے کہا: نہیں۔ آپ نے کہا: ''عالم کی لغزش اور منافق کا اللہ کی کتاب لے کر جھگڑنا اور گمراہ کرنے والے بادشاہوں کے فیصلے۔''

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٤٩٠٤) اسے امام بوصیری اور ہیثمی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔

[2] سنن الدارمي (١/ ٨٢، رقم الحديث: ٢١٤)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸۔ رواج کی پیروی، یعنی اہلِ علم کسی مسئلے پر متفق ہو جائیں اور ان کے پاس کتاب وسنت سے کوئی دلیل نہ ہو، عوام کا ان کے متعلق خیال ہو کہ یہ لوگ اکثر یا ہمیشہ ٹھیک بات کہتے ہیں، اس بنا پر ان کے اتفاق کو قطعی دلیل خیال کرنے لگتے ہیں:

﴿ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ﴾ [البقرة: ١٧٠]

''جب ان کو کہا جاتا ہے: اس چیز کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل فرمائی، کہتے ہیں: ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر اپنے بڑوں کو پایا۔''

۹۔ غیر معصوم کی تقلید:

﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ [التوبة: ٣١]

''ان لوگوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنا لیا ہے۔''

یعنی جو وہ حلال کرتے ہیں اس کو حلال سمجھتے ہیں اور جو وہ حرام کرتے ہیں اس کو حرام سمجھتے ہیں، اس قسم کی تقلید حرام ہے۔ اگر مسئلہ معلوم نہ ہو تو اپنے سے کسی بڑے عالم پر اعتماد کر کے اس سے مسئلہ پوچھ لے، اس کو معصوم خیال نہ کرے اور دل میں یہ خیال کر لے کہ جب مجھے اس کے خلاف کوئی شرعی دلیل ملے گی تو اس کو چھوڑ دوں گا، تو یہ جائز ہے۔

۱۰۔ دوسرے مذاہب کی رسوم کا مذہبِ حق میں جاری ہو جانا، اس سے بھی دین میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے، اسی واسطے اس سے شریعت نے سخت منع کیا ہے:

عن ابن عباس قال: قال رسول اللہ ﷺ ((أبغض الناس إلى اللہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثلاثة: ملحد في الحرم، ومبتغ في الإسلام سنة الجاهلية، ومطلب دم امرئ مسلم بغير حق ليهريق دمه.» [1] (البخاری)

''عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے تین آدمی اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت ناپسندیدہ ہیں: ایک حرم میں کج روی کرنے والا، دوسرا کفر کی رسم اسلام میں نکالنے والا، تیسرا مسلمان کا ناحق خون کرنے والا۔''

۱۱۔ مذہب میں یہود و نصاریٰ اور سیاسیات میں روم و فارس کی اتباع کرنا اور ان کا رویہ اختیار کرنا:

عن عبد اللّٰہ بن عمرو قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ «لیأتین علیٰ أمتي ما أتیٰ علیٰ بني إسرائیل حذو النعل بالنعل» [2] (ترمذي)

''عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں وہ زمانہ آئے گا جیسا بنی اسرائیل پر آیا، جیسے جوتے برابر ہوتے ہیں، اسی طرح وہ برابر ہو جائیں گے۔''

یعنی امت ان کے ساتھ مشابہ ہو جائے گی، یعنی یہود و نصاریٰ کی بدعات اور شرک کی باتیں (شریعت کی تحریف، حیلہ سازی، نبی کی تعظیم میں غلو وغیرہ) جن کا ذکر قرآن میں ہے، یہ امت بھی اس قسم کی باتیں کرنے لگے گی۔ ایک حدیث میں ہے:

«والذي نفسي بیدہ لترکبن سنن من کان قبلکم» [3]

''آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٤٨٨)

[2] سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٦٤١) امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے صحیح اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے حسن کہا ہے۔

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٨٨٩) سنن الترمذي، رقم الحديث (٢١٨٠)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں میری جان ہے، تم پہلے لوگوں کے طریقے پر ضرور چلو گے۔''

ایک حدیث میں ہے: لوگوں نے کہا کہ اس سے مراد فارس و روم ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''اور کون ہیں!''❶

شراحِ حدیث نے اس کا مطلب بیان کیا ہے کہ سیاسی امور میں فارس و روم اور مذہبی امور میں یہود و نصاریٰ کی پیروی کریں گے۔

یہ گیارہ اسباب، جن کا ذکر ہوا، اور اسی قسم کے اور اسباب جن سے دین میں خرابی پیدا ہوتی ہے، قرآن مجید نے ایک جگہ ان سب کو مختصر الفاظ میں اتباعِ شہوات اور اضاعتِ نماز سے تعبیر کیا ہے۔ اتباعِ شہوات میں بدعات اور اضاعتِ نماز میں دین کے بعض کا ترک داخل ہے، یعنی دین میں کمی بیشی دراصل دین کی خرابی ہے۔

مجدد اور امورِ دین کی اصلاح:

مجدد کا کام یہ ہے کہ جو کام دین میں زائد ہو، یعنی بدعت ہو، اس کو دین سے الگ کرے، اور جو کام دین سے کم ہو چکا ہے اس کو جاری کرے، یعنی سنت کا احیا اور بدعت کا ازالہ مجدد کا کام ہے۔

مجدد کی اصلاح کا دائرہ بعض مصالح کی بنا پر کبھی تنگ اور کبھی فراخ ہوتا ہے۔

سیاست اور حکومت:

شریعت نے حکومت کے تین مراتب قائم کیے ہیں:

۱۔ ایک خلافت علی منہاج النبوۃ یا خلافتِ راشدہ۔

۲۔ دوسرا خلافتِ راشدہ نہ ہو مگر قابلِ برداشت ہو، یعنی امیر میں خلیفۂ راشد کی صفات نہ ہوں مگر مسلم ہو۔

۳۔ تیسرا درجہ جو قابلِ برداشت نہیں، جس میں کفرِ بواح (کھلا) ہو جس کی

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٨٨٨)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخالفت پر ہمارے نزدیک شرعی برہان ہو۔

حکومت کا پہلا مرتبہ وہ ہے جس کی بنیاد انتخابِ شرعی پر ہو۔ قرآن و حدیث آئینِ حکومت ہو، عمال کا انتخاب ان کی قابلیت کی بنا پر ہو، عمال دیانت داری کی بنا پر حکومت کریں۔

دوسرا مرتبہ وہ ہے جس میں انتخاب شرعی طریقہ پر نہ ہو بلکہ حکومت کو خاندانی چیز سمجھ کر امیر کا انتخاب ہو مگر آئین اسلامی ہو، اگرچہ عمال زیادہ دیانت دار نہ ہوں مگر شریعت کا نفاذ ان کا نصب العین ہو۔ اس مرتبہ کی بہت سی قسمیں ہیں، آئین کا اسلامی ہونا سب میں مشترک چیز ہے، خلیفہ سے لے کر ادنیٰ ملازموں تک دیانت داری میں اختلاف ہوتا ہے۔ بعض اوقات اس میں ایسے امیر بھی منتخب ہوکر آجاتے ہیں جو اوصاف کے لحاظ سے خلیفۂ راشد بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں، جیسے عمر بن عبدالعزیز بنی امیہ میں اور بعض خلفاء بنی عباس سے، اگرچہ ان دونوں حکومتوں کی بنیاد خاندان پر تھی مگر حسنِ اتفاق سے بعض ایسے افراد دیکھنے میں آتے ہیں جو دراصل خلافت کے اہل و مستحق تھے، انھوں نے دیانت داری سے حکومت چلانے کی کوشش کی۔ اس مرتبے میں امیر کا گناہ گار ہونا قابلِ برداشت ہے مگر کافر ہونا قابلِ برداشت نہیں۔

تیسرا درجہ کفرِ بواح کا ہے جب حاکم کافر ہو، شریعت کا منکر ہو، آئینِ اسلامی کا قائل نہ ہو، اس قسم کی حکومت قابلِ برداشت نہیں۔

حکومت کی دوسری قسم (خلافتِ راشدہ کی صورت نہ ہو) کے متعلق علماء کا اختلاف ہے، بعض اہل علم و فضل کا خیال ہے کہ ایسی حکومت قابلِ برداشت نہیں مگر جمہور اہل علم کے نزدیک قابلِ برداشت ہے۔ اس کی مخالفت انقلابی شکل میں نہیں کرنی چاہیے بلکہ بصورتِ وعظ و تذکیر کرنی چاہیے، امر بالمعروف و نہی عن المنکر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے اصلاح کرنی مناسب ہے، انقلابی کارروائی سے احتراز کرنا چاہیے۔ جس قدر آئین اور عمال میں نقص ہوں ان کو بغیر انقلابی کارروائی کے دور کرنا چاہیے۔

تیسری صورت میں انقلابی کوشش کرنی جائز بلکہ بعض حالات میں فرض ہے، انقلاب کے لیے فضا سازگار بنانی چاہیے۔

فساد کے اسباب، جو ہم نے بیان کیے ہیں، ان کو اٹھانے کی کوشش کا نام تجدید ہے، خواہ مجدد کامیاب ہو یا نہ ہو، مگر اپنے فرض کے ادا کرنے میں وہ ضرور کامیاب ہوگا کیونکہ کامیابی حقیقت میں اس فرض سے بری الذمہ ہونے کا نام ہے جو موجودہ وقت میں اس پر عائد ہوتا ہے۔

مگر مجدد کے دائرۂ عمل کے بعض صیغے اس قسم کے ہوتے ہیں جن میں رکاوٹیں کم ہوتی ہیں، جیسے: تعلیم، وعظ، تصنیف، تالیف۔ ان میں ضرورتِ زمانہ کے مطابق اس کو اپنی محنت کا ثمرہ دیکھنا بسا اوقات نصیب ہوتا ہے، اس کے وعظ سے لوگ مستفید ہوتے ہیں، اس کی تعلیم سے دلوں کو تسکین ہوتی ہے، اس کی تصنیف دنیا کے لیے مشعلِ راہ کا کام دیتی ہے، اس کی صحبت سے دلوں میں تقویٰ کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔

تیسری قسم کی حکومت کے خلاف جدوجہد کی دو صورتیں ہیں: ایک انفرادی، بصورتِ وعظ و تعلیم لوگوں کو انقلاب کے لیے تیار کرنا، دوسری اجتماعی جس میں نظم و ضبط کی سخت ضرورت ہے، اور حالاتِ حاضرہ کے مطابق اس جماعت کا لائحۂ عمل سختی و نرمی اور اظہار و اخفا میں مختلف ہوتا ہے۔ اس جماعت کی مخالفت منع ہے، اس کی اعانت حتی الامکان لازمی ہے اور یہ جماعت انقلابی کہلاتی ہے۔

دوسری قسم کی حکومت میں انقلابی جماعت قائم کرنا منع ہے، اگر جماعت ہو تو اس کا دائرۂ عمل صرف امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے حدود میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدونِ تصادم وتمانع کے ہونا چاہیے، حکومت سے ٹکر لینا یا اپنی متوازی حکومت بنانا مقصد نہیں ہونا چاہیے۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پر آشوب زمانے کا ذکر فرمایا تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ایسے زمانے میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ آپ نے فرمایا:

«تلزم جماعة المسلمين وإمامهم، قلت: فإن لم تكن لهم جماعة ولا إمام؟ قال: فاعتزل تلك الفرق كلها» [1] (متفق عليه)

''مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام (امیر وقت) کے ساتھ رہو، میں نے کہا: اگر ان کی جماعت اور امام نہ ہوں؟ فرمایا: ان سب فرقوں سے الگ رہو۔''

«ولمسلم قال: يكون بعدي أئمة لا يهتدون بهداي، ولا يستنون بسنتي، وسيقوم فيهم رجال قلوبهم قلوب الشياطين في جثمان إنس، قال حذيفة: قلت: كيف أصنع يا رسول الله، إن أدركت ذلك؟ قال: تسمع، وتطيع للأمير، وإن ضرب ظهرك وأخذ مالك فاسمع وأطع» [2]

''مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: میرے بعد ایسے امام (بادشاہ) ہوں گے جو میری ہدایت پر نہ چلیں گے، نہ میری سنت پر عمل کریں گے، ان میں کچھ ایسے آدمی کھڑے ہوں گے جن کے دل شیطان کی طرح اور جسم انسان کی طرح ہوں گے۔ حذیفہ کہتے ہیں، میں نے کہا: اگر ایسے زمانے کو پاؤں تو کیا کروں؟ فرمایا: امیر کی بات سن اور اس پر چل اگرچہ تیری پیٹھ پر درّے مارے اور

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٦٧٣) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٨٤٧)

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (١٨٠٤٧)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیرا مال چھین لے، تم سنتے اور عمل کرتے رہو۔"

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے:

۱۔ جماعت کے ساتھ رہنا چاہیے۔

۲۔ اگر جماعت اور امام نہ ہوں تو ان پارٹیوں سے الگ رہنا چاہیے کیونکہ مختلف پارٹیوں میں امارت محقق نہیں ہوتی، اور نہ جماعت بنتی ہے، بلاوجہ کسی ایک فرقے کا ساتھ دینا منع ہے۔ امام اور جماعت کی اطاعت اس وقت ہے جب امام اور جماعت ہوں، اگر نہ ہوں تو جماعت اور امام کی اطاعت کا حکم اٹھ جاتا ہے، جیسے والدین کی اطاعت اس وقت ہے جب والدین ہوں، جس کے والدین فوت ہو جائیں اس پر لازم نہیں کہ فرضی طور پر کسی کو والدین بنائے، اس طرح جب امام نہ ہو تو آدمی پر لازم نہیں کہ فرضی طور پر کسی کو امام بنائے، قوتِ حاکمہ کے بغیر کوئی جماعت فرض کرے یا انقلابی جواز کے بغیر انقلابی جماعت بنائے۔ ہاں، جماعت اور امام کے قیام کے لیے فضا پیدا کی جائے، جب اکثریت اس کے ساتھ ہو جائے، اور جماعت بنانے میں شر پیدا ہونے کا احتمال غالب نہ ہو تو اس صورت میں جماعت و امام کے بنانے میں کوشش کرنی ضروری ہے ورنہ جماعت اور امام کے احکام (لزومِ بیعت و اطاعت) اٹھ جاتے ہیں۔

ہماری تقریر بالا سے یہ معلوم ہوا کہ مجدد کا کمال اس امر پر موقوف نہیں کہ اس کا اثر ہر شعبے میں نظر آنے لگے بلکہ تجدید کا کمال مجدد کے علمی اور عملی کمال کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس کی تحریک کی عام مقبولیت صرف اس کے کمال کے ساتھ وابستہ نہیں بلکہ اس میں امت کے مزاج اور اس کے زمانے کے ماحول کو بہت بڑا داخل ہوتا ہے، جیسے انبیاء علیہم السلام کا کمال ان کی علمی اور عملی قابلیت کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ وابستہ ہوتا ہے۔ ان کی تبلیغ کا ثمر آور ہونا صرف ان کے کمال کے ساتھ وابستہ نہیں بلکہ اس میں امت کے مزاج کو بڑا داخل ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ نوح علیہ السلام اولو العزم پیغمبروں میں شمار ہوتے ہیں باوجود اس کے کہ ان پر بہت تھوڑے لوگ ایمان لائے۔

﴿ وَ مَآ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِیْلٌ ﴾ [هود: ٤٠]

''نوح کے ساتھ تھوڑے لوگ ایمان لائے۔''

بعض علماء ایسے گزرے ہیں کہ ان کے ہاتھ پر لاکھوں مشرف باسلام ہوئے۔ کسی مجدد کے کمالات ثابت کرنے کے لیے اس امر کی جستجو کرنا کہ سیاست پر ان کا اثر کیا پڑا یا حکومت پر قبضہ جما کر انھوں نے کیا کام کیا؟ یہ سب زائد باتیں ہیں۔ اصل وصف جس کی بنا پر مجدد بنتا ہے وہ علمی اور عملی کمال ہے، علم سے مراد کتاب وسنت کا علم ہے اور عمل سے مراد کتاب وسنت کی تعلیم، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، پابندئ شریعت، اتباعِ سنت اور فساد کے مذکورہ بالا اسباب کے رفع کرنے کی کوشش کرنا۔

مودودی صاحب نے جو تجدید کی یہ تعریف کی ہے کہ تجدید دراصل نام ہے جاہلیت کے ہجوم سے اسلام کو نکال کر از سر نو چمکا دینے کا۔ تجدید کے مفہوم کو واضح کرنے کے لیے کافی نہیں کیونکہ جاہلیت کے ہجوم سے اسلام کو نکالنا مجدد کے بس کی بات نہیں، اس کا کام صرف کوشش کرنا ہے۔ اور جاہلیت کا مفہوم جو مودودی صاحب نے ''تجدید و احیائے دین'' میں ذکر کیا ہے، اختراعی ہے۔ کتاب وسنت میں اس کی تائید نہیں ہوتی، اور نہ ہی تجدید کے تحقق کے لیے اس اختراعی مفہوم کے ساتھ جاہلیت کا تحقق ضروری ہے۔

کتاب وسنت میں جاہلیت کا اطلاق مندرجہ ذیل معانی پر ہوتا ہے:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ مولدِ نبی اور بعثت کے درمیان کا زمانہ۔

۲۔ یا مطلقاً بعثت سے پہلے کا زمانہ۔

۳۔ اور ہر آدمی کے لحاظ سے اس کے اسلام لانے سے پہلے کا زمانہ۔

آیت:

﴿ یَظُنُّوْنَ بِاللّٰہِ غَیْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاھِلِیَّۃِ ﴾ [آل عمران: ١٥٤]

''گمان کرتے ہیں اللہ پر جاہلیت کا گمان۔''

اور آیت:

﴿ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاھِلِیَّۃِ الْاُوْلٰی ﴾ [الأحزاب: ٣٣]

''پہلی جاہلیت کی سی زینت نہ لگاؤ۔''

میں جاہلیت سے مراد وہ زمانہ ہے جو بعثت سے پہلے کا ہے۔ جاہلیت جاہل کی طرف نسبت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ زمانہ علم کا نہیں بلکہ جہالت کا ہے۔ ہر گناہ کو اس کی طرف منسوب کرنا جائز ہے۔ اہلِ جاہلیت خدا کے منکر نہ تھے۔

پھر جاہلیت کی تقسیم (جاہلیتِ خالصہ، جاہلیتِ مشرکانہ اور جاہلیتِ راہبانہ کی طرف) کوئی حقیقی تقسیم نہیں کیونکہ اس رسالے میں جاہلیتِ خالصہ کی بنیاد باری تعالیٰ کے انکار یا اس جہاں میں اس کے بے دخل ہونے سے عبارت ہے، اس معنیٰ کے اعتبار سے مشرکانہ جاہلیت اس کے لیے مقابل نہیں بن سکتی کیونکہ ممکن ہے کہ ایک شخص باری تعالیٰ کو اس جہان میں بے دخل مان کر اس کی عبادت طبعی طور پر مفید سمجھ کر کرتا ہو، اور حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لیے غیر اللہ کی طرف بھی رجوع جائز قرار دیتا ہو۔ اسی طرح جاہلیت راہبانہ بھی اس کے ساتھ مل سکتی ہے جب خدا کے انکار کے ساتھ اپنی نجات دنیا سے الگ تھلگ رہنے میں سمجھ لی جائے، جیسے بدھ مت میں بات متحقق ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر جاہلیتِ خالصہ میں بنیادی چیز انکارِ خدا یا جہاں میں اس کی مداخلت کا انکار نہیں، ہوسکتا ہے کہ ایک شخص جو اللہ تعالیٰ کو مانتا ہے اور اس جہاں میں اس کی مداخلت کا بھی قائل ہے وہ اس بات کا بھی قائل ہو جائے کہ ہماری تمدنی زندگی میں ہماری عقل کافی ہے، اس لیے ہم کو اللہ تعالیٰ نے کوئی آئین اپنانے یا چلانے کے لیے نہیں دیا بلکہ ہماری اخلاقی اصلاح کے لیے صرف عبادت اور چند اخلاقی پابندیاں مقرر کر کے باقی امور میں ہم کو عقل کی راہ نمائی پر چھوڑ دیا ہے، اس لیے ہم حکومت (جو کہ جان، مال اور دین وغیرہ کی حفاظت کے لیے ہے) میں غور و فکر کر سکتے ہیں اور امورِ مذکورہ کی درستی کے لیے قانون اپنی طرف سے بنا سکتے ہیں اور نافذ بھی کر سکتے ہیں۔ یہ بات اگرچہ غلط ہے مگر ایسے خیالات کا پایا جانا بعید نہیں بلکہ واقع ہے، جیسے یورپ کے مسیحی فرقے آج کل ایسی باتیں کرتے ہیں۔

اسی طرح جاہلیتِ مشرکانہ کے متعلق یہ خیال کرنا کہ وہ آسمانی آئین کو، جس کا تعلق حکومت سے ہے، قبول نہیں کر سکتی، بالکل غلط ہے بلکہ بعض اوقات توہّم پرست فرقے اس کو آسانی کے ساتھ قبول کر سکتے ہیں، جیسے عیسائیوں میں پاپائیت کا دور گزرا ہے اگرچہ اس دور میں آسمانی آئین کی جگہ ایک فرقے کے آئین نے لے لی تھی، مگر اس فرقے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختار جان کر ان کے حکم کی تعمیل کرتے تھے۔ اگر ان کے پوپ ان کے سامنے آسمانی آئین پیش کرتے تو وہ باوجود مشرک ہونے کے قبول کرنے کے لیے تیار تھے۔

پھر اسلام کے متعلق یہ خیال کرنا کہ اس میں حکومت کی بنیاد رب العزت کی حاکمیت پر ہے، ایک مبہم لفظ ہے، اور یہ امر ظاہر ہے کہ حکومت تمدن کی خدمت اور اس میں صحیح اعتدال پیدا کرنے کے لیے ہے۔ جہاں تک اس میں عقل کو دخل ہے اس پر تمام فرقوں کا اتفاق ہے کہ حکومت کا مقصد امن و عدل کو برقرار رکھنا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اور بے اعتدالی کی وجہ ذاتی مفاد کی پیروی ہے، اگرچہ اس میں ضرورتِ زمانہ کے مطابق وسعت پیدا کر لی جاتی ہے۔

ایک محکم جتھا بنانے کے لیے وطن، نسل، رنگ، زبان، مذہب یا خیالات کو سامنے رکھ کر عدل و انصاف کے نام سے بے انصافی کی جاتی ہے، اور بے انصافی پر پردہ ڈالنے کے لیے مختلف چالیں اختیار کی جاتی ہیں، مگر کلمۂ حق جب گوش گزار ہوتا ہے تو ہر متنفس کے دل کی آواز اس کے ساتھ ہم آہنگ ہوتی ہے۔ اسلام میں بھی حکومت کی بنیاد عدل و انصاف پر رکھی جاتی ہے مگر ان بے اعتدالیوں کو روکنے کے لیے، جن کو مخلوق چھوڑنے کے لیے تیار نہیں، چند مبادی بذریعۂ وحی مقرر کیے جاتے ہیں، پس وحی دراصل عقل کی معاون ہوتی ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حاکم تو دراصل اللہ تعالیٰ ہے مگر اس کے احکامِ حسن و قبح نفس الامری کے موافق ہوتے ہیں، مدارِ احکام امر و نہی ہے، حسن و قبح میں نفس الامری کا لحاظ ضروری ہے۔

﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ ﴾ [الأعراف:٢٨]

''اللہ تعالیٰ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔''

﴿ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْإِحْسَانِ وَ إِيتَائِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَ يَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَ الْمُنْكَرِ ﴾ [النحل: ٩٠]

''یقیناً اللہ تعالیٰ عدل، احسان اور رشتہ داروں کو دینے کا حکم کرتا ہے، بے حیائی اور منکرات سے منع کرتا ہے۔''

احکامِ عادیہ میں اصل یہ ہے کہ مصالح و مفاسد کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے، اور احکام کو ان کے مطابق سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے مگر اتنی بات ضروری ہے کہ انسانی علم چونکہ ناقص ہے اس واسطے یہ قاعدہ مقرر ہے کہ جب تک امر و نہی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وارد نہ ہو اس وقت تک اپنی عقل پر چل سکتے ہیں، جس طرح مناسب سمجھیں کریں مگر نہی اور امر کے بعد وہاں امر و نہی کی پابندی لازمی ہو جاتی ہے۔

پس جاہلیت وغیرہ اور اسلام میں امتیازی چیز صرف حاکمیتِ باری تعالیٰ کے اقرار و انکار کو قرار دینا بالکل بے بنیاد ہے بلکہ ہر حکومت میں، خواہ اسلامی ہو یا غیر اسلامی، آئینِ حکومت کا مرجع مصالح و مفاسد ہیں۔ اسلام میں ایک مخصوص اصولی حکومت ہے، اس واسطے اس میں مصالح و مفاسد کا لحاظ رکھتے ہوئے ان اصول کا بھی خیال کرنا پڑتا ہے بخلاف دوسری حکومتوں کے جن کی بنیاد وطن، رنگ اور نسل وغیرہ ہے، ان میں مصالح و مفاسد میں ان کا لحاظ کرنا پڑتا ہے۔ ہاں، اسلام میں باوجود اس کے کہ احکام غیر منصوصہ مصالح و مفاسد پر طے کیے جاتے ہیں مگر حاکم اللہ تعالیٰ کو تسلیم کیا جاتا ہے کیونکہ مصالح و مفاسد کا لحاظ اس کے حکم سے کرتے ہیں، نص کے ہوتے ہوئے عقلی ظن و تخمین کو چھوڑ دیتے ہیں۔

دراصل اسلام اور دیگر حکومتوں میں اصلی فرق یہ ہے کہ وہ کسی مقام میں نص کا انتظار نہیں کرتیں، اور ہم نص کا خیال رکھتے ہیں، جیسے اسلام نے سوائے چند اصولوں کے تمام خصوصیات (رنگ، نسل، قوم اور وطن) کو مٹا کر صرف انسانیت پر حکومت کی بنیاد رکھی ہے، اسی طرح مادی دنیا میں بھی یہ ممکن ہے کہ حکومت کی بنیاد انسانیت پر رکھی جائے، فرق صرف اتنا ہے کہ مادیین مصالح و مفاسدِ وقتی کا لحاظ رکھتے ہوئے انسانیت کو بنیاد قرار دیں گے، اور ہم نے وحیٔ الٰہی کی وجہ سے اس پر حکومت کی بنیاد رکھی ہے۔ مادیین اس معاملے میں صرف عقل، تجربہ اور کثرتِ آراء کا لحاظ رکھیں گے اور ہم بعض مواقع پر جہاں عقل حیران ہو جاتی ہے اور شریعت نے وہاں عقل کی راہنمائی کی ہے، شریعت پر اعتماد کریں گے۔

پس تجدید کا تعلق اگر شعبہ حکومت کے ساتھ ہو، تو تجدید اس کشمکش کا نام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جو بے اعتدالی کو روکنے کے لیے کی جائے، جو نصوص کو نظر انداز کرنے اور مصالح و مفاسد میں مخصوص اصول اسلامی کا لحاظ رکھنے کی بجائے دوسری چیزوں کو بنیاد قرار دینے سے پیدا ہوئی ہے، خواہ اس میں کامیابی ہو یا نہ ہو، حکومتِ اسلامی اور غیر اسلامی میں یہی امتیازی فرق ہے۔

نبی کا کام:

انبیاء علیہم السلام عبادات اور ان کا طریقہ بتانے، عدل و انصاف کے لیے انسانی تمدن کو سازگار بنانے کی کوشش اور تلقین کے لیے آتے ہیں۔ ان کے احکام کا تعلق آخرت سے ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ عادات اور ان کے طریقۂ خاص میں مفادِ دنیا مقصود ہے مگر اس کی بنیاد بھی شریعت نے آخرت پر رکھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ احکامِ شریعت میں اپنی طرف سے ردو بدل کی گنجائش نہیں ہے، حالانکہ مفادِ دنیا کے اعتبار سے رد و بدل کرنے میں چنداں فرق نہیں پڑتا، پس نبی دراصل اللہ تعالیٰ کے احکام کی تبلیغ کے لیے آتے ہیں، یہی ان کا نصب العین ہوتا ہے، وہ اس میں کامیاب ہوتے ہیں، اگر فضا سازگار ہو تو حکومت بھی قائم کر لیتے ہیں، ورنہ ہر حالت میں کامیاب رخصت ہوتے ہیں، خواہ شہید ہی کیوں نہ ہو جائیں۔

یہی حال مجددین کا ہے۔ اگر خلافتِ راشدہ کے قیام کے لیے فضا سازگار ہو تو حکومت کا کام بھی ان سے سرانجام پا جاتا ہے ورنہ ہر حالت میں وہ کامیاب رخصت ہوتے ہیں۔

حکومت میں اصلاحی نظام العمل بنانا تو انبیاء علیہم السلام کا کام ہے مگر حکومت پر قابض ہونا ان کے مقاصد میں (اصالتاً) داخل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت کی خواہش کرنا شریعت میں اچھا کام نہیں، اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو حکومت عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''میری امت کا ملک مشرق و مغرب تک پہنچ جائے گا، اس کے کارندے جہنمی ہوں گے مگر وہ جو اللہ سے ڈرے اور امانت ادا کرے۔''[1] (ابن کثیر)

اسی طرح مجدد کے فرائض میں بھی حکومت پر قابض ہونا نہیں بلکہ حکومت کے امور میں جو کمی وبیشی پیدا ہوچکی ہو اس کے متعلق علمی اور عملی جدوجہد کرنا ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ حکومت پر قابض ہونا نبوت یا تجدید کے منافی ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ ان کے منصب کے لیے حکومت پر قبضہ لازمی چیز نہیں، پس امامت اور جماعت کی شکل ہی میں نبوت و تجدید کا ظہور ہوتا ہے۔

قانون سازی کا طریق کار اور تجدیدی اصلاح:

ایک گروہ کا یہ خیال ہے کہ حکومت چونکہ انسانی تمدن کی حفاظت کے لیے ہے اس لیے نوامیسِ الٰہیہ کے تابع ہونی چاہیے۔ دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ یہ خدمت روحانی پیشواؤں کے سپرد ہوتی ہے۔ تیسرے گروہ کا خیال ہے کہ انسان کو خود آئین سازی کا حق پہنچتا ہے۔

پھر بعض کا خیال ہے کہ بادشاہ رعایا کے لیے قانون بنائے، اور بعض کا خیال ہے کہ رعایا قانون بنائے۔ قانون کا مقصد چونکہ اعتدالِ تمدن کو برقرار رکھنا اور بے اعتدالی کو روکنا ہے اس لیے ہر وہ قانون مفید ہوسکتا ہے جو بے اعتدالی کو روکے اور اعتدال کو قائم رکھے۔ انسان چونکہ بالطبع حریص ہے اس لیے اخلاقی اصلاح کے بغیر قانون سازی کا کام اس کے سپرد کرنا درست نہیں۔ اور مذہبی پیشواؤں کی صلاحیت کی بھی کوئی ضمانت نہیں، اس واسطے آئین سازی کا کام ان

[1] مسند أحمد (٥/ ٣٦٦) اس کی سند متصل ہے لیکن اس میں شفیق بن حیان مجہول ہے۔ (مجمع الزوائد: ٥/ ٢٣٣) یہی روایت دوسری مرسل اور ضعیف سند کے ساتھ بھی مروی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیں: السلسلة الضعيفة، رقم الحديث (٢١٥٣)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے حوالے کرنا بھی درست نہیں، اور اس لیے بھی درست نہیں کہ اخلاقی اصلاح میں عموماً اس قدر دماغی قابلیت پیدا نہیں ہوتی جو تمدنی اعتدال اور بے اعتدالی کا توازن کر سکے، لہٰذا آئین سازی کے یہ دونوں طریقے دنیا کے لیے مضر ہیں۔

آئین سازی کو جمہوریت کے حوالے کرنے میں ایک حد تک اطمینان ہو سکتا ہے کیونکہ یہ آئین سازی انھی کے نفع کے لیے ہے، اور ہر شخص کو اپنے نفع و نقصان میں فکر کرنے کا حق ہے، مگر اس میں ایک نقص یہ ہے کہ انسان ہونے کی بنا پر ہو سکتا ہے کہ طبقاتی اختلاف کی بنا پر اس حق کو ایک دوسرے کے خلاف استعمال کریں۔ اب صرف سابق صورت رہ جاتی ہے کہ آئین سازی کو نوامیسِ الٰہیہ کے تابع کر دیا جائے مگر امرِ واقع یہ ہے کہ نوامیسِ الٰہیہ میں بھی صرف چند دفعات کا ذکر ہے، باقی جگہ قانون سازی کا کام انسان کے سپرد کیا گیا ہے۔ اب صحیح طریقہ یہ ہے کہ ان چند دفعات کے علاوہ باقی امور میں قانون سازی کا کام ان لوگوں کے سپرد ہو جو ان دفعات سے واقف ہوں، اور ان کی مبادی کی روشنی میں قانون بنا سکیں۔ طریقِ انتخاب میں قابلیت کے معیار کے لیے کتاب و سنت کی واقفیت لازمی شرط قرار دی جائے، اگر حکومت موجودہ روش سے منحرف ہو تو مجدد کا کام یہ ہے کہ اس انحراف کے خلاف جدوجہد کرے، اس کے کمال کے لیے یہ ضروری نہیں کہ جاہلیت کے ہاتھ سے اقتدار کی کنجیاں چھین لے اور از سر نو حکومت کو عملاً اس نظام پر قائم کر دے جس کو خلافتِ راشدہ کہتے ہیں، نہ اس قسم کی تحریک اٹھانا اس کے کامل ہونے کے لیے ضروری ہے جو طاقت ور اور عالم گیر تحریک ہو۔

حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"میری عترت سے مہدی ہوگا۔"[1]

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٤٢٨٤) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٤٠٨٦) امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علماء کہتے ہیں: یہ وہی مجدد ہوگا جو خلافتِ راشدہ کو بحال کرے گا اور منہاجِ نبوت پر حکومت چلائے گا۔ یہ ظاہر ہے کہ اس وقت جن آلات کی ضرورت ہوگی بحکم ﴿وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ﴾ [الأنفال: ٦٠] ''جس قدر طاقت ہو دشمن کے خلاف جمع کرو۔'' حتی الامکان ان کے جمع کرنے کی کوشش کرے گا، عرب پر اس کی حکومت ہوگی۔ ممکن ہے کہ تمام ممالکِ اسلامیہ کی زمامِ اختیار اس کے ہاتھ میں ہو مگر اس کے اقتدار کا عالم گیر ہونا آثار سے قطعی طور پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتا، ممکن ہے کہ اس کے اقتدار کا اثر تمام عالم پر محیط ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد اسلام کا عالم گیر تہذیب بننا بعض احادیث سے ظاہر ہوتا ہے، اگر مہدی کا زمانہ وہی ہے، جیسے بعض علماء کا خیال ہے تو پھر یہ کہا جا سکتا ہے کہ امام مہدی کے زمانے میں تمام عالم میں اسلامی اقتدار ہوگا۔

مگر اس اقتدار کی وجہ صرف ظاہری اور مادی قوت پر قابو پانا نہیں بلکہ غیبی امداد کو اس میں بڑا دخل ہے اور بعض احادیث میں اس امر کا بھی ذکر ہے۔ یہ کوئی ضروری نہیں کہ وقت کے تمام علومِ جدیدہ پر اس کو مجتہدانہ بصیرت حاصل ہو۔ ہاں، اپنے فرض سے اس کو پورا آشنا ہونا چاہیے، علومِ شرعیہ میں اس کو پوری مجتہدانہ بصیرت حاصل ہونی چاہیے، اور ان تمام اوصاف کا ہونا ضروری ہے جو اس کے منصب کے لیے ضروری ہیں، باقی علوم میں مجتہدانہ انداز بلکہ عبور بھی ضروری نہیں بلکہ علومِ دنیا میں مجتہدانہ واقفیت انبیاء علیہم السلام کے لیے بھی ضروری نہیں، مثلاً ایک نبی کا فنِ کاشتکاری میں ماہر ہونا ضروری نہیں ہے۔

عدمِ ضرورت کا یہ مطلب نہیں کہ باقی تمام علوم سے مجتہدانہ بصیرت کا حاصل ہونا اس کے منصب کے منافی ہے، ہو سکتا ہے کہ بعض حالات کی بنا پر وقت کے تمام علومِ جدیدہ سے اس کو مجتہدانہ واقفیت ہو مگر اس کے مہدی یا مجدد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بننے کے لیے یہ ضروری نہیں۔

مسلم اور ترمذی کی حدیث شریف میں ہے کہ جب یاجوج ماجوج نکلیں گے تو اہلِ اسلام اپنے آپ کو ان کے مقابلے میں بے بس پا کر حکمِ الٰہی کے مطابق طور کے قلعوں میں پناہ گیر ہو جائیں گے۔ خوراک کی بہت قلت ہوگی، گائے کا سر ہزار دینار سے بہتر ہوگا، ان کی دعا کی برکت سے کیڑے سے بیمار ہو کر سب مر جائیں گے، اہلِ اسلام کی کامیابی کی یہ وجہ ہوگی۔[1]

اس لیڈر کے لیے ضروری نہیں کہ اپنے فرض کی ابتدا ایک نئی تحریک اٹھانے سے کرے۔ وہ آہستہ آہستہ طبعی طور پر مقابلہ کر کے تمام مخالف طاقتوں کو شکست دے کر ایک اسلامی سٹیٹ قائم کرنے میں کامیاب ہو۔

بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کو حکومت انتخابی شکل سے حاصل ہو اور حکومت کو منہاجِ نبوت پر چلانے میں بغیر کسی رکاوٹ کے کامیاب ہو جائے اگرچہ دیگر غیر اسلامی حکومتوں کے لیے اس کو انتہائی جدوجہد کرنی پڑے، اس کے بعد نزولِ مسیح کی وجہ سے یا مادی اور روحانی اسباب کی بنا پر اس کو عالم گیر کامیابی نصیب ہو۔

مجدد اور غیر مجدد میں فرق:

غیر مجدد کا مجدد سے افضل ہونا حدیث کے بعض الفاظ سے معلوم ہوتا ہے، جس میں ذکر ہے کہ یہ صدی کے آخر میں ایک شخص ہوگا جو تجدیدِ دین کرے گا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر مجدد مجدد سے افضل ہو سکتا ہے کیونکہ پہلی صدی کے اوائل اور وسط میں صحابہ تھے جو مجدد سے افضل تھے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا کام مجدد کے کام سے بہتر اور وسیع ہو۔ مجدد کی حدیث کا مطلب صرف

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٩٣٧) سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٢٤٤) ترمذی میں یہ روایت مختصراً ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ہے کہ صدی کے ختم ہونے پر تحریک عموماً کمزور ہو جاتی ہے مگر اسلام کو ہر صدی کے اخیر پر مدد ملتی رہے گی، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ صدی کے وسط میں مدد نہیں ملے گی، پہلی صدی کے اخیر میں پہلے مجدد عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ ہیں، حالانکہ صدی کے اخیر میں بھی بعض صحابہ موجود تھے، اور صحابی غیر صحابی سے افضل ہے۔

اور ایک حدیث میں تصریح ہے کہ ایک جماعت ہمیشہ حق پر غالب رہے گی۔[1] ان کا مشغلہ جہاد اور علم حدیث کا پڑھنا ہوگا۔ علی بن مدینی فرماتے ہیں: وہ جماعت اصحاب حدیث کی ہے۔[2] امام بخاری کہتے ہیں: اہل علم کی ہے۔[3] بعض احادیث میں جہاد کا ذکر ہے۔ علمِ حدیث اور جہاد اس جماعت کا خاص شغل بتایا گیا ہے۔ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں: محدثین مجددیت کی طرف زیادہ قریب ہیں۔

مجدد اور مبتدع میں فرق:

مجدد مردہ سنت کو زندہ کرتا ہے، عوام، جو رواج اور بدعت سے مانوس ہوتے ہیں، وہ اس کے اس فعل کو بدعت کہتے ہیں، حالانکہ عقائد اور اعمال کا نیا اور پرانا ہونا اس بات پر موقوف نہیں کہ نفسِ رواجات نئے یا پرانے ہوں بلکہ جو عقائد اور اعمال کتاب و سنت سے ثابت ہوں اگرچہ بعد میں بعض جگہ یا اکثر جگہ لوگوں نے ان پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہو، وہ شریعت میں پرانے ہی ہوتے ہیں، نئے نہیں ہوتے۔ اور جو عقائد اور اعمال کتاب و سنت میں ثابت نہ ہوں اگرچہ قرون ثلاثہ تین زمانوں (صحابہ و تابعین و تبع تابعین) کے بعد مدت مدید سے ان پر رواج چلا آتا ہو، وہ نئے ہوتے ہیں۔

---

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث (٦٨٨١) صحیح مسلم، رقم الحدیث (١٥٦)

[2] سنن الترمذي، رقم الحدیث (٢٢٢٩)

[3] صحیح البخاري: کتاب الاعتصام، باب قول النبي ﷺ: «لا تزال طائفة من أمتي»

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس بدعت اس قول وفعل کا نام ہے جو دین میں بلا دلیل نکالی جائے اگر چہ موجودہ وقت میں عام و خاص میں وہ رائج ہو۔ پس مجدد کا کام تو یہ ہے کہ دین کا جو حصہ لوگوں نے چھوڑ دیا ہے اس کو تقریر وتحریر اور عمل سے رائج کرنے کی کوشش کرے۔ اور مبتدع وہ شخص ہے جو دین میں اپنی طرف سے کسی ایسی مصلحت کی بنا پر جس کو شریعت نے غیر معتبر قرار دیا ہے استحسان اور قیاس سے کوئی چیز نکالے۔ پس عقائد، اخلاق، عبادات اور معاملات وغیرہ میں جو شخص دین سمجھ کر کوئی نئی چیز نکالے وہ کبھی مجدد نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا شمار مبتدعین میں ہے، پس جو شخص ختمِ نبوت کا، اس معنی سے جس پر امت کا اجماع ہے، انکار کرے اور نبوت کو کسی معنی سے جاری سمجھے جس کے انکار سے کفر لازم آئے، وہ یقیناً ایک ایسی چیز کے انکار کی بنا پر، جو ضروریاتِ دین سے ہے، کافر ہے، مجدد نہیں بلکہ دجال اور مبتدع ہے۔

کافر کی دو قسمیں:

پھر کافر کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ کافر ہے جو دین کے اندر رہتے ہوئے کسی ایسے مسئلے کے انکار کی وجہ سے کافر کہلاتا ہے جو دین کی ضروریات سے ہے، شروع سے امت کا اجماعی مسئلہ چلا آیا ہے اور نئے دین کی بنیاد نہیں ڈالتا۔ دوسرا وہ کافر ہے جو نئے دین کی بنیاد ڈال کر پہلے دین سے الگ ہو جاتا ہے، جیسے نیا مدعی نبوت اور اس کو ماننے والا۔ پس اہل اسلام کے اختلافات، خواہ اصولی ہوں یا فروعی، ان میں اگر اختلافی شکل ایک دوسرے کو کافر کہنے تک بھی پہنچ جائے تو یہ سب صورتیں دین کے دائرے میں اختلافات کی ہوں گی، بخلاف اس اختلاف کے جو نبوت کے دعوے یا انکارِ حدیث یا انکارِ قرآن یا نسخِ احکامِ قرآن وسنت پر مبنی ہو، یہ دینی اختلاف دائرۂ دین سے باہر اختلاف ہوگا، کیونکہ دین کی بنیاد کتاب وسنت پر ہے، اور صورتِ مذکورہ میں یہ بنیاد متزلزل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جاتی ہے یا بدل جاتی ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ﴾ [الجاثية: ١٨]

”پھر ہم نے امی نبی! تجھے ایک شریعت پر ٹھہرایا ہے۔“

﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ [المائدة: ٤٨]

”تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک راستہ اور طریقہ مقرر فرمایا، اگر اللہ چاہتا تو تم کو ایک امت ٹھہراتا۔“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امت کی وحدت اور اس کے تعدد کی بنیاد شریعت کے ایک یا متعدد ہونے پر ہے، اور شریعت کے تعدد کی وجہ نئی وحی ہے۔ پس جو شخص ایسی دینی وحی کا دعویٰ کرتا ہے جس کو پہلی وحی کی طرح واجب الاتباع کہے وہ یقیناً ایک نئی امت کی بنیاد ڈالتا ہے۔ پس ایسے شخص اور اس کے ماننے والوں کے ساتھ اختلاف شرعی ہونے کی بنا پر دو امتوں کا اختلاف ہوگا۔ اور دینی اختلاف سے ہماری یہی مراد ہے اگرچہ تمام آسمانی ادیان اصولی طور پر ایک ہی دین کہلاتے ہیں مگر دین کا اطلاق شریعت پر بھی ہوتا ہے اور یہی ہم نے مراد لیا ہے۔

﴿لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ﴾ [الكافرون: ٦]

”تمھارے لیے تمھارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے۔“

اسی طرح جو شخص ہر قسم کی بدعات کا قائل اور عامل ہو اس کو بھی مجدد نہیں کہا جا سکتا بلکہ مبتدع کہا جائے گا۔ مجدد وہی ہو سکتا ہے جو شریعت کے اس حصے کو، جو متروک ہو چکا ہے، تحریر، تقریر اور عمل سے رائج کرنے کی کوشش کرے، کتاب و سنت کی اشاعت کرے اور صدی کے آخر میں زندہ ہو اور اس کے علاوہ باقی اوصاف، جو مجدد کے لیے لازمی ہیں، اس میں پائے جائیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامی حکومت کے مختلف دور:

آنحضرت ﷺ کے بعد حکومت کو چار حصوں پر تقسیم کرتے ہیں:

پہلا دور: خلافتِ راشدہ اور خلافت علی منہاجِ النبوۃ کا دور ہے جس کی مدت تیس سال ہے۔

دوسرا دور: بنی امیہ کی حکومت کا ہے جس کو ملوکیت اور ملک عضوض کا دور کہتے ہیں، جس میں بادشاہوں کی طرف سے عوام کو مصیبتیں پہنچیں۔

تیسرا دور: عباسیہ کی حکومت کا دور ہے جو جبریت کا دور کہلاتا ہے، پھر ترکی حکومت کا دور ہے۔ شاہ ولی اللہ کہتے ہیں: یہ دور مجوسی حکومت کے مشابہ ہے۔ پچھلے تین دور اس بات میں متفق ہیں کہ ان میں حکومت خاندانی ہے اور ہر پچھلا پہلے سے بعض وجوہ کی بنا پر بدتر ہے، یہ حکم کثرتی ہے نہ کہ کلی، بلکہ ممکن ہے کہ کسی پچھلے دور کے بعض افراد پہلے دور کے بعض افراد سے صالح ہوں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ بعض صالح افراد ان میں اس قسم کے ہوں کہ سوائے خاندانی حکومت کے ان میں اور خرابی نہ ہو بلکہ بعض خلافتِ راشدہ کی طرح حکومت کو چلانے کی اہلیت رکھتے ہوں۔

ایک بات جو سب میں مشترک پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ حکومتیں جمہور کے نزدیک قابلِ برداشت ہیں کیونکہ ان کا آئین اسلامی تھا، اور سب صاحبِ دعوت تھیں، پہلے کفار کے ساتھ برسر پیکار تھیں، اگرچہ ان کی بعض لڑائیاں جو آپس میں ہوئیں قابلِ افسوس تھیں مگر مسلمانوں کے لیے ان کا وجود باعثِ رحمت تھا، ان کے ماتحت اہلِ اسلام نے کافی ترقی کی، ان کی جان اور مال محفوظ تھا، شریعت پر آزادانہ طور پر عمل کر سکتے تھے، مگر حکومت چونکہ منہاجِ نبوت پر نہ تھی اس کی بنا پر اہلِ اسلام کو ایک جگہ جمع نہ کر سکے، شیعہ الگ ہوگئے، ہندوستان کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکومت الگ اور خوارج اپنی جگہ الگ حکومت قائم کرنے میں مشغول رہے، افغانستان الگ رہا، بنی امیہ نے اندلس میں اپنی ایک الگ متمدن حکومت قائم کر لی، اسی طرح بعض دیگر مقامات میں اہل اسلام خلافت سے الگ رہے۔

اس تشتت و افتراق سے یورپ کے لٹیروں کو موقع ملا کہ ممالکِ اسلامیہ کو ان کی موجودہ حالت پر لے آئیں، اور وطن پرستی کا سبق ان میں پیوست کر دیا یہاں تک کہ خلافت جو ترکوں میں چلی آتی تھی وہ بھی عربوں کی علیحدگی سے معدوم ہوگئی، اور مسلمان منتشر ہوگئے اور چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم ہوگئے۔

اب وہ زمانہ ہے کہ جس میں خلافت ہے نہ خلیفہ، بلکہ ہر ملک میں الگ الگ امیر ہے، اس وقت سب مسلمانوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ تمام ممالکِ اسلامیہ کو ایک مشترک مفاد کے لیے جمع کرنے کی کوشش کی جائے، اور تمام ممالکِ اسلامیہ کے امراء کی ایک جمعیت بنائی جائے جن کے مشورے سے تمام امور طے پائیں، بالآخر اِن تمام ممالکِ اسلامیہ سے امتیازی قانونی پابندیاں حتی الامکان کم کی جائیں یہاں تک کہ سب کے لیے ایک ہی قانون ہو۔ اب خلافت کے قیام کی صورت یہی معلوم ہوتی ہے کہ آئینِ اسلامی کے نفاذ کے لیے ہر ملک میں فضا سازگار بنائی جائے، ایک نصابِ تعلیم ہر ملک میں اس قسم کا رائج کیا جائے جو سب ممالک کو ایک دوسرے کے قریب تر کر دے۔ اتحاد بین المسلمین میں جو رکاوٹیں پیدا ہو چکی یا پائی جاتی ہیں جیسے نسل پرستی، وطن یا لسان پرستی اور اہلِ اسلام کی حاجت اور فقر، ان سب کو مٹانے کی کوشش کی جائے۔ ممالکِ اسلامیہ کے نام سے ایک جمعیت بنائی جائے جس کے اجتماعات ہر سال مختلف ممالک میں ہوتے رہیں۔ اس وقت فرقہ پرستی کے اثرات سے الگ رہ کر سوچ بچار کی ضرورت ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہلِ حدیث اس امر کی کوشش نہ کریں کہ ان کی سیاسی جماعت الگ ہو، اسی طرح دیوبندی بھی اس خیال کو ترک کر دیں کہ سیاست ان کی مِلک ہو، علیٰ ہذا القیاس بریلوی بھی یہ فکر نہ کریں کہ ان کا الگ اپنا ایک سیاسی نظام ہو، اسی طرح شیعہ و سنی فرقوں کے نام سے الگ الگ سیاسی جمعیتیں نہ بنائی جائیں بلکہ مذکورہ بالا کام کے ساتھ اندرونی اصلاح کا کام بھی جاری رکھا جائے، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بلا امتیازِ نیک و بد سب بنی اسرائیل کو آزادی کے کام پر منظّم کیا اور ساتھ ساتھ ان کی داخلی اصلاح بھی کرتے رہے۔

اسی طرح خلافت کو قائم کرنا اگرچہ بادی الرائے میں مشکل کام ہے مگر اللہ تعالیٰ نے خارجی اسباب سے اس قسم کا ماحول پیدا کر دیا ہے کہ سیاسی طور پر دنیا تین حصوں میں منقسم ہوگئی ہے:

۱۔ اشتراکی خیالات کا ترجمان۔

۲۔ یورپ کی جمہوریت کا دلدادہ۔

۳۔ اسلامی نظام کا معتقد۔

اگر اہلِ اسلام اس وقت ممالکِ اسلامیہ میں آئیں اور اسلام کی روح پھونک کر ان کو متحد کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو پھر ایک دفعہ ان کی امامت دنیا کو صراطِ مستقیم دکھا سکتی ہے۔

مودودی صاحب کی دعوت میں تبدیلی:

جب ۱۹۴۷ء کے انقلاب میں ملک دو حصوں میں تقسیم ہو گیا اور پاکستان معرضِ وجود میں آ گیا تو مودودی صاحب بھی دارالسلام چھوڑ کر مغربی پاکستان میں پناہ گیر ہونے پر مجبور ہوگئے، تو پہلی دعوت میں یکا یک تبدیلی ہوگئی، وہ سائنٹفک طریقہ غیر سائنٹفک طریقے میں تبدیل ہو گیا اور سیاسی کشمکش میں جو کچھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہا تھا اور اس جاری کردہ طریقے کو عین طریقہ انبیاء علیہم السلام کا قرار دیا تھا، وہ سب حرف غلط کی طرح عمل میں مٹ گیا، اور عمل کی طرح اسی طریق پر ڈالی جس پر اُن سائنٹفک ہونے کا حکم لگا چکے تھے، جس انتخاب کو شجرۂ ممنوعہ قرار دے چکے تھے اسی کے پھل سے اب اپنے مسلک کی حیات کو وابستہ کر دیا۔

اب ان کے طریق کار میں دوسری پارٹیوں کے حربے ہی کارگر ہیں، یعنی دوسری جماعتوں کو فیل کرنے اور اپنے کامیاب ہونے کے لیے ان کے عیوب اور اپنے فضائل بیان کرنا اور اپنے کمالات دکھانا، مگر عیوب اور فضائل نمایاں کرنے میں زیادہ تر شریعت اور دین سے فائدہ اٹھاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ بہت سے سادہ لوح، جو حقیقت تک نہیں پہنچ سکتے، ان کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر ان کے دامِ تزویر میں آ گئے ہیں۔

مگر مودودی صاحب ابھی تک دو طریقوں کے دوراہے پر کھڑے ہیں، جس طریق کو بادلِ ناخواستہ اختیار کر چکے ہیں اس سے بھی مطمئن نہیں۔ چنانچہ ترجمان میں فرماتے ہیں:

> ”واضح طور پر یہ سمجھ لیجیے کہ یہاں اسلامی نظام کا قیام دو طریقوں سے ممکن ہے:
>
> ا۔ ایک یہ کہ جن لوگوں کے ہاتھ میں اس وقت زمامِ کار ہے وہ اسلام کے معاملہ میں اتنے مخلص اور اپنے ان وعدوں کے بارے میں، جو انھوں نے اپنی قوم سے کیے تھے، اتنے صادق ہوں کہ اسلامی حکومت قائم کرنے کی جو اہلیت ان کے اندر مفقود ہے اسے خود محسوس کر لیں کہ پاکستان حاصل کرنے کے بعد ان کا کام ختم ہو گیا ہے، اور یہ کہ اب یہاں اسلامی نظام تعمیر کرنا ان لوگوں کا کام ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو اس کے اہل ہوں۔ اس صورت میں مقصود طریق کار یہ ہے کہ پہلے ہماری دستور ساز اسمبلی ان بنیادی امور کا اعلان کرے جو ایک غیر اسلامی نظام کو اسلامی نظام میں تبدیل کرنے کے لیے اصولاً ضروری ہیں (جیسا کہ ہم نے اپنے مطالبہ میں بیان کر دیا ہے،) پھر وہ اسلام کا علم رکھنے والے لوگوں کو دستور سازی کے کام میں شریک کرے اور ان کی مدد سے ایک مناسب ترین دستور بنائے، پھر نئے انتخابات ہوں اور قوم کو موقع دیا جائے کہ وہ زمامِ کار سنبھالنے کے لیے ایسے لوگوں کو منتخب کرے جو اس کی نگاہ میں اسلامی نظام کی تعمیر کے لیے اہل ترین ہوں، اس طرح صحیح جمہوری طریق پر اختیارات اہل ہاتھوں میں بسہولت منتقل ہو جائیں گے اور وہ حکومت کی طاقت اور ذرائع سے کام لے کر پورے نظامِ زندگی کی تعمیر جدید اسلامی طرز پر کر سکیں گے۔

۲۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ معاشرے کو جڑ سے ٹھیک کرنے کی کوشش کی جائے اور ایک عمومی تحریکِ اصلاح کے ذریعہ سے اس میں خالص اسلامی شعور و ارادہ کو بتدریج اس حد تک نشو و نما دیا جائے کہ جب وہ اپنی پختگی کو پہنچے تو خود اس میں ایک مکمل اسلامی نظام وجود میں آ جائے۔

ہم اس وقت پہلے طریقہ کو آزما رہے ہیں، اگر اس میں ہم کامیاب ہو گئے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ پاکستان کے قیام کے لیے ہماری قوم نے جو جدوجہد کی تھی وہ لا حاصل نہ تھی بلکہ اس کی بدولت اسلامی نظام کے نصب العین تک پہنچنے کے لیے ایک سہل ترین اور قریب ترین راستہ ہاتھ آ گیا، لیکن اگر خدانخواستہ ہمیں اس میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناکامی ہو اور اس ملک میں غیر اسلامی ریاست قائم کر دی گئی تو یہ مسلمانوں کی ان تمام محنتوں اور قربانیوں کا صریح ضیاع ہوگا جو قیامِ پاکستان کی راہ میں انھوں نے کیں۔ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ہم پاکستان بننے کے بعد بھی اسلامی نقطہ نظر سے اسی مقام پر ہیں جہاں پہلے تھے۔ اس صورت میں ہم پھر دوسرے طریقہ پر کام شروع کر دیں گے جس طرح پاکستان بننے سے پہلے کر رہے تھے۔"

(ترجمان القرآن ستمبر ۴۸ء)

اس مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ مودودی صاحب جس طریقہ کار کو آزما رہے ہیں اس پر ہمیشہ اڑے رہنے پر مصر نہیں بلکہ جب غیر اسلامی ریاست کے قیام کی صورت سامنے آجائے گی اس وقت اس کو چھوڑ کر پہلا طریقہ، جو ان کے نزدیک کامیابی کے ساتھ ایک منطقی ربط رکھتا ہے اور وہی انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہے، اختیار کریں گے۔

مودودی صاحب کا دوسرے علماء سے اتفاق:

مودودی صاحب کی تحریک کے مبادی اور وسائل میں غور کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا طریقہ دوسری جماعتوں سے بالکل الگ ہے، خصوصاً مسلم لیگ کے طریق کار کی ضد ہے، ان کی تحریریں اس امر پر شاہد ہیں۔ مگر یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ اسلامی مملکت کے بنیادی اصول تیار کرنے والی جماعت میں مولوی مودودی صاحب کا نام بھی ثبت ہے، حالانکہ ان میں مولوی مودودی صاحب کے طریقے کے خلاف مسلم لیگ کے طریقہ کار پر حکومت کی بنیاد رکھی گئی ہے کیونکہ اس میں کسی ایک فرقے کو حکومت کی ذمہ داری سپرد نہیں کی گئی بلکہ سب فرقوں کو مساوی حقدار تسلیم کیا گیا ہے، باوجود اس کے کہ تمام فرقے آپس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بعض مسائل میں شدید اختلاف رکھتے ہیں، اور ایک دوسرے کے خلاف انھیں مسائل کی بعض صورتوں کو اتنی اہمیت دیتے ہیں کہ نجاتِ اخروی کا حقدار صرف اپنے فرقے ہی کو تسلیم کرتے ہیں۔

اسلامی مملکت کے بنیادی اصول (جو ایک اجتماع بتاریخ ۱۲، ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ، مطابق ۲۱، ۲۲، ۲۳ اور ۲۴ جنوری ۱۹۵۱ء زیرِ صدارت: مولانا سید سلیمان ندوی) کراچی میں باتفاق علمائے حاضرین طے پائے۔ اسلامی مملکت کے دستور میں حسبِ ذیل اصول کی تصریح لازمی ہے:

۱۔ اصل حاکم تشریعی وتکوینی حیثیت سے اللہ رب العالمین ہے۔

۲۔ ملک کا قانون کتاب وسنت پر مبنی ہوگا اور کوئی ایسا قانون نہ بنایا جا سکے گا اور نہ کوئی ایسا انتظامی حکم دیا جا سکے گا جو کتاب وسنت کے خلاف ہو۔

تشریحی نوٹ:

اگر ملک میں پہلے سے کچھ ایسے قوانین جاری ہوں جو کتاب وسنت کے خلاف ہوں تو اس کی تشریح بھی ضروری ہے کہ وہ بتدریج ایک معینہ مدت کے اندر منسوخ یا شریعت کے مطابق تبدیل کر دیے جائیں گے۔

۳۔ مملکت کسی جغرافیائی، نسلی، لسانی، یا کسی اور تصور پر نہیں بلکہ ان اصول و مقاصد پر مبنی ہوگی جن کی اساس اسلام کا پیش کیا ہوا ضابطہ حیات ہے۔

۴۔ اسلامی مملکت کا یہ فرض ہوگا کہ قرآن وسنت کے بتائے ہوئے معروفات کو قائم کرے، منکرات کو مٹائے اور شعائرِ اسلامی کے اِحیا و اِعلا اور مسلمہ اسلامی فرقوں کے لیے ان کے اپنے مذہب کے مطابق ضروری اسلامی تعلیم کا انتظام کرے۔

۵۔ اسلامی مملکت کا یہ فرض ہوگا کہ وہ مسلمانانِ عالَم کے رشتۂ اتحاد واخوت کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قوی کرنے اور ریاست کے مسلم باشندوں کے درمیان عصبیتِ جاہلیہ کی بنیادوں پر نسلی، علاقائی یا دیگر مادی امتیازات کے ابھرنے کی راہیں مسدود کر کے ملتِ اسلامیہ کی وحدت کے تحفظ و استحکام کا انتظام کرے۔

۶۔ مملکت بلا امتیازِ مذہب و نسل وغیرہ تمام ایسے لوگوں کو لا بدی انسانی ضروریات، یعنی غذا، لباس، مسکن، معالجہ اور تعلیم کی کفیل ہوگی جو اکتسابِ رزق کے قابل نہ ہوں یا نہ رہے ہوں یا عارضی طور پر بے روزگاری یا بیماری یا دوسرے وجوہ سے فی الحال سعیِ اکتساب پر قادر نہ ہوں۔

۷۔ باشندگانِ ملک کو وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو شریعتِ اسلامیہ نے ان کو عطا کیے ہیں، یعنی حدودِ قانون کے اندر تحفظِ جان، مال، آبرو، آزادئ مذہب و مسلک، آزادئ عبادت، آزادئ ذات، آزادئ اظہارِ رائے، آزادئ نقل و حرکت، آزادئ اجتماع، آزادئ اکتسابِ رزق، ترقی کے مواقع میں یکسانی اور رفاہی ادارات سے استفادے کا حق۔

۸۔ مذکورہ بالا حقوق میں سے کسی شہری کا کوئی حق اسلامی قانون کی سندِ جواز کے بغیر کسی وقت سلب نہ کیا جائے گا، اور کسی جرم کے الزام میں کسی کو صفائی کا موقع فراہم کیے بغیر اور عدالت کے فیصلے سے پہلے کوئی سزا نہ دی جائے گی۔

۹۔ مسلّمہ اسلامی فرقوں کو حدود قانون کے اندر پوری مذہبی آزادی حاصل ہوگی، انھیں اپنے پیروؤں کو اپنے مذہب کی تعلیم دینے کا حق حاصل ہوگا، وہ اپنے خیالات کی آزادی کے ساتھ اشاعت کر سکیں گے، ان کے شخصی معاملات کے فیصلے ان کے اپنے فقہی مذہب کے مطابق ہوں گے اور ایسا انتظام کرنا مناسب ہوگا کہ انھیں کے قاضی یہ فیصلہ کریں۔

۱۰۔ غیر مسلم باشندگانِ مملکت کو حدودِ قانون کے اندر مذہب و عبادت، تہذیب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و ثقافت اور مذہبی تعلیم کی پوری آزادی حاصل ہوگی اور انھیں اپنے شخصی معاملات کا فیصلہ اپنے مذہبی قانون یا رسم و رواج کے مطابق کرانے کا حق حاصل ہوگا۔

۱۱۔ غیر مسلم باشندگانِ مملکت سے حدودِ شرعیہ کے اندر جو معاہدات کیے گئے ہوں ان کی پابندی لازمی ہوگی، اور جن حقوقِ شہری کا ذکر دفعہ نمبر ۷ میں کیا گیا ہے ان میں غیر مسلم باشندگانِ ملک اور مسلم باشندگانِ ملک سب برابر شریک ہوں گے۔

۱۲۔ رئیسِ مملکت کا مسلمان اور مرد ہونا ضروری ہے، جس کے تدین یا صلاحیت اور اصابتِ رائے پر جمہور یا ان کے نمائندوں کو اعتماد ہو۔

۱۳۔ رئیسِ مملکت ہی نظمِ مملکت کا اصل ذمہ دار ہوگا، البتہ وہ اپنے اختیارات کا کوئی جزو کسی فرد یا جماعت کو تفویض کر سکتا ہے۔

۱۴۔ رئیسِ مملکت کی حکومت مستبدانہ نہیں بلکہ شورائی ہوگی، یعنی وہ ارکانِ حکومت اور منتخب نمائندگانِ جمہور سے مشورہ لے کر اپنے فرائض انجام دے گا۔

۱۵۔ رئیسِ مملکت کو یہ حق حاصل نہ ہوگا کہ وہ دستور کو کلاً یا جزواً معطل کر کے شوریٰ کے بغیر حکومت کرنے لگے۔

۱۶۔ جو جماعت رئیسِ مملکت کے انتخاب کی مجاز ہوگی وہی کثرتِ آراء سے اسے معزول کرنے کی بھی مجاز ہوگی۔

۱۷۔ رئیسِ مملکت شہری حقوق میں عامۃ المسلمین کے برابر ہوگا اور قانونی مواخذے سے بالاتر نہ ہوگا۔

۱۸۔ ارکان، عمالِ حکومت اور عام شہریوں کے لیے ایک ہی قانون و ضابطہ ہوگا، دونوں پر عام عدالتیں ہی اس کو نافذ کریں گی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۹۔ محکمہ عدلیہ محکمہ انتظامیہ سے علیحدہ اور آزاد ہوگا تاکہ عدلیہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں ہیئتِ انتظامیہ سے اثر پذیر نہ ہو۔

۲۰۔ ایسے افکار و نظریات کی تبلیغ و اشاعت ممنوع ہوگی جو مملکتِ اسلامی کے اساسی اصول و مبادی کے انہدام کا باعث ہوں۔

۲۱۔ ملک کے مختلف ولایات و اقطاع مملکتِ واحدہ کے اجزائے انتظامی متصور ہوں گے، ان کی حیثیت نسلی یا لسانی یا قبائلی واحدہ جات کی نہیں بلکہ محض انتظامی علاقوں کی ہوگی، جنھیں انتظامی سہولتوں کے پیشِ نظر مرکز کی سیادت کے تابع انتظامی اختیارات سپرد کرنا جائز ہوگا مگر ان کو مرکز سے علیحدگی کا حق حاصل نہ ہوگا۔

۲۲۔ دستور کی کوئی ایسی تعبیر معتبر نہ ہوگی جو کتاب و سنت کے خلاف ہو۔

اس مجلس میں شرکاء حضرات کے اسمائے گرامی کے ضمن میں دوسرا نمبر مولانا سید ابو الاعلی مودودی (امیرِ جماعتِ اسلامی، پاکستان) کا ہے، اور کل ۳۱ علما ہیں جن میں اہل حدیث، دیو بندی، بریلوی اور شیعہ سب شامل ہیں۔ اگرچہ یہ سب مسلمان ہیں مگر مسائلِ قضائیہ اور اعتقادیہ میں شدید اختلاف رکھتے ہیں، اگرچہ ہر فرقہ کو حدودِ قانون کے اندر پوری مذہبی آزادی حاصل ہے مگر اسلامی آئین میں اس آزادی کے استعمال کی کوئی وجہ جواز نہیں۔ اگر ایک فرقہ اعلانیہ بازاروں میں نوحہ گری، ماتم، تعزیہ پرستی کرتا ہے تو اہلِ سنت کے نزدیک یہ حرکت قابلِ برداشت نہیں، اسی طرح اگر ایک فرقہ علانیہ قبر پرستی میں مبتلا ہے تو اسلامی آئین میں اس کو بھی چھٹی نہیں دی جا سکتی۔ اس اختلاف کے شر کو کم کرنے کے لیے جب تک کوئی پابندی عائد نہ کی جائے، مثلاً ان امور کو شارع عام یا عام پبلک مواضع میں نہ کیا جائے، اس وقت تک اس فریق کے ساتھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انصاف کی صورت پیدا نہیں ہو سکتی جو ان امور کو حرام یا ایمان کے منافی سمجھتا ہے اور نہی عن المنکر کا فریضہ اس پر عائد ہوتا ہے۔ پھر اس پابندی کے بعد بھی مسلم لیگی طرز کی حکومت قائم ہوگی، نہ کہ وہ حکومت جس کی دعوت مودودی صاحب نے شروع کی ہے، پس اس مجلس میں شرکت اگر کسی مصلحت پر مبنی نہیں تو لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ مودودی صاحب نے اپنے سابقہ رویے کے خلاف اس مجلس کے فیصلہ پر اتفاق ظاہر کیا ہے۔

ان بنیادی اصولوں کی فہرست میں نمبر اول میں اس قسم کی ترمیم ہے جو مودودی صاحب کی تحریک کی بنیاد کے منافی ہے کیونکہ اس میں تشریعی اور تکوینی کی قید لگا کر حکم کی باقی شقوں، کو جن میں حکومت کا آئین بھی داخل ہے، اس حکم سے خارج کر دیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے۔

مودودی صاحب اور مسئلۂ کشمیر:

جب ریاستِ کشمیر کے، جو پاکستان کے ساتھ ایک قسم کا معاہدہ رکھتی تھی، راجہ اور ہندو رعایا نے مسلم باشندگانِ کشمیر پر مظالم ڈھانے شروع کیے اور مسلم باشندگان نے بھی آزادی کا علم بلند کر دیا اور جہادِ حریت شروع کر دیا تو ہندوستان نے راجہ کے کہنے پر اپنی فوجیں کشمیر میں داخل کر دیں، اور یہ امر اس عہد کے خلاف تھا کہ کسی ریاست کے باشندوں کی کثرتِ رائے معلوم کرنے کے بغیر کوئی مملکت ہندوستان یا پاکستان اس ریاست کو اپنے میں شامل نہ کرے گا مگر افسوس کہ ہندوستان نے اس کی مخالفت کی۔ جب پاکستان نے یہ دیکھا کہ اب معاملہ بہت نازک ہو چکا ہے اور ہندو فوج زیادہ دلیر ہوگئی ہے، خطرہ ہے کہ وہ اب پاکستان پر حملہ نہ کر دے، اس وقت اس نے اپنی فوجیں کشمیر کی زمین میں داخل کر دیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس وقت مولوی مودودی صاحب نے یہ فتویٰ صادر کیا کہ اس وقت کشمیر میں مجاہدین کی مدد کرنا قرآن مجید کے حکم کے خلاف ہے، اس کی وجہ یہ بیان کی کہ پاکستان اور ہندوستان میں جنگ نہ کرنے پر معاہدہ ہو چکا ہے، اب اگر پاکستان سرزمینِ کشمیر میں آزاد کشمیر کے مجاہدین کی مدد کرے گا تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ وہ معاہدہ کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔

اور یہ دلیل ان کی سخت کمزور تھی کیونکہ ہندوستان اور پاکستان میں کشمیر کے معاملے میں ابھی تک نزاع تھا، کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا۔ معاہدے کا تعلق صرف تقسیم شدہ ہندوستان و پاکستان کے ساتھ تھا کہ کوئی مملکت ایک دوسرے پر حملہ نہ کرے اور نہ کوئی عقل مند کشمیر کے معاملے کو معاہدۂ مذکور کے نیچے داخل سمجھتا ہے، چنانچہ ہندوستان نے جب یو، این، او میں اپنا یہ دعویٰ پیش کیا کہ پاکستان جارح ہے، اس کی کوئی شنوائی نہ ہوئی بلکہ انخلا اور انتخاب کا فیصلہ ہوا۔ ہندوستان مولوی مودودی کے فتویٰ کے مطابق برابر چیختا اور چلاتا رہا کہ ہمارا دعویٰ یہ تھا کہ پاکستان جارح ہے مگر یو، این، او کے کان میں جوں بھی نہیں رینگی۔

مولوی شبیر احمد صاحب نے بھی مولوی مودودی کو خط لکھا کہ یہ آپ نے سخت غلطی کھائی ہے، اس لیے بذریعۂ توبہ اس کا تدارک کریں مگر مودودی صاحب نے عجیب طرح سے اس کا تدارک کیا، کہنے لگے: چونکہ پاکستان نے اپنی فوجوں کے داخل ہونے کا اقبال کر لیا ہے، اس واسطے اب جنگ کرنا اور آزاد کشمیر کی مدد کرنا جائز ہے، حالانکہ اب تک کسی فریق نے بھی یہ نہیں تصور کیا کہ ہندوستان پاکستان کے خلاف یا پاکستان ہندوستان کے خلاف نبرد آزما ہے ؎

مدعی سست گواہ چست

اور دلیل بھی عجیب ہے کہ پاکستان نے اقبال کر لیا ہے کہ میری فوجیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہاں موجود ہیں۔ اگر پاکستان کو اپنی فوجیں وہاں لے جانا اور آزاد کشمیر کی مدد کرنا شرعاً ممنوع تھا تو یہ اقبال ایک قسم کا اقبالِ جرم ہوگا، پس اقبالِ جرم سے کیسے آئندہ کے لیے جرم کی اجازت ہوگی یا اقبالِ جرم کیسے آئندہ کے لیے وجۂ جواز بن گیا؟

مودودی صاحب اور فقہی مسائل:

۱۔ سوال: مطالبہ کیا جاتا ہے کہ صحیح معنوں میں مسلمان بننے کے لیے آدمی کو لباس اور چہرے کی اسلامی وضع قطع اختیار کرنی چاہیے، براہ کرم بتائیے کہ اس سلسلے میں اسلام نے کیا احکام دیے ہیں؟

جواب: لباس اور چہرے کی وضع وقطع کے متعلق آپ نے سوال کیا ہے، اس کا جواب تو میں دیے دیتا ہوں لیکن اس سے پہلے آپ یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ ظاہر کی اصلاح باطن کی اصلاح پر مقدم نہ ہونی چاہیے۔ سب سے پہلے اپنے آپ کو قرآنی معیار کے مطابق حقیقی مسلمان بنانے کی کوشش کیجیے، پھر ظاہر کی تبدیلی اس قدر کرتے چلے جائیں جس حد تک باطن میں واقعی تبدیلی ہوتی جائے، ورنہ مجرد ضابطہ وقانون کو سامنے رکھ کر اگر آپ نے اپنے ظاہر کو اس نقشہ پر ڈھال لیا جو حدیث وفقہ کی کتابوں میں ایک متقی انسان کے ظاہری نقشہ کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے، اور اندر تقویٰ پیدا نہ ہوا تو آپ کی مثال ایسی ہوگی جیسے تانبے کے سکے پر اشرفی کا ٹھپہ لگا ہوا ہو، اشرفی کا ٹھپہ لگانا کوئی بڑا مشکل کام نہیں ہے، بہت آسانی سے جس سستی سے سستی دھات پر چاہیں اس کو لگا سکتے ہیں لیکن زرِ خالص بہم پہنچانا ایک مشکل کام ہے اور بہت مدت کی کیمیا گری سے یہ چیز حاصل ہوا کرتی ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے ہاں ایک مدت سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظاہر پر غیر معمولی زور دیا جاتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اشرفی کے ٹھپے کے ساتھ تانبے، لوہے، سیسے اور ہر قسم کی گھٹیا دھاتوں کے سکے چل پڑے ہیں، عملی دنیا کا بازار ایسا بے لاگ صراف ہے کہ وہ زیادہ مدت تک اس جعل سازی سے دھوکہ نہیں کھا سکتا۔ کچھ مدت تک تو ہماری دھوکے کی اشرفیاں چل گئیں لیکن اب بازار میں کوڑی بھر بھی ان کی قیمت باقی نہیں رہی ہے۔ پس ہمیں (اسلامی جماعت) جس قسم کی دینداری پیدا کرنی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اشرفی کا ٹھپہ لگانے سے پہلے سونے کا سکہ بننے کی کوشش کریں۔ لباس اور چہرے کی وضع اور ایسے ہی دوسرے ظواہر کے متعلق نبی ﷺ نے جتنی ہدایات دی ہیں وہ مدینہ طیبہ کے آخری پانچ چھ برسوں کی ہیں، اس سے پہلے پندرہ سولہ سال تک آپ اپنے متبعین میں تقویٰ اور احسان کی وہ صفات پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہے جن کا مفصل نقشہ قرآن مجید اور احادیثِ نبوی ﷺ میں بیان ہوا ہے۔ اس ترتیب پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے جس کو تزکیۂ نفس کی خدمت پر مقرر فرمایا تھا اس نے بھی پہلے اپنی پوری توجہ مال خام کو کندن بنانے ہی پر صرف کی تھی، پھر جب کندن بنا لیا تب اس پر اشرفی کا نقش مرتسم کیا۔

”لیکن اس تقدیم و تاخیر کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اسے احکامِ شرعی کی تعمیل سے جی چرانے کا بہانہ بنا لیا جائے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی متقیانہ وضع بنانے سے پرہیز کیا جائے جس کی تہہ میں واقعی تقویٰ اور خدا ترسی موجود نہ ہو، اور جس کے اندر اسلامی اخلاق کی روح مفقود ہو۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''لباس کے متعلق اسلام نے جس پالیسی کا تعین فرما دیا ہے وہ یہ ہے کہ آپ ایسی وضع میں رہیں جس میں آپ کو دیکھ کر ہر شخص معلوم کر سکے کہ آپ مسلمان ہیں۔ بحیثیت مجموعی آپ کی وضع قطع کفار سے مشابہ نہیں ہونی چاہیے۔

''داڑھی کے متعلق نبی ﷺ نے کوئی مقدار مقرر نہیں کی ہے، صرف یہ ہدایت فرمائی ہے کہ رکھی جائے۔ آپ اگر داڑھی رکھنے میں فاسقین کی وضعوں سے پرہیز کریں، اتنی داڑھی رکھ لیں جس پر عرفِ عام میں داڑھی رکھنے کا اطلاق ہوتا ہو، جسے دیکھ کر کوئی شخص اس شبہ میں مبتلا نہ ہو کہ شاید چند روز سے آپ نے داڑھی نہیں مونڈی ہے تو شارع کا منشا پورا ہو جاتا ہے، خواہ اہلِ فقہ کی استنباطی شرائط پر وہ پوری اترے یا نہ اترے۔

''سر کے بالوں کے متعلق صرف یہ ہدایت ہے کہ کچھ مونڈنا اور کچھ رکھنا ممنوع ہے۔ موجودہ زمانے میں جس قسم کے بالوں کو پنجاب میں بودے کہتے ہیں اور جنھیں یو، پی میں انگریزی بال کہا جاتا ہے، ان کے ناجائز ہونے کی مجھے کوئی دلیل نہیں ملی، لیکن ایک غیر مسلم قوم کی ایجاد کردہ وضع کو سر چڑھانے میں کراہت کا پہلو ضرور ہے، اور اسی لیے میں نے اس وضع کو بدل دیا ہے۔''

(رسائل و مسائل: ۱۷۸ تا ۱۸۱، ترجمان القرآن رمضان، شوال ۶۲ھ ستمبر، اکتوبر ۴۳ء)

اس مسئلہ میں یہ چند وجوہ کلام ہے:

۱۔ جب ایک شخص مسلمان ہوتا ہے تو اس پر جمیع فرائض و واجبات کا ادا کرنا اور تمام محرمات سے بچنا لازم ہو جاتا ہے۔ شریعت نے جن فرائض کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متعلق کچھ شرائطِ زمانی وغیرہ مقرر کی ہیں ان کے علاوہ ان کے مراتب کا لحاظ یا ان کی ترتیبِ نزولی کا خیال کرتے ہوئے تقدیم و تاخیر کرنا جائز نہیں، چہ جائیکہ مناسب ہو، مثلاً نماز پہلے فرض ہوئی اور شراب بعد میں حرام ہوئی، روزہ پہلے فرض ہوا اور زکوۃ بعد میں فرض ہوئی۔ اب جو مسلمان ہوگا اس کے لیے عمل کرنے میں ترتیب نہیں ہوگی، بلکہ اسی وقت اس پر شراب کا ترک کرنا فرض ہوگا اور نماز بھی لازم ہوگی، اسی طرح جب ایک شخص مسلمان ہوتا ہے یا مسلمان بالغ ہوتا ہے تو اس پر تمام فرائض اپنے اپنے اوقات و شرائط کے ساتھ لازم ہو جاتے ہیں۔ کسی ایک کا اہم ہونا اور دوسرے کا اتنا اہم نہ ہونا یا اس سے کم درجہ ہونا اس بات کو نہیں چاہتا کہ ان دونوں میں عملی ترتیب پیدا کی جائے۔

۲۔ تقوے کا تعلق اگرچہ دل کے ساتھ ہے مگر اس کے مظاہر تمام اعضاء ہیں۔ جو شخص متقی ہوگا ضروری ہے کہ اس کا اثر اس کے جمیع اعضاء پر ظاہر ہو، اس میں تقسیم کی گنجائش نہیں۔

۳۔ چہرے کی وضع کے متعلق جب آپ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ داڑھی کی کوئی حد مقرر نہیں تو اس صورت میں اس میں عملی مراتب کی گنجائش نہیں رہتی، صرف دو ہی صورتیں بنتی ہیں: ایک منڈوانا جو معصیت ہے، ایک رکھنا جو طاعت ہے، اور رکھنے کے مراتب میں بلحاظِ طاعت یا تقوے کی علامت ہونے کے کوئی فرق نہیں کیونکہ داڑھی کی مقدار کی جتنی بھی صورتیں ہوں گی سب متبادل ہوں گی، اس میں کسی ایک کو دوسری پر ترجیح نہیں ہوگی۔ یہی حال سر کے بالوں کا ہے، اس میں ایک صورت معصیت ہے، یعنی بعض سر کا منڈوانا اور بعض کا رکھنا۔ ایک صورت طاعت ہے۔ انگریزی بال آپ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے نزدیک حقیقت میں ایک مباح صورت ہے، تقوے کے منافی نہیں، پس حقیقت کے اعتبار سے چہرے کی وضع میں تقویٰ کے اعتبار سے کوئی مختلف مراتب نہیں۔ پس آپ کا یہ کہنا: ''پھر ظاہر کی تبدیلی اس قدر کرتے جائیں جس حدتک باطن میں واقعی تبدیلی ہوتی جائے۔'' بالکل بے معنی ہوا۔

۴۔ کسی آدمی کا یہ دعویٰ کرنا کہ میں متقی بن گیا ہوں، شریعت کے خلاف ہے۔قرآن مجید میں ہے:

﴿ فَلَا تُزَكُّوٓا أَنفُسَكُمْ ﴾ [النجم: ۳۲]

''اپنے آپ کو پاک نہ کہو۔''

پس اس صورت میں اگر کسی کو ظاہری تبدیلی میں باطنی تبدیلی کا پابند بنا دیا جائے تو اس کو ظاہری تبدیلی کرنے میں تحیر اور تردد رہے گا بلکہ آپ کسی کو بھی ظاہر کی تبدیلی کا حکم نہیں دے سکتے کیونکہ آپ کسی کے باطن سے واقف نہیں۔

۵۔ پھر اشرفی کے ساتھ تشبیہ دینا بھی لغو ہے کیونکہ ٹھپہ جس چیز پر لگایا جائے اس سے الگ نہیں ہوتا، پس تانبے پر جو ٹھپہ لگایا جائے وہ سونے پر منتقل نہیں ہوسکتا، بخلاف باطنی اور ظاہری فرائض کے۔ اگر کوئی شخص ایک کا پابند ہو تو صرف دوسرے حصے پر عمل کرنے سے وہ بری الذمہ ہوسکتا ہے، اس لیے اگر کسی شخص میں صرف ظاہری فرائض ہوں تو اس کو باطنی فرائض کی طرف متوجہ کرنا چاہیے، نہ یہ کہ اس کو یہ کہا جائے کہ پہلے باطن کو درست کرے، پھر اس کے مطابق ظاہر کو درست کرے۔

۶۔ جو داڑھی کے متعلق لکھا ہے کہ اتنی رکھ لیں جس پر عرفِ عام میں داڑھی رکھنے کا اطلاق ہوتا ہو تو شارع کا منشا پورا ہوجاتا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ شارع نے صرف داڑھی رکھنے کے متعلق ہی نہیں کہا بلکہ ایسے الفاظ بولے ہیں جن سے داڑھی رکھنے سے زیادہ کچھ مفہوم ہوتا ہے، مثلاً ایک لفظ "وفروا" ہے جس کا معنی ہے: وافر اور زیادہ کرو۔ زیادہ کرنا محض رکھنے سے کچھ زیادہ مطلب رکھتا ہے۔

☆ ایک لفظ ہے: "أرخوا" جس کا معنی ہے: لٹکاؤ۔ یعنی داڑھی کو گرہ کر کے اکٹھا نہ کرو بلکہ گرہ باندھنے کے بغیر ہی لٹکاؤ۔

☆ ایک لفظ ہے: "أوفوا" "داڑھی پوری کرو۔" یہ لفظ بھی رکھنے سے زائد معنی ادا کرتا ہے۔

☆ ایک لفظ ہے "اعفوا" "داڑھی بہت کرو۔" امام بخاری نے اس کا معنی اس طرح بیان کیا ہے کہ یہ لفظ "عفو" سے مشتق ہے اور اس کا معنی ہے: "کثروا" (بہت) ہوگئے۔[1]

ان افادات کے ظاہر کا اقتضا یہ ہے کہ داڑھی کے ساتھ بالکل تعرض نہ کیا جائے، جیسے امام نووی وغیرہ نے اس کو اختیار کیا ہے۔

جو لوگ اس امر کے قائل ہیں کہ داڑھی ایک مشت تک رکھنی چاہیے وہ مندرجہ ذیل دلائل پیش کرتے ہیں:

۱۔ ترمذی کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ داڑھی کو طول و عرض سے لیا کرتے تھے۔[2] یہ حدیث غریب ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں: جو راوی

---

[1] صحيح البخاري: كتاب اللباس، باب إعفاء اللحى.

[2] سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٧٦٢) امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے "غریب" کہا ہے۔ اس کی سند میں عمر بن ہارون ہے جسے ابن معین وغیرہ نے کذاب کہا ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو "موضوع" کہا ہے۔ (سلسلة الأحاديث الضعيفة: ١/ ٤٥٦، رقم الحديث: ٢٨٨)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث میں ہے وہ منکر ہے (یعنی عمر بن ہارون) میں نے اس کی کوئی روایت، سوائے اس کے، منکر نہیں دیکھی۔[1] یہ حدیث اگرچہ مطلق ہے مگر یہ قاعدہ ہے کہ فعل کے لیے عموم نہیں ہوتا، یعنی اگر آنحضرت ﷺ سے کوئی فعل مروی ہو اور اس کے بہت سے افراد ہوں تو اس سے سب افعال مراد نہیں لیے جا سکتے، اگر کوئی قرینہ ہو تو اس کی بنا پر خاص فرد مراد لیا جائے گا۔ یہاں مندرجہ ذیل دو دلیلیں (جو داڑھی کے ساتھ تعرض کرنے کو جائز سمجھنے والے پیش کرتے ہیں) قرینہ بن سکتی ہیں:

۲۔ اتحاف النبلاء میں نواب صدیق حسن خان نے حافظ ابن قیم سے مسند ابویعلی کے حوالے سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے داڑھی بڑھانے کے لیے کہا تو لوگوں نے اس پر عمل کرنا شروع کیا تو ان کو کچھ تنگی محسوس ہوئی۔ آنحضرت ﷺ کے آگے اس تنگی کی شکایات کی تو آپ نے فرمایا: ''ایک مشت سے اوپر کاٹ دیا کرو۔'' اس حدیث سے کاٹنے کی رخصت معلوم ہوتی ہے مگر اس کی سند کا حال معلوم نہیں۔

۳۔ عبداللہ بن عمر ایک مشت سے اوپر داڑھی کٹا دیا کرتے تھے۔ حضرت عمر اور ابوہریرہ سے بھی ایسا مروی ہے۔ داڑھی کا بلا قید بڑھانا کسی صحابی سے ثابت نہیں ہوا۔[2]

پس ان تمام ادلہ کو اگر جمع کیا جائے تو کم از کم داڑھی کی مقدار چار انگل معلوم ہوتی ہے، اس سے کم رکھنے کے متعلق کوئی دلیل میری نظر سے نہیں گزری۔

---

[1] مگر ایک جماعت نے عمر بن ہارون کو مطلقاً ضعیف کہا۔ (فتح) [مؤلف]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٥٥٥٣) فتح الباري (١٠/ ٣٥٠) المصنف لابن أبي شيبة (٥/ ٢٢٥، رقم الحديث: ٢٥٤٨١)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

داڑھی کے متعلق مذاہبِ اربعہ کا فیصلہ:

۱۔ شافعیہ:

"أما اللحية فإنه يكره حلقها ، والمبالغة في قصها، فإذا زادت علىٰ القبضة فإن الأمر فيه سهل."

" داڑھی کا مونڈنے اور کٹانے میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے، اور قبضہ (مٹھی بھر) سے زائد میں کوئی حرج نہیں۔"

۲۔ حنفیہ:

"يحرم حلق لحية الرجل، ويسن أن لا تزيد في طولها علي القبضة، فما زاد علىٰ القبضة يقص، ولا بأس بأخذ أطراف اللحية."

"آدمی کا داڑھی مونڈنا حرام ہے اور ایک قبضہ سے زائد نہ ہونے دینا سنت ہے، مٹھی بھر سے جو زائد ہو اس کو کٹانا چاہیے، اور داڑھی کے کناروں کو کاٹنا جائز ہے۔"

۳۔ مالکیہ:

يحرم حلق اللحية .

"داڑھی مونڈنا حرام ہے۔"

۴۔ حنابلہ:

"يحرم حلق اللحية، ولا بأس بأخذ ما زاد علىٰ القبضة، فلا يكره قصه كما لا يكره تركه، وكذا لا يكره أخذ ما تحت حلقه من الشعر."[1]

"ڈاڑھی مونڈنا حرام ہے اور قبضہ کے اوپر کٹانے میں کوئی حرج

[1] دیکھیے: الفقه على المذاهب الأربعة للجزائري (٢/ ٤٥)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں، اگر نہ کٹائے پھر بھی کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح حلق کے نیچے جو بال ہوں ان کے مونڈنے میں کوئی حرج نہیں۔

۵۔ فقہ المذاہب:

"وعن الحسن البصري أنه يؤخذ من طولها وعرضها مالم يفحش، وعن عطاء نحوه، وحمل هؤلاء النهي على منع ما كانت الأعاجم تفعله من قصها وتخفيفها." [1]

(فتح الباري، جز: ٢٤ ص: ٤٩٧)

"حسن بصری سے مروی ہے کہ داڑھی کو طول وعرض سے کٹانا جائز ہے مگر بہت زیادہ نہ کٹائے۔ عطاء سے بھی اسی طرح آیا ہے۔ ان کے نزدیک نہی کا مطلب یہ ہے کہ جیسے عجمی کٹایا کرتے تھے اس طرح نہ کٹائے۔"

مذکورہ بالا عبارات اور احادیث میں نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کم از کم ایک قبضہ کی مقدار رکھنا لازمی ہے۔

دوسرا مسئلہ:

۲۔ سوال: ایک صاحب نے ہمارے ایک سوال کے جواب میں آپ کا حوالہ دیتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ غیر صالح العقیدہ لوگوں کے پیچھے بھی عام مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھ لینی چاہیے، اور تفرقہ سے اجتناب کرنا چاہیے۔ ہمیں یاد ہے کہ آپ نے ایک خط میں ایسے ہی ایک سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ جس شخص کے متعلق مشرکانہ عقائد رکھنا بالکل متحقق ہو جائے اس کے پیچھے تو نماز پڑھنے سے احتراز کرنا چاہیے مگر جس شخص کے عقائد کی حقیقت معلوم نہ ہو اس کی امامت

[1] فتح الباري (١٠/ ٣٥٠)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نماز پڑھنی چاہیے۔ ان دونوں جوابات میں جو فرق ہے اس کی وجہ سے یہاں بہت پیچیدگی پیدا ہوگئی، ذرا وضاحت کے ساتھ صحیح مسلک کی نشان دہی فرمائیں۔

جواب: آپ کو جو جواب یہاں سے دیا گیا تھا وہ یہ تھا کہ کوئی صریح مشرکانہ فعل یا قول یا عقیدہ، جس کے لیے تاویل کی قطعاً گنجائش نہ ہو اور جس کے ماننے والے یا کرنے والے کے لیے یہ فیصلہ کیے بغیر چارہ نہ ہو کہ وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے، ایسے قول یا فعل کے مرتکب کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیے، لیکن عام طور پر مسلمانوں کے مختلف گروہوں کے درمیان بحثوں اور مناظروں اور نزاعوں نے یہ کیفیت پیدا کر دی ہے کہ ہر گروہ دوسرے کو گمراہ ٹھہرانے اور اس سے دور بھاگنے کے لیے دلیلیں ڈھونڈتا ہے، اور بات بات پر فرقے بنتے ہیں، مسجدیں الگ ہوتی ہیں، شادی بیاہ کے تعلقات منقطع ہوتے ہیں، یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ جو لوگ سب کی اصلاح کے لیے اٹھے ہوں ان کے لیے صحیح طریقہ یہی ہے کہ وہ سب مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھیں اور ان میں جو اخلاقی اور اعتقادی خرابیاں پائیں، ان کو ہمدردی اور محبت کے ساتھ دور کرنے کی کوشش کریں، ورنہ نمازیں الگ کر لینے کا فائدہ بجز اس کے اور کچھ نہ ہوگا کہ ہم بھی ایک فرقہ بن کر رہ جائیں گے، ہمارے اور عام مسلمانوں کے درمیان ایک دیوار کھڑی ہو جائے گی جسے عبور کرنا محال ہو جائے گا۔

”رہا یہ اندیشہ کہ جس شخص کو آپ اپنے نزدیک گمراہی اور شرک میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مبتلا پاتے ہیں، اس کی نماز چونکہ آپ کے عقیدے کے مطابق مقبول نہیں ہے، اس لیے اگر آپ اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے تو آپ کی نماز نہ ہوتو یہ اصلاح غلط ہے، اول تو آپ یہ فیصلہ کرنے کے مجاز ہی نہیں ہیں کہ کس کی نماز مقبول ہوگی اور کس کی نہ ہوگی، ایسے فیصلے کرنے کے بجائے زیادہ بہتر ہے کہ آپ اپنی نماز کی مقبولیت کے لیے بھی دعا کریں اور دوسروں کی نماز کی مقبولیت کے لیے بھی۔ دوسرے یہ کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ پوری جماعت کی نماز امام کی نماز کے ماتحت ایک مجموعے کی شکل میں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوتی ہے، اگر امام کی نماز مقبول نہ ہوتو سارے مقتدیوں کی نماز بھی غیر مقبول ہوجائے۔ جماعت کی پابندی تو مسلمانوں کو ایک امت بنانے کے لیے ہے، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ہر فرد کی نماز انفرادی حیثیت ہی سے خدا کے حضور پیش ہوتی ہے، اگر وہ مقبول ہونے کے قابل ہوتو بہر حال مقبول ہوکر رہتی ہے، خواہ امام کی نماز مقبول ہو یا نہ ہو۔''

(ترجمان القرآن، ذیقعدہ، ذی الحجہ ۶۳ھ/ نومبر، دسمبر ۸۴ء)

اس جواب میں دراصل وہی تناقض موجود ہے جو سائل کے پیش کردہ دو جوابوں میں تھا، سوال تو یہ تھا کہ آپ ایک جواب میں لکھتے ہیں کہ مشرکانہ عقائد والے کے پیچھے نماز پڑھنے سے احتراز کرنا چاہیے، اور ایک جواب میں لکھتے ہیں کہ غیر صالح العقیدہ لوگوں کے پیچھے بھی عام مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھ لینی چاہیے۔ پھر جواب میں بھی یہی دورخی ہے، اولاً یہ لکھا ہے کہ کوئی صریح مشرکانہ فعل یا قول یا عقیدہ جس کے لیے تاویل کی گنجائش نہ ہو۔ اس سے صاف معلوم ہوتا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ بعض عام مسلمانوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیے، مگر اخیراً یہ لکھ دیا ہے کہ مقتدی کی نماز کا فاسد ہونا امام کی نماز کے فساد سے وابستہ نہیں ہے، ہو سکتا ہے کہ امام کی نماز نہ ہو مگر مقتدی کی نماز ہو جائے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مشرک کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے۔

امام کی نماز کا فساد مقتدی کی نماز میں سرایت کرتا ہے یا نہیں؟ اس میں اگرچہ ائمہ کا اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں: کرتا ہے، جیسے (حنفیہ) اور بعض کہتے ہیں: نہیں کرتا، جیسے اہلِ حدیث، مگر مشرک کے بارے میں سب ائمہ متفق ہیں کہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

"يشترط لصحة الجماعة شروط: منها الإسلام، فلا تصح إمامة غير المسلم باتفاق، فمن صلىٰ خلف رجل يدعي الإسلام ثم تبين له أنه كافر، فإن صلاته التي صلاها خلفه تكون باطلة وتجب عليه إعادتها." [1] (فقه المذاهب)

"جماعت کے صحیح ہونے کے لیے چند شرائط ہیں، ان میں سے ایک اسلام ہے، غیر مسلم کی امامت درست نہیں، یہ مسئلہ اتفاقی ہے۔ اگر کوئی شخص اسلام کے مدعی کے پیچھے نماز پڑھے، بعد میں پتہ چلے کہ وہ کافر تھا تو اس کی یہ نماز باطل ہوگی، اس کو چاہیے کہ دوبارہ پڑھے۔"

اصل میں پہلے جواب کی بنا اپنے مسلک کی صحت پر تھی اور دوسرے جواب کی بنا مداہنت پر۔

پھر اس جواب میں جو یہ کہا گیا ہے کہ اول تو آپ یہ فیصلہ کرنے کے مجاز ہی نہیں ہیں کہ کس کی نماز قبول ہوگی اور کس کی نہ ہوگی، بالکل بے ہودہ ہے، کیونکہ انسان اپنے علم کا مکلّف ہے نہ کہ دوسرے کے علم کا۔ جب ایک انسان

[1] الفقه على المذاهب الأربعة للجزائري (١/ ٦٤٠)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے اعتقاد کے مطابق ایک شخص کو مشرک سمجھتا ہو تو لا محالہ اس کو ایسے آدمی کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔

پھر یہ کہنا کہ جماعت کی پابندی تو مسلمانوں کو ایک امت بنانے کے لیے ہے، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ہر فرد کی نماز انفرادی حیثیت ہی سے خدا کے حضور پیش ہوتی ہے۔ بھی صحیح نہیں کیونکہ جماعت کا فائدہ صرف ایک امت بنانا ہی نہیں بلکہ اس کے بہت سے فائدے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ستائیس فائدے بیان کیے ہیں۔[1] ان میں ایک یہ بھی ہے کہ امام کی وجہ سے مقتدیوں کی نماز میں یک جہتی پیدا ہوتی ہے اور اسی بنا پر امام کے قرب و جوار میں رحمت کا نزول زیادہ ہوتا ہے، اور تعاکسِ انوار کی بنا پر جماعت والی نماز انفرادی نماز سے بڑھ جاتی ہے۔

اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ہر فرد کی نماز انفرادی حیثیت سے پیش ہوتی ہے تو انفرادی نماز بھی مختلف حالات میں مختلف شرائط سے مشروط ہو سکتی ہے، جیسے اقتدا کے لیے امام کا درمیان میں ہونا ضروری ہے، اگر ایک مقتدی ہو تو برابر کھڑا ہو مگر آگے کھڑا نہیں ہو سکتا، اسی طرح جہری نمازوں کی اقتدا میں جہر ممنوع ہو جاتا ہے۔ انھی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ امام مسلمان ہو، مشرک اور کافر نہ ہو، پس انفرادی حیثیت میں ہر فرد کی نماز کا پیش ہونا اس بات کو نہیں چاہتا کہ انفرادی حالت پر اس کو قیاس کر کے صرف وہی شرائط اس کے لیے مقرر کی جائیں جو منفرد کی نماز کی صحت کے لیے لازمی ہیں۔ پھر جب ہر ایک شخص کی نماز، خواہ جماعت سے پڑھی جائے، انفرادی حیثیت ہی سے پیش ہوتی ہے تو ہر حالت میں نماز ہو جانی چاہیے، ''کوئی صریح مشرکانہ فعل یا قول... الخ'' کہنے کی کیا ضرورت ہے؟!

[1] فتح الباري (٢/ ١٣٣)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسرا مسئلہ:

۳۔ مودودی صاحب سے چند سوالات کیے گئے، ان میں سے ایک یہ ہے:

''از روئے شریعت نماز میں رفع یدین کرنے یا نہ کرنے کا مسئلہ کیا حیثیت رکھتا ہے؟ کیا ترکِ رفع سے آدمی دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے؟''

اس کا جواب اس طرح لکھتے ہیں:

''رفع یدین کرنا یا نہ کرنا، آمین زور سے کہنا یا آہستہ کہنا اور ایسے ہی دوسرے امور صرف اسی وقت تک شرعی اعمال ہیں جب تک کوئی شخص ان کے ترک یا فعل کو اس بنا پر اختیار کرے کہ اس کی تحقیق میں صاحبِ شریعت سے ایسا ہی ثابت ہے، یا یہ کہ ایسا کرنا دلائلِ شرعیہ کی بنا پر راجح اور اولیٰ ہے۔ مگر جب یہی اعمال کسی مخصوص فرقے کے شعار بن جائیں اور ان کا ترک یا فعل وہ علامت قرار پائے جس کی بنا پر یہ فیصلہ کیا جانے لگے کہ آپ کس فرقہ میں داخل اور کس سے خارج ہیں، پھر انھیں علامتوں کے لحاظ سے یہ بھی ہونے لگے کہ کون اپنا ہے اور کون غیر ہے، تو اس صورت میں رفع یدین کرنا یا نہ کرنا یا آمین زور سے کہنا یا آہستہ کہنا ایسے ہی دوسرے امور ترک اور فعل دونوں یکساں بدعت ہیں اور بدترین قسم کی بدعت ہیں، اس لیے کہ سنتِ رسول اللہ ﷺ میں بجائے خود تو ان اعمال کا ثبوت ملتا ہے لیکن اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ ان اعمال کو مسلمانوں کے اندر گروہ بندیوں اور فرقہ سازیوں کے لیے علامات اور شعائر بنایا جائے، ایسا کرنا دراصل حدیث کا نام لے کر صاحبِ حدیث علیہ السلام کے منشا کے بالکل برعکس کام کرنا ہے اور اس اصل کام کو غارت کرنا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جس کے لیے نبی ﷺ دنیا میں تشریف لائے۔

”اب اس مسئلہ کی فقہی حیثیت کو لیجیے۔ رفع یدین کے متعلق نبی ﷺ سے پانچ مختلف طرزِ عمل منقول ہیں:

ا۔ ابن عمر کی روایت، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور تین مواقع پر رفع یدین کرتے تھے: افتتاحِ صلوۃ کے وقت، رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھ کر۔[1]

ب۔ مالک بن حویرث کی روایت، جس میں دو موقعوں پر رفع یدین کا ذکر ملتا ہے: افتتاحِ صلوۃ کے وقت اور رکوع سے اٹھ کر۔[2]

ج۔ وائل بن حجر کی روایت، جس میں چار مواقع پر اس کا ہونا مذکور ہے: افتتاحِ صلوۃ کے وقت، رکوع میں جاتے ہوئے، رکوع سے اٹھتے ہوئے اور سجدے کے موقع پر۔[3]

د۔ ابو حمید ساعدی کی روایت، اس میں چار مواقع پر رفع یدین کا ذکر ہے مگر چوتھا موقع سجدہ کی بجائے تیسری رکعت میں قعدہ سے اٹھنے پر بیان کیا گیا ہے۔[4]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٧٠٢) صحيح مسلم، رقم الحديث (٣٩٠)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٧٠٤) صحيح مسلم، رقم الحديث (٣٩١) مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے تین مواقع، یعنی افتتاحِ صلوۃ، رکوع جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفعِ یدین ثابت ہے جیسا کہ مصنف رحمہ اللہ نے بھی آگے ذکر کیا ہے اور مذکورہ بالا حوالہ جات میں بھی موجود ہے۔

[3] صحيح مسلم، رقم الحديث (٤٠١) وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے سجدوں میں رفع یدین ثابت نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

[4] سنن الترمذي، رقم الحديث (٣٠٤) اسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے ”حسن، صحیح“ اور امام ابن حبان، ابن خزیمہ، ابن الجارود اور خطابی رحمہم اللہ وغیرہ نے صحیح کہا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ر۔ عبداللہ بن مسعود اور براء بن عازب کی روایت، جس میں صرف ایک مرتبہ رفع یدین کرنے کا ذکر ہے، یعنی افتتاحِ صلوۃ کے موقع پر۔ ❶

ان مختلف روایات میں سے (ا) کو امام شافعی، احمد اور ابوثور نے، نیز اہلحدیث اور اہل الظاہر کی اکثریت نے اختیار کیا ہے، اور ایک روایت امام مالک سے بھی یہی ہے کہ وہ اس کو ترجیح دیتے ہیں۔ (د) کو اہل حدیث کے ایک گروہ نے مرجح ٹھہرایا ہے، اور (ر) کو ابراہیم نخعی، شعبی، سفیان ثوری، ابوحنیفہ اور تمام فقہائے کوفہ نے ترجیح دی۔ لیکن یہ واضح رہے کہ سوال صرف ترجیح کا ہے نہ کہ رد و قبول کا، ائمہ سلف میں سے کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ جن مختلف طریقوں کا ذکر مذکورہ بالا حدیث میں آیا ہے ان میں سے کسی پر حضور نے عمل نہیں کیا تھا بلکہ کہتے صرف یہ ہیں کہ جس خاص طریقہ کو ہم نے مرجح قرار دیا ہے وہ حضور کا عام معمول تھا اور دوسرے طریقوں پر آپ کبھی کبھی عمل کر لیتے تھے۔

"پس جب معاملہ کی حقیقت یہ ہے تو ان طریقوں میں سے جس پر کوئی عمل کر رہا ہے، حدیث ہی کی پیروی کر رہا ہے، اور اس پر نکیر کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ اتباعِ پیغمبر پر نکیر کی جاتی ہے، جس کی جرأت مقلدین کو بھی زیبا نہیں، کجا کہ اہل حدیث اس کا ارتکاب کریں۔

---

❶ سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٥٧) سنن أبي داود، رقم الحديث (٧٤٩) ابن مسعود کی روایت کے متعلق سنن ترمذی ہی میں عبداللہ بن مبارک کا یہ قول ہے کہ ابن مسعود کی حدیث ثابت نہیں ہے۔ (سنن الترمذي، رقم الحديث: ٢٥٦) اور براء بن عازب کی حدیث کا مدار یزید بن ابی زیاد پر ہے جو بالاتفاق ضعیف ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''پھر اگر کوئی شخص ان طریقوں میں کسی ایک طریقہ پر جامد ہونے کی بجائے وقتاً فوقتاً ان سب طریقوں پر عمل کرتا رہا جو حدیث میں مذکور ہیں تو یہ نبی ﷺ کی زیادہ صحیح و مکمل پیروی ہوگی، اور لفظ عمل بالحدیث کا اطلاق اس طرزِ عمل پر زیادہ صحیح معنی میں ہوگا۔''
(ترجمان القرآن: رجب، شعبان، ۶۴ھ/ جولائی، اگست ۴۵ء)

اس عبارت میں بچند وجوہ کلام ہے:

۱۔ مسائلِ اختلافیہ میں جب ایک ناظر غور وفکر کرتا ہے تو عام طور پر وہ غور وفکر کے بعد اس اختلاف کی حیثیت یا تو صرف دو متبادل افعال کی سمجھتا ہے کہ یہ اختلافِ تنوع ہے، دونوں طرح جائز ہے، خواہ دونوں کو مساوی سمجھے یا نہ سمجھے۔ دوسرا اختلافِ تضاد ہے، یعنی یہ سمجھے کہ شارع سے صرف ایک شق ہی ثابت ہے، پس اس صورت میں مسئلہ کی اختلافی حیثیت کا تقاضا یہ ہے کہ دوسری شق پر عمل کرنے والے کو معذور خیال کرے، اپنا اجتہاد اس پر ٹھونسنے کی کوشش نہ کرے، اپنے مسلک پر عمل کرے اور جس طرح اس کی صحت یا ترجیح اس کے دماغ میں آئی ہے اس کو نیک نیتی سے بیان کرے۔ اگر کسی شخص کے دماغ میں ایک مسئلہ اختلافی کے دونوں پہلو اختلافِ تنوع کی صورت میں آئے ہیں تو وہ اپنی جگہ دونوں پہلوؤں پر عمل کرے اور لوگوں پر ان دونوں شقوں کا جائز ہونا واضح کرے۔ جو فریق صرف ایک شق کو جائز سمجھتا ہے، اس کو حق نہیں پہنچتا کہ اپنا اجتہاد اس پر ٹھونسے۔

پس رفعِ یدین کے مسئلہ میں تین مسلک ہیں:

۱۔ ایک فریق رکوع کو جاتے اور سر اٹھاتے وقت رفع یدین ممنوع خیال کرتا ہے، خواہ اس بنا پر کہ آنحضرت ﷺ نے ان مواقع پر رفع یدین بعد میں چھوڑ دیا اور اس سے منع کر دیا، یا اس بنا پر کہ آنحضرت ﷺ سے ان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مواقع پر رفع یدین ثابت ہی نہیں۔

۲۔ دوسرا فریق دونوں جگہ رفع یدین کرنا اور چھوڑنا جائز سمجھتا ہے، کیونکہ رفع یدین سنت ہے واجب نہیں، اس لیے اس کا ترک بھی جائز ہے۔

۳۔ تیسرا فریق جو رفع یدین ضروری خیال کرتا ہے، خواہ اس کا ترک اس کے نزدیک نماز کو باطل کرنے والا ہو یا نہ ہو۔

پس مسئلہ کے اختلافی ہونے کا تقاضا یہی ہے کہ ہر فریق جس کو حق سمجھتا ہے اس کے مطابق عمل کرے، اور دوسرے فریق کو معذور خیال کرے نہ کہ وہ دوسرے فریق میں شامل ہوجائے، یعنی پہلا اور تیسرا فریق اپنے مسلک کو دوسرے فریق کا ہم خیال بنالے، جیسا کہ مودودی صاحب نے سمجھا ہے۔

۲۔ جب ایک فریق ایک شق ہی کو جائز تصور کرتا ہو تو اس صورت میں اس فریق کو حق پہنچتا ہے کہ دوسرے فریق کو معذور خیال کرتا ہو۔ آزادیٔ رائے کے اظہار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہے کہ میرے نزدیک یہی شق حق ہے، پس اس کو بدعت یا بدترین قسم کی بدعت قرار دینا مسئلہ کی نوعیت کے تقاضے سے بے خبری کی بنا پر ہے۔

۳۔ اختلاف صرف ترجیح کا نہیں بلکہ رد و قبول کا بھی ہے۔ امام بخاری نے کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے ترک ثابت نہیں اور بہت سے محدثین نے ان کی موافقت کی ہے۔ حنفیہ کے ہاں یہ بات مشہور ہے کہ رفع یدین منسوخ ہے یا غیر ثابت ہے بلکہ امام ابو حنیفہ کی طرف جو مناظرہ منسوب ہے اس میں بھی امام صاحب نے یہی کہا کہ رفع یدین ثابت نہیں۔[1]

۴۔ پھر مختلف فیہ احادیث کی سندوں پر بحث کرتے ہوئے محدثین نے مندرجہ

[1] اس مناظرہ کی حقیقت کے متعلق تفصیل کے لیے دیکھیں: دین الحق لفضیلۃ الشیخ مولانا داود ارشد حفظہ اللہ (۱/۳۹۲)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذیل نتائج نکالے ہیں:

ا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں تین مواقع پر رفع یدین ثابت ہے اور ان کے ساتھ ابو حمید، مالک بن حویرث، ابو ہریرہ، انس، حضرت عمر، حضرت ابو بکر، ابو موسیٰ، حضرت علی وغیرہ رضی اللہ عنہم سترہ سے بھی زیادہ صحابہ نے موافقت کی ہے، اور یہ حدیث تواتر کے درجے کو پہنچ گئی ہے۔

ب۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کو امام ترمذی نے حسن کہا ہے مگر بہت سے محدثین نے اس کی تضعیف کی ہے، اور براء بن عازب کی روایت بالاتفاق ضعیف ہے۔

ج۔ کسی صحابی سے صحیح سند کے ساتھ ترک ثابت نہیں ہے۔

د۔ سجدے کے موقع پر رفع یدین ثابت نہیں بلکہ حضرت علی، حضرت ابن عمر اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہم سے سجدہ میں رفع یدین کی نفی ثابت ہے۔

ہ۔ صحیح بخاری میں مالک بن حویرث کی روایت میں تین مواقع پر رفع یدین کرنے کا ذکر موجود ہے۔[1]

چوتھا مسئلہ:

۴۔ ”سوال: تفہیم القرآن میں سود کی حرمت والی آیت ﴿فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ﴾ [البقرة: ٢٧٥] پر حاشیہ لکھتے ہوئے جناب نے جو استدلال فرمایا ہے اس پر مجھے اطمینان نہیں ہے۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں کہ وہ شخص جو پہلے کے کمائے ہوئے مال سے بدستور لطف اٹھاتا رہا ہے تو بعید نہیں کہ وہ اپنی اس حرام خوری کی سزا پا کر رہے۔“ سوال یہ ہے کہ سود کے حرام ہونے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا عمل فرمایا؟ اگر انھوں نے اختلافی حیثیت

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٧٠٤) صحيح مسلم، رقم الحديث (٣٩١)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی بنا پر مستحقین کو مال واپس کیا ہے تو آپ کا استدلال صحیح ہو سکتا ہے۔ نیز اگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل ایسا ثابت ہے تو آپ کو تفہیم القرآن میں اس کا حوالہ دینا چاہیے۔

جواب: اس معاملہ میں قرآن کے الفاظ پر شاید آپ نے توجہ نہیں کی۔ ﴿ فَلَهُ مَا سَلَفَ ﴾ کہنے کے بعد ﴿ وَ اَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ﴾ جو فرمایا گیا ہے اس کا آخر کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ اس کے معنی یہی تو ہو سکتے ہیں کہ جو کچھ پہلے کسی نے سود کھایا ہے یہاں اس کی معافی کا اعلان نہیں کیا گیا ہے بلکہ اس کے مقدمہ کو زیرِ تجویز رکھا گیا ہے۔ اگر وہ اپنی سود سے جمع کی ہوئی دولت کو اپنے لیے عیش و راحت اور شان و شوکت کا ذریعہ بنائے تو اس کی حیثیت ایسے شخص کی ہوگی جو اپنے پچھلے گناہوں پر کوئی ندامت نہیں رکھتا، اس لیے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ بھی اس شخص سے مختلف ہوگا جو اپنے پچھلے گناہوں پر نادم ہو اور اپنی ظلم و جور سے کمائی ہوئی دولت کو اپنے عیش پر خرچ کرنے کے بجائے خلق اللہ کی خدمت پر صرف کرے تاکہ اس کے جرم کی کسی حد تک تلافی ہو جائے جو وہ حالتِ جاہلیت میں کرتا رہا ہے۔

''اس معاملہ کے متعلق اگر کوئی نظائر ہمیں تاریخ میں نہ بھی ملیں تو اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ حکم کے منشا کی طرف جو صریح اشارہ قرآن شریف کر رہا ہے اس سے ہم آنکھیں بند کر لیں۔''

(ترجمان القرآن: محرم، صفر، ۶۴ھ/ جنوری ۴۵ء)

اس جواب میں بہ چند وجوہ کلام ہے:

۱۔ جب کوئی شے حرام ہو تو اس کے لیے قرآن مجید نے یہی قانون پیش کیا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ حرمت سے پہلے جو کچھ معاملہ ہو وہ معاف ہوتا ہے، جیسے خمر کی حرمت بیان کرنے کے بعد فرمایا:

﴿ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا ﴾ [المائدة: ٩٣]

''جو حرمت سے پہلے ایماندار نیک آدمیوں نے کھایا پیا اس میں کوئی مواخذہ نہیں۔''

اسی طرح جب مشرکین کے لیے استغفار کی ممانعت کی تو فرمایا:

﴿ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ﴾ [التوبة: ١١٥]

''اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ہدایت کرنے کے بعد گمراہ نہیں ٹھہراتا، جب تک ان کے لیے ممنوع چیز کھول کر بیان نہ کر دے۔''

اسی طرح نکاح کی بعض صورتوں کو جب حرام ٹھہرایا تو ساتھ ہی کہہ دیا کہ ماضی پر کوئی گرفت نہیں:

﴿ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ﴾ ''جو پہلے ہو چکا وہ قابلِ مواخذہ نہیں۔''

اسی طرح شکار کی حرمت بیان کرنے کے بعد فرمایا:

﴿ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ﴾ ''گزشتہ سے اللہ نے معافی دی۔''

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے تفسیر میں لکھا ہے:

''أي من بلغه نهي الله عن الربا فانتهىٰ حال وصول الشرع إليه فله ما سلف من المعاملة لقوله ﴿ عفا الله عما سلف ﴾ وكما قال النبي ﷺ يوم فتح مكة: ''وكل رباً في الجاهلية

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موضوع تحت قدمي هاتين وأول رباً أضع ربا العباس.[1]

ولم يأمرهم برد الزيادات المأخوذة في حال الجاهلية بل عفا عما سلف كما قال تعالیٰ: فله ما سلف وأمره إلى الله.[2]

''جس کو سود کی حرمت کا علم ہو جائے وہ فوراً تائب ہو جائے، جو کام پہلے کر چکا وہ اسی کا ہوا، چونکہ اللہ نے فرمایا ہے کہ گزشتہ سے معافی ہے، اور آنحضرت ﷺ نے بھی فتحِ مکہ کے دن فرمایا: ''جاہلیت کا سود میرے قدموں کے نیچے ہے، میں سب سے پہلے عباس رضی اللہ عنہ کا سود اٹھاتا ہوں۔ آپ جو سابقہ سود دے چکے تھے اس کے واپس کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ پہلے سے معافی کا اعلان کیا، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: جو پہلے لے چکا لے چکا، اس کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف کر دیا ہے۔

۲۔ اگر سود میں دوسرے شخص کی حق تلفی ہو تو اس کے بری ہونے کی یہ صورت نہیں کہ حرام کمائی کو خلق اللہ کی خدمت میں صرف کرے بلکہ جس کا حق ہے اس کو دے۔ حرام کی کمائی سے صدقہ کرنا یا خلق اللہ کی خدمت کرنا قابلِ قبول عمل نہیں:

«إن الله طيب، لا يقبل إلا طيبا»[3] (حديث)

''اللہ پاک ہے، وہ پاک (حلال) چیز ہی قبول کرتا ہے۔''

---

[1] سنن أبي داود (٣٣٣٤) سنن الترمذي (٣٠٨٧) جامع الأصول لابن الأثير (٣/ ٤٥٩، ١٧٩٦) یہ آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تھا نہ کہ فتح مکہ کے روز، جیسا کہ روایات میں اس کی تصریح موجود ہے۔ واللہ اعلم

[2] تفسير ابن كثير (١/ ٧٠٩)

[3] صحيح مسلم، رقم الحديث (١٠١٥)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر اصل مالک نہ ملے تو اس صورت میں وہ اپنی ملک سے نکال دے، اگر صدقہ کرے تو اصل مالک کی طرف سے صدقہ کی نیت کرے، جیسے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس قسم کا ایک اثر امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔❶

۳۔ اور لفظ ﴿أمره إلى الله﴾ میں اس قسم کی کوئی صراحت نہیں کہ یہ مقدمہ اس معنی سے زیرِ تجویز ہے کہ ابھی تک باوجود انتہا (آئندہ رک جانے) کے بھی اس کی معافی معلق ہے، بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس میں فیصلہ صادر کریں گے جیسے اور امور میں صادر فرمائیں گے، اور وہ فیصلہ یہی ہوگا کہ جو شخص تحریم کی خبر سن کر رک گیا اور سود لینا چھوڑ دیا اس کو معاف کریں گے۔ پھر ایسے آدمیوں کے مختلف حالات ہوتے ہیں، کبھی رأس المال کے وصول کرنے میں سختی کرتے ہیں، کبھی نرمی، کبھی زیادتی اور کبھی درگزر سے کام لیتے ہیں، ان مختلف حالات کی بنا پر فیصلے کی نوعیت مختلف ہوسکتی ہے، اس لحاظ سے ایسے شخص کا معاملہ زیرِ تجویز ہوسکتا ہے۔

۴۔ اپنے عیش میں خرچ کرنا اگر جائز ہے تو اس صورت میں حرمت سے پہلے کا سود اور دوسری حلال کمائی دونوں برابر ہیں، اگر حرام ہے تو اس میں حلال کمائی کا صرف کرنا بھی منع ہے۔

پانچواں مسئلہ:

۵۔ سوال: ”کتاب علاماتِ قیامت (مؤلفہ مولانا شاہ رفیع الدین صاحب ومترجم مولوی نور محمد صاحب) میں امام مہدی کے متعلق مسلم و بخاری کے حوالہ سے چند روایات درج ہیں لیکن تحقیق کرنے پر مسلم و بخاری میں مجھے اس قسم کی کوئی حدیث نہ مل سکی۔ اسی کتاب میں ایک

---

❶ صحيح البخاري، كتاب الطلاق، باب حكم المفقود في أهله وماله. حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی سند جید ہے۔ دیکھیں: فتح الباري (٩/ ٤٣٠) تغليق التعليق (٤/ ٤٦٩)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت یہ بھی درج ہے: بیعتِ مہدی کے وقت آسمان سے یہ ندا آئے گی: ((هذا خليفة الله المهدي فاسمعوا له وأطيعوا.)) [1] اس روایت کے متعلق آپ کی تحقیق کیا ہے؟

جواب: کتاب علاماتِ قیامت میں جس روایت کا ذکر کیا ہے، اس کے متعلق میں نفیاً یا اثباتاً کچھ نہیں کہہ سکتا، اگر وہ صحیح اور فی الواقع حضور نے خبر دی ہے کہ مہدی کی بیعت کے وقت آسمان سے ندا آئے گی کہ ((هذا خليفة الله المهدي فاسمعوا له وأطيعوا)) تو یقیناً میری وہ رائے غلط ہے جو تجدید واحیائے دین میں میں نے ظاہر کی ہے لیکن مجھے یہ توقع نہیں ہے کہ حضور ﷺ نے ایسی بات فرمائی ہوگی۔ الخ" (رسائل ومسائل صفحہ: ۷۵، ترجمان القرآن رجب ۶۵ھ/ جون ۴۶ء)

۱۔ سوال تو یہ تھا کہ حدیثِ مذکور کے متعلق آپ کی تحقیق کیا ہے؟ مگر جواب یہ دیا گیا ہے کہ اگر یہ روایت صحیح ہو تو میری یہ رائے غلط ہے مگر مجھے توقع نہیں ہے کہ حضور نے ایسی بات فرمائی ہوگی۔

۲۔ پھر اس روایت کو محض استبعاد کی بنا پر رد کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں:

"قرآن مجید کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی نبی کی آمد پر آسمان سے ایسی ندا نہیں آئی۔" (رسائل ومسائل، ص: ۷۵)

حالانکہ یہ بات ظاہر ہے کہ خرقِ عادات میں تشابہ اور مماثلت کا ہونا ضروری نہیں۔ ہمارے نبی کا معجزہ کلام ہے مگر دیگر انبیاء علیہم السلام کے معجزات کلام کی قسم کے نہ

---

[1] الأربعون في المهدي لأبي نعيم الأصفهاني (ص: ١٤، رقم الحديث: ١٦) مسند الشاميين للطبراني (٩٣٧) الكامل لابن عدي (٥/ ٢٩٥) اس کی سند میں عبدالوہاب بن ضحاک راوی متروک ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے یہ روایت اس کی منکرات و موضوعات میں شمار کی ہے۔ (ميزان الاعتدال، رقم: ٥٣٢١)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے، آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء تھے مگر سابق انبیاء علیہم السلام خاتم نہ تھے۔ آپ کی خصوصیات پانچ صد تک پہنچ جاتی ہیں۔ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ بیٹھے تھے، آسمان کے دروازے کی آواز آپ نے سنی اور ایک فرشتہ وہاں سے اترا۔ جیسے مشکوۃ میں ہے۔[1] اسی طرح حدیث ہے: «أسمع ما لا تسمعون» "میں جو سنتا ہوں تم نہیں سنتے۔" اس کے بعد فرمایا: «أطت السماء» "آسمان چڑ چڑ کر رہا ہے۔"[2]

چھٹا مسئلہ:

٦۔ جناب کی ان سطور سے کہ وہ جدید ترین طرز کا لیڈر ہوگا۔ یہ شبہ کیا جارہا ہے کہ آپ خود امام مہدی ہونے کا دعویٰ کریں گے۔ (رسائل و مسائل، ص: ۷۱)

> یہ ارشاد کہ اس سے شبہ کیا جا رہا ہے کہ تُو خود امام مہدی ہونے کا دعویٰ کرے گا۔ اس کے جواب میں میں ہر قسم کے دعوؤں سے اپنا دامن بچاتے ہوئے اپنے خدا کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔"
>
> (رسائل و مسائل، ص: ۷۵)

معترض کو شاید یہ معلوم نہیں کہ مولوی صاحب کا یہ خیال ہے کہ ممکن ہے کہ مہدی کو بھی یہ علم نہ ہوگا کہ میں مہدی ہوں بلکہ وہ اپنا کام کر کے دنیا سے رخصت ہوجائے گا۔ ہوسکتا ہے کہ اس کی وفات کے بعد لوگ اس کا کارنامہ دیکھ کر اس کو مہدی کہنے لگیں۔ پس جب کہ مولوی صاحب کا خیال یہ ہے تو سوال کی نوعیت یہ ہونی چاہیے کہ آپ کی عبارت پڑھنے سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ آپ کو لوگ آپ کے پیچھے امام مہدی کہنا نہ شروع کر دیں گے۔ اس لیے آپ بطور پیش بندی یہ لکھ دیں کہ میں مہدی نہیں، اس لیے مجھے میرے بعد مہدی نہ سمجھا جائے، جو

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٨٠٦)

[2] سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٣١٢) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٤١٩٠) امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے "حسن غریب" اور امام حاکم و ذہبی رحمہما اللہ نے صحیح کہا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھے گا وہ غلطی پر ہے، میں اس سے بری ہوں کیونکہ مہدی کے اوصاف مجھ پر منطبق نہیں ہوتے۔ امید ہے کہ مولوی صاحب اس قسم کے سوال کا جواب دینے سے خاموشی بہتر سمجھیں گے، جیسا کہ آپ پہلے ایک مکالمہ میں، جو کاظمی سے ہوا تھا، خاموشی اختیار کر چکے ہیں، جس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ آپ مہدی کی پیش گوئی کا مصداق بننے کی توقع رکھتے ہیں، اس لیے آپ کو چاہیے کہ آپ اپنی زندگی میں اپنے مہدی ہونے کی نفی کر جائیں تاکہ یہ شبہ زائل ہو جائے۔

ساتواں مسئلہ:

۷: ''ایک عالمِ دین اور صاحبِ دل بزرگ خطبات اور سیاسی کش مکش، جلد (۳) پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ملازمتیں غیر اللہ کی اطاعت کی تعریف میں نہیں آتیں، یہ تو اپنی اور اپنے اہلِ ملک کی خدمت ہے۔ یہ حد درجہ غلط طریق کار ہے کہ خزائنِ ارض پر ہندو اور سکھ بطورِ حاکم مسلط ہوں اور مسلمان شودر کی حیثیت میں صرف مطالبہ گزار بن کر رہ جائیں، اور ملازمت کریں بھی تو اس کی آمدنی کو حرام سمجھ کر کھایا کریں۔'' میں حیران ہوں کہ ان کو کیا جواب دوں؟

جواب: جس صاحب کے اعتراض کا آپ نے ذکر کیا ہے، اگر ان کے متعلق آپ یہ نہ لکھتے کہ وہ عالمِ دین اور صاحبِ دل ہیں تو ان کے اعتراضات کو پڑھ کر میں اس کے بالکل برعکس رائے قائم کرنے پر مجبور ہوتا اور صبر کر لیتا، لیکن اب آپ سے یہ معلوم کر کے کہ وہ ماشاء اللہ دل اور دین دونوں رکھتے ہیں، ان کے یہ خیالات میرے لیے سخت حیرت کے موجب ہیں۔ علم رکھنے والے لوگ جب اس قسم کی باتیں کریں تو اس سے کوسوں دور رہنا چاہیے، بھکے ہوئے جاہلوں کو سمجھایا جا سکتا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر بھٹکے ہوئے عالموں کو سمجھانے کی کوشش فضول ہے۔ جو کچھ میں لکھ چکا ہوں اس سے زیادہ اور کچھ لکھنا میرے بس میں نہیں ہے، اور اگر اس کو پڑھ کر بھی ان لوگوں کو اطمینان نہیں ہوتا، تو جس راستہ پر چل رہے ہیں، اسی پر چلے جائیں، مرنے کے بعد حقیقت ان پر کھل جائے گی اور مجھ پر۔" (ترجمان القرآن: محرم، صفر ۶۳ھ)

سوالِ مذکور پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کتاب سیاسی کش مکش اور خطبات سے مولوی صاحب کی تسلی نہیں ہوئی، اس لیے وہ مزید تحقیق چاہتے ہیں بلکہ ان کے دماغ میں اس کے خلاف دلائل موجود ہیں۔ بحیثیتِ عالم ہونے کے ان کا حق ہے کہ تحقیق کریں اور بحیثیتِ صاحبِ دل ہونے کے ان کے لیے لازم ہے کہ کسی چیز کو حرام کہنے سے پہلے اس پر ٹھوس دلیل معلوم کر لیں کیونکہ کسی حلال کو حرام کہنے پر قرآن میں سخت وعید وارد ہے:

﴿وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

[النحل: ۱۱۶، ۱۱۷]

"جو زبان سے تم کہہ رہے ہو محض اسی بنا پر تم یہ نہ کہتے رہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، یہ اللہ پر جھوٹ اور افترا ہے، جو اللہ پر جھوٹ جوڑتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوں گے، دنیا میں چند روز فائدہ ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔"

پس ایک صاحبِ دل کے لیے ضروری ہے کہ کسی شے کو حرام کہنے سے پہلے اس کی دلیل معلوم کر لے۔ کسی مصنف کی تحریر سے، جس کی بنا اس کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجتہاد اور استنباط پر ہو، ضروری نہیں کہ دوسرا عالم بھی اس کے ساتھ موافقت کرے، اس پر چیں بچیں ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیے، اس قسم کے الفاظ ''عالمانہ جاہلیت'' اور طنز آمیز خطابات ''کہ وہ ماشاء اللہ دل اور دین دونوں رکھتے ہیں، مرنے کے بعد حقیقت ان پر کھل جائے گی اور مجھ پر بھی، ان سے کوسوں دور رہنا چاہیے'' سے احتراز کرنا چاہیے۔ اور جو جواب میں یہ لکھا ہے ''اور کچھ لکھنا میرے بس میں نہیں۔'' اتنا ہی کافی ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے: اگر کسی سوال کا جواب نہ بن سکے تو تکلف سے جواب کی کوشش نہ کرے، صرف یہ کہہ دے: "لا أدري" (میں نہیں جانتا) یہ کہنا بھی آدھا علم ہے۔ [1] اپنے علم پر اتنا اعتماد نہیں کرنا چاہیے کہ دوسرے کو بالکل بے سمجھ سمجھنے لگے۔

ا۔ سوال میں عدمِ تسلی کی وجوہ بھی بیان کی گئی ہیں:

الف۔ ملازمتیں غیر اللہ کی اطاعت کی تعریف میں نہیں آتیں۔

ب۔ خزائنِ ارض پر ہندو اور سکھ حاکم مسلط ہوں۔

ج۔ ملازمت کریں تو اس کی آمدنی کو حرام سمجھ کر کھایا کریں۔

پھر سائل بھی مولوی صاحب کے ساتھ ان شکوک کے مؤثر ہونے میں ہم

---

[1] سنن الدارمي (۱/ ۷٤) یہ امام شعبی کا قول ہے جو حسن سند کے ساتھ مروی ہے۔ نیز ذم الکلام للهروي (۲/ ۲۱۹، رقم الحدیث: ۲۷۸) میں امام شعبی رحمہ اللہ کی روایت سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول منقول ہے اور اس میں "نصف العلم" کی بجائے "ثلث العلم" کے الفاظ ہیں لیکن اس کی سند میں شعبی اور ابن مسعود کے درمیان انقطاع ہے۔ "لا أدري" کہنا سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ ایک آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: زمین کا کون سا ٹکڑا بہترین ہے اور کون سا بدترین؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((لا أدري)) (صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۱۵۹۹) مستدرك حاکم (۱/ ۹۰) اسے امام حاکم و ذہبی اور ابن حبان رحمہ اللہ نے صحیح اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے حسن کہا ہے۔ نیز دیکھیے: جامع بیان العلم لابن عبد البر (۱/ ۳٦)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ میں حیران ہوں کہ ان کو کیا جواب دوں؟

وجہ اول کی تشریح اس طرح معلوم ہوتی ہے کہ حکومت کے قانون کی اطاعت معاہدے کی پابندی سے عبارت ہے، اور معاہدے کی پابندی اللہ کی اطاعت ہے۔ اس میں شرط ہے کہ معروف میں ہو نہ کہ منکر میں۔ جب کسی ملازمت میں اس امر کا لحاظ ہوتو وہ ملازمت قطعاً جائز ہے۔

وجہ ثانی کی تشریح اس طرح ہے کہ دنیا کی طیبات اور تزین کے اسباب اصل میں مسلمانوں کے لیے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ [الأعراف: ٣٢]

”یہ چیزیں دنیا میں مومنوں کے لیے ہیں۔“

جب مومنوں کے لیے ہیں تو وہ تحصیل سے محروم کیوں رہیں؟ جب تک کتاب وسنت میں ان کا حاصل کرنا ہمارے لیے ممنوع ثابت نہ ہو ہم اس وقت تک ہر جائز طریقے سے حاصل کر سکتے ہیں۔ اور تیسری وجہ کی تشریح اس طرح ہے کہ کسی شے کو حرام سمجھنا، پھر استعمال بھی کرتے جانا بے معنی بات ہے۔

اگر یہ شبہ ہو کہ حالتِ اضطرار میں اجازت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اجازت کی بنا پر وہ شے حلال ہوگی نہ کہ حرام۔

باوجود ان وجوہ کے مولوی صاحب کہے جا رہے ہیں کہ جو کچھ لکھ چکے ہیں وہ آخری نکتہ بحث ہے، اس کے آگے لکھنے کی گنجائش نہیں ہے۔ اور یہ تلقین کر رہے ہیں کہ ایسے عالموں سے دور رہنا چاہیے، یہ آخری ہتھ کنڈا ہے جس سے معتقدین کو پھانسا جا سکتا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متفرقات

مسیح کے بارے میں مولانا صاحب کا خیال:

فرماتے ہیں:

”پس قرآن کی روح سے زیادہ مطابقت اگر کوئی طرزِ عمل رکھتا ہے تو وہ صرف یہی ہے کہ رفعِ جسمانی کی تصریح سے بھی اجتناب کیا جائے اور موت کی تصریح سے بھی بلکہ مسیح علیہ السلام کے اٹھائے جانے کو اللہ تعالیٰ کی قدرت قاہرہ کا ایک غیر معمولی ظہور سمجھتے ہوئے اس کی کیفیت کو اسی طرح مجمل چھوڑ دیا جائے جس طرح خود اللہ تعالیٰ نے مجمل چھوڑ دیا ہے۔“ (تفہیم القرآن، ص: ۴۲۱)

”مسیح علیہ السلام کے رفع کا مسئلہ متشابہات میں سے ہے۔“

(کوثر: ۲۱ر فروری ۱۹۵۱ء)

”جہاں تک قرآن مجید کا تعلق ہے، حیاتِ مسیح و رفع الی السماء قطعی طور پر ثابت نہیں ہے، قرآن مجید کی مختلف آیات سے یقین نہیں ہوتا۔“

(تقریر مودودی صاحب بدورانِ درس مقام اچھرہ، لاہور: ۲۸ر مارچ ۵۱ء)

مولانا صاحب کا مذکورہ خیال اہلِ سنت کے خلاف ہے۔ قرآن مجید کے الفاظ کا مفہوم لیتے وقت اس بات کا خیال رکھنا بھی نہایت ضروری ہے کہ حدیث میں یہ مسئلہ کس طرح ہے اور امت نے بالاتفاق اس کا کیا مطلب لیا ہے؟ اگر کسی آیت کے مفہوم میں اتفاق ہو تو وہ قطعی ہو جاتا ہے، جیسے آیتِ خاتم النبیین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مفہوم ''آپ آخری نبی ہیں'' میں علماء کا اتفاق ہے، اور متواتر احادیث سے اس کی تعیین ہوتی ہے۔ پس قرآن مجید کی یہ آیت آنحضرت ﷺ کے آخری نبی ہونے میں قطعی ہوگی، پس اس کے منکر کا وہی حکم ہوگا جو قطعیات کے منکر کا ہوتا ہے۔

اسی طرح آیت ﴿ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ ﴾ کا مفہوم بلحاظِ سیاق و سباقِ ترکیب، احادیث اور اجماعِ اہلِ سنت کے رفعِ جسمانی میں متعین ہو چکا ہے، پس یہ مفہوم قطعی ہوگا، اس کا انکار ایک امرِ قطعی کا انکار ہوگا۔

یہ مسئلہ قرآن مجید نے مجمل نہیں چھوڑا، نہ یہ متشابہات سے ہے بلکہ قرآن مجید نے، جیسا میں نے اوپر ذکر کیا ہے، واضح طور پر اس کا ذکر کیا ہے، یعنی مسیح بجسدہ آسمان پر اٹھا لیے گئے۔ اس مفہوم کے سوا دوسرا مفہوم مراد لینا شواہد مذکورہ کی بنا پر غلط اور باطل ہے۔

﴿وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾

[النساء: ١٥٩]

''اس کی وفات سے پہلے تمام اہلِ کتاب اس پر ایمان لے آئیں گے۔''

ابوہریرہ کی حدیثِ موقوف اور مرفوع سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہاں موت سے مراد مسیح کی موت ہے۔[1] اور متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ یہ موت کا حادثہ قیامت کے قریب مسیح کے نزول کے بعد ہوگا۔

سیاقِ ترکیب کا تقاضا:

﴿ وَ مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ [النساء: ١٥٧، ١٥٨]

''مسیح کو یہود نے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا۔''

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٢٦٤) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٥٥) نیز دیکھیے: تفسير ابن أبي حاتم (٤/ ١١١٣، برقم: ٦٢٤٩) تفسير ابن كثير (٢/ ٤١٢)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے قتل کی نفی کی اور بعد میں رفع کا اثبات کیا۔ اس ترکیب کا تقاضا ہے کہ رفع سے ایسا رفع مراد لیا جائے جو قتل کے منافی ہو، اور یہ ظاہر ہے کہ جسمانی رفع ہی قتل کے منافی ہے نہ کہ فقط روح کا۔ بعض لوگ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ رفع سے مراد عزت کی موت ہے اور صلیبی قتل عزت کی موت نہ تھی کیونکہ تورات میں لکھا ہے: ''جو صلیب پر لٹکایا جائے وہ لعنتی ہوتا ہے۔''[1] پس آیت کا یہ مطلب ہوا کہ مسیح صلیب پر مقتول نہیں ہوئے بلکہ بستر پر عزت کی موت فوت ہوئے۔

یہ خیال سراسر باطل ہے کیونکہ صلیب پر مرنے سے وہ شخص لعنتی ہوتا ہے جو کسی جرم کی بنا پر صلیب پر لٹکا کر مارا جائے، صرف صلیبی موت لعنتی موت نہیں، نہ یہ تورات کا مطلب ہو سکتا ہے، ورنہ لازم آئے گا کہ آج تک جو بے گناہ صلیب پر مارے گئے سب لعنتی ہوں، اور یہ امر باطل ہے۔ پس جو شخص اللہ کی راہ میں صلیب پر مارا جائے اس سے بڑھ کر کون شخص عزت کی موت مر سکتا ہے؟

رفع کے متعلق سلف کی تفسیر:

رفع کے متعلق مفسرین کے تین قول ہیں:

۱۔ یقظہ (بیداری) میں اٹھائے گئے، جیسے آنحضرت ﷺ معراج میں جسم کے ساتھ آسمان پر تشریف لے گئے۔

۲۔ اٹھاتے وقت مسیح پر نیند وارد کی گئی، اور نیند کی حالت میں جسم کے ساتھ اٹھائے گئے۔

۳۔ ایک موقت موت وارد کی گئی، پھر زندہ کر کے جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے۔

یہ موقت موت کا قول عیسائیوں سے ماخوذ نہیں کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ مسیح صلیب پر مارے گئے، پھر زندہ ہو کر آسمان کی طرف اٹھائے گے۔ تیسرے

---

[1] بائبل استثناء، باب (۲۱) فقرہ (۲۳) گلتیوں، باب (۳) فقرہ (۱۳)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قول والوں اور عیسائیوں میں یہ فرق ہے کہ اس تیسرے قول والے مسلمان صلیب پر موت کے قائل نہیں، صلیبی حادثے کے اس طرح قائل ہیں کہ مسیح کو صلیب پر لٹکایا گیا ہے بلکہ وہ کہتے ہیں: مسیح مصلوب نہیں ہوئے مگر ان پر رفع سے پہلے موقت موت وارد ہوئی، حقیقت میں یہ موقت حقیقی موت نہیں بلکہ عرفی موت ہے۔ عرفی موت اور حقیقی موت میں یہ فرق ہے کہ عرفی موت میں حس و حرکت ختم ہو جاتی ہے مگر روح بدن سے الگ نہیں ہوتی اور حقیقی موت میں روح بدن سے الگ ہو جاتی ہے۔

جو لوگ موقت موت کے قائل ہیں وہ بھی مسیح علیہ السلام کے رفعِ جسمانی کے قائل ہیں۔ مسیح علیہ السلام کے رفعِ جسمانی کا مسئلہ امت کا اجماعی اور اتفاقی مسئلہ ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

پس مسیح کے رفع کو اس معنی میں مجمل خیال کرنا کہ قرآن نے رفع کے دو پہلوؤں میں سے ایک (موت اور جسمانی رفع) کی تصریح نہیں کی۔ بالکل غلط اور بے بنیاد امر ہے۔

ارکانِ اسلام کے متعلق مولانا کا نظریہ:

فرماتے ہیں:

”عام طور پر لوگ کہتے ہیں کہ اسلام کے پانچ ارکان: کلمۂ توحید و رسالت، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ ہیں۔ لوگ یہ سمجھتے رہے ہیں اور ایک مدت سے یہ غلط فہمی رہی ہے کہ ان ہی چیزوں کا نام اسلام ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ یہ ایک بڑی غلط فہمی ہے، اس سے مسلمانوں کا طریقہ اور طرزِ عمل پوری طرح سے بگڑتا گیا ہے۔“

(کوثر: ۹ رفروری ۵۱ء بیانِ مودودی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا صاحب کا یہ خیال معلوم ہوتا ہے کہ یہ چیزیں ارکانِ اسلام کے نام سے ویسے ہی مشہور ہوگئی ہیں، کتاب وسنت میں اس کی کوئی سند نہیں ملتی، محض غلطی کی بنا پر ایسا کہا جاتا ہے، اس کی وجہ سے مسلمانوں کا طرزِ عمل بگڑتا گیا ہے، حالانکہ دینی علم سے ادنیٰ واقفیت رکھنے والا بھی ان امور کے ارکانِ اسلام ہونے کو جانتا ہے۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب الایمان کو اسی حدیث سے شروع کیا ہے اور عبادات (نماز، زکوۃ، حج، روزہ) کی ترتیب میں اسی حدیث کو بنیاد قرار دیا ہے۔

امورِ مذکورہ کے ارکان ہونے کا ثبوت:

«بني الإسلام علیٰ خمس.»[1] (بخاری)

''اسلام پانچ ارکان پر بنایا گیا ہے۔''

اس حدیث میں صاف طور پر مذکور ہے کہ اسلام کی بنا پانچ چیزوں پر ہے: توحید و رسالت کا دل سے اقرار، نماز قائم کرنا، زکوۃ کا ادا کرنا، رمضان کے روزے اور بیت اللہ کا حج کرنا۔ (فتح الباری میں ان کو ارکان کہا گیا ہے)[2]

ان ہی چیزوں کو اسلام یا اسلام کے ارکان کیوں قرار دیا گیا ہے؟ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کتاب الایمان میں اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔[3] جس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کے معنی انقیاد کے ہیں، حقوق دو قسم کے ہیں: حقوق اللہ اور حقوق العباد۔ حقوق اللہ دو قسم پر ہیں: فرض اور مستحب۔ فرض دو قسم کے ہیں: فرضِ عین اور فرضِ کفایہ۔ حقوق العباد چونکہ بندوں کے حقوق ہوتے ہیں، اس

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٨) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٦)

[2] فتح الباري (١/ ٤٩)

[3] كتاب الإيمان (ص: ٣)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واسطے مطالبہ ان کی طرف سے قائم ہوتا ہے، ان کا ادا کرنا انقیادِ الٰہی کی بنا پر نہیں ہوتا، صرف انقیاد حقوق اللہ ہی میں ہوتا ہے۔ جو فرض ہیں وہ چونکہ دو قسم پر ہیں: ایک فرضِ عین اور ایک فرضِ کفایہ۔ فرضِ کفایہ چونکہ بعض کے ادا کرنے سے ساقط ہو جاتا ہے، اس واسطے صحیح معنی میں صرف انھی حقوق اللہ میں، جو فرضِ عین ہیں، انقیادِ الٰہی متحقق ہوتا ہے، وہ صرف یہی امور ہیں۔

پس اسلام سے مراد وہ انقیادِ الٰہی ہے جو لازم ہو، اور اس میں اللہ تعالیٰ کے آگے عاجزی ہو، یہ باتیں صرف انھی امور میں پائی جاتی ہیں۔

جہاد اگرچہ بہت اہم امر ہے مگر وہ مقصد میں داخل نہیں، مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی ہے۔ جہاد اگرچہ ایک معنی سے عبادت ہے اور بعض وقت وہ افضل عبادت بن جاتا ہے مگر پھر بھی اصل میں فرضِ کفایہ اور وسیلہ ہے، مقصد نہیں۔

زندگی کا مقصد اور زندگی کی ضروریات:

بعض چیزیں زندگی کے لوازم اور ضروریات سے ہیں مگر زندگی کا مقصد نہیں، جیسے کھانا پینا اور لباس وغیرہ انفرادی زندگی کی ضروریات سے ہیں مگر زندگی کا مقصد نہیں۔ اسی طرح بیوی اہلی زندگی کی ضروریات سے ہے مگر زندگی کا مقصد نہیں، یہی حال اجتماعی اور شہری زندگی کا ہے۔ حکومت اس بے اعتدالی اور تصادم کے رفع کرنے کے لیے ہے جو اجتماع سے پیدا ہو جاتا ہے اور ضروری ہے اگرچہ زندگی کے مقاصد سے نہیں کیونکہ زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے، اور یہ چیزیں حقیقت میں عبادت نہیں کیونکہ عبادت اس تعظیم کا نام ہے جو کسی غیبی قوت کا تصور کرتے ہوئے بجا لائی جائے۔

اور امورِ مذکورہ کی یہ حیثیت نہیں، اس لیے ان کو عبادت نہیں کہہ سکتے۔ جب یہ چیزیں عبادت نہ ٹھہریں تو ان کو زندگی کا مقصد بھی نہیں کہہ سکتے۔ ہاں،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کی اطاعت بھی عبادت ہے کیونکہ وہ بھی تعظیم کی ایک قسم ہے، بشرطیکہ تعظیم کی صورت میں کی جائے، اور اطاعت کا تعلق ہر چیز سے ہے، خواہ عبادت ہو یا عادت۔ پس ضروریاتِ زندگی کھانا، پینا، پہننا، لیٹنا، نکاح کرنا، خرید و فروخت، کاشکاری، مزدوری، تجارت، ملازمت اور حکومت میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرنا اور جائز و ناجائز میں فرق کرنا بھی عبادت ہے مگر یہ کام فی نفسہٖ عبادت نہیں ہیں، اس لیے ان کو دنیوی مفاد کی بنا پر کرنا ممنوع نہیں کہا جاتا، بخلاف ان امور کے جو فی نفسہٖ عبادت ہیں، ان کو دنیوی مفاد کی بنا پر کرنا منع ہے۔ پس ہمارے اس کلام سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو امور غیر عبادت ہیں ان کو عبادت عارض ہوتی ہے، اگر ان کو عبادت سے الگ کیا جائے تو اپنی جگہ دنیا کی آبادی اور زندگی میں ایک مستقل مقام رکھتے ہیں، ان کو زندگی کی ضروریات تو کہہ سکتے ہیں مگر زندگی کا مقصد نہیں کہہ سکتے۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور جہاد اگرچہ عبادات اور حقوق اللہ میں داخل ہیں مگر یہ وسائل میں مقاصد نہیں، اس لیے ان کو ارکانِ اسلام میں داخل نہیں کیا گیا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ چیزیں شریعت میں اہمیت نہیں رکھتیں، ان کی اہمیت سے انکار نہیں، صرف یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ ان کو ارکانِ اسلام میں کیوں نہیں لیا گیا؟

بعض وقت ذریعہ مقصد سے بڑھ جاتا ہے:

علم فی نفسہٖ ایک وسیلہ ہے، اس کے ذریعے انسان اپنی ذمہ داری سے واقف ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص محض علم پر اکتفا کرے اور عمل نہ کرے تو وہ قابلِ ملامت اور مذمت ٹھہرتا ہے۔ علم اگرچہ ذریعہ ہے مگر چونکہ عمل کی حقیقت سے آگاہ ہونے کا ذریعہ ہے، اس واسطے علم کا مقام عمل سے بلند ہے، یعنی عمل اس پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موقوف ہے مگر اتنی واقفیت حاصل کرنے کے بعد کہ جس سے انسان دائرۂ عمل کے حدود کو سمجھ لے، عمل کی اہمیت بلحاظِ مقصد ہونے کے بڑھ جاتی ہے۔

علم میں کمال پیدا کرنا فرضِ عین نہیں، شریعت میں مہارت حاصل کرنا فرضِ کفایہ ہے۔ نفلی عبادت سے علم کا مقام بلند ہے کیونکہ وہ فرضِ کفایہ ہے اور فرض کا درجہ نفل سے بلند تر ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

«فضل العالم على العابد كفضلي علىٰ أدناكم»[1]

''عالم کا درجہ عابد سے اتنا بلند ہے جتنا میرا درجہ تم میں سے ایک ادنیٰ آدمی پر ہے۔''

اس حدیث میں عبادت سے نفلی عبادت مراد ہے۔ اسی طرح فرضی جہاد کا درجہ نفلی عبادت سے بلند ہے اور فرضی عبادت کا درجہ فرض جہاد سے بلند ہے۔ نفلی جہاد سے نفلی عبادت (ذکر واذکار) کا درجہ بعض روایات (ترمذی)[2] کی بنا پر بلند معلوم ہوتا ہے۔

اگرچہ جہاد فرضِ کفایہ ہے مگر اس پر ایک جماعت کے قائم ہوتے ہوئے باقیوں کے لیے نفل بن جاتا ہے، یہی حال علم کے انتہائی مقام کا ہے۔

ضروریاتِ زندگی (کھانا، پینا، پہننا) اگرچہ مقصدِ زندگی نہیں مگر فرائض میں داخل ہیں۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے بعض حرام چیزیں بھی حلال ہوجاتی ہیں، بھوک کے وقت اگر حلال چیز میسر نہ ہوتو مردار، خون، خنزیر اور غیراللہ کی نذر و نیاز بھی حلال ہوجاتی ہے۔

اگر کوئی شخص بھوک ہوتے ہوئے بھی نہ کھائے اور اسی طرح مر جائے تو وہ

---

1. سنن الترمذي، برقم (٢٦٨٥) امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن غریب صحیح'' کہا ہے۔
2. سنن الترمذي، رقم الحديث (٣٣٧٧)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرام کی موت مرتا ہے۔ پس ان امورِ مذکورہ (توحید و رسالت کا اقرار، نماز، روزہ، حج، زکوۃ) کے ارکان ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ باقی چیزوں کی ضرورت نہیں بلکہ یہ مطلب ہے کہ اسلام کے ارکان صرف یہی امور ہو سکتے ہیں، اور جو شخص ان امور پر پابند ہو ضروری ہے کہ وہ باقی امور ضروریہ کا بھی پابند ہو۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک شخص امورِ مذکورہ کی پورے طور پر پابندی کرے اور باقی اہم امور کو پیچھے چھوڑ دے۔ جو شخص بظاہر ارکانِ اسلام کا پابند معلوم ہوتا ہے اور باقی اہم اور ضروری باتیں ترک کر دیتا ہے، حقیقت میں ارکانِ اسلام کا پورے طور پر پابند نہیں ہے، یعنی اس کے دل میں اطمینان نہیں ہے، وہ رسمی طور پر اسلام کا قائل اور اس پر عامل ہے۔ ان چیزوں کو ارکانِ اسلام کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ ان پر ظاہری طور پر عمل کرنا بھی انسان کو کسی بلند مقام پر پہنچا دیتا ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ اگر کوئی شخص ان پر ظاہر اور باطن سے عمل کرنے لگے تو وہ مسلم کہلانے کا مستحق ہو جاتا ہے، اس کے اندر وہ تمام اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں جو ایک مسلم کے متعلق شریعت نے لازم قرار دیے ہیں۔

مودودی صاحب نے امورِ مذکورہ کے ارکانِ اسلام ہونے سے کیوں انکار کیا ہے؟

ان کا خیال ہے کہ پوجا پاٹ کے طریقوں کو مذہب کہا جاتا ہے، اور اسلام اس معنی میں مذہب نہیں بلکہ ایک انقلابی نظریہ ہے، معاشی اور سیاسی لائحۂ عمل ہے، معاشی اور سیاسی لائحۂ عمل کے ساتھ محض پوجا پاٹ کو کوئی نسبت نہیں۔ امورِ مذکورہ دراصل ٹریننگ کا کام دیتے ہیں اور اصل عبادت کے لیے تیار کرتے ہیں، پس ضروری ہے کہ ان امور کو ارکانِ اسلام نہ کہا جائے کیونکہ ان کو اگر ارکانِ اسلام کہا جائے گا تو لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہو کر یہ سمجھنے لگیں گے کہ اصل مقصد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی امور ہیں، اور اصل اسلام، جو سیاسی اور معاشی لائحۂ عمل ہے، کی اہمیت کم ہو جائے گی۔ لوگ نماز، روزہ، حج، زکوۃ، توحید و رسالت کے دلی اقرار کو ہی اہم سمجھ کر ان میں لگے رہیں گے اور باقی امور کو زندگی کی ضروریات سمجھ کر ان پر عمل کریں گے، مقصدِ زندگی نہیں سمجھیں گے۔ اصل میں علماء نے لوگوں کو اس غلطی میں ڈال کر دین کی تحریف کر دی ہے، یہ لوگ سارا دن قال اللہ و قال الرسول کی گردان کرتے رہتے ہیں مگر اصل حال سے بالکل بے خبر اور ناواقف ہیں۔ ان کو کچھ پتہ نہیں کہ اسلامی تحریک کیسے چلائی جاتی ہے؟ پس دراصل یہی وجہ ہے جس کی بنا پر مودودی صاحب نے امورِ مذکورہ کے ارکانِ اسلام ہونے کو پسند نہیں فرمایا۔ مودودی صاحب کے اس خیال کا ذکر اور اس کا رد مفصل طور پر گزر چکا ہے۔

اور یہ خیالات خود غلط ہیں، مقصدِ زندگی عبادت ہے اور عبادت کا اکثر حصہ دراصل یہی امور ہیں، باقی اکثر چیزیں، خواہ معاشی ہوں یا سیاسی، ضروریاتِ زندگی سے ہیں، نہ کہ مقصدِ زندگی سے۔

مولانا مودودی اور محدثین کا ذخیرۂ علوم:

"محدثین کرام نے اسماء الرجال کا عظیم الشان ذخیرہ فراہم کیا جو بلاشبہ نہایت بیش قیمت ہے مگر ان میں کون سی چیز ہے جس میں غلطی کا احتمال نہ ہو؟" (تفہیمات، ص: ۲۹۲)

"(محدثین) لازم نہیں کہ ہر بات کی تحقیق میں یہ سب امور ان کو ٹھیک ٹھیک ہی معلوم ہو گئے ہوں، بہت ممکن ہے کہ جس روایت کو وہ متصل السند قرار دے رہے ہوں وہ درحقیقت منقطع ہو، انھیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ بیچ میں کوئی ایسا مجہول راوی چھوٹ گیا ہے جو ثقہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ تھا، جس کی بنا پر جرح و تعدیل کے علم کو کلیتاً صحیح نہیں سمجھا جا سکتا۔"
(تفہیمات: ۲۹۵)

"(محدثین) انسانی کمزوریوں سے مبرّا نہ تھے، نفس ہر ایک کے ساتھ لگا ہوا تھا، اور اس بات کا قوی امکان تھا کہ اشخاص کے متعلق اچھی یا بری رائے قائم کرنے میں ان کے ذاتی رجحانات کا بھی کسی حد تک دخل ہو جائے، یہ امکان محض عقلی نہیں بلکہ اس امر کا ثبوت موجود ہے کہ بار بار یہ امکان فعل میں آ گیا۔" (تفہیمات، ص: ۲۹۳)

"احادیث چند انسانوں سے چند انسانوں تک پہنچتی ہوئی آئی ہیں، جن سے حد سے حد اگر کوئی چیز حاصل ہوتی ہے تو وہ گمانِ صحت ہے نہ کہ علمِ یقین۔" (ترجمان مارچ، جون ۴۵ء)

جن امور کا ذکر کتبِ احادیث میں ہے وہ دو قسم کے ہیں: بعض ایسے ہیں جن پر امت کا اتفاق ہے، اور بعض ایسے ہیں جن میں امت کا اختلاف ہے۔ پھر اختلافی مسائل میں بعض ایسے ہیں جن پر اہل سنت کا اتفاق ہے، اگرچہ امت میں غیر اہلِ سنت فرقے ان میں اختلاف رکھتے ہیں۔ اسی طرح احادیث، جو ان کتابوں میں مذکور ہیں، دو قسم کی ہیں: ایک وہ ہیں جن کی صحت پر امت کا اتفاق ہے یا کم از کم اہلِ سنت یا اہلِ فن یعنی محدثین کا اتفاق ہے، بعض ایسی ہیں جو اس قسم کی نہیں۔ پہلی قسم کے مسائل یا اسی قسم کی احادیث، جن پر امت کا اتفاق ہے، ان کے متعلق یہ کہنا کہ ان میں کونسی چیز ہے جس میں غلطی کا احتمال نہ ہو؟ نہایت قبیح اور بری بات ہے۔ اسی طرح اس قسم کی احادیث کے متعلق یہ کہنا کہ ان میں محدثین کے ذاتی رجحان کو بھی دخل ہے، بالکل جھوٹ اور مغالطہ ہے۔ اس قسم کے مسائل اور اس قسم کی احادیث یقینی ہیں، ان کے متعلق یہ کہنا:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جن سے حد سے حد اگر کوئی چیز حاصل ہوتی ہے تو وہ گمانِ صحت ہے نہ کہ علم یقین۔'' شریعت اور فنِ حدیث سے ناواقفی پر مبنی ہے، اس لیے کہ اجماعی مسائل اور احکام یقینی ہوتے ہیں کیونکہ اجماع کی بنا پر یا تو وہ مسائل حدِ تواتر تک پہنچ جاتے ہیں جو یقینی چیز ہے، یا ان دلائل کی بنا پر جو اجماع کی حجیت پر دلالت کرتے ہیں، ان مسائل کی دوسری طرف باطل ہوجاتی ہے، جس کی وجہ سے اجماعی شق سے گزر کر یقین کے مقام تک پہنچ جاتی ہے۔

باقی رہے وہ مسائل جو اہلِ سنت میں اختلافی ہیں، اگر ان کی دلیل ایسی حدیث ہو جس کی صحت پر اہلِ فن، یعنی محدثین کا اتفاق ہے تو اس صورت میں وہ مسائل اور ان کے حدیثی دلائل یقینی ہوجاتے ہیں۔

اور اس قسم کی حدیثیں بہت ہیں جن کی صحت پر اہلِ فن، یعنی محدثین کا اتفاق ہے، مثلاً وہ حدیثیں جو صحیحین میں ہیں اور ان میں کسی محدث نے تنقید نہیں کی، ان کی صحت پر امت کا اجماع اور اتفاق ہے، اور جن احادیث پر تنقید کی گئی وہ دو سو سے کچھ زائد ہیں۔[1] (باقی آئندہ)

تمام شد

---

[1] لیکن اس تنقید سے اُن روایات کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ وہ صحیح اسانید سے مروی ہیں اور جن روایات پر تنقید کی گئی ہے شارحین نے ان کے معقول جوابات دیے ہیں، تفصیل کے لیے دیکھیں: هدي الساري (٣٤٦)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْآخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾ [الأحزاب: ۲۱]

"بے شک تمہارے لیے بھلی تھی چال سیکھنی رسول اللہ ﷺ کی، واسطے اس کے جو امید رکھتا ہو طرف اللہ کی اور یوم آخرت کی اور یاد کرتا ہو بہت اللہ کو۔"

سنت خیر الانام

در

سہ وتر بیک سلام

از افادات استاذ المحدثین حضرت العلام شیخ الحدیث

مولانا حافظ محمد صاحب گوندلوی مدظلہ العالی

امیر مرکزی جمعیت اہلحدیث مغربی پاکستان

ادائیگی تین وتر مطابق سنت رسول اللہ ﷺ کے متعلق ایک نادر اور اپنے موضوع پر واحد تحقیق۔ تبصرة وذكرىٰ لكل عبد منيب

ناشر

فضل حق ہاشمی السّلفی

یارو خیل۔ میانوالی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سخن ہائے گفتنی

نحمده ونصلي على رسوله الكريم.

مقامِ خویش اگر خواہی دریں دیر
بحق دل بند و راہِ مصطفیٰ رو [1]

جس طرح اعمال کی صحت و قبولیت کا مدار اخلاصِ نیت پر ہے اسی طرح اعمال کی بارگاہِ ایزدی میں پذیرائی کا انحصار ان کے اسوۂ حسنہ کے موافق ہونے پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ﴾ [محمد: ٣٣]

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور پیغمبر ﷺ کی اطاعت و پیروی کرو اور اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔''

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جو عمل اللہ تعالیٰ اور پیغمبر ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری میں نہ ہو وہ اکارت جاتا، بیکار اور بے سود ہوتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [الأحزاب: ٢١]

''یقیناً تمھارے لیے اللہ تعالیٰ کے رسول میں اسوۂ حسنہ ہے۔''

یہ آیت بھی اس بات پر دال ہے کہ ہر مسلمان کو اپنے اعمال و افعال کو رسول اللہ ﷺ کے اعمال و افعال کے مطابق بنانا چاہیے۔ پھر نماز سے متعلق

[1] اگر یہاں اپنا مقام چاہتے ہو تو حق کے ساتھ دل بستہ ہو کر راہ مصطفیٰ ﷺ پر چل نکلو۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسولِ خدا ﷺ کا خاص ارشاد ہے:

«صلوا كما رأيتموني أصلي»[1] (الحديث)

''اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔''

تو ان دلائل سے پتہ چلا کہ جہاں ہر عمل کا اسوۂ حسنہ کے موافق ہونا ضروری ہے وہاں نماز جیسے عمل کو بھی اسوۂ حسنہ کے عین مطابق ہونا لازمی ہے، خواہ نفلی ہو یا فرضی، اور وتر بھی نماز ہی کا فرد ہیں، اس لیے انھیں بھی اسی طرح پڑھنا چاہیے جس طرح انھیں حضور اکرم ﷺ پڑھا کرتے تھے۔ لہٰذا ہر مسلمان کو اس بات کی فکر و کوشش کرنی چاہیے کہ جہاں وہ اپنی نماز اور دیگر اعمال کو اسوۂ حسنہ سے آراستہ کرنے کی سعی کرتا ہے وہاں وتروں کو بھی رسول اللہ ﷺ کی سنتِ مطہرہ کے مطابق ادا کرنے کی ٹھان لے، اور یہ ظاہر ہے کہ وہ یہ کام تب ہی سرانجام دے سکتا ہے جب اسے حضورِ انور ﷺ کی سنت در وتر کا علم ہو، چنانچہ وتروں کے ادا کرنے کے مسنون طریقے سے لوگوں کو روشناس کرانے کے لیے وتروں کے مسنون طریقے کی منفرد تحقیق آئندہ صفحات میں ہدیۂ قارئین ہے۔

سببِ تالیف:

اس منفرد تحقیق کے معرضِ وجود میں آنے کا باعث یہ ہوا کہ گزشتہ سے پیوستہ رمضان المبارک میں مجھے حضراتِ احناف کے وتروں کی ادائیگی کے موجودہ طریقے کو مسنون ثابت کرنے کی غرض سے مولانا عطا محمد صاحب مدظلہ العالی کا فتویٰ لا کر دیا گیا، میری دانست میں چونکہ فتوے کے خود ساختہ سوال اور جواب دونوں ہی مغالطہ آمیز تھے، لہٰذا بندہ نے صاف سوال لکھ دیا جس میں اس فتوے کا مختصر مگر مدلل جواب بھی تھا۔

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٠٥)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سوال کا جواب بھی مولوی صاحب سے لکھوا کر مجھے دیا گیا جو صاف و صریح ہونے کی بجائے پہلے فتوے سے بھی زیادہ تاویلات باردہ سے پُر اور ''کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا'' کا انوکھا مصداق تھا۔ یہ راز یوں فاش ہوا کہ بندہ نے دونوں فتوے اپنے معروفِ زمانہ راہنما شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ محمد صاحب گوندلوی مدظلہ العالی کی خدمت میں ارسال کر کے اس سلسلے میں مسلکِ محدثین سے آگاہ کرنے کی استدعا کی جسے انھوں نے قبول فرما کر مسئلہ کی وضاحت عالمانہ پیرایہ میں کچھ اس طرح فرمائی کہ شاید عامی اسے کم سمجھیں مگر خواص خاص حظ اٹھائیں۔

اس وضاحت پر بھی مولانا عطا محمد صاحب مدظلہ العالی نے مغالطوں سے بھرپور تنقید فرمائی مگر ساتھ ہی شاید اپنی اصل کمزوری کو بھانپ کر خط و کتابت بند کرنے کا جن الفاظ میں اظہار فرمایا وہ بھی من و عن آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ بندہ نے ان سے اب تک کوئی خط و کتابت نہیں کی بلکہ ان کے فتوے کی وصولی کے بعد سوال بھی بغیر اپنے دستخطوں یا دیگر کسی ذکر کے مطالبہ پر لکھا اور اسی طرح حضرت مولانا حافظ صاحب گوندلوی مدظلہ العالی کی وضاحت بھی بھیجی جو تنقید کا نشانہ بنائی گئی۔

اس تنقیدی شاہکار کا تفصیلی اور عام فہم جواب جناب حافظ صاحب گوندلوی مدظلہ العالی سے حاصل کر کے، جس میں مسئلہ کے ہر پہلو کو نہ صرف سنتِ صحیحہ کی روشنی میں منقح کیا گیا بلکہ علم و ادب کے کئی اور باب بھی وا ہوئے، مولانا موصوف کی خدمت میں بھیج کر صاف لکھا کہ ہم حضرت الامیر جناب حافظ صاحب گوندلوی مدظلہ العالی کے مقلد نہیں، لہٰذا اگر اس تفصیلی وضاحت پر مزید تنقید یا اعتراض ہو تو بخوشی وصول کر کے بعد از تحقیق افادہ کے لیے عام کر دیا جائے گا مگر اب تک ادھر سے خاموشی ہے جسے اگر ''نیم رضا'' تصور کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علم و ادب کے اس خزانہ کو من و عن افادۂ عام کے لیے نیز بطور دعوتِ اتباع سنتِ صحیحہ منظر عام پر لایا جا رہا ہے، ساتھ دہرانے اس فرمانِ رسول اللہ ﷺ کے کہ « صلوا كما رأيتموني أصلي »[1] (یعنی نماز یوں ادا کرو جیسے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو) اور پھر اس نمونے (اسوۂ حسنہ) کو اجاگر کرنا خاص کر اب اس خاص موضوع ''ادائیگی نمازِ وتر ثلاث کے مسنون طریقہ'' پر ضروری ہے تاکہ مسلمان عوام و خواص اسے یاد رکھیں اور اتباعِ سنتِ رسولِ خدا ﷺ کی طرف راغب ہوں کہ اعمال کی قبولیت کا مدار بھی اسی پر ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

﴿ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ﴾ [النساء: ٨٠]

''اور جس نے رسول (ﷺ) کی پیروی کی اس نے اللہ تعالیٰ ہی کا حکم مانا۔''

اور:

﴿ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴾ [النساء: ٦٩، ٧٠]

''جس کسی نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی تو بلاشبہ وہ ان لوگوں کا ساتھی ہوا جن پر اللہ نے انعام کیا، اور وہ نبی ہیں، صدیق ہیں، شہید ہیں اور تمام نیک اور راست باز انسان ہیں، اور (جس کسی کے ایسے ساتھی ہوں تو) ایسے ساتھی کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔ یہ بخشش و کرم (فضل) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور انسان

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٠٥)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا حال جاننے کے لیے اللہ تعالیٰ کا علم کفایت کرتا ہے۔"

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سنتِ رسول اللہ ﷺ کے مطابق عمل کی توفیق دے تاکہ فلاح پائیں اور اللہ تعالیٰ کا خاص فضل حاصل کریں۔

ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم، وتب علينا إنك أنت التواب الرحيم، وصلى الله تعالىٰ علىٰ خير خلقه وعلىٰ آله وأصحابه أجمعين، برحمتك أيها الرحمن الرحيم!

فضل حق ہاشمی السّلفی
یارو خیل، میانوالی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتویٰ حنفیہ نمبر (۱)

از مولانا عطا محمد صاحب

۸۶ھ ❶

سوال: کہ نمازِ وتر کی اخیرہ رکعت سے پہلے التحیات میں بیٹھنا شرعاً ثابت ہے یا کہ ثابت نہیں ہے؟ اگر ثابت ہے تو کس دلیل سے ثابت ہے؟

الجواب بعون الوهاب: ہاں، وتر کی نماز کی اخیرہ رکعت سے پہلے التحیات میں بیٹھنا ثابت ہے۔ حضور ﷺ سے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی۔

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیث مروی ہے، لمبی حدیث جس میں یہ الفاظ ہیں جبکہ سعد بن ہشام نے رسول اللہ ﷺ کے وتروں کے متعلق مائی صاحبہ سے سوال کیا تو مائی صاحبہ نے فرمایا:

«يصلي تسع ركعات لا يجلس فيها إلا في الثامنة، فيذكر الله ويحمده، ويدعوه، ثم ينهض، ولا يسلم فيصلي التاسعة، ثم يقعد فيذكر الله ويحمده، ويدعوه، ثم يسلم تسليما يسمعنا» ❷ إلخ

(مسلم شريف: ۱/ ۲۵٦، باب صلوة الليل إلخ، مشكوة شريف: ۱/ ۱۱۱ باب الوتر، نسائي شريف: ۱/ ۱۷۷)

۲۔ دوسری روایت میں ہے:

❶ یہ طریقہ غیر مسنون ہے لیکن بمطابق اصل ہم نے اسے باقی رکھا ہے۔ [مؤلف]

❷ صحيح مسلم، رقم الحديث (٧٤٦) سنن النسائي، رقم الحديث (١٧٢٠)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿تسع ركعات قائما يوتر منهن﴾ الخ[1]

(مسلم شریف:۱/ ۲۵۵ باب صلوۃ اللیل)

۳۔ ﴿وعن عبدالله بن قيس قال: سألت عائشة: بكم كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يوتر؟ قالت: كان يوتر بأربع وثلاث، وست وثلاث، وثمان وثلاث، وعشر وثلاث﴾ إلخ[2]

(رواه أبو داود، مشكوة شريف:۱۱۲ باب الوتر)

۴۔ ﴿وعن ابن عمر عن النبي ـصلى الله عليه وسلمـ قال: ﴿اجعلوا آخر صلوتكم بالليل وتراً﴾[3] (رواه مسلم، مشكوة شريف: ۱۱۱، باب الوتر)

ابن عمر کی حدیث سے ثابت ہوا کہ تہجد کے آخر میں نماز وتر ہونی چاہیے، اور دوسری روایت سے ثابت ہوا کہ جو نو رکعت آپ پڑھتے تھے وتر بھی ان میں تھے۔ یہ بھی مائی صاحبہ سے روایت ہے، اور اول روایت میں بھی نو رکعت مذکور ہیں جس میں اخیرہ رکعت سے پہلے قعدہ ثابت ہے۔ اور سائل وتروں کے متعلق سوال کر رہا ہے اور مائی صاحبہ اس کے سوال کا جواب بیان فرما رہی ہیں کہ وتروں میں حضور ﷺ التحیات بیٹھتے تھے اور سلام نہ دیتے تھے، کھڑے ہو کر رکعت پڑھ کر سلام دیتے تھے۔ یہ کیفیت وتروں کی ہے کیونکہ یہ آخر نماز کا تھا اور آخر میں وتر ہی ہوتے تھے۔

جیسا کہ تیسری روایت میں اس کی وضاحت ہے کہ مائی صاحبہ تہجد کو علیحدہ اور وتروں کی تین رکعتوں کو علیحدہ علیحدہ شمار کرتی ہیں۔ ثابت ہوا کہ آخر میں

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (۷۳۸)

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث (۱۳۶۲) حافظ عراقی اور علامہ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ (تخريج أحاديث الإحياء: ۲/ ۸۹)

[3] صحيح مسلم، رقم الحديث (۷۵۱)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور وتر کی اخیرہ رکعت سے پہلے قعدہ کرتے تھے، جیسا کہ اول روایت میں ثابت ہے:

«عن سعد بن هشام أن عائشة ـرضي الله عنهاـ حدثته أن رسول الله ـصلى الله عليه وسلمـ كان لا يسلم في ركعتي الوتر» [1] (نسائی شریف: ۱/ ۱۷۵ باب كيف الوتر بثلاث)

اس حدیث کا راوی بھی مائی صاحبہ سے سعد بن ہشام ہے جو کہ اول حدیث کا راوی ہے۔ مائی صاحبہ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ وتر کی دو رکعتوں میں سلام نہیں دیتے تھے، اور سلام ہمیشہ التحیات کے بعد ہی ہوتا ہے تو مائی صاحبہ کا فقط سلام کی نفی کرنا دلیل ہے کہ التحیات پڑھنے کے بعد آپ ﷺ تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہوجاتے تھے، پھر تیسری رکعت کے بعد سلام دیتے تھے۔

« وعن الفضل بن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الصلوة مثنىٰ مثنى تشهد في كل ركعتين... ومن لم يفعل ذلك فهو كذا وكذا، وفي رواية: فهو خداج» [2]

(رواه الترمذي، مشكوة شريف: ۷۷ باب صفة الصلوة)

اس حدیث میں آپ ﷺ نے نماز کے لیے ایک ضابطہ بیان فرمایا کہ ہر دو رکعت کے بعد التحیات ہے، آخر میں فرمایا: ''جو یہ نہ کرے اس کی نماز ناقص

[1] سنن النسائي، رقم الحديث (١٦٩٨) اسے امام حاکم و ذہبی ؒ نے صحیح اور علامہ نووی ؒ نے حسن کہا ہے۔ (المجموع: ٤/ ١٧)

[2] سنن الترمذي، برقم (٣٨٥) اس کی سند میں عبداللہ بن نافع مجہول ہے۔ حافظ ابن عبدالبر ؒ نے اس کی سند کو مضطرب اور ضعیف، اور امام عقیلی نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔ (التمهيد: ١٣/ ١٨٦، الضعفاء للعقيلي: ٢/ ٣١١) حافظ ابن حجر ؒ نے بھی اسے مضطرب کہا ہے۔ تهذيب التهذيب (١/ ٣٢٨، ترجمة أنس بن أبي أنس) علامہ البانی ؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ''منکر'' ہے۔ دیکھیں: الضعيفة، برقم (٦٥٤٦)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوگی۔'' معلوم ہوا وتروں کی دو رکعتوں کے بعد بھی تشہد ہے، ماتحت اس ضابطہ کے وہ بھی داخل ہیں۔

«قال أبو خلدة: سألت أبا العالية عن الوتر، فقال: علمنا أصحاب رسول الله ـصلى الله عليه وسلمـ أن الوتر مثل صلوة المغرب غير أنا نقرأ في الثالثة فهذا وتر الليل، وهذا وتر النهار» ❶

(طحاوي شريف: ١/ ١٧٣ باب الوتر، هكذا روي موقوفا عن عبدالله بن مسعود، طحاوي شريف، وهكذا روي عن عبدالله بن عمر موقوفاً، طحاوي شريف: ١٦٤/١ باب الوتر و موطأ إمام مالك)

اور آثار بھی صحابہ کرام سے مذکور ہیں طحاوی شریف میں۔ ان آثار سے ثابت ہوا کہ جس طرح شام کی نماز کی کیفیت ہے اسی طرح وتر بھی ہیں، قراءت عدمِ قراءت کا فرق ہے اور شام کی نماز میں دو رکعت کے بعد قعدہ ہے، اسی طرح وتروں میں بھی قعدہ ہے۔ معلوم ہوا کہ وتروں کی اخیرہ رکعت سے پہلے التحیات ہے، خواہ با جماعت ہوں یا اکیلے پڑھے جائیں کیونکہ جماعت والی اور انفرادی نماز میں امام کے حق میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ہاں، قراءت جہراً وسراً میں قدرے فرق ہے، باقی افعال میں کوئی فرق نہیں ہے، فقط

هذا ما جاء في فهم هذا الحقير

والعلم عندالله اللطيف الخبير

کتبه أحقر العباد عطاء محمد عفی عنہ، مدرس مدرسہ عربیہ اسلامیہ تعلیم القرآن، محلّہ میانہ، شہر میانوالی بمورخہ ۱۲/ رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ۔

❶ شرح معاني الآثار (١/ ٢٧٩، ٢٩٣، ٢٩٤) موطأ الإمام مالك (٢٧٦)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتویٰ نمبر (۲)

از مولانا عطا محمد صاحب مدظلہ

۷۸۶

سوال: تین رکعت وتر پڑھنے ہوں تو دوسری رکعت میں تشہد کیوں اور کیسے واجب ہے؟ جبکہ مندرجہ ذیل حدیث متفق علیہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ پانچ رکعت وتر میں بھی صرف آخر میں بیٹھتے تھے:

«عن عائشة ـرضي الله عنهاـ قالت: كان رسول الله ـصلى الله عليه سلمـ يصلي من الليل ثلاث عشرة ركعة يوتر من ذلك بخمس لا يجلس في شيء إلا في آخرها»[1]

یعنی عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تیرہ رکعت نماز پڑھتے تھے، ان میں پانچ رکعت وتر پڑھتے تھے جن میں کسی رکعت میں نہ بیٹھتے تھے مگر اس کے آخر میں۔ (بخاري و مسلم)

نیز حدیثِ ذیل بھی ملتی ہے:

«عن عائشة قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يوتر بثلاث لا يقعد إلا في آخرهن»[2]

(رواه الحاكم أبو عبدالله في كتاب المستدرك).

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٧٣٧) صحیح بخاری میں یہ روایت نہیں ہے۔ صاحبِ مشکاۃ کو اس کی نسبت میں وہم ہوا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: مرعاة المفاتيح (٤/ ٢٦٣)

[2] المستدرك مع تلخيص الذهبي (١/ ٣٠٤) اس حدیث میں مذکورہ الفاظ "لا يقعد إلا في آخرهن" کو مستدرک حاکم کے مطبوعہ نسخہ میں حنفی ناشرین کی تحریف کے بعد "لا يسلم إلا في آخرهن" بنا دیا گیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیں: التعليق المغني ←

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی آنحضرت ﷺ تین وتر پڑھتے تھے تو ان میں نہ بیٹھتے مگر آخر رکعت میں۔ (بینوا توجروا)

الجواب بعون الوهاب ومنه الصدق والصواب:

جبکہ حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام سے وتر کی آخری رکعت سے پہلے تشہد ثابت ہے اور تین وتر بھی ثابت ہیں، پھر آپ کا سوال کہ دوسری رکعت میں تشہد کیوں اور کیسے واجب ہے؟ یہ عجیب ہے۔ آپ ہی بتائیں کہ مغرب کی نماز میں دوسری رکعت میں تشہد کیوں اور کیسے ثابت ہے؟ تو اس کا جواب یہی ہوگا کہ حضور علیہ السلام سے ایسا ہی ثابت ہے تو وہاں بھی یہی ہے جیسا کہ میری گزشتہ تحریر میں یہ حدیث موجود ہے:

«الصلوة مثنیٰ مثنیٰ في كل ركعتين تشهد»[1] إلخ

آخر میں ہے: «من لم يفعل ذلك فهو خداج» یعنی نماز میں ہر دو رکعت کے بعد تشہد ہے، جو شخص یہ نہ کرے اس کی نماز ناقص ہے۔

اور دوسری حدیث نسائی کی کہ آپ ﷺ وتر کی دو رکعتوں میں سلام نہیں دیتے تھے۔[2] سلام دینے اور نہ دینے کا وہم التحیات بیٹھنے میں ہوتا ہے، قیام میں تو

للعظیم آبادی (۲/ ۲٦) الطوام المرعشة للشيخ الراشدي (ص: ۹٤) زوابع في وجه السنة قديماً و حديثاً للشيخ صلاح الدين مقبول (ص: ۳۲٥)

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (۳۸٥) اس کی سند میں عبداللہ بن نافع مجہول ہے۔ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو مضطرب اور ضعیف، اور امام عقیلی نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔ (التمهيد: ۱۳/ ۱۸٦، الضعفاء للعقيلي: ۲/ ۳۱۱) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی اسے مضطرب کہا ہے۔ تهذيب التهذيب (۱/ ۳۲۸، ترجمه أنس بن أبي أنس) علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث "منکر" ہے۔ دیکھیں: الضعيفة، رقم الحديث (٦٥٤٦)

[2] سنن النسائي، رقم الحديث (۱٦۹۸) اسے امام حاکم و ذہبی رحمہما اللہ نے صحیح اور علامہ نووی رحمہ اللہ نے حسن کہا ہے۔ (المجموع: ٤/ ۱۷)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہی نہیں تو فقط سلام کی نفی کرنا یہ قعود کو ثابت کرتا ہے۔ اور نو رکعت والی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ آخری رکعت سے پہلے بیٹھتے تھے اور التحیات پڑھتے تھے اور سلام نہ دیتے تھے، آخر میں سلام دیتے تھے۔ ❶ تو آپ یہ سوچیں کہ یہ آخری رکعت کس کی ہے؟ تو آپ کو ضرور کہنا پڑے گا کہ وتر کی ہے، تہجد کی تو ہے نہیں، کیونکہ سائل سوال وتروں کے متعلق کر رہا ہے، اور ابو داود کی روایت جو کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

«بكم كان رسول الله ـصلى الله عليه وسلم- يوتر؟ قالت: كان يوتر بأربع وثلاث، وست، و ثلاث، وثمان وثلاث، وعشر وثلاث» ❷ الخ

اس سے ثابت ہوا کہ تہجد کی نماز کم وبیش ہوتی تھی لیکن وتر تین ہی ہوتے تھے، تو ۹ رکعت والی حدیث میں چھ نفل اور تین وتر تھے تو وتر کی دوسری رکعت میں تشہد نہ ہوا تو کس میں ہوا جبکہ خود مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: «تسع ركعات قائما يوتر منهن» ❸ (مسلم شریف) یعنی نو رکعت میں وتر بھی ہوتے تھے۔ یہ تمام نو رکعت وتر نہیں تھے۔ یہ تمام مطلب مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کی تفسیر سے ثابت ہوا۔ اگر یہ معنی نہ لیا جائے تو پھر احادیث میں تضاد اور تعارض ہے، اور حتی الامکان وہ معانی لینے چاہیے کہ تعارض نہ آئے۔

ایک اور حدیث نقل کر دیتا ہوں جو کہ آپ کے مطلب پر زیادہ وضاحت کے ساتھ دال ہے:

❶ صحيح مسلم، رقم الحديث (٧٤٦) سنن النسائي، رقم الحديث (١٧٢٠)
❷ سنن أبي داود، رقم الحديث (١٣٦٢) حافظ عراقی اور علامہ البانی رحمہما اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ (تخريج أحاديث الإحياء: ٢/ ٨٩)
❸ صحيح مسلم، رقم الحديث (٧٣٨)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وعن المغيرة بن شعبة قال: قال رسول الله ـصلى الله عليه وسلم: «إذا قام الإمام في الركعتين فإن ذكر قبل أن يستوي قائما فليجلس، وإن استوىٰ قائما فلا يجلس، ويسجد سجدتي السهو» ❶

(رواه أبو داود، و ابن ماجه، مشكوة، باب السهو، ص: ٩٣)

یعنی امام دوسری رکعت میں کھڑا ہوا، پس اگر سیدھا ہونے سے پہلے یاد کیا تو بیٹھ جائے اور اگر سیدھا ہو گیا تو نہ بیٹھے اور دو سجدے سہو کے دے دے۔"

تو رمضان شریف میں وتر باجماعت پڑھے جاتے ہیں تو وہ اس حدیث میں داخل نہیں تو اور کیا ہے؟ معلوم ہوا کہ اگر وتر باجماعت ہو تو دوسری رکعت کے بعد امام کا بیٹھنا ضروری ہے، ورنہ سجدہ سہو کا ہے۔ اور امام کی نماز اور اکیلے کی نماز میں کوئی فرق نہیں ہے۔ افعالِ نماز میں تو ثابت ہوا کہ منفرد کو بھی دوسری رکعت میں بیٹھنا ضروری ہے، لیجیے یہ ہیں دلائلِ تشہد بعد از دو رکعت وتر کے۔

باقی رہا یہ کہ جو آپ نے دو حدیثیں نقل کی ہیں، پہلے تو یہ ہے کہ جو خمسہ رکعت والی آپ نے نقل کی ہے یہ بخاری میں نہیں ہے۔ میں نے اس کو بخاری شریف کی کتاب الصلوۃ میں خصوصاً کتاب التہجد اور باب الوتر میں بہت تلاش کیا لیکن نہیں ملی اور بعض شراح نے بھی لکھا ہے کہ یہ حدیث فقط مسلم شریف کی ہے، بخاری شریف میں نہیں۔ صاحبِ مشکوۃ کی قلم سے سہو ہوا کہ اس پر "متفق

---

❶ سنن أبي داود، رقم الحديث (١٠٣٦) سنن ابن ماجه (١٢٠٨) اس کی سند میں اگرچہ جابر جعفی ضعیف ہے لیکن ابراہیم بن طہمان اور قیس بن ربیع نے اس کی متابعت کی ہے، جس کی سند صحیح ہے۔ شرح معاني الآثار (١/ ٤٤٠) علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ (إرواء الغليل، رقم الحديث: ٣٨٨)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علیہ" کا حکم لگا دیا۔[1] اگر آپ کو تتبع سے مل جائے تو مجھے بھی اطلاع دے دینا، میں آپ کا ممنون اور مشکور ہوں گا۔

دوسری بات یہ ہے یہ دونوں حدیثیں مضطرب ہیں کیونکہ ان کے الفاظ مختلف ہیں، ایک تو یہ الفاظ ہیں جو کہ آپ نے لکھے ہیں اور دوسرے مقام پر دوسرے الفاظ ہیں۔ تین رکعت والی حدیث نسائی (۱/ ۱۷۵ باب کیف الوتر بثلاث) میں ہے، اس میں اس طرح ہے:

«ولا یسلم إلا في آخرھن»[2]

اس سے معنی بالکل صاف کہ دوسری رکعت اور تیسری رکعت میں فرق صرف سلام اور عدمِ سلام کا ہے، قعدہ میں فرق نہیں ہے۔ اور پانچ والی کے الفاظ ابوداود (۱/ ۱۹۲، باب صلوۃ اللیل) میں یہ ہیں:

«لا یسلم إلا في آخرھن»

اس کا مطلب بھی ظاہر ہے کہ سلام فقط آخر میں ہوتا تھا، قعود کا ذکر بھی نہیں ہے تو پھر جو الفاظ قعود والے ہیں ان کا معنی ایسا لینا پڑے گا کہ سلام والے الفاظ کے ساتھ متفق ہو جائیں، ورنہ تعارض و تضاد آجائے گا، تو ان میں اگرچہ جلوس و قعودِ مطلق کی نفی ہے لیکن متفق کرنے کے لیے جلوس و قعود مقید مراد ہوگا، یعنی وہ قعود اور جلوس نہ کرتے تھے کہ جس میں سلام ہو۔ وہ فقط آخر میں ہوتا تھا، مطلق قعود سے وہ جلوس کی نفی مراد نہیں ہے ورنہ تعارض ہے۔

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۷۳۷) بخاری میں یہ روایت نہیں ہے، صاحب مشکاۃ کو اس کی نسبت میں وہم ہوا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: مرعاۃ المفاتیح (۴/ ۲۶۳)

[2] سنن النسائي، رقم الحدیث (۱۶۹۸) اسے امام حاکم و ذہبی رحمہ اللہ نے صحیح اور علامہ نووی رحمہ اللہ نے حسن کہا ہے۔ (المجموع: ۴/ ۱۷)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ توجیہ ہم نے اپنے جی سے نہیں کی بلکہ تعارض اٹھانے کے لیے حضور علیہ السلام سے ایسی توجیہ مذکور ہے، یعنی کبھی بولا مطلق جاتا ہے اور مراد مقید ہوتا ہے تا کہ تعارض نہ آئے۔ دیکھیے: ترمذی شریف (۱/ ۱۲) میں ہے:

"عن أبي هريرة ـرضي الله عنهـ قال: قال رسول الله ـصلى الله عليه وسلم: «الوضوء مما مست النار ولو من ثور أقط.»[1] الخ

یعنی جو چیز آگ پر پکائی گئی ہو اس کے استعمال کرنے سے وضو کرنا پڑے گا۔

اور ترمذی کے اسی صفحہ (۱۲) میں ہے:

«فأكل رسول الله ـصلى الله عليه وسلمـ لحم شاة ثم صلى العصر، ولم يتوضأ»[2]

یعنی آپ نے بکری کا گوشت تناول فرمایا اور نمازِ عصر پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

یہاں مطلق وضو کا اثبات بھی ہے ایک حدیث میں، اور دوسری میں مطلق وضو کی نفی ہے تو تعارض ہوا، آنحضرت ﷺ نے خود توجیہ بیان فرمائی تا کہ تعارض نہ رہے۔

ترمذی شریف (ص: ۲/ ۸ كتاب الأطعمة) میں لمبی حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھانا کھایا، اس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں:

"ثم أتينا بالماء فغسل رسول الله ـصلى الله عليه وسلمـ يديه ومسح ببلل كفيه وجهه وذراعيه ورأسه وقال: «يا عكراش! هذا الوضوء مما غيرت النار»[3]

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (۷۹) علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے۔

[2] سنن الترمذي، رقم الحديث (۸۰) امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔

[3] سنن الترمذي، رقم الحديث (۱۸۴۸) اس کی سند میں عبید اللہ بن عکراش انتہائی ضعیف ہے۔ امام ابن القطان رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ (بيان الوهم والإيهام: ۳/ ۵۸۴)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی آپ نے کھانا کھانے کے بعد پانی سے ہاتھ دھوئے اور تری کو چہرہ، ذرا عین اور سر پر لگایا اور فرمایا: ''اے عکراش! یہ وضو «مما غیرت النار» سے ہے۔''

دیکھا پہلی حدیثوں میں مطلق وضو کا ذکر تھا، آپ ﷺ نے مقید مراد لیا، یعنی وضو لغوی تاکہ تعارض نہ آئے۔ معلوم ہوا کہ کبھی ذکر مطلق کا ہوتا ہے اور مراد مقید ہوتا ہے، یہاں بھی جلوس وقعود خاص سلام والا لینا پڑے گا تاکہ تعارض نہ آئے اور اضطراب رفع ہو جائے۔

فقط

والسلام

هذا ما ظهر لي بتوفيق الله تعالىٰ وفضله و كرمه، والعلم عند الله، إن الله أعلم بالصواب وإليه المرجع والمآب.

کتبه أحقر العباد عطاء محمد عفي عنه و غفرله. مدرس مدرسہ عربیہ اسلامیہ تعلیم القرآن، محلہ میانہ، شہر میانوالی۔ مورخہ ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسلک اہل حدیث

از شیخ الحدیث حافظ محمد گوندلوی

اہلِ حدیث کے نزدیک وتر پڑھنے کے دو طریقے ہیں:

۱۔ دو رکعت ایک سلام سے اور ایک رکعت دوسرے سلام سے پڑھے۔

۲۔ دوسری رکعت پر قعدہ کیے بغیر ایک ہی سلام سے پڑھے۔

پہلے طریقے کی دلیل وسند یہ ہے:

«عن عائشة ـ رضي الله تعالىٰ عنها ـ قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ـ يصلي ما بين أن يفرغ من صلوة العشاء إلى الفجر إحدىٰ عشرة ركعة يسلم بين كل ركعتين ويوتر بواحدة» [1] الحديث (رواه الجماعة إلا الترمذي، منتقى)

''ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے نمازِ عشاء سے فراغت اور فجر کے مابین گیارہ رکعات نماز پڑھتے، ہر دو رکعت پر سلام کہتے اور ایک رکعت سے وتر کرتے۔''

جس کا معنی یہ ہوا کہ آپ ﷺ نے تین وتر دو سلاموں سے پڑھے۔

دوسرے طریقے کی حجت و دلیل یہ ہے:

«عن عائشة ـ رضي الله عنها ـ قالت: كان رسول الله ـ صلى

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٩٤٦) صحيح مسلم، رقم الحديث (٧٣٦)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللّٰہ علیہ وسلم۔ یوتر بثلاث لا یقعد إلا في آخرھن» [1]

(مستدرك حاکم مع التلخیص: ۱/ ۳۰۴ وذکر العیني ھذ الحدیث في عمدۃ القاري: ٤/ ۲۵۳، وقال: ھو صحیح علی شرط الشیخین، وعزا ھذا إلی الحاکم)

"مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ تین وتر پڑھتے، صرف ان کے آخر ہی میں قعدہ کرتے۔"

استثنا بعد از نفی طرقِ قصر سے ایک طریق ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس وقت دوسری رکعت پر قعدہ نہیں فرمایا۔

مولوی عطاء محمد صاحب نے اس حدیث کے دو جواب دیے ہیں:

۱۔ نسائی میں اس حدیث کے لفظ اس طرح ہیں: "ولا یسلم إلا في آخرھن" تو حدیث مضطرب ٹھہری۔

---

[1] المستدرك مع تلخیص الذھبي (۱/ ۳۰٤) اس حدیث میں مذکورہ الفاظ "لا یقعد إلا في آخرھن" کو مستدرک حاکم کے مطبوعہ نسخہ میں حنفی ناشرین کی تحریف کے بعد "لا یسلم إلا في آخرھن" بنا دیا گیا ہے۔ تاکہ رائے پرستی پر قائم اپنے مذہب کو تقویت دی جا سکے۔ کتاب کے حنفی ناشرین کو علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ نے اس حرکت بد سے منع بھی کیا لیکن تقلید و تعصب کی بدولت وہ باز نہ آئے اور حدیث نبوی کو بدل ڈالا۔ تفصیل کے لیے دیکھیں: التعلیق المغني للعظیم آبادی (۲/ ۲٦) الطوام المرعشۃ للشیخ الراشدي (ص: ۹٤) زوابع في وجه السنة قدیماً و حدیثاً للشیخ صلاح الدین مقبول (ص: ۳۲۵) تحریف النصوص للعلامة بکر أبو زید (ص: ۲۹٤، ضمن کتابه الردود) وتر کا یہ طریقہ درست ہے جیسا کہ حدیث "لا توتروا بثلاث تشبھوا بالمغرب" (سنن دارقطني: ۲/ ۲۵) اور حدیث "من أحب أن یوتر بثلاث فلیفعل" (سنن أبي داود، رقم الحدیث: ۱٤۲۲، سنن النسائي، رقم الحدیث: ۱۷۱۲، سنن ابن ماجه، رقم الحدیث: ۱۱۹۰) کے درمیان تطبیق سے ظاہر ہوتا ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔ (فتح الباري: ۲/ ٤۸۱)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ حدیث میں قعود مطلق کی نفی نہیں بلکہ قعود مقید بالتسلیم کی نفی ہے۔

مگر یہ دونوں جواب نادرست ہیں۔ پہلا جواب تو اس لیے درست نہیں کہ لفظ "لا یسلم إلا في آخرھن" لفظ "لا یقعد إلا في آخرھن" کے منافی نہیں، لہٰذا حدیث میں کوئی اضطراب نہیں کیونکہ اضطراب کے لیے منافات و تعارض ضروری ہے بلکہ دونوں روایتوں کے الفاظ سامنے رکھنے سے مفہوم بالکل واضح ہوجاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تین وتر پڑھے، دوسری رکعت پر آپ ﷺ نے نہ قعدہ مقیدہ بالتحیات کیا اور نہ قعدہ مقیدہ بالتسلیم ہی بلکہ دوسری رکعت پڑھ کر بلا قعدہ کیے تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہوگئے، پھر تیسری رکعت پڑھ کر قعدہ کیا اور سلام کہا۔

دوسرا جواب اس لیے درست نہیں کہ اس مقام پر مطلق قعود کی نفی سے مقید بالتسلیم قعود کی نفی مراد لینے کی کوئی ایک دلیل بھی موجود نہیں کیونکہ تین وتروں میں دوسری رکعت پر قعدہ بلاتسلیم آنحضرت ﷺ سے ثابت ہی نہیں (اس کے اثبات میں مولوی صاحب نے جو روایات ذکر کی ہیں ان کا جواب آگے ملاحظہ فرمائیں) ہاں، تین وتروں میں دوسری رکعت پر قعدہ مع التسلیم رسولِ خدا ﷺ سے ثابت ہے۔ چنانچہ مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس بارے میں صحیح احادیث مروی ہیں۔[1]

مولوی عطا محمد صاحب کا دعویٰ ہے کہ تین رکعت وتر میں دوسری رکعت کے بعد قعدہ (بلاتسلیم) ضروری ہے، اگر رہ جائے تو نمازی سجدۂ سہو کرے۔ اس دعوے کے اثبات میں انھوں نے چند روایات نقل کی ہیں:

۱۔ عن الفضل بن عباس قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحدیث (۵۸)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«الصلوة مثنیٰ مثنیٰ تشهد في كل ركعتين. إلخ» (رواه الترمذي)

اس حدیث میں آپ ﷺ نے نماز کے لیے ایک ضابطہ بیان فرمایا کہ ہر دو رکعت کے بعد التحیات ہے۔ آخر میں فرمایا: ''جو یہ نہ کرے اس کی نماز ناقص ہوگی۔'' معلوم ہوا وتروں کی دو رکعتیں[1] کے بعد بھی تشہد ہے، ماتحت اس ضابطہ کے وہ بھی داخل ہیں۔'' انتہی

مگر دو وجوہ سے یہ روایت مولوی صاحب کے دعوے کے لیے مثبت نہیں:

پہلی وجہ:

اس روایت کا مدار عبداللہ بن نافع پر ہے جس کے متعلق رئیس المحدثین حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا فیصلہ ہے: "ولم يصح حديثه"[2] ''عبداللہ بن نافع کی حدیث صحیح نہیں۔'' چنانچہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''قال ميرك: وفي سنده عبدالله بن نافع بن أبي العمياء[3] قال البخاري: لم يصح حديثه. كذا في التخريج.'' (مرقاة: ٢/ ٢٦٨)

''علامہ میرک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس روایت کی سند میں عبداللہ بن نافع نامی ایک راوی ہے جس کی بابت امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کی حدیث صحیح نہیں۔''

---

1. ''وتروں کی دو رکعتیں کے بعد'' کوئی مناسب عبارت نہیں۔ اگر یہ عبارت یوں ہوتی: ''وتروں کی دو رکعتوں کے بعد'' تو مناسب ہوتا۔ [مؤلف]
2. التاريخ الكبير (٥/ ٢١٣) امام بخاری رحمہ اللہ کی یہ جرح اسی حدیث کو مد نظر رکھتے ہوئے ہے، یعنی انھوں نے اسی حدیث کو ضعیف کہا ہے، جیسا کہ امام ابن عدی رحمہ اللہ نے واضح کیا ہے۔ الكامل في ضعفاء الرجال (٤/ ٢٢٦) اور حافظ طاہر مقدسی رحمہ اللہ نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ (ذخيرة الحفاظ: ٣/ ١٥٥٦)
3. مرقاۃ میں نافع کی ولدیت ابی العمیا ہی لکھی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب تحفۃ الاحوذی فرماتے ہیں:

"قلت: مدار هذا الحديث على عبدالله بن نافع بن العمياء وهو مجهول على ما قال الحافظ، وقال البخاري: لم يصح حديثه. إلخ" (١/ ٣٠٠)

"اس حدیث کا مدار عبداللہ بن نافع پر ہے اور وہ بقولِ حافظ مجہول ہے، اور امام بخاری فرماتے ہیں: اس کی حدیث صحیح نہیں۔"

دوسری وجہ:

مولوی صاحب تشہد سے التحیات بلاتسلیم مراد لے رہے ہیں حالانکہ اس مقام پر تشہد سے التحیات بلاتسلیم مراد ہی نہیں بلکہ التحیات مع التسلیم مراد ہے جیسا کہ لفظ "مثنیٰ مثنیٰ" سے واضح ہے۔ نیز حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمہ اللہ حنفی فرماتے ہیں:

"أقول: المراد في الحديث هو التشهد مع التسليم كما في مسند أحمد." ❶ (العرف الشذي: ١٧٨)

"حدیث میں تشہد سے مراد تشہد مع التسلیم ہی ہے، جیسا کہ مسند امام احمد میں ہے۔"

لہٰذا مولوی صاحب حضرت فضل بن عباس کی متذکرہ بالا روایت سے اپنے دعوے پر استدلال نہیں کر سکتے۔

۲۔ اس دلیل کو مولوی صاحب نے بڑی شد و مد سے بیان فرمایا ہے، شاید وہ اسے اپنے دلائل سے قوی ترین خیال کرتے ہیں، اسی لیے انھوں نے اسے سب سے پہلے ذکر کیا۔ اس دلیل کا خلاصہ یہ ہے:

---

❶ العرف الشذي (١/ ٣٦٥)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”مسلم شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نو رکعات پڑھتے تھے، صرف آٹھویں رکعت پر تشہد بیٹھتے اور سلام نہ دیتے تھے، ان نو رکعات میں وتر بھی شامل تھے، جیسے کہ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کی دوسری روایت سے ثابت ہے، پھر مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا ہی ایک روایت میں تہجد کو علیحدہ اور وتروں کی تین رکعات کو علیحدہ شمار کرتی ہیں۔ ثابت ہوا کہ آخر میں آپ تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور وتر کی آخری رکعت سے پہلے قعدہ کرتے تھے۔“

اس مقام پر احناف کے نقطۂ نگاہ پر تبصرہ کرنے سے پہلے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث میں بیان شدہ مسئلے کی صحیح صورت بیان کرنا مناسب سمجھتا ہوں تاکہ مسئلے کی نوعیت کھل کر سامنے آجائے۔ تو بات دراصل یوں ہے کہ رات کو نو رکعات نوافل پڑھنے کی چند صورتیں ہیں، جن سے ایک صورت یہ ہے کہ نمازی ہر دو رکعت پر سلام کہتا چلا جائے اور آخر میں ایک رکعت پڑھ لے، کیونکہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

«صلوة الليل مثنیٰ مثنیٰ» (بخاري و مسلم) [1]

”رات کی نماز دو دو رکعت ہے۔“

دوسری صورت وہ ہے جس کو مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے متذکرہ بالا حدیث میں بیان فرمایا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نو رکعات پڑھتے، صرف آٹھویں رکعت پر تشہد بیٹھتے اور سلام نہ کہتے بلکہ نویں رکعت کے لیے کھڑے ہو جاتے، پھر نویں رکعت پڑھ کر سلام کہتے۔ مسئلہ بالکل واضح ہے کہ نو رکعت نوافل ایک ہی سلام سے متذکرہ بالا صورت میں پڑھے جا سکتے ہیں۔

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٩٤٦) صحيح مسلم، رقم الحديث (٧٤٩)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر افسوس کہ احناف نے اپنے مذہب کی حفاظت کرتے ہوئے اس حدیث کے مفہوم کو بگاڑنے کی کئی ایک کوششیں کیں۔ مولوی صاحب کی مندرجہ بالا تقریر بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ یہ مختصر بات ذہن نشین کرنے کے بعد مولوی صاحب کی اس دلیل پر تبصرہ سنیے۔

اولاً: زیرِ بحث مسئلہ ہے کہ تین وتر پڑھنے ہوں تو آیا دوسری رکعت پر تشہد بلا تسلیم ہے یا نہیں؟ احناف کا مذہب ہے کہ دوسری رکعت پر تشہد بلا تسلیم واجب ہے مگر مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ بالا حدیث میں تو تین وتر ایک تشہد یا دو تشہدوں سے پڑھنے کا ذکر تک نہیں، اس میں تو نو رکعات نوافل ایک سلام سے پڑھنے کی کیفیت بیان کی گئی ہے کہ نمازی دوسری، چوتھی اور چھٹی رکعت پر بالکل قعدہ نہ کرے بلکہ آٹھویں رکعت پر قعدہ کرے تو جائز ہے کیونکہ رسولِ خدا ﷺ ﴿ لا يجلس فيها إلا في الثامنة ﴾ "صرف آٹھویں رکعت پر قعدہ فرماتے۔" پھر نویں رکعت پڑھ کر سلام کہتے، لہٰذا اِس حدیث سے تین وتروں میں دو تشہدوں پر استدلال کرنا قطعاً نادرست ہے، البتہ اسے نو رکعات میں دو تشہدوں کی دلیل قرار دینا صحیح ہے۔

ثانیاً: جس حدیث سے مولوی صاحب نے تہجد اور وتروں کے الگ الگ دو نمازیں ہونے پر استدلال کیا ہے اس حدیث میں کوئی ایک لفظ بھی ایسا نہیں جو اس مطلب پر دال ہو بلکہ اس حدیث میں شمار کردہ ساری نماز کو وتر ہی کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے، جیسا کہ مولوی صاحب نے خود ہی لفظ بھی نقل فرمائے ہیں:

﴿ قالت: كان يوتر بأربع وثلاث، وست وثلاث، وثمان وثلاث ﴾ [1] (الحديث)

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (١٣٦٢) علامہ عراقی اور البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح ←

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ «عن سعد بن هشام أن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها حدثته أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان لا يسلم في ركعتي الوتر» (نسائي شريف) ❶

''مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ وتر کی دو رکعتوں میں سلام نہیں دیتے تھے۔'' اور سلام ہمیشہ التحیات کے بعد ہی ہوتا ہے تو مائی صاحبہ کا فقط سلام کی نفی کرنا دلیل ہے کہ التحیات کے بعد آپ ﷺ تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے، پھر تیسری رکعت کے بعد سلام دیتے تھے۔'' انتھٰی

اس حدیث سے تین وتروں میں دوسری رکعت پر تشہد بلا سلام پر استدلال کرنا چار وجوہ سے صحیح نہیں:

پہلی وجہ:

مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے اس حدیث میں دوسری رکعت پر تسلیم کی نفی فرمائی ہے اور نفیِ تسلیم ثبوتِ تشہد بلا تسلیم کو مستلزم نہیں، لہٰذا اِس حدیث سے تین وتروں میں دوسری رکعت پر تشہد بلا تسلیم پر استدلال کرنا درست نہیں۔

دوسری وجہ:

تسلیم مطلق ہے، تسلیم مع ثبوت التشہد ❷ اور تسلیم مع نفی التشہد دونوں مقید ہیں، اور قاعدہ ہے کہ مطلق نفی مقید نفی کو مستلزم ہے، لہٰذا مطلق تسلیم کی نفی سے تسلیم مع التشہد کی بھی نفی ہو جائے گی، اس لیے حدیث سے تین وتروں میں دوسری رکعت پر تشہد بلا تسلیم ثابت نہ ہوا۔

➜ کہا ہے۔ (تخریج أحادیث الإحیاء: ۲/ ۸۹)

❶ سنن النسائي، رقم الحدیث (۱۶۹۸) اسے امام حاکم و ذہبی رحمہم اللہ نے صحیح اور علامہ نووی رحمہ اللہ نے حسن کہا ہے۔ (المجموع: ۴/ ۱۷)

❷ تشہد سے مراد ''تشهد في الركعة الثانية'' ہے۔ [مؤلف]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسری وجہ:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ نے مستدرک میں بایں الفاظ ذکر کیا ہے:

«لا يقعد إلا في آخرهن» ❶

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین وتر پڑھتے، صرف آخر میں ہی قعدہ فرماتے۔

تو اس حدیث سے دوسری رکعت پر قعدہ کی نفی ہوتی ہے، لہٰذا نسائی والی حدیث سے نفی تسلیم کے ذریعے دوسری رکعت میں تشہد پر استدلال نہیں کیا جا سکتا کیونکہ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے ہی دوسری رکعت میں تشہد کی بھی نفی فرما دی ہے بدلیل «لا يقعد إلا في آخرهن»

چوتھی وجہ:

بالفرض تسلیم کر بھی لیا جائے کہ بات ویسے ہی ہے جیسے مولوی صاحب بتا رہے ہیں تو بھی اصولِ احناف کی رو سے استدلال غلط ہے کیونکہ یہ مفہوم مخالف

❶ المستدرك مع تلخيص الذهبي (١/ ٣٠٤) اس حدیث میں مذکورہ الفاظ "لا يقعد إلا في آخرهن" کو مستدرک حاکم کے مطبوعہ نسخہ میں حنفی ناشرین کی تحریف کے بعد "لا يسلم إلا في آخرهن" بنا دیا گیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیں: التعليق المغني للعلامة العظيم آبادي (٢/ ٢٦) الطوام المرعشة للشيخ الراشدي (ص: ٩٤) الردود للعلامة بكر أبو زيد (ص: ٢٩٤) زوابع في وجه السنة قديماً و حديثاً للشيخ صلاح الدين مقبول (ص: ٣٢٥) وتر کا یہ طریقہ درست ہے جیسا کہ حدیث "لا توتروا بثلاث تشبهوا بالمغرب" (سنن دارقطني: ٢/ ٢٥) اور حدیث "من أحب أن يوتر بثلاث فليفعل" (سنن أبي داود، رقم الحديث: ١٤٢٢) کے درمیان تطبیق سے ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی بیان کیا ہے۔ (فتح الباري: ٢/ ٤٨١)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی صورت ہے اور مفہومِ مخالف احناف کے نزدیک حجت ہی نہیں۔ چنانچہ حنفی اصولِ فقہ کی کتابوں میں مفہومِ مخالف کو استدلال کی وجوہِ فاسدہ میں شمار کیا جاتا ہے تو مولوی صاحب کا ارشاد ”تو مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کا فقط سلام کی نفی کرنا دلیل ہے کہ التحیات کے بعد الخ“ بالکل فضول اور حنفی اصول کے خلاف ہے۔

رہے اہلِ حدیث تو ان کے ہاں مفہومِ مخالف تب حجت ہے جب وہ کسی منطوق یا مفہومِ موافق کے منافی نہ ہو، اور اس مقام پر یہ منطوق ”لا يقعد إلا في آخرهن“ کے خلاف ہے۔

مولوی صاحب کے اس حدیث کو وجوبِ تشہد فی الرکعۃ الثانیہ کی دلیل ٹھہرانے کے غلط ہونے کی ایک پانچویں وجہ بھی ہے، اور وہ یہ کہ احناف کے ہاں وجوب ثابت کرنے کے لیے دلیل کا ظنی الثبوت اور قطعی الاثبات ہونا ضروری ہے، اور اس مقام پر اگر حدیث «لا يسلم في ركعتي الوتر» کو مولوی صاحب کے مطلوب ”وجوب التشهد في الركعة الثانية من الوتر الثلاث“ پر دال فرض کر لیا جائے تو یہ دلالت ظنی ہی ہوگی، جس سے بموجبِ حنفی اصول وجوب پر استدلال کرنا نادرست ہے۔

٤۔ ”قال أبو خلدة: سألت أبا العالية عن الوتر، فقال: علمنا أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم أن الوتر مثل صلوة المغرب غير أنا نقرأ في الثالثة.“ إلخ (طحاوی شریف)

اور دیگر آثار۔ ان آثار سے ثابت ہوا کہ جس طرح نمازِ شام کی کیفیت ہے اسی طرح وتر بھی ہیں، قراءت عدمِ قراءت کا فرق ہے، اور شام کی نماز میں دو رکعت کے بعد قعدہ ہے، اسی طرح وتروں میں بھی قعدہ ہے۔“[1] انتہیٰ

[1] شرح معاني الآثار (١/ ٢٧٩، ٢٩٣، ٢٩٤) موطأ إمام مالك (٢٧٦)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان آثار کی اسنادی حیثیت کو اگر نظر انداز کر دیا جائے پھر بھی یہ حجت نہیں کیونکہ یہ سب کے سب موقوف ہیں، اور موقوف اگر مرفوع کے منافی ہو تو وہ بالاتفاق حجت نہیں۔ اور یہ آثارِ موقوفہ مرفوع صحیح حدیث "عن أبي هريرة عن رسول الله ـصلى الله عليه وسلمـ قال: « لا توتروا بثلاث ولا تشبهوا بصلوة المغرب» (الحديث) هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه." (مستدرك حاكم: ١/ ٣٠٤) کے منافی ہیں، کیونکہ اس حدیث میں صلوۃ مغرب کے ساتھ مشابہت سے منع کیا گیا ہے، اور ظاہر ہے جس تشبہ سے منع کیا گیا ہے وہ تشبہ فی الکمیہ تو ہے نہیں، کیونکہ تین وتر پڑھنا تو آپ ﷺ سے ثابت ہے، تو لامحالہ جس تشبہ سے منع کیا گیا ہے وہ تشبہ في الكيفية ہی ہے، اور ان آثار سے تشبہ فی الکیفیۃ کا جواز معلوم ہوتا ہے، حالانکہ پیغمبر خدا ﷺ تشبہ فی الکیفیۃ سے منع فرما رہے ہیں، لہٰذا یہ آثار قابل استدلال نہیں۔

۵۔ وعن المغيرة بن شعبة قال: قال رسول الله ـصلى الله عليه وسلم: « إذا قام الإمام في الركعتين» (رواه أبو داود وابن ماجه)

یعنی امام دوسری رکعت میں کھڑا ہوا، پس اگر سیدھا ہونے سے پہلے یاد کیا تو بیٹھ جائے، اور سیدھا ہو گیا تو نہ بیٹھے اور دو سجدے سہو کے دے دے۔

"تو رمضان شریف میں وتر باجماعت پڑھے جاتے ہیں تو وہ اس حدیث میں داخل نہیں تو اور کیا ہے؟ معلوم ہوا کہ اگر وتر باجماعت ہو تو دوسری رکعت کے بعد امام کا بیٹھنا ضروری ہے، ورنہ سجدہ سہو کا ہے۔ اور امام کی نماز اور اکیلے کی نماز میں کوئی فرق نہیں ہے افعالِ نماز میں، تو ثابت ہوا کہ منفرد کو بھی دوسری رکعت میں بیٹھنا ضروری ہے۔ لیجیے یہ ہیں دلائل تشہد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد از دو رکعت وتر کے۔'' انتھی

لیجیے مولوی صاحب جوش میں آگئے، جیسا کہ ان کے فقرے ''تو وہ اس حدیث میں داخل نہیں تو اور کیا ہے'' سے ظاہر ہے۔ پھر وہ اس حدیث کو بڑے زور دار الفاظ میں پیش فرماتے ہیں جیسے کوئی قطعی نص ہو، شاید بے چاروں کو علم نہیں کہ اس روایت کی سند میں جابر جعفی کوفی بھی ہے جس کے متعلق خود امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہی فرماتے ہیں:

''ما رأيت أكذب من جابر الجعفي.''[1]

''میں نے جابر جعفی سے بڑھ کر جھوٹا کوئی شخص نہیں دیکھا۔''

اب امام صاحب رحمہ اللہ کی اس جرح کے بعد دیگر ائمۂ حدیث کی جرحیں نقل کرنے کی ضرورت نہیں تو یہ روایت، جسے مولوی صاحب دلیل میں پیش کر رہے ہیں، انتہائی ضعیف ہے۔[2]

پھر سیاقِ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ اس مقام پر ''رکعتین'' سے وہ دو رکعتیں مراد ہیں جن کے بعد تشہد پہلے ہی سے ثابت ہے، نہ یہ کہ یہ حدیث دو رکعتوں کے بعد تشہد کو نئے سرے سے ثابت کرتی ہے۔ اور تین وتروں میں دو رکعت کے بعد تشہد بلا سلام کسی ایک حدیث سے بھی ثابت نہیں، لہٰذا وہ ﴿إذا قام الإمام في الركعتين﴾ کے تحت مندرج نہیں۔

---

[1] مسند ابن الجعد (ص: ٢٩٢) الكامل لابن عدي (٢/ ١١٣)

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث (١٠٣٦) سنن ابن ماجه (١٢٠٨) اس کی سند میں اگرچہ جابر جعفی ضعیف ہے لیکن ابراہیم بن طہمان اور قیس بن ربیع نے اس کی متابعت کی ہے، جس کی سند صحیح ہے۔ شرح معاني الآثار (١/ ٤٤٠) علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ (إرواء الغليل، رقم الحديث: ٣٨٨)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بصورتِ دیگر اس حدیث کو اگر اثباتِ تشہد بلا سلام بعد از ہر دو رکعت میں ظاہر قرار دیا جائے تو بھی مولوی صاحب کی بات نہیں بن سکتی کیونکہ کئی نصوص اس ظاہر سے متعارض ہیں، اور جب ظاہر و نص میں تعارض ہو تو عمل نص پر ہوتا ہے اور ظاہر متروک ہوتا ہے۔ كما في الأصول.

اور وہ نصوص یہ ہیں:

ا۔ «لا يجلس فيها إلا في الثامنة» إلخ[1] (مسلم)

۲۔ «يوتر بثلاث لا يقعد إلا في آخرهن»[2] (مستدرك)

۳۔ «كان يوتر بخمس ركعات ولا يجلس إلا في الخامسة ولا يسلم إلا في الخامسة.» هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه. وقال الذهبي في التلخيص: "على شرطهما"[3] (مستدرك مع التلخيص: ۱/ ۳۰۵)

بحث ہذا کا خلاصہ مختصر الفاظ میں یہ ہے کہ تین وتروں کی دو کیفیتیں:

ا۔ دو رکعت پڑھ کر سلام کہنا اور تیسری رکعت الگ سلام سے پڑھنا۔

۲۔ تین وتر ایک ہی سلام سے دوسری رکعت پر قعدہ کیے بغیر پڑھنا۔

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٧٤٦) سنن النسائي، رقم الحديث (١٧٢٠)

[2] المستدرك مع تلخيص الذهبي (١/ ٣٠٤) اس حدیث میں مذکورہ الفاظ « لا يقعد إلا في آخرهن» کو مستدرک حاکم کے مطبوعہ نسخہ میں حنفی ناشرین کی تحریف کے بعد «لا يسلم إلا في آخرهن» بنا دیا گیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیں: التعليق المغني للعلامة العظيم آبادي (٢/ ٢٦) الطوام المرعشة (ص: ٩٤)

[3] مسند أحمد (٦/ ١٢٣) مختصرا، یعنی سلام کے ذکر کے بغیر یہ روایت صحیح مسلم (۷۴۶) میں ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں، البتہ تیسری کیفیت ''دوسری رکعت پر قعدہ بلا سلام'' پیغمبرِ خدا ﷺ سے ثابت نہیں۔

هذا ما عندي والله أعلم، وعلمه أتم وأحكم.

دستخط

العبد محمد گوندلوی، گوجرانوالہ

۲۰/۱/۱۹۷۱

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تنقید بر مسلکِ اہلِ حدیث

از مولانا عطاء محمد صاحب مدظلہ العالی حنفی

"اہلِ حدیث کے نزدیک تین وتر پڑھنے کے دو طریقے ہیں:

۱۔ دو رکعت کے بعد ایک سلام اور ایک رکعت دوسرے سلام سے پڑھے۔

۲۔ دوسری رکعت پر قعدہ کیے بغیر ایک سلام سے پڑھے۔

پہلے طریقے کی دلیل وسند یہ ہے:

"عن عائشة ـرضي الله عنهاـ قالت: كان رسول الله ـصلى الله عليه وسلمـ يصلي ما بين أن يفرغ من صلوة العشاء إلى الفجر إحدى عشرة ركعة، يسلم بين كل ركعتين، ويوتر بواحدة." (رواه الجماعة إلا الترمذي، منتقىٰ)

دوسرے طریقے کی حجت ودلیل یہ ہے:

"عن عائشة ـرضي الله عنهاـ قالت: كان رسول الله ـصلى الله عليه وسلم يوتر بثلاث لا يقعد إلا في آخرهن."[1]

(مستدرك حاكم مع التلخيص: ١/ ٣٠٤)

[1] المستدرك مع تلخيص الذهبي (١/ ٣٠٤) اس حدیث میں مذکورہ الفاظ "لا يقعد إلا في آخرهن" کو مستدرک حاکم کے مطبوعہ نسخہ میں حنفی ناشرین کی تحریف کے بعد "لا يسلم إلا في آخرهن" بنا دیا گیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیں: التعليق المغني للعلامة العظيم آبادي (٢/ ٢٦) الطوام المرعشة (ص: ٩٤)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واضح ہو کہ گزشتہ تحریر آپ کے شیخ الحدیث کی ہے۔ آپ تو دو رکعت وتر کے بعد قعود کے بھی منکر تھے لیکن آپ کے شیخ الحدیث نے بعد از دو رکعت وتر کے تشہد مع التسلیم کا بھی اقرار کر لیا ہے تو آپ کے ہاں تشہد کا ثبوت بعد از دو رکعت وتر کے ہو گیا۔ تو ہمارا اور تمھارا وتر کے دو رکعت کے بعد تشہد کا نزاع نہ رہا، آپ بھی تشہد کے قائل ہیں اور ہم بھی تشہد کے قائل ہیں، فقط سلام اور عدمِ سلام کا نزاع ہے، باقی کوئی نزاع نہیں۔ ہاں وجوبِ تشہد کا ثبوت آگے جواب کے ضمن میں آجائے گا۔ آپ کو اپنے مذہب کا علم بھی نہ تھا، بے فائدہ نزاع آپ کر رہے تھے۔ تو ہمارے اور تمھارے درمیان قعود کا کوئی اختلاف نہ رہا، فقط سلام کا اختلاف رہا۔

ہم نفی سلام کی اسی حدیث نسائی والی، جو کہ پہلی تحریر میں لکھی جا چکی ہے، سے ثابت کرتے ہیں کیونکہ یہ حدیث عدمِ سلام میں نص ہے، اور آپ کی حدیث سلام والی ثبوتِ سلام میں ظاہر ہے تو بوقتِ تعارض عمل نص پر ہوگا۔ وہ حدیث یہ ہے: ”لا يسلم في ركعتي الوتر“، ثانی حدیث: ”لا يسلم إلا في آخرهن “ تو ہمارا مسلک بالکل واضح ہوا، اس میں خفا کسی قسم کا نہ رہا۔

نزاعی مسئلہ تو یہیں ختم ہو گیا۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ جو اعتراض آپ کے شیخ الحدیث نے تحریر شدہ احادیث پر کیے ان کا جواب عرض کر دوں تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہ اعتراض بالکل ضعیف ہیں بلکہ اَضعف ہیں۔

۱۔ اول حدیث: حدثنا سويد بن نصر، قال: حدثنا عبدالله بن المبارك، قال: حدثنا الليث بن سعد، قال: حدثنا عبد ربه بن سعيد عن عمران بن أنس عن عبدالله بن نافع بن العمياء عن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ربيعة بن الحارث عن الفضل بن عباس ـرضي الله عنه ـ قال: قال رسول الله ـصلى الله عليه وسلم: «الصلوة مثنىٰ مثنىٰ تشهد في كل ركعتين» [1] (رواه الترمذي)

اس حدیث پر آپ کے شیخ الحدیث نے دو اعتراض کیے، ایک یہ کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح نہیں ہے، اور حافظ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس میں راوی عبداللہ الخ مجہول ہے، اس لیے مثبت دعوے کے لیے نہیں ہے۔

جواب: "قال ابن حجر: سنده حسن." (مرقاة: ۲/ ۲٦٨) یعنی ابن حجر مرحوم نے فرمایا کہ سند اس حدیث کی حسن ہے اور حدیث حسن عام علماء کرام کے نزدیک حجت ہے۔ دیکھیے مقدمہ مشکوۃ شریف میں ہے:

"الاحتجاج في الأحكام بالخبر الصحيح مجمع عليه، وكذلك بالحسن لذاته عند عامة العلماء، وهو ملحق بالصحيح في باب الاحتجاج، وإن كان دونه في مرتبة، والحديث الضعيف الذي بلغ بتعدد الطرق ومرتبة الحسن لغيره أيضاً."

"مجمع، یعنی حدیث صحیح کا احکام میں حجت بننا اجماعی ہے، اور حسن لذاتہ بھی اکثر علماء کرام کے نزدیک احکام میں حجت ہے، اور اسی

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (٣٨٥) اس کی سند میں عبداللہ بن نافع مجہول ہے۔ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو مضطرب وضعیف اور امام عقیلی نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔ (التمهيد: ١٣/ ١٨٦، الضعفاء للعقيلي: ٢/ ٣١١) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی اسے مضطرب کہا ہے۔ تهذيب التهذيب (١/ ٣٢٨، ترجمه أنس بن أبي أنس) علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث "منکر" ہے۔ دیکھیں: الضعيفة، رقم الحديث (٦٥٤٦)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح حسن لغیرہ بھی احکام میں بالاجماع حجت ہے۔"

معلوم ہوا کہ یہ حدیث حجت ہے۔

ثانی جواب کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کی صحت کا فیصلہ دیا:

"قال محمد: حديث الليث بن سعد أصح من حديث شعبة."

(ترمذی: ۱/ ۱۵۱)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ سے نقل فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حدیث لیث کی حدیث شعبہ سے زیادہ صحیح ہے۔

اب آپ کے شیخ الحدیث کا اعتراض مندفع ہوا جبکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کی صحت بیان کر دی ہے۔

ثانی اعتراض آپ کے شیخ الحدیث کا ہے کہ حدیث میں تشہد مع التسلیم مراد ہے، لہٰذا حجت نہیں ہے کیونکہ مثنیٰ مثنیٰ کا لفظ ہے، یہ تسلیم پر دال ہے اور حضرت انور شاہ صاحب مرحوم نے مع التسلیم مراد لیا ہے، عرف شذی میں مسند احمد سے نقل کیا ہے۔

جواب: کہ مثنیٰ مثنیٰ کا لفظ ضروری نہیں ہے کہ اس پر دال ہو، دیکھیے قاری صاحب مرحوم نے مرقات میں بلا تسلیم مراد لیا ہے، معلوم ہوا کہ مثنیٰ مثنیٰ کا لفظ اس پر دال نہیں ہے۔ مرقات کی عبارت یہ ہے:

"ولا دلالة على سلام بعدهما."

اور نہیں ہے دلالت اوپر سلام کے بعد ان دو رکعتوں کے۔" (مرقاة: ۲/ ۲۶۷)

اور ابن ہمام نے فتح القدیر میں بھی یہی معنی مراد لیا ہے۔ معلوم ہوا کہ مثنیٰ مثنیٰ سے سلام کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ اور حضرت انور شاہ صاحب رحمہ اللہ نے جو فرمایا ہے کہ مع التسلیم ہے، یہ کوئی مفسر نہیں ہے کیونکہ قعود مع التسلیم مقید ہے اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقید میں مطلق ضرور ہوتا ہے، تو تشہد بعد از دو رکعت تو ثابت ہے اور عدمِ تسلیم گزشتہ دو حدیثوں میں ثابت ہے، اس لیے مسئلہ صاف ہے۔ دوسرا یہ کہ ہر مقام پر قید احترازی نہیں ہوتی، جیسا کہ قرآن شریف میں ﴿وَ رَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ﴾ [النساء: ٢٣] کی قید اتفاقی ہے۔ اور آپ کے شیخ الحدیث کے دونوں اعتراض مندفع ہوئے اور ثابت ہوا کہ جو نماز ہو اور اس کے بعد دو رکعت کے اگر تشہد نہ ہو تو ناقص ہوگی، جیسا کہ آخری فقرہ اس حدیث کا صاف دال ہے:« ومن لم يفعل ذلك فهو خداج » یعنی جو آدمی یہ نہ کرے اس کی نماز ناقص ہے۔ یہ تشہد کے وجوب کی دلیل ہے۔

۲۔ اور جو حدیث مسلم شریف والی جس میں نو رکعت کا ذکر ہے، آپ ﷺ آٹھویں رکعت پر تشہد بلا تسلیم کرتے تھے اور نویں رکعت کے بعد سلام دیتے تھے۔[1] اور دوسری روایت میں جس کے الفاظ یہ ہیں: "تسع ركعات قائما يوتر منهن" وہ بھی مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ وتر انھیں نو رکعت میں تھے،[2] یہ روایت صاف دلیل ہے کہ پہلی روایت میں تمام نو رکعت نہ نفل ہیں اور نہ تمام نو رکعت وتر ہیں کیونکہ دوسری روایت کا معنی ہے کہ ان نو میں وتر تھے، یعنی نہ تمام وتر تھے اور نہ تمام نفل تھے بلکہ بعض نفل اور بعض وتر تھے۔ اور آپ کے شیخ الحدیث نے ایک جواب یہ دیا کہ سب نوں رکعت نفل تھے اور یہ بالکل دوسری روایت کے مخالف ہے کیونکہ اس میں ثابت ہے کہ نہ تمام نو رکعت نفل تھے اور نہ وتر تھے، اور یہ جواب سیاقِ حدیث کے بھی مخالف ہے کیونکہ سعد بن ہشام مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا سے

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٧٤٦) سنن النسائي، رقم الحديث (١٧٢٠)

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (٧٣٨)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وتروں کے متعلق سوال کر رہا ہے کہ لفظِ حدیث یہ ہے: « قلت: يا أم المؤمنين! أنبئيني عن وتر رسول الله ـصلى الله عليه وسلم. إلخ »

یہ شیخ الحدیث کا جواب اس طرح ہوا کہ کوئی سوال کرے پیغمبر خدا ﷺ شام کی نماز کس طرح پڑھتے تھے؟ آپ جواب میں فرمائیں کہ فجر کی نماز آپ اس طرح پڑھتے تھے۔ آپ کو لوگ کہیں گے: یہ جواب آپ نے کیسے دیا کیونکہ وہ شام کی نماز پوچھ رہا ہے، آپ فجر کی بتاتے ہیں، یہ جواب شیخ الحدث کا اسی قبیلہ سے ہے۔ فافہم!

اور جب ہم نے اس حدیث کی تفسیر دوسری حدیث کے ساتھ کی جو کہ ابن قیس والی حدیث ابو داود میں ہے کہ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ وتر پڑھتے چار اور تین کے ساتھ، اور چھ اور تین کے ساتھ، اور آٹھ اور تین کے ساتھ، اور دس اور تین کے ساتھ۔[1] جس سے صاف واضح ہوا کہ نو والی حدیث میں آخر تین وتر ہیں، باقی نماز ہے، تو آٹھویں رکعت کے بعد تشہد یہ وتروں کی دوسری رکعت کے بعد کا تشہد ہے کیونکہ نسائی والی حدیث بعینہٖ یہی نو رکعت والی حدیث ہے کیونکہ راوی بھی وہی سعد بن ہشام ہے اور سند بھی وہی ہے، جس میں ہے کہ آپ ﷺ دو رکعتوں وتر میں سلام نہیں دیتے تھے، تو شیخ الحدیث کہتے ہیں کہ احناف نے اپنے مذہب کی حفاظت کرتے ہوئے اس حدیث کے مفہوم کو بگاڑنے کی کئی ایک کوششیں کیں، مولوی صاحب کی مندرجہ بالا تقریر بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ انتہی

دیکھا کہ اگر تفسیر حدیث کی اس طرح کی جائے کہ دوسری حدیث کے موافق

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (١٣٦٢) حافظ عراقی اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ (تخريج أحاديث الإحياء: ٢/ ٨٩)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جائے تا کہ تعارض نہ رہے، جیسا کہ حافظ صاحب اور عینی نے شرح بخاری میں فرمایا: "الأحاديث يفسر بعضها بعضا." ❶

اور وہ چیز بیان کی جائے جس کو دوسری حدیث تفسیر کر رہی ہے، اپنے گھر سے کچھ بھی نہ ملایا جائے، یہ آپ کے شیخ الحدیث کے ہاں مفہوم کا بگاڑنا ہو جاتا ہے۔ سنیے! نصوص کے متفق کرنے کا طریقہ تو خود پیغمبرِ خدا ﷺ نے فرمایا ہے:

"وعن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال: سمع النبي ـصلى الله عليه وسلم ـ قوما يتدارؤون في القرآن، فقال: «إنما هلك من كان قبلكم بهذا، ضربوا كتاب الله بعضه ببعض، وإنما نزل كتاب الله يصدق بعضه بعضا، فلا تكذبوا بعضه ببعض، فما علمتم منه فقولوا، وما جهلتم فكلوه إلى.» ❷ (رواه أحمد و ابن ماجه)

یعنی راوی فرماتے ہیں کہ پیغمبر خدا ﷺ نے ایک قوم کو سنا کہ وہ قرآن شریف کو آپس اندر ٹکرا رہی تھی، پس آپ ﷺ نے فرمایا کہ بلاشبہ اسی وجہ سے پہلے لوگ ہلاک ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی بعض سے بعض ٹکراتے۔ اور اس لیے اللہ تعالیٰ کی کتاب نازل کی گئی ہے کہ بعض اس کا تصدیق کرے بعض کی، پس تم بعض کے ساتھ بعض کی تکذیب نہ کرانا، جس کو جانتے ہو وہ بیان کرو اور جس کو نہیں

---

❶ عمدة القاري (٢/ ١٠٦)

❷ سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٥٨) مسند أحمد (٢/ ١٧٨) اسے علامہ بوصیری رحمہ اللہ نے صحیح اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے حسن کہا ہے۔ (مصباح الزجاجة: ١/ ١٤)

نوٹ: مذکورہ تحریر میں حدیث کا آخری لفظ "إلى عالمه" مکمل نہیں لکھا گیا، جیسا کہ مؤلف رحمہ اللہ نے بھی تصریح کی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانتے اس کو عالم کے سپرد کر دو۔

اس سے معلوم ہوا کہ نصوص کا وہ معنی لینا چاہیے جس سے متعارض نہ ہوں۔ ہم اس کے ماتحت اگر معنی کسی حدیث کا کرتے ہیں وہ آپ کے ہاں مفہوم بگاڑنا ہو جاتا ہے۔ افسوس صد افسوس! اچھا آپ جس طرح کہیں کوئی بات نہیں کیونکہ ہم بیچارے بے علم ہیں آپ کے شیخ الحدیث کے خیال میں۔

ثانی جواب آپ کے شیخ الحدیث نے نو رکعت والی حدیث کا یہ دیا کہ یہ نو رکعت تمام وتر ہیں۔ جواباً گزارش ہے کہ راویہ حدیث مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا تو ان تمام کو فقط وتر قرار نہیں دے رہی بلکہ ان میں وتر ہیں۔ جیسا کہ فرماتی ہیں:

"تسع ركعات قائما يوتر منهن."[1] (مسلم شریف: ۱/ ۲۵۵)

تو یہ جواب بھی شیخ الحدیث کا درست نہ رہا۔

۳۔ "قالت: يوتر بأربع وثلاث، وست وثلاث، وثمان وثلاث."[2] (الحدیث)

میں نے پہلی تحریر میں اس حدیث کے متعلق ذکر کیا کہ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا اس حدیث میں تہجد کو الگ اور وتروں کو الگ الگ بیان فرما رہی ہیں۔ اس کا جواب شیخ الحدیث نے یہ دیا کہ یہ تمام وتر ہیں، اس میں الگ ہونے کا ایک لفظ بھی قرینہ ایسا نہیں ہے جو کہ اس مطلوب پر دال ہو۔

میں جواباً گزارش کروں گا کہ کیا اس میں واوٴ عاطفہ نہیں ہے؟ اور تمام نحاۃ کہتے ہیں کہ عطف مغایرہ کو چاہتا ہے، اور معطوف اور معطوف علیہ مغائر ہوتے ہیں تو معلوم ہوا کہ تین وتر ہیں اور باقی تہجد ہیں۔ جیسا کہ مسلم شریف (ص: ۱/ ۲۵۴)

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (۷۳۸)

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث (۱۳۶۲) حافظ عراقی اور علامہ البانی رحمہما اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ (تخريج أحاديث الإحياء: ۲/ ۸۹)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں حدیث آئی ہے:

«قالت: ما كان يزيد في رمضان ولا في غيره على إحدى عشرة ركعة، يصلي أربعاً، فلا تسئل عن حسنهن وطولهن، ثم يصلي أربعاً، فلا تسئل عن حسنهن وطولهن، ثم يصلي ثلاثاً» [1]

آپ اس حدیث میں اول آٹھ رکعتیں الگ نماز لیتے ہیں اور تین وتر الگ لیتے ہیں، اسی طرح پہلی حدیث میں بھی الگ الگ نمازیں مراد ہیں۔ اگر اس میں قرینہ نہیں ہے تو اس میں بھی قرینہ نہیں۔ فما هو جوابكم فهو جوابنا

باقی ان تمام رکعات پر وتر کا لفظ اطلاق کرنا یہ "من قبيل تسمية الكل باسم الجزء" ہے۔ چونکہ اس نماز میں بعض وتر تھے اس لیے تمام کو وتر کہہ دیا گیا ہے۔ یہ حدیث کی اصطلاح ہے:

"إنما معناه أنه كان يصلي من الليل ثلاث عشرة ركعة مع الوتر، فنسبت صلاة الليل إلى الوتر." [2] (ترمذي: ٩٠)

۴۔ حدیث« لا يسلم في ركعتي الوتر » اس حدیث پر شیخ الحدیث نے پانچ وجوہ سے اعتراض کیا لیکن پانچ ہی اعتراض ضعیف ہیں۔

اعتراضِ اول:

اس حدیث میں مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے دوسری رکعت پر تسلیم کی نفی فرمائی ہے اور نفی تسلیم ثبوت تشہد بلا تسلیم کو مستلزم نہیں ہے، لہٰذا اس حدیث سے تین وتروں میں دوسری رکعت پر تشہد بلا تسلیم پر استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ انتہی

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٠٩٦) صحيح مسلم، رقم الحديث (٧٣٨)

[2] سنن الترمذي، رقم الحديث (٤٥٧) یہ امام اسحاق بن راہویہ کا قول ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الجواب:

کہ یہ اعتراض مبنی ہے قلتِ معرفت حالاتِ رواۃ پر باب وتروں میں، کیونکہ نو رکعت والی حدیث اور یہ حدیث ایک ہی ہے، وہی سند اور وہی راوی سعد بن ہشام ہے۔ جب اس میں تشہد ثابت ہے تو اس میں بھی ثبوتِ تشہد لینا پڑے گا، ورنہ تعارض ہوگا۔ ایک حدیث کے جملوں کو بعض مقام میں رواۃ دونوں نمازوں کو جمع کرتے ہیں اور بعض مقام میں علیحدہ کر کے بیان کر دیتے ہیں، حدیث ایک ہی ہوتی ہے۔

اعتراضِ ثانی:

کہ تسلیم مطلق ہے، ایک تسلیم مع ثبوت التشہد ہے اور دوسرا مع نفی التشہد ہے۔ یہ دونوں مقید ہیں، اور قاعدہ یہ ہے کہ مطلق نفی مقید نفی کو مستلزم ہے، لہٰذا مطلق تسلیم کی نفی سے تسلیم مع التشہد کی بھی نفی ہوجائے گی، اس لیے اس حدیث سے تین وتروں میں دوسری رکعت پر تشہد بلا تسلیم ثابت نہ ہوگا۔ انتہی

الجواب:

کہ شیخ الحدیث صاحب نہ یہاں مطلق سمجھے ہیں اور نہ مقید کہ یہاں مطلق کونسا ہے اور مقید کونسا ہے؟ مطلق وہ ہوتا ہے جو کہ عام ہو کہ اس مقید میں بھی موجود ہو اور اس کے ما سوا بھی دوسرے مقید میں بھی موجود ہو، تو یہاں شیخ الحدیث صاحب تسلیم کو مطلق قرار دے رہے ہیں، اور تسلیم مع التشہد اور تسلیم مع نفی التشہد کو مقید قرار دے رہے ہیں، یہ غلط ہے کیونکہ تسلیم مع نفی التشہد کا نماز میں فرد ہے ہی نہیں کیونکہ نماز کا سلام مذکور ہے، نہ تحیہ کا اور نہ نمازِ جنازہ کا کیونکہ یہ بحث سے بھی خارج ہیں۔ تو کیا کوئی تسلیم آپ کے ہاں نماز میں بلا تشہد بھی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ اس میں تسلیم مطلق موجود ہو؟ نماز میں جو تسلیم بھی ہے مع التشہد ہی ہے تو مطلق کہاں رہا؟

سنیے! دراصل بات یوں ہے کہ تشہد مطلق ہے اور تشہد مع التسلیم یہ ایک مقید ہے، اور تشہد بلاتسلیم یہ ایک مقید ہے۔ کبھی تشہد مع التسلیم ہوتا ہے جیسا کہ آخر نماز میں، اور کبھی تشہد بلاتسلیم ہوتا ہے جیسا کہ درمیانِ نماز میں، تو مطلق تشہد دونوں میں موجود ہوتا ہے۔ شیخ الحدیث صاحب نے برعکس کر دیا، مطلق کو مقید اور مقید کو مطلق کر دیا کیونکہ وہ شیخ الحدیث ہیں، جس طرح کریں کر سکتے ہیں، وہ رئیس المحدثین ہے، واقع کے موافق ہو یا نہ ہو۔

اب میں شیخ الحدیث سے پوچھ سکتا ہوں کہ تسلیم جو ہے وہ تشہد کی قید ہے؟ تو کیا قید کی نفی سے مطلق کی نفی ہو جاتی ہے؟[1] اگر ہو جاتی ہے تو نماز میں تین چار رکعت والی ہیں، ان کے درمیان تشہد ہے اور تسلیم نہیں ہے تو تسلیم کی نفی سے تشہد کی نفی کہاں سے آ گئی؟ آپ مثلاً ظہر کی نماز میں دو رکعت کے بعد سلام نہیں دیتے اور تشہد ہے۔ تو شیخ الحدیث رئیس المحدثین تو ہیں لیکن مطلق اور مقید کا امتیاز نہ کر سکے۔

اعتراضِ ثالث:

کہ گزشتہ حدیث اور حدیث « لا يقعد إلا في آخرهن » الحديث میں تعارض ہے۔ اول حدیث بوجہ معارض ہونے کے دلیل نہیں ہو سکتی۔ یہ حاصل ان کے اعتراض کا ہے۔

---

[1] اور تسلیم ملزوم ہے اور تشہد لازم ہے اور ملزوم کی نفی سے لازم کی نفی ضروری نہیں ہے۔ [عطا محمد]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الجواب:

مابین الحدیثین تعارض ہے ہی نہیں کیونکہ ”لا یقعد إلا في آخرھن“ میں قعود مقید بالتسلیم کی نفی ہے نہ مطلق قعود کی۔ اگر آپ مطلق قعود کی نفی مراد لیں تو پھر یہ آپ کے بھی مخالف ہے کیونکہ آپ دو رکعت وتر کے بعد قعود مع التسلیم کے قائل ہیں تو مطلق قعود کی نفی قعود مع التسلیم کی نفی کو مستلزم ہے۔

اعتراضِ رابع:

اس اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ تسلیم کی نفی سے تشہد کے ثبوت پر استدلال درست نہیں ہے کیونکہ یہ مفہوم مخالف ہے اور مفہوم مخالف احناف کے ہاں معتبر نہیں ہے، وجوہ فاسدہ سے ہے، لہٰذا اُصول کے خلاف ہے، اس لیے غلط ہے۔

الجواب:

کہ شیخ الحدیث صاحب جس طرح ثانی وجوہ میں مطلق و مقید نہیں سمجھے اسی طرح یہاں مفہومِ مخالف بھی نہیں سمجھے۔ انھوں نے سمجھا ہے کہ جو حکم کسی چیز پر لگ رہا ہو، خواہ حکم مثبت ہو یا منفی ہو، اس کے خلاف کوئی حکم ثابت کرنا یہ مفہومِ مخالف ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے، بلکہ مفہومِ مخالف اس کو کہتے ہیں کہ جس محل پر حکم لگ رہا ہے اسی حکم کی نقیض بغیر اس محل کے ثابت کرنا، مثلاً اسی صورت میں عدمِ تسلیم کا حکم في رکعتي الوتر میں لگ رہا ہے، اگر ثبوتِ تسلیم کا حکم ”في غیر رکعتي الوتر“ میں ثابت کیا جائے تو یہ مفہومِ مخالف ہے، تشہد کے ثبوت کا حکم اس میں داخل نہیں ہے، مثلاً حدیث میں ہے: « المؤمن لا ینجس » الحدیث۔[1] یعنی مومن پلید نہیں ہوتا۔

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث (۲۸۱) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۳۷۱)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں مومن پر عدمِ نجس کا حکم لگ رہا ہے تو مومن کا خلاف کافر ہے، اور عدم نجس خلافِ ثبوتِ نجس ہے، اور اسی حدیث کے رو سے کافر کی نجاست کا حکم لگانا یہ ہے مفہومِ مخالف۔ توضیح شرح تنقیح میں بحث مفہوم مخالف میں ہے:[1]

"والمراد نفي الحكم عن ذلك الشيء بدون ذلك الوصف"

یعنی نفی حکم کی اس شے سے سوائے اس وصف کے۔

اعتراضِ خامس:

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث ظنی الثبوت اور ظنی الدلالۃ ہے، لہٰذا موجبِ حنفی اصول وجوب پر استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

الجواب:

اس کا جواب اعتراضِ اول کے جواب میں آ گیا ہے کہ یہ حدیث اور نو رکعت والی ایک ہی ہے، لہٰذا قطعی الدلالۃ والا اعتراض مندفع ہوا کیونکہ نو والی حدیث قطعی الدلالۃ ہے۔

۵۔ حدیث خامس:

«قال أبو العالية: علمنا أصحاب رسول الله ـصلى الله عليه وسلمـ أن الوتر مثل صلوة المغرب غير أنا نقرأ في الثالثة»

اس کے جواب میں شیخ الحدیث نے فرمایا کہ یہ موقوف ہے اور موقوف اگر مرفوع کے منافی ہو تو وہ بالاتفاق حجت نہیں ہے، مرفوع حدیث یہ ہے:

"عن أبي هريرة عن رسول الله ـصلى الله عليه وسلم: « لا توتروا بثلاث ولا تشبهوا بصلاة المغرب.» (مستدرك حاكم)

اس حدیث میں صلوٰۃِ مغرب کی مشابہت سے منع کیا گیا۔ نہی مشابہت فی

[1] التوضيح في حل غوامض التنقيح (١/ ٢٦٩)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الکمیۃ تو ہے نہیں کیونکہ تین وتر تو آپ ﷺ سے ثابت ہیں، لہٰذا نہی مشابہت فی الکیفیۃ مراد ہوگی اور ان آثار سے مشابہت فی الکیفیۃ کا جواز معلوم ہوتا ہے، بوجہ تنافی کے استدلال درست نہیں۔ انتہیٰ

الجواب:

کہ تعارض ہے نہیں کیونکہ خود ابو عالیہ فرما رہا ہے کہ "غیر أنا نقرأ في الثالثة" (تحقیق ہم تیسری رکعت میں قراءت کرتے ہیں) وتروں میں، یعنی جب تیسری رکعت وتر میں قراءت بھی ہے اور دعا بھی ہے، اور مغرب میں تیسری رکعت میں یہ نہیں ہے تو کیفیت میں مشابہت کہاں رہی تو تعارض کہاں ہے؟ یا توجیہ حدیث کی یہ ہے کہ فقط اکیلے تین رکعت میں ان سے پہلے کچھ نفل نہ ہوں، اس طرح مشابہت نماز مغرب کے ساتھ نہ ہو بلکہ کچھ نفل وتروں سے پہلے ہونے چاہئیں، دو رکعت ہوں یا چار رکعت ہوں وغیرہ، جیسا مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا سے یہی طریقہ منقول ہے طحاوی شریف میں، تو مشابہت کیفیت میں کہاں رہی؟ تعارض نہ ہوا۔

٦۔ حدیث سادس:

قال رسول الله ـصلی الله علیه وسلم: « إذا قام الإمام في الركعتين، فإن ذكر قبل أن يستوي قائما فليجلس. » (الحدیث)

اس کا جواب شیخ الحدیث نے دیا کہ اس میں راوی جابر جعفی اکذب ہے، جیسا کہ انھوں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے نقل فرمایا۔ دوسرا یہ کہ انھوں نے یہ فرمایا کہ رکعتین سے وہ رکعتیں مراد ہیں کہ جن کے بعد پہلے سے تشہد ثابت ہے، نہ یہ کہ اس حدیث سے نئے سرے سے بعد از دو رکعت تشہد ثابت ہوسکتا ہے، یعنی یہ حدیث تشہد کو ثابت نہیں کرتی۔ تیسرا یہ کہ حدیث ظاہر ہے ثبوتِ تشہد میں بعد از دو رکعت کے، اور دوسرے نصوص کے ساتھ متعارض ہے تو جب ظاہر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نصوص میں تعارض ہو تو عمل نص پر ہوتا ہے کما في الأصول۔ اور وہ نصوص یہ ہیں، مثلاً: حدیث «یوتر بثلاث لا یقعد إلا في آخرھن»

رد جواب اول کہ بے شک جابر جعفی راوی حدیث میں ضعیف ہے لیکن اس حدیث کے اور صحیح شواہد موجود ہیں جن کی وجہ سے یہ حدیث قابل حجت ہے:

"قال میرك: وروی الترمذي ـرحمه اللهـ نحوه، وقال ابن حجر ـرحمه الله: وله شواهد، صحح الترمذي بعضها وابن حبان والحاکم، وقال: علی شرط الشیخین باقیها وبه یرد قول البیهقي: لا یحتج به." (مرقاة: ۳/ ۳۰)

یعنی میرک نے کہا کہ مانند اس حدیث کے ترمذی نے روایت کیا، اور ابن حجر نے کہا کہ اور اس کے شواہد ہیں، بعض کو ترمذی نے صحیح کیا اور ابن حبان اور حاکم نے۔ اور کہا حاکم نے کہ باقی ان شواہد کے شیخین کی شرط پر ہیں، اور ساتھ اس کے رد کیا جاتا قول بیہقی کا کہ اس حدیث کے ساتھ حجت نہیں پکڑی جاتی۔

اور اسی مضمون کی حدیث مسلم شریف (۱/ ۱۹٤) میں بھی موجود ہے:

"وکان صلی الله علیه وسلم یقول: «في کل رکعتین التحیة» [1] (الحدیث)

یعنی پیغمبر ﷺ فرماتے تھے کہ بعد ہر دو رکعت کے التحیات ہے۔

تو بوجہ موجود ہونے ان شواہد کے ضعف حدیث کا مندفع ہوگیا۔

رد جواب ثانی کہ یہ شیخ الحدیث کا کہنا کہ اس سے نئے سرے سے جلوس ثابت نہیں ہوسکتا اگر پہلے کسی دلیل سے ثابت نہ ہو، یہ کیسے درست ہوسکتا ہے؟

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (٤۹۸)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھیے! اسی حدیث میں لفظ "فليجلس" کا ہے جو کہ امر کا صیغہ ہے، جب آپ ﷺ صریح امر جلوس کا فرما رہے ہیں، دو رکعت کے بعد جونسی نماز ہو۔ اور یہاں امر وجوب کے لیے ہے، قرینہ یہ ہے کہ آپ ﷺ جلوس نہ کرنے کی بنا پر سجدہ سہو کا فرما رہے ہیں۔ اور اسی طرح مسلم کی حدیث جو مذکور ہوئی ہے اس میں بھی آپ ﷺ کا فرمان موجود ہے کہ دو رکعت کے بعد التحیات ہے۔ آپ کے شیخ الحدیث کے ہاں گویا یہ قانون ہوا کہ تب حدیث سے مسئلہ ثابت ہوسکتا ہے جبکہ پہلے کسی دلیل سے وہ ثابت ہو، ورنہ نہیں ہوسکتا، تو پھر آپ نے جو حدیث "لا يقعد إلا في آخرهن" والی پیش کی، اس سے آپ کا مسئلہ کیسے ثابت ہوگا جبکہ پہلے سے ثابت نہیں، تو پھر اس کا بطورِ دلیل ذکر کرنا یہ آپ کے شیخ الحدیث کے ہاں مناسب نہ ہوا تو پھر کیوں ذکر کیا؟

دیکھیے! مثلاً امام ترمذی رحمہ اللہ نے ایک باب باندھا: "باب ما جاء إذا أم أحدكم الناس فليخفف" یہ امام ترمذی نے ایک دعویٰ رکھا ہے اور اس کی دلیل آگے بیان کی، حدیث:

"عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ـ صلى الله عليه وسلم: «إذا أم أحدكم الناس فليخفف»[1] (ترمذی شریف: ۱/ ۳۲)[2]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب ایک تمھارا لوگوں کا امام بنے تو چاہیے کہ ہلکی نماز پڑھا دے۔"

دیکھیے امام ترمذی نے اپنا دعویٰ فقط اسی حدیث ہی سے ثابت کیا ہے، یہ نہیں فرمایا کہ یہ دعویٰ پہلے اگر ثابت ہو کسی دلیل سے تب اس حدیث سے ثابت

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٤٦٧)

[2] سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٣٦)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوگا تو شیخ الحدیث کا یہ کہنا کہ اس حدیث سے جلوس ثابت نہیں ہوتا یہ درست نہیں رہا۔

رد جواب ثالث کہ یہ قانون تب جاری ہو کہ حدیثین کا تعارض بنے اور حدیثین کا تعارض ہے ہی نہیں، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ جلوس مقید مراد ہے، مطلق مراد نہیں ہے، ورنہ آپ کی اول وتروں کی صورت والی حدیث کے ساتھ متعارض ہوگی۔ اگر آپ کے معنی کے موافق تعارض ہو بھی جائے تو پھر قولی حدیث کو ترجیح ہوگی آپ کی فعلی حدیث پر، جیسا کہ اصولِ حدیث کا اصل ہے۔

ما حاصل بیان کا یہ ہوا کہ تین رکعت وتروں کی تین صورتیں ہیں: اول: دو رکعت پڑھ کر سلام کہنا اور تیسری رکعت الگ پڑھنا سلام سے۔ دوسری صورت کہ تین رکعت وتر ایک ہی سلام سے دوسری رکعت پر قعود کیے بغیر پڑھنا۔ تیسری صورت کہ دوسری رکعت پر جلوس کرنا بغیر سلام کے اور تیسری رکعت کے بعد سلام دینا۔ اور پہلی دونوں صورتوں کی حدیثیں آپس اندر متعارض ہیں، اور اصولِ حدیث کا قانون ہے کہ " إذا تعارضا تساقطا"یعنی جب دو حدیثیں متعارض ہو تو وہ گر جاتی ہیں، یعنی کسی پر عمل نہیں ہوتا، لہٰذا اول دونوں صورتیں وتروں کی گر گئی تو عمل کسی پر نہ ہوگا، لہٰذا تیسری صورت، چونکہ معارضہ سے سالم ہے، تو وہ ثابت ہوگئی۔

هذا ما ظهر لي بتوفيق الله تعالىٰ والعلم عند الله والله أعلم بالصواب وإليه المرجع والمآب.

كتبه أحقر العباد لا شيء عطاء محمد عفي عنه

مدرس مدرسہ عربیہ اسلامیہ تعلیم القرآن

محلہ میانہ میانوالی شہر

مورخہ ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۹۰ھ بروز جمعہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محترم بھائی فضل حق صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

واضح ہو کہ آپ کے شیخ الحدیث نے جو اعتراض کیے تھے بفضل اللہ تعالیٰ تمام کا جواب ہو گیا، لہٰذا آئندہ خط و کتابت کا سلسلہ میرے اور آپ کے درمیان ختم ہے کیونکہ آپ بھی حدیث پر عامل ہیں اور ہم بھی حدیث پر عمل کر رہے ہیں، اس میں اتنے نزاع کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کے ہاں بھی تاویل کا باب کھلا ہے اور ہمارے ہاں بھی تاویل کی ضرورت ہوتی ہے بلکہ تمام مذاہبِ حقہ کو تاویلِ حدیث سے خلاصی نہیں ہے۔ فقط والسلام في آخر الكلام

لا شيء عطاء محمد غفرله

مسجد میاں سلطان علی مرحوم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وضاحت مضمون و جوابِ تنقید

از شیخ الحدیث حافظ محمد گوندلوی

بسم الله الرحمن الرحیم، نحمده ونصلي علی رسوله الکریم

موضوعِ بحث:

چونکہ مولوی صاحبؒ نے اس تحریر کے آغاز ہی میں بحث کو الجھانے کی کوشش کی ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ موضوعِ بحث کی تھوڑی سی وضاحت کر دی جائے تاکہ قاری خلط میں واقع نہ ہو۔ تو بحثِ ہذا کا موضوع ''تین وتر ایک سلام سے پڑھنے کی کیفیت'' ہے۔ اہلِ حدیث کا مسلک ہے کہ اگر تین وتر ایک سلام سے پڑھنا چاہے تو دوسری رکعت پر التحیات نہ بیٹھے۔ احناف کا مذہب ہے کہ تین وتروں میں دوسری رکعت پر التحیات بیٹھنا واجب ہے۔

اور ''تین وتر ایک سلام سے پڑھنے کی کیفیت'' کے موضوعِ بحث ہونے پر مولوی صاحب کی پہلی اور دوسری تحریر بھی شاہد ہے، البتہ جناب فضل حق صاحب کی جانب سے مسلک اہلِ حدیث کی وضاحت طلب کرنے پر بندہ نے لکھا تھا:

''اہلحدیث کے نزدیک تین وتر کے دو طریقے ہیں:

۱۔ دو رکعت ایک سلام سے اور ایک رکعت دوسرے سلام سے پڑھے۔

۲۔ دوسری رکعت پر قعدہ کیے بغیر ایک ہی سلام سے پڑھے۔''

یہ صرف مسلکِ اہلِ حدیث کی وضاحت تھی۔ پہلی صورت کو زیرِ بحث لانا مقصود نہیں تھا مگر مولوی صاحب نے اس پر دو مغالطے قائم کر ڈالے:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مغالطہ نمبر ا:

مولوی صاحب فرماتے ہیں:

”تو ہمارے اور تمھارے درمیان قعود کا کوئی اختلاف نہ رہا، فقط سلام کا اختلاف رہا۔ ہم نفی سلام کی اسی حدیث نسائی والی، جو پہلی تحریر میں لکھی جا چکی ہے، سے ثابت کرتے ہیں کیونکہ یہ حدیث عدمِ سلام میں نص ہے، اور آپ کی حدیث سلام والی ثبوتِ سلام میں ظاہر ہے تو بوقتِ تعارض عمل نص پر ہوگا۔ وہ حدیث یہ ہے:

«لا يسلم في ركعتي الوتر» ثانی حدیث:«لا يسلم إلا في آخرهن»

تو ہمارا مسلک بالکل واضح ہوا، اس میں خفا کسی قسم کا نہ رہا، نزاعی مسئلہ تو یہیں ختم ہوگیا۔“

یہ عبارت سراسر مغالطہ ہے۔ اولاً تو اس لیے کہ حدیث:

«يسلم بين كل ركعتين ويوتر بواحدة» إلخ

”ہر دو رکعت پر سلام کہتے اور ایک رکعت سے وتر کرتے۔“

اور حدیث:

«لا يسلم في ركعتي الوتر» إلخ ”وتر کی دو رکعتوں میں سلام نہ کہتے۔“ میں تعارض سرے سے ہے ہی نہیں کیونکہ پہلی حدیث میں تین وتر دو سلام سے پڑھنے کی کیفیت مذکور ہے، اور دوسری حدیث میں تین وتر ایک سلام سے پڑھنے کا ذکر ہے۔ اور تین وتر ایک سلام سے پڑھنا یا دو سلام سے پڑھنا دونوں طرح شرعاً جائز ہے، لہٰذا ان دونوں حدیثوں میں تعارض کا شائبہ تک نہیں رہا۔

حدیث« لا يسلم في ركعتي الوتر » (عدمِ سلام) سے تین وتروں کی دوسری رکعت میں التحیات بلا سلام پر مولوی صاحب کا استدلال درست نہیں،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ اس کی تفصیل بندہ کی سابقہ تحریر میں گزر چکی ہے، وہی ملاحظہ فرمائیں۔

ثانیاً: اس لیے کہ جس طرح حدیث «لا یسلم في ركعتي الوتر» عدمِ سلام میں نص ہے ٹھیک اسی طرح حدیث «یسلم بین کل ركعتین» إلخ بھی ثبوتِ سلام میں نص ہے کیونکہ کلام «یسلم بین کل ركعتین» کا سوق تسلیم پر ہر دو رکعت کے لیے ہی ہے، لہٰذا مولوی صاحب کا ارشاد ''کیونکہ یہ حدیث عدمِ سلام میں نص ہے اور آپ کی حدیث سلام والی ثبوتِ سلام میں ظاہر ہے۔'' الخ

بالکل ہی غلط اور واقع کے خلاف ہے۔ تو تین وتر کی کیفیت میں احناف کے مسلک کا واضح اور ہر قسم کے خفا سے بالا تر ہونا تو درکنار وہ تو اصلاً ثابت ہی نہیں۔ مولوی صاحب کا فرمان ''نزاعی مسئلہ تو یہیں ختم ہوگیا'' درست ہے مگر ختمِ نزاع کی صورت یوں ہے کہ تین وتر دو سلام سے اور ایک سلام سے دوسری رکعت پر قعدہ کیے بغیر پڑھنا تو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے، البتہ تین وتروں میں دوسری رکعت پر التحیات بلا سلام پیغمبرِ خدا ﷺ سے ثابت نہیں۔

قول و عمل کا تضاد:

مولوی صاحب کا عمل تو آپ نے ملاحظہ فرما لیا کہ انھوں نے بنفس نفیس خواہ مخواہ دو حدیثوں میں تعارض پیدا کر کے ایک کو ظاہر اور دوسری کو نص قرار دے کر ان دونوں میں سے سنداً قوی ترین اور معنیً بہت ہی واضح نصِ صریح (امام بخاری و امام مسلم رحمہما اللہ کی صحیحین میں روایت کردہ مرفوع اور صحیح ترین حدیث) کو مسترد کر دیا، اور خوشی کے شادیانے بجانے لگے کہ جی ''ہمارا مسلک بالکل واضح ہوا اس میں کسی قسم کا خفا نہ رہا۔''

ان کے مسلک کے واضح یا خفی ہونے کا تو بعد میں پتہ چلے گا، البتہ ان کے اس پہلے مغالطے سے یہ بات ضرور واضح ہوئی کہ اس میں کسی قسم کا خفا نہ رہا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ مولوی صاحب نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی نصِ صریح اور مرفوع حدیث کو رد کر کے ایک گرانقدر اور عظیم الشان کارنامہ سرانجام دیا ہے، شاید ایسا کرنا بھی ان کا واضح اور غیر خفی مسلک ہو!!

یہ تو تھا ان کا عمل جس کا آپ نے مشاہدہ فرمالیا۔ اب ذرا اُن کا قول بھی ملاحظہ فرمائیں تاکہ ان کے قول و عمل کا ربط آپ پر واضح ہوسکے، چنانچہ غور سے سنیں۔ وہ بڑے دلکش اور معصومانہ انداز میں لکھتے ہیں:

"دیکھا کہ اگر تفسیر حدیث اس طرح کی جائے کہ دوسری حدیث کے موافق ہوجائے تاکہ تعارض نہ رہے، جیسا کہ حافظ صاحب اور عینی نے شرح بخاری میں فرمایا: "الأحاديث يفسر بعضها بعض" اور وہ چیز بیان کی جائے جس کو دوسری حدیث تفسیر کر رہی ہے، اپنے گھر سے کچھ بھی نہ ملایا جائے، یہ آپ کے شیخ الحدیث کے ہاں مفہوم بگاڑنا ہوجاتا ہے۔

"سنیے! نصوص کے متفق کرنے کا طریقہ تو خود پیغمبرِ خدا ﷺ نے فرمایا ہے:

"وعن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال: سمع النبي ـصلى الله عليه وسلم۔ قوما يتدارؤون في القرآن، فقال: « إنما هلك من كان قبلكم بهذا، ضربوا كتاب الله بعضه ببعض، وإنما نزل كتاب الله يصدق بعضه بعضا، فلا تكذبوا بعضه ببعض، فما علمتم منه فقولوا، وما جهلتم فكلوه إلىٰ[1] » (رواه احمد و ابن ماجه، مشكوة: ٣٥، كتاب العلم)[2]

---

❶ موصول شدہ تحریر میں عبارت ایسے ہی لکھی گئی ہے۔ [مؤلف]

❷ سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٥٨) مسند أحمد (٢/ ١٧٨) اسے امام بوصیری رحمہ اللہ نے صحیح اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے حسن کہا ہے۔ (مصباح الزجاجة: ١/ ١٤) نوٹ: مذکورہ ←

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی راوی فرماتے ہیں کہ پیغمبرِ خدا ﷺ نے ایک قوم کو سنا کہ وہ قرآن شریف کو آپس اندر ٹکرا رہی تھی، پس آپ ﷺ نے فرمایا کہ بلاشبہ اسی وجہ سے پہلے لوگ ہلاک ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو بعض سے بعض کے ساتھ ٹکراتے۔ اور اس لیے اللہ تعالیٰ کی کتاب نازل کی گئی ہے کہ بعض اس کا تصدیق کرے بعض کی، پس تم بعض کے ساتھ بعض کی تکذیب نہ کرانا۔[1] جس کو جانتے ہو وہ بیان کرو اور جس کو نہیں جانتے اس کو عالم کے سپرد کر دو۔ اس سے معلوم ہوا کہ نصوص کا وہ معنی لینا چاہیے جس سے متعارض نہ ہوں۔''

بندہ مولوی صاحب کے اس طریقِ بیان پر کچھ نہیں کہنا چاہتا، صرف آپ لوگوں سے اتنی درخواست کرتا ہے کہ ان کے اس قول کے ایک ایک فقرے کا ان کے مندرجہ بالا عمل سے موازنہ ضرور کیجیے، اس طرح آپ کے لیے کئی ایک سربستہ راز کھلیں گے۔

مغالطہ نمبر ۲:

حضرت صاحب ارشاد فرماتے ہیں:

''تین رکعت وتروں کی تین صورتیں ہیں:

اول: دو رکعت پڑھ کر سلام کہنا اور تیسری رکعت الگ پڑھنا سلام سے۔ دوسری صورت کہ تین رکعت وتر ایک ہی سلام سے دوسری رکعت پر قعود کیے بغیر پڑھنا۔ تیسری صورت کہ دوسری رکعت پر جلوس

← تحریر میں حدیث کا آخری لفظ ''إلی عالمه'' مکمل نہیں لکھا گیا، جیسا کہ مؤلف رحمہ اللہ نے بھی تصریح کی ہے۔

[1] مولوی صاحب کی تحریر میں لفظ ایسے ہی ہیں۔ [مؤلف]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا بغیر سلام کے اور تیسری رکعت کے بعد سلام دینا۔

''اور پہلی دونوں صورتوں کی حدیثیں آپس اندر متعارض ہیں، اور اصولِ حدیث کا قانون ہے کہ ''إذا تعارضا تساقطا''یعنی جب دو حدیثیں متعارض ہوں تو وہ گر جاتی ہیں، یعنی کسی پر عمل نہیں ہوتا، لہٰذا اول دونوں صورتیں وتروں کی گرگئی تو عمل کسی پر نہ ہوگا، لہٰذا تیسری صورت چونکہ معارضہ سے سالم ہے تو وہ ثابت ہوگئی۔'' انتھی بلفظہٖ

مولوی صاحب کی یہ عبارت بھی پہلی عبارت کی طرح سراسر مغالطہ وسفسطہ ہے۔ أولاً: تو اس لیے کہ پہلی اور دوسری صورت کی احادیث آپس میں متعارض ہیں ہی نہیں کیونکہ تین وتر ان دونوں صورتوں میں پڑھے جا سکتے ہیں کہ یہ دونوں طریقے سرور کائنات ﷺ سے صحیح احادیث کے ساتھ ثابت ہیں۔

ثانیاً: یہ صورتیں من قبیل الافعال ہیں اور افعال میں تعارض نہیں ہوتا۔ ہاں! پہلی صورت آنحضرت ﷺ کے قول سے بھی ثابت ہے، اس لیے آپ کے فارمولے ''قولی حدیث کو ترجیح ہوگی فعلی حدیث پر'' کے تحت تو صرف پہلی ہی صورت پر عمل ہونا چاہیے اور دوسری دونوں صورتیں نا قابلِ عمل ہونی چاہیے مگر مولوی صاحب اپنے ہی اس اصول پر عمل کرتے نظر نہیں آتے۔

ثالثاً: اس لیے کہ ''إذا تعارضا تساقطا''(جب دو حدیثیں متعارض ہوں تو گر جاتی ہیں) اصولِ حدیث کا کوئی قانون نہیں، کیونکہ رسولِ خدا ﷺ سے بسند صحیح مروی دو حدیثوں میں تعارض وحی الٰہی میں تعارض کو مستلزم ہے اور وحی الٰہی میں تعارض امرِ محال ہے، لہٰذا رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں تعارض کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں، ہمیں کم علمی وکم فہمی کی وجہ سے احادیث میں جو ظاہری وصوری تعارض نظر آتا ہے اس کے لیے اصولِ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث میں مندرجہ ذیل قانون موجود ہے:

"فصار ما ظاهره التعارض واقعا على هذا الترتيب: الجمع إن أمكن، فاعتبار الناسخ والمنسوخ، فالترجيح إن تعين، ثم التوقف."❶ (شرح نخبه: ٤٨)

یعنی جن احادیث میں بظاہر تعارض ہو ان میں سب سے پہلے تطبیق دی جائے، اور اگر تطبیق ناممکن ہو تو ناسخ و منسوخ کا اعتبار کیا جائے، اور اگر وہ ناسخ و منسوخ بھی نہ بن سکیں تو ترجیح دی جائے، اور اگر ترجیح بھی متعین نہ ہو سکے تو توقف کیا جائے۔

تو اس قانون کے مطابق اس مقام پر چونکہ تطبیق ممکن ہے اس لیے ان احادیث میں تطبیق یوں دی جائے گی کہ پہلے دونوں طریقے رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں اور دونوں پر عمل کرنا درست ہے، لٰہذا پہلے طریقے پر عمل کرنے والا حدیث پر عمل کر رہا ہے اور دوسرے طریقے پر عمل کرنے والے کو بھی حدیث کی تائید حاصل ہے، البتہ تیسرے طریقے پر عمل کرنے والے کو عامل بالحدیث نہیں کہا جا سکتا کیونکہ تیسرا طریقہ حضور اکرم ﷺ سے اصلاً ثابت ہی نہیں، تو مولوی صاحب کی بات ''اور اصولِ حدیث کا قانون ہے کہ "إذا تعارضا تساقطا" یعنی جب دو حدیثیں متعارض ہوں تو گر جاتی ہیں۔'' اصولِ حدیث پر صریح بہتان ہے، اصولِ حدیث کا قانون وہی ہے جو پہلے نقل کیا جا چکا ہے۔

رابعاً: کسی حدیث کا معارضے سے سالم ہونا یا معارضے سے سالم نہ ہونا اس حدیث کے ثبوت کی فرع ہے، لٰہذا آپ پر لازم ہے کہ پہلے کوئی ایسی حدیث پیش فرمائیں جو تیسری صورت کے لیے مثبت ہو، اس کے بعد

❶ نزهة النظر (ص: ٩٧) نیز دیکھیے: الكفاية (ص: ٤٣٣) تدريب الراوي (٢/ ١٦٩)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معارضے سے سالم ہونے یا سالم نہ ہونے کی بات کریں۔ صرف تیسری صورت کا معارضے سے سالم ہونا اس کے اثبات کے لیے کافی نہیں ہے تو مولوی صاحب کا فرمان ''تیسری صورت چونکہ معارضہ سے سالم ہے تو وہ ثابت ہوگئی'' بالکل غلط ہے۔

خامساً: مولوی صاحب کے اندازِ فکر کو لیا جائے تو یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ آخری دونوں صورتوں کی روایات آپس میں متعارض ہیں اور اصولِ حدیث کا قانون ہے: "إذا تعارضا تساقطا" یعنی جب دو حدیثیں متعارض ہوں تو وہ گر جاتی ہیں، یعنی کسی پر عمل نہیں ہوتا، لہٰذا آخری دونوں صورتیں گر گئیں تو عمل کسی پر نہ ہوگا، لہٰذا پہلی صورت چونکہ معارضے سے سالم ہے تو وہ ثابت ہوگئی۔ آیا مولوی صاحب اپنے ہی فارمولے کو مدنظر رکھتے ہوئے اس پر عمل کرنے کو تیار ہیں؟

سادساً: جس تعارض کو مولوی صاحب پہلی دو صورتوں میں پیدا کر کے انھیں گرا رہے ہیں اس تعارض سے تو تیسری صورت بھی سالم نہیں کیونکہ ان تینوں صورتوں میں سے ہر ایک صورت سے دوسری صورت جدا ہے، اور نمازی بیک وقت ان تینوں صورتوں سے دو صورتوں پر عمل نہیں کر سکتا۔ اگر مولوی صاحب یہ بات نیک نیتی سے کہہ رہے ہیں تو عدل و انصاف کا تقاضا تھا کہ وہ مندرجہ بالا ارشاد کی بجائے یوں فرماتے ''اور تینوں صورتوں کی احادیث آپس اندر متعارض ہیں اور اصولِ حدیث کا قانون ہے کہ جب حدیثیں متعارض ہوں تو وہ گر جاتیں ہیں، یعنی کسی پر عمل نہیں ہوتا، لہٰذا تینوں صورتیں وتروں کی گر گئیں تو عمل کسی پر نہ ہوگا'' تو مولوی صاحب کا پہلی دو صورتوں کی احادیث کو تو متعارض قرار دینا اور تیسری صورت کو معارضے سے سالم بتانا سراسر تحکم و ناانصافی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سابعاً: مولوی صاحب کے مفروضے کو لے کر کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ تین وتروں کی ایک چوتھی صورت بھی ہے: ''پہلی رکعت پر تشہد بلا سلام'' اور پہلی تینوں صورتوں کی احادیث آپس اندر متعارض ہیں، لہٰذا وہ گر گئیں، یعنی ان پر عمل نہ ہوگا اور چوتھی صورت چونکہ معارضے سے سالم ہے تو وہ ثابت ہوگئی۔ آیا مولوی صاحب اس کی اس بات کو قبول فرمائیں گے؟

تو مولوی صاحب تیسری صورت کے معارضے سے سالم نہ ہونے یا ہونے کی بات چھوڑیں، احادیثِ رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث پیش فرمائیں جس سے آپ کی یہ تیسری صورت ثابت ہوسکے۔ جو روایات آپ نے ذکر کی ہیں ان سے کوئی ایک بھی تیسری صورت کے لیے مثبت نہیں، چنانچہ اس کی تفصیل پچھلی تحریر میں گزر چکی ہے۔

قول وعمل میں تناقض:

مولوی صاحب کا عمل آپ کے سامنے ہے کہ انھوں نے پہلی اور دوسری صورت کی احادیث میں خواہ مخواہ سینہ زوری سے تعارض پیدا کر کے انھیں رد کر دیا۔ اور ان کا قول بہت طویل ہے جس کا ماحصل یہ ہے: ''نصوص کا وہ معنی لینا چاہیے جس سے متعارض نہ ہوں۔'' پہلے مغالطہ کے آخر میں نقل کیا جا چکا ہے، آپ خود غور فرمائیں کہ مولوی صاحب کے اس قول وعمل میں کس حد تک مناسبت ہے؟

مولوی صاحب کے ان دو مغالطات اور ان کے قول وعمل کے تضاد و تناقض سے ان کی اپنی پوزیشن واضح ہوچکی ہے، اور اس سے پہلی تحریر میں ان کے دلائل کی پوزیشن بھی واضح کی گئی تھی مگر مولوی صاحب نے اس تحریر میں پھر انھی دلائل کو دہرایا ہے، اس لیے مزید وضاحت سنیے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث فضل بن عباس رضی اللہ عنہما

”عن الفضل بن عباس قال: قال رسول اللہ ـصلی اللہ علیه وسلم:
«الصلوة مثنیٰ مثنیٰ، تشهد في كل ركعتين. إلخ» ❶ (رواه الترمذي)

بندہ نے دو وجوہ سے ثابت کیا تھا کہ یہ حدیث مولوی صاحب کے مطلوب ”وجوبِ تشہد بلا سلام در دو رکعت از سہ وتر“ کے لیے مثبت نہیں، جن سے پہلی وجہ یہ ہے:

پہلی وجہ:

اس روایت کا مدار عبداللہ بن نافع پر ہے جس کے متعلق رئیس المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ کا فیصلہ ہے:

”لم يصح حديثه“ ❷ ”عبداللہ بن نافع کی حدیث صحیح نہیں ہے۔“

چنانچہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”قال ميرك: وفي سنده عبدالله بن نافع بن العمياء قال البخاري: لم يصح حديثه. كذا في التخريج.“ (مرقاة: ٢/ ٢٦٨)

”علامہ میرک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس روایت کی سند میں عبداللہ بن

---

❶ سنن الترمذي، رقم الحديث (٣٨٥) اس کی سند میں عبداللہ بن نافع مجہول ہے۔ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو مضطرب وضعیف اور امام عقیلی نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔ (التمهيد: ١٣/ ١٨٦، الضعفاء للعقيلي: ٢/ ٣١١) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی اسے مضطرب کہا ہے۔ تهذيب التهذيب (١/ ٣٢٨، ترجمه أنس بن أبي أنس) علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ”منکر“ ہے۔ دیکھیں: الضعيفة، رقم الحديث (٦٥٤٦)

❷ التاريخ الكبير (٥/ ٢١٣) امام بخاری رحمہ اللہ کی یہ جرح اسی حدیث کو مد نظر رکھتے ہوئے ہے، یعنی انھوں نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے، جیسا کہ ابن عدی رحمہ اللہ نے واضح کیا ہے۔ الكامل في ضعفاء الرجال (٤/ ٢٢٦) اور حافظ طاہر مقدسی رحمہ اللہ نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ (ذخيرة الحفاظ (٣/ ١٥٥٦)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نافع نامی ایک راوی ہے جس کی بابت امام بخاری فرماتے ہیں: اس کی حدیث صحیح نہیں۔"

صاحبِ تحفۃ الاحوذی فرماتے ہیں:

"قلت: مدار هذا الحديث على عبدالله بن نافع بن العمياء وهو مجهول على ما قال الحافظ، وقال البخاري: لم يصح حديثه." (۱/ ۳۰۰)

"اس حدیث کا مدار عبداللہ بن نافع پر ہے اور وہ بقول حافظ رحمہ اللہ مجہول ہے، اور امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اس کی حدیث صحیح نہیں۔" انتهى بلفظي

مولوی صاحب فرماتے ہیں:

"میں چاہتا ہوں کہ جو اعتراض آپ کے شیخ الحدیث نے تحریر شدہ احادیث پر کیے ان کا جواب عرض کر دوں تاکہ معلوم ہوجائے کہ وہ اعتراض بالکل ضعیف ہیں بلکہ اَضعف ہیں۔" انتهى بلفظه

زبانی کلامی کسی بات کو ضعیف یا اَضعف کہنا تو آسان کام ہے مگر اس کا ضعف دلائل سے ثابت کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مولوی صاحب بندہ کے کلام کو تو اَضعف قرار دے رہے ہیں اور اپنے کلام پر غور نہیں فرماتے کہ وہ تو اَضعف کیا اَضعف ترین ہے۔ چنانچہ فقیر اور مولوی صاحب کے کلام کو بنظرِ عمیق پڑھنے سے آپ پر واضح ہوگا کہ کس کا کلام قوی اور مبنی بر دلائل ہے اور کس کا کلام، اَضعف اور مبنی بر مغالطات و سفسطات ہے؟ لہٰذا درخواست ہے کہ آپ حضرات ہماری تحریرات کا ایک دفعہ ضرور گہری نگاہ سے مطالعہ فرمائیں، اس کے بعد رائے قائم کرنے کا آپ کو اختیار ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بندہ کی پہلی وجہ کا ماحصل یہ ہے کہ فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث نہ صحیح ہے اور نہ حسن بلکہ ضعیف ہے۔ اس پر مولوی صاحب نے دو اعتراض کیے ہیں:

۱۔ "قال ابن حجر: و سنده حسن." (مرقاة: ۲/ ۲۶۸)

"یعنی ابن حجر مرحوم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سند اس حدیث کی حسن ہے۔"

۲۔ "قال محمد: حديث الليث بن سعد أصح من حديث شعبة."
(ترمذي: ۱/ ۱۵)

"امام ترمذی رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ سے نقل فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حدیث لیث کی زیادہ صحیح ہے حدیث شعبہ سے۔" انتهى

مگر ان کی پہلی بات "قال ابن حجر: وسنده حسن" قابل قبول نہیں، اولاً تو اس لیے کہ جس ابن حجر رحمہ اللہ کا قول "وسنده حسن" آپ نے نقل فرمایا ہے وہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ ہیں، اور بندہ نے جس ابن حجر رحمہ اللہ کا قول "عبداللہ بن نافع راوی مجہول ہے۔" نقل کیا تھا وہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ صاحبِ فتح الباری ہیں۔[1] اور ظاہر ہے کہ علومِ حدیث میں تحقیق و تدقیق کے سلسلہ میں ابن حجر مکی کو حافظ ابن حجر عسقلانی سے کوئی مناسبت نہیں، اس لیے ابن حجر مکی کا قول "وسنده حسن" حافظ ابن حجر عسقلانی کے قول "عبداللہ بن نافع راوی مجہول ہے" کے مقابلے میں معتبر اور قابلِ قبول نہیں ہو سکتا۔

ثانیاً: حافظ ابن حجر عسقلانی کی جرح: "عبداللہ بن نافع راوی مجہول ہے" مفسر ہے، اور قاعدہ ہے:

---

[1] اور اس حدیث کو انھوں نے مضطرب کہا ہے۔ (تهذيب التهذيب: ۱/ ۳۲۸ ترجمه أنس بن أبي أنس)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”والجرح مقدم على التعديل، وأطلق ذلك جماعة، ولكن محله إن صدر مبينا من عارف بأسبابه.“ (شرح نخبه: ١١٠) ❶

”اور جرح، تعدیل پر مقدم ہے، اور اس قاعدے کو ایک جماعت نے مطلق رکھا ہے لیکن اس کا محل یہ ہے کہ عالم و عارفِ اسباب سے اگر جرح مبین و مفسر صادر ہو تو وہ تعدیل پر مقدم ہے۔“

لہٰذا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی جرح مفسر ”عبداللہ بن نافع راوی مجہول ہے“ ابن حجر مکی کے قول ”اس کی سند حسن ہے“ پر مقدم ہے، اور ابن حجر مکی کا قول قابلِ اعتبار نہیں ہے۔

نوٹ:

صاحبِ مرقات اور مولوی صاحب نے ابن حجر مکی کے ساتھ ان کی نسبت ”مکی“ ذکر نہیں کی، شاید وہ یہ تأثر دینا چاہتے ہوں کہ قول ”وسنده حسن“ کے قائل حافظ ابن حجر عسقلانی ہیں۔ الحمدللہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بات تو بندہ نے واضح کر دی، البتہ اس قسم کا تأثر دینا اہلِ علم و دیانت کے شایانِ شان نہیں۔

مولوی صاحب کی دوسری بات ”قال محمد: حديث الليث أصح من حديث شعبة“ بھی ان کے لیے مفید نہیں۔

اولاً تو اس لیے کہ امام بخاری رحمہ اللہ فرما چکے ہیں کہ عبداللہ بن نافع کی حدیث صحیح نہیں اور عبداللہ بن نافع لیث کی سند میں بھی ہے اور شعبہ کی سند میں بھی، اس لیے حدیثِ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ، خواہ سندِ لیث سے ہو یا سندِ شعبہ سے، امام بخاری رحمہ اللہ کے ہاں صحیح نہیں۔ رہا ان کا فرمان ”حديث الليث أصح من حديث شعبة“ تو اس کا مطلب و مفہوم صرف اور صرف

❶ نزهة النظر (ص: ١٧٩)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ہے کہ دونوں سندیں غیر صحیح ہونے کے باوصف سندِ لیث چند امور میں زیادہ صحیح ہے۔[1] چنانچہ ان امور کی تفصیل بھی امام ترمذی ہی نے اپنی کتاب میں نقل فرمائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"سمعت محمد بن إسماعيل يقول: روى شعبة هذا الحديث عن عبد ربه بن سعيد فأخطأ في مواضع: (١) فقال: عن أنس بن أبي أنس، وهو عمران بن أبي أنس (٢) وقال: عن عبد الله بن الحارث، وإنما هو عبدالله بن نافع بن العمياء عن ربيعة بن الحارث (٣) وقال شعبة: عن عبد الله بن الحارث عن المطلب عن النبي ـصلى الله عليه وسلم وإنما هو عن ربيعة بن الحارث بن عبدالمطلب عن الفضل بن عباس عن النبي ـصلى الله عليه وسلم."[2]

"امام ترمذی فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے سنا وہ فرما رہے تھے کہ اسی حدیث کو شعبہ نے عبد ربہ بن سعید سے بیان کیا تو اس نے چند مواضع میں خطا کی: ا۔ شعبہ نے کہا: عن انس بن ابی انس، اور صحیح عمران بن ابی انس ہے۔ ۲۔ اور شعبہ نے کہا: عن عبداللہ بن الحارث، اور صحیح عبداللہ بن نافع عن ربیعہ بن الحارث ہے۔ ۳۔ اور شعبہ نے کہا: عن عبداللہ بن الحارث عن المطلب عن النبی ﷺ۔ صحیح یوں ہے: عن ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب عن الفضل بن عباس عن النبی ﷺ۔"

---

[1] علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یہ الفاظ جامع ترمذی اور بخاری رحمہ اللہ کی تاریخ میں ملتے ہیں۔" (تدريب الراوي: ٨٧)

[2] سنن الترمذي، رقم الحديث (٣٨٥) اور شعبہ کی حدیث سنن أبي داود، رقم الحديث (١٢٩٦) میں ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ترمذی رحمہ اللہ امام بخاری سے شعبہ کی مندرجہ بالا تین غلطیاں نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"قال محمد: حديث الليث أصح من حديث شعبة"

تو اس عبارت کا مفہوم مندرجہ بالا شعبہ کی تین اغلاط اور امام بخاری کے فیصلے "عبداللہ بن نافع کی حدیث صحیح نہیں" کی روشنی میں یہی ہے کہ سندیں تو دونوں ہی غیر صحیح ہیں البتہ جو تین اغلاط شعبہ کی سند میں ہیں وہ لیث کی سند میں نہیں۔ اس کی نظیریں تو بے شمار ہیں صرف ایک ہی اختصاراً ذکر کیے دیتا ہوں:

چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ ایک حدیث کے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"قال أحمد: لا أعلم في هذا الباب حديثا له إسناد جيد."

تو تحفۃ الاحوذی میں اس مضمون کی احادیث کے بارے میں امام بزار سے منقول ہے:

"كل ما روي في هذا الباب فليس بقوي."

اور امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا:

"أحسن شيء في هذا الباب حديث رباح بن عبدالرحمن."

اب امام بخاری رحمہ اللہ کے اس فرمان کا یہ مطلب نہیں کہ اس مضمون کی تمام احادیث حسن ہیں اور رباح بن عبدالرحمٰن کی حدیث احسن ہے[1] کیونکہ اس مضمون کی کوئی ایک حدیث بھی مقبول نہیں، جیسا کہ امام احمد اور امام بزار سے نقل کیا

[1] یہ اور اس معنی کے الفاظ جامع ترمذی اور امام بخاری رحمہ اللہ کی تاریخ میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ (تدريب الراوي، ص: ۸۷) علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے حدیث کی تصحیح یا تحسین لازم نہیں آتی کیونکہ محدثین ضعیف حدیث کے بارے بھی ایسا کلام کرتے ہیں اور ان کا مقصود اس سے یہ ہوتا ہے کہ اس میں ضعف قلیل ہے۔ (الأذكار، ص: ۱۸٦)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاچکا ہے۔ پھر رباح بن عبدالرحمٰن کی حدیث میں مجہول اور ایسے راوی موجود ہیں جن کے بارے میں خود امام بخاری رحمہ اللہ ہی فرماتے ہیں: "في حديثه نظر" بلکہ اس کا مفہوم صرف یہی ہے کہ اس مضمون کی سب احادیث ہیں تو ضعیف مگر ان سب ضعاف سے رباح بن عبدالرحمٰن کی ضعیف حدیث قدرے احسن ہے۔[1] ٹھیک اسی طرح اس مقام پر بھی "حديث الليث أصح من حديث شعبة" کا یہی مفہوم ہے کہ عبداللہ بن نافع کی وجہ سے دونوں غیر صحیح ہیں اور ان دونوں غیر صحیح سندوں سے سندِ لیث اَصح ہے۔ یہ قطعاً مطلب نہیں کہ دونوں سندیں صحیح ہیں اور سندِ لیث اَصح ہے۔

ثانیاً: اگر اس عبارت کا مفہوم وہی ہوتا جو مولوی صاحب نے بیان کیا ہے تو مولانا انور شاہ صاحب رحمہ اللہ اس روایت کی صحت و سقم کی بحث میں مندرجہ ذیل تکلف و تعسف کا کبھی ارتکاب نہ فرماتے بلکہ مختصر اور سیدھے سادھے الفاظ میں یوں فرما دیتے: بھئی یہ حدیث مقبول ہے کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے نہ

---

[1] حدیث کے الفاظ یہ ہیں: «لا وضوء لمن لم يذكر اسم الله عليه» (وہ وضو معتبر نہیں جس کے شروع میں اللہ کا ذکر نہ کیا گیا ہو) سنن الترمذي (٢٥) کی روایت (عن ابی ہریرہ) سنداً اگرچہ ضعیف ہے لیکن اپنے شواہد کی بنا پر یہ "حسن" کے مرتبے سے کم نہیں ہے۔ ان میں سے ایک کو ابن ماجہ (برقم: ٣٩٧) نے بروایت ابو سعید خدری ذکر کیا ہے۔ بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اس کی سند حسن ہے۔" (مصباح الزجاجة: ١/ ٥٩) نیز اسے (ابو ہریرہ کی حدیث کو) حافظ ابن صلاح، ابن کثیر، ابن سید الناس اور حافظ عراقی رحمہم اللہ نے "حسن" کہا ہے۔ (عون المعبود: ١/ ١٢٢، محجة القرب: ص: ٢٧، ٢٨، إرواء الغليل، رقم الحديث: ٨١، نيل الأوطار: ١/ ١٦٥) امام منذری اور حافظ ابن حجر رحمہما اللہ نے اسے قوی کہا ہے۔ (الترغيب والترهيب: ١/ ٩٩، تلخيص الحبير ١/ ٧٥)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف صحیح بلکہ اُصح قرار دیا ہے مگر چونکہ وہ سمجھتے تھے کہ "حيث الليث أصح من حديث شعبة" کا یہ مفہوم نہیں، تب ہی انھوں نے فرمایا:

"وفي حديث الباب مقال" کہ اس باب کی حدیث میں مقال و کلام ہے، اور تب ہی انھوں نے یہ تکلف فرمایا:

"وأخرجه الزيلعي وعزاه إلى النسائي، وما وجدته في الصغرىٰ لعله في الكبرى. فإن الزيلعي متثبت في النقول أشد تثبت، فإن كان أخرجه النسائي في الكبرىٰ لا ينحط الحديث عن مرتبة الحسن، وإن لم يكن في منزلة أحاديث الصغرىٰ." [1] (العرف الشذي)

مولوی صاحب کو مولانا انور شاہ صاحب رحمہ اللہ کی اس آخری بات پر ادھار نہ کھانا چاہیے:

أولاً: تو اس لیے کہ اس حدیث کا کبریٰ میں ہونا ابھی تک نا معلوم ہے۔

ثانیاً: اس لیے کہ کسی حدیث کا کبریٰ کیا نسائی کی صغریٰ میں ہونا بھی اس حدیث کے حسن ہونے کی دلیل نہیں کیونکہ صغری کے اندر ایسی حدیثیں بھی ہیں جن کو محدثین نے ضعیف کہا ہے۔

تو "حديث الليث أصح من حديث شعبة" کا مطلب جو مولوی صاحب نے دریافت فرمایا وہ مطلب حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمہ اللہ ایسے بلند پایہ عالم کے ذہن میں بھی نہیں آسکا حالانکہ یہ عبارت ان سے کوئی اوجھل نہ تھی۔

تو حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کی متذکرہ بالا حدیث نہ صحیح ہے اور نہ ہی حسن بلکہ ضعیف اور غیر مقبول ہے کیونکہ رد کے دو ہی بڑے سبب ہیں:

[1] العرف الشذي (١/ ٣٨٥) نوٹ: امام زیلعی رحمہ اللہ نے جس حدیث کی نسبت نسائی کی طرف کی ہے وہ سنن کبری (١/٢١٢) میں موجود ہے لیکن اس میں بھی ابن العمیاء موجود ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ سقط و انقطاع

۲۔ طعن و جرح بر راوی۔

پھر طعن و جرح کے اسباب حافظ صاحب نے دس بیان کیے ہیں جن سے آٹھواں سبب جہالتِ راوی ہے، اور یہ جہالت اس مقام پر موجود ہے کیونکہ راوی عبداللہ بن نافع مجہول ہے، لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے تو بندہ کا ضعفِ حدیث والا اعتراض مندفع نہیں ہوا بلکہ اور مضبوط و پختہ ہوگیا ہے۔

دوسری وجہ:

فقیر نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مولوی صاحب کے مطلوب ''وجوبِ تشہد بلا سلام در رکعت دوم از سہ وتر'' کے لیے مثبت نہ ہونے کی جو دوسری وجہ پیش کی تھی وہ یہ ہے کہ مولوی صاحب تشہد سے التحیات بلاتسلیم مراد لے رہے ہیں حالانکہ اس مقام پر تشہد سے التحیات بلاتسلیم مراد ہی نہیں بلکہ التحیات مع التسلیم مراد ہے، جیسا کہ لفظ ''مثنیٰ مثنیٰ'' سے واضح ہے۔

نیز حضرت مولانا انور شاہ صاحب حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''أقول: المراد في الحديث هو التشهد مع التسليم كما في مسند أحمد.''[1] (العرف الشذي: ١٧٨)[2]

''حدیث میں تشہد سے مراد تشہد مع التسلیم ہی ہے، جیسا کہ مسند احمد میں ہے۔''

لہٰذا مولوی صاحب حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کی متذکرہ بالا حدیث سے اپنے دعوے پر استدلال نہیں کر سکتے۔

---

[1] مسند أحمد (٢/ ٧٧) نیز دیکھیے: صحيح مسلم، رقم الحديث (٧٤٩)

[2] العرف الشذي (١/ ٣٦٥)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس پر مولوی صاحب نے جو باتیں کیں ان کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ ''مثنیٰ مثنیٰ'' تشہد مع التسلیم پر دال نہیں کہ ملا علی قاری اور ابن ہمام نے یوں ہی کہا ہے۔

۲۔ حضرت انور شاہ صاحب نے جو فرمایا ہے کہ مع التسلیم ہے یہ کوئی مفسر نہیں۔ الخ

پہلی بات کا جواب:

لیجیے مولوی صاحب کو ''مثنیٰ مثنیٰ'' کے معنی میں بھی شبہ و تردد سا پیدا ہو گیا اور یہ شبہ کوئی صرف انھی کو نہیں ہوا بلکہ اس شبہ میں تو ان کے اکابر بھی مبتلا نظر آتے ہیں۔ چنانچہ ''امام الواصلین'' اور ''قدوۃ المحدثین'' مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ مثنیٰ مثنیٰ کے معنی میں اپنے تردد کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لعل معناه مثل ما مرمن أن بعد كل ركعتين تشهد." إلخ

(كوكب دري: ١/ ١٨٥)

رہے آپ کے قاری صاحب رحمہ اللہ جن سے آپ نے نقل کیا ہے کہ انھوں نے مرقات میں بلا تسلیم مراد لیا ہے تو وہ بے چارے بھی عجیب چکر میں گھرے ہوئے ہیں کیونکہ وہ مرقات (۲/ ۲۶۷) پر تو فرماتے ہیں:

"ولا دلالته على سلام بعدهما " ''اور نہیں دلالت اوپر سلام کے بعد ان دو رکعتوں کے۔''

پھر اس کے بعد ہی قاری صاحب رحمہ اللہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"يسلم من كل ركعتين" ويؤيده: «صلوة الليل مثنىٰ مثنى»

(مرقاة: ٣/ ١٢٠)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''حضور اکرم ﷺ ہر دو رکعت پر سلام کہتے، اور حدیث:﴿ صلوۃ اللیل مثنیٰ مثنیٰ﴾ ''رات کی نماز دو دو رکعت ہے۔'' اس کی تائید کرتی ہے۔''

اس فرمان میں حضرت قاری صاحب حدیث﴿ صلاۃ اللیل مثنیٰ مثنیٰ﴾ کو حدیث ''یسلم من کل رکعتین ''کی مؤید بتا رہے ہیں، جس کا معنی یہ ہوا کہ لفظ ''مثنیٰ مثنیٰ ''کی ہر دو رکعت سے سلام کہنے پر دلالت ہے، ورنہ وہ ''یسلم من کل رکعتین'' کی مؤید نہیں ہوسکتی۔

تو حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کی (۲/ ۲۶۷) والی بات (۳/ ۱۲۰) والی سے متعارض ہے۔ اگر جناب قاری صاحب رحمہ اللہ زندہ ہوتے تو ان سے بصد ادب و احترام پوچھا جاتا کہ بتایئے جناب! آپ کی مندرجہ بالا دو باتوں:

۱۔ ''لا دلالته علی سلام بعدهما ''

۲۔ ''ويؤيده صلاة الليل مثنیٰ مثنیٰ'' سے کون سی بات صحیح اور کون سی غلط ہے؟

اب چونکہ وہ تو اللہ کو پیارے ہوچکے ہیں، اور آپ ماشاء اللہ بقیدِ حیات ہیں، لہٰذا آپ ہی فرمائیں کہ جناب قاری صاحب رحمہ اللہ کی ان دو باتوں سے کونسی بات صحیح ہے؟ یا کہ یہاں بھی قانون ''إذا تعارضا تساقطا'' ہی لاگو ہوتا ہے؟ ویسے '' إنما يؤخذ بالآخر فالآخر ''کے تحت قرین قیاس تو یہ ہے کہ ان کی دوسری بات ماخوذ و معتبر ہو، آگے ؎

جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

رہا آپ کا فرمان ''ابن ہمام رحمہ اللہ نے فتح القدیر میں بھی یہی معنی مراد لیے ہیں'' تو حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس کے دو جواب دیے ہیں:

''۱۔ أجاب ابن الهمام عن حديث الباب بتأويلين: الأول: أن لفظ مثنیٰ ناف للواحد والثلاثة، وأما الأربع فليست

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بداخلة تحته. والثاني: أن معنى مثنى اثنان اثنان، فيكون المجموعة أربع ركعات، ولم يقل النبي ـصلى الله عليه وسلم: أربعاً أربعاً كي لا يرفع القعدة على ركعتين ركعتين."

''ابن ہمام نے حدیث الباب "صلوة الليل مثنیٰ مثنیٰ" کا دو تاویلوں کے ذریعے جواب دیا: پہلی تاویل یہ ہے کہ لفظ مثنیٰ ایک اور تین کے لیے نافی ہے، رہا چار تو وہ اس کے تحت داخل نہیں۔ اور دوسری تاویل یہ ہے کہ لفظ مثنیٰ کا معنی ہے: دو دو، تو مجموعی طور پر چار رکعات ہوئیں، اور نبی کریم ﷺ نے چار چار نہیں فرمایا کہ کہیں دو رکعت پر سے قعدہ ہی نہ اٹھا دیا جائے۔''

"أقول: يخالفه قول الزمخشري: أن المراد من مثنىٰ اثنان فقط لا اثنان اثنان، وهذا إذا كان اللفظ مكرراً."

''میں کہتا ہوں: اس (قول ابن ہمام) کے زمخشری کا قول خلاف ہے کہ مثنیٰ سے مراد صرف دو ہے، نہ کہ دو دو، اور یہ اس وقت ہوگا جب لفظ مکرر ہو۔''

٢ـ وأيضاً يخالف قول الشيخ ما ورد عن ابن عمر راوي الحديث تفسير المرفوع أنه سئل: ما مراد من مثنىٰ مثنىٰ؟ قال: أن تسلم علىٰ كل ركعتين. أخرجه مسلم في صحيحه."[1]

'' اور نیز شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ کے قول کے وہ بات بھی خلاف ہے جو ابن عمر سے اس مرفوع حدیث "صلوة الليل مثنیٰ مثنیٰ" کی تفسیر میں وارد ہوئی ہے کہ ان سے پوچھا گیا: مثنیٰ مثنیٰ سے کیا مراد ہے؟ تو انھوں نے فرمایا کہ تُو ہر دو رکعت پر سلام کہے۔ اسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔'' (العرف الشذي، ص: ١٩٧)

[1] العرف الشذي (١/ ٤٠٩، ٤١٠)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد مولانا انور شاہ صاحب رحمہ اللہ حنفی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی متذکرہ بالا تفسیر اور ان کے عمل پر بحث کی ہے جو ضعف و نظر سے خالی نہیں۔ البتہ حاشیے پر انھوں نے ایک بڑے پتے کی بات کہی ہے:

”وأما فعل ابن عمر بالنهار فمختلف، فإن في السنن الكبرى للبيهقي أنه كان يسلم على ركعتين بالنهار.❶ فالجواب: لعله تمشي على المأثور من التسليم على أربع بالنهار، وأما ما لم يرد فيه التسليم ففيه السلام على ركعتين.“ (حاشية العرف الشذي: ١٩٧)

”البتہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا دن کو نفلی نماز پڑھنا مختلف ہے کیونکہ سنن کبریٰ بیہقی میں ہے کہ وہ دن کو دو رکعت پر سلام کہتے تھے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ شاید حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ماثور و منقول پر عمل کیا ہو کہ دن کو جن چار رکعات کو ایک سلام سے پڑھنا ثابت ہے وہ تو انھوں نے ایک ہی سلام سے پڑھیں، اور جن چار رکعات کو ایک سلام سے پڑھنا ثابت نہیں ان میں ہر دو رکعت پر سلام ہے۔“

حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ابن ہمام رحمہ اللہ کی تاویلوں کے جو دو جواب ارشاد فرمائے وہ تو آپ پڑھ چکے، اب ذرا چند ایک اور جواب بھی سنتے جائیے:

۳۔ ابن ہمام کی پہلی تاویل کا اگر یہ مطلب ہے کہ لفظ مثنیٰ سے ایک اور تین کی نفی تو ہوتی ہے، البتہ چار اس میں داخل نہیں، اس لیے کہ چار رکعات

---

❶ سنن الترمذي، رقم الحديث (٥٩٨) سنن النسائي، رقم الحديث (٨٧٤) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (١١٦١) السنن الكبرى للبيهقي (٣/ ٥١) امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے حسن، امام ابن خزیمہ نے صحیح اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے حسن صحیح کہا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت ﷺ سے ثابت ہیں، تو یہ تاویل نادرست ہے کیونکہ جس طرح چار رکعات آنحضرت ﷺ سے ثابت ہیں اسی طرح ایک اور تین رکعات بھی آپ ﷺ سے ثابت ہیں، لہٰذا چار کی طرح ایک اور تین بھی مثنی کے مقتضیات میں داخل نہیں۔

۴۔ اور اگر ان کی پہلی تاویل کا مقصد یہ ہو کہ لفظ مثنیٰ کی وضع ہی ایسی ہے جس سے ایک اور تین کی نفی تو ہوتی ہے مگر چار کی نفی نہیں ہوتی، تو بھی یہ تاویل غلط ہوگی کیونکہ لفظ مثنیٰ عدد کے اس مرتبے کے لیے موضوع ہے جو ایک اور تین کے مابین ہے، لہٰذا جیسے اس سے ایک اور تین کی نفی ہوگی ویسے ہی اس سے چار کی بھی نفی ہوگی، لہٰذا چار کو نفی کے تحت داخل نہ کرنا تحکم ہے۔

۵۔ اور اگر ابن ہمام رحمہ اللہ کی پہلی تاویل کا مفہوم ان مندرجہ بالا دو باتوں کے علاوہ کچھ اور ہے، جب جناب اسے متعین فرمائیں گے تب اس پر بھی غور ہوگا۔

۶۔ ابن ہمام رحمہ اللہ کی دوسری تاویل کہ مثنیٰ کا معنی ہے: دو دو تو مجموعی طور پر چار رکعات ہوئیں۔ سراپا غلط ہے۔ اس کی مثال ایسے ہی سمجھنی چاہیے جیسے کوئی شخص کہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان:

﴿ فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ﴾

[النساء: ۳]

”نکاح کرو جو عورتوں سے تمھیں بھلی معلوم ہوں، دو دو، تین تین اور چار چار سے۔“

میں واقع لفظ ”مثنیٰ“ کا معنی ہے: ”دو دو“ تو مجموعی طور پر چار بیویاں، ”ثلث“ کا معنی ہے: ”تین تین“ تو مجموعی طور پر چھ بیویاں اور ”رباع“ کا معنی ہے: ”چار چار“ تو مجموعی طور پر آٹھ بیویاں ہوئیں تو جناب بتائیں آیا اس شخص کا اللہ تعالیٰ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اس قول کا مندرجہ بالا مفہوم بیان کرنا از روئے لغت وشرع ابن ہمام رحمہ اللہ کے ہاں درست ہوگا؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں! تو پھر ابن ہمام رحمہ اللہ کا حدیث میں وارد لفظ مثنیٰ کا مفہوم ''دو دو تو مجموعہ چار ہوا'' بیان کرنا کیوں کر درست ہوسکتا ہے؟!

۷۔ ان کا فرمان ''كي لا يرفع القعدة على ركعتين ركعتين'' ان کے جملے ''ولم يقل النبي ـصلى الله عليه وسلم: أربعا أربعا ''کی علت و وجہ بھی نہیں بن سکتا کیونکہ ''أربعا أربعا'' کہنے سے قعدہ تو کیا تشہد مع التسلیم کی بھی نفی ضروری نہیں۔ تفصیل کسی اور مقام پر ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت مولانا انور شاہ صاحب فرماتے ہیں:

''قال أيضاً: إن المراد من مثنى: التشهد على كل ركعتين لا التسليم، واستمد في هذا الشرح بحديث الترمذي عن الفضل بن عباس: « الصلوة مثنى مثنىٰ تشهد فى كل ركعتين. » إلخ. وأقول: كيف تمسك الشيخ به فإن أحمد أخرج ذلك الحديث في مسنده، وفيه تصريح السلام على كل ركعتين فلا ينبغي مثل هذه الغفلة!'' (حاشية العرف الشذي: ۱۹۷)

''یعنی شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ ہی نے کہا کہ مثنی مثنی سے دو رکعت پر تشہد مراد ہے نہ کہ تسلیم، اور انھوں نے لفظ مثنی مثنی کی یہ شرح کرنے میں فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کی ترمذی میں مذکور حدیث « الصلوة مثنى مثنى تشهد في كل ركعتين» إلخ سے مدد لی ہے۔ اور میں کہتا ہوں (تعجب انگیز لہجہ): شیخ صاحب نے اس حدیث کے ساتھ کیسے تمسک کرلیا کیونکہ امام احمد رحمہ اللہ نے اسی حدیث کو اپنی مسند میں ذکر کیا ہے اور اس میں ہر دو رکعت پر سلام کہنے کی تصریح ہے تو اس قسم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی معمولی غفلت ابن ہمام سے سرزد نہ ہونا چاہیے تھی۔"

تو قاری صاحب رحمہ اللہ کے کلام اور تفسیر مثنیٰ مثنیٰ میں تعارض ہے، اور ابن ہمام کی تاویلات کے جواب بھی ہو گئے۔ اس کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تصویر کا دوسرا رخ بھی پیش کر دیا جائے، بات چونکہ لمبی ہوتی جا رہی ہے اس لیے صرف ان حضرات کے نام ذکر کرنے پر ہی اکتفا کیا جائے گا جنھوں نے مثنیٰ مثنیٰ سے ہر دو رکعت پر سلام کہنا مراد لیا ہے اور حوالہ جات کو ذکر نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

لفظ "صلوة الليل مثنى مثنى" کے اول متکلم رسول اللہ ﷺ،[1] عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ،[2] ائمہ ثلاثہ، یعنی امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل،[3] امام ابوحنیفہ کے شاگرد امام محمد اور امام ابو یوسف،[4] تمام محدثین، یعنی امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداود، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن ماجہ رحمہم اللہ وغیرہم، مولانا عبدالحی لکھنوی، حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب اور دیگراں۔ اور اگر کہہ دیا جائے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے بھی یہی معنی مراد لیا ہے تو کوئی بے جا نہ ہوگا کیونکہ وہ بھی ہر دو رکعت پر سلام کو درست و جائز سمجھتے ہیں۔ كما في الموطا

دوسری بات کا جواب:

حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہی بلکہ مسند احمد کے حوالے سے بتایا کہ فضل بن عباس کی اسی حدیث میں سلام بعد

---

1. مسند أحمد (۲/ ۴۹)
2. مسند أحمد (۲/ ۷۷) نیز دیکھیے: صحيح مسلم، رقم الحديث (۷۴۹)
3. سنن الترمذي، رقم الحديث (۴۲۴)
4. موطأ إمام محمد، رقم الحديث (۱۷۱) شرح معاني الآثار (۱/ ۳۳۴)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

از ہر دو رکعت کی تصریح بھی موجود ہے، لہٰذا "تشهد في كل ركعتين" سے تشہد مع التسلیم ہی مراد لینا ہوگا۔ اس پر مولوی صاحب کا فرمانا: "یہ کوئی مفسر نہیں" بالکل بے جا اور فضول ہے۔ ان پر لازم ہے کہ مسند احمد والی روایت کا کوئی معقول جواب، اگر ان کے پاس ہو تو دیں، ورنہ تسلیم فرمائیں کہ تشہد سے مراد تشہد مع التسلیم ہی ہے۔ پھر تعجب کی بات ہے کہ ایک طرف تو مولوی صاحب "الأحاديث يفسر بعضها بعضا" کے دعوے دار بنے پھرتے ہیں اور دوسری طرف ترمذی والی فضل بن عباس کی حدیث کی تفسیر میں پیش کردہ فضل بن عباس ہی کی مسند احمد والی مرفوع حدیث کو مسترد کرنے کی دوڑ دھوپ میں مصروف ہیں، تو مولوی صاحب کی دونوں باتیں:

"ا۔ کیونکہ قعود مع التسلیم مقید ہے اور مقید میں مطلق ضرور ہوتا ہے۔

۲۔ دوسرا یہ کہ ہر مقام پر قید احترازی نہیں ہوتی، جیسا کہ قرآن شریف میں ﴿وَرَبَآئِبُكُمُ الَّتِي فِي حُجُوْرِكُمْ﴾ کی قید اتفاقی ہے۔"

حضرت مولانا انور شاہ صاحب کی تفسیرِ حدیث بالحدیث کو مچھر کے پر کے برابر بھی ضرر نہیں پہنچا سکتیں بلکہ ان کی یہ دونوں باتیں اس مقام پر لایعنی سی معلوم ہوتی ہیں کیونکہ ان کی "تشهد في كل ركعتين" سے تشہد مع التسلیم مراد ہونے کی نفی پر کوئی بھی دلالت نہیں۔

مولوی صاحب فرماتے ہیں: "تو تشہد بعد از دو رکعت تو ثابت ہے، اور عدمِ تسلیم گزشتہ دو حدیثوں میں ثابت ہے، اس لیے مسئلہ صاف ہے۔"

یہ وہی مغالطہ ہے جسے مولوی صاحب ایک دفعہ پہلے بھی ذکر فرما چکے ہیں اور بندہ کی طرف سے اس کا رد بھی گزر چکا ہے، اسے دہرانے کی ضرورت نہیں، اسے پہلے صفحات میں ہی دیکھ لیجیے۔ البتہ اتنی بات ضرور یاد رکھیے کہ زیرِ بحث

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ ہے "تشہد بلا سلام بعد از دو رکعت در سہ وتر" اور اس مسئلہ کو مولوی صاحب ابھی تک کسی ایک حدیث سے بھی ثابت نہیں کر سکے، لہٰذا اُن کا فرمان ''تشہد بعد از دو رکعت تو ثابت ہے'' غلط اور واقع کے خلاف ہے کیونکہ بات مطلق تشہد کی نہیں بلکہ تشہد بلا سلام کا ثبوت درکار ہے۔

رہی ان کی بات ''اور عدمِ تسلیم گزشتہ دو حدیثوں میں ثابت ہے'' تو صحیح کہ حدیث "لا يسلم في ركعتي الوتر" اور حدیث "لا يسلم إلا في آخرهن " سے سلام بر دوم رکعت از سہ وتر کی نفی تو ہوتی ہے مگر یہ مولوی صاحب کے مدعا ''وجوبِ تشہد بلا سلام بر رکعت دوم از سہ وتر'' کے لیے مثبت نہیں۔ نیز حضرت عائشہ صدیقہ ﷞ ہی سے اسی حدیث کے الفاظ یوں بھی آتے ہیں: "لا يقعد إلا في آخرهن" جس سے تشہد بلا سلام بر رکعت دوم از سہ وتر کی بھی نفی ہوتی ہے، تو آپ ہی کے بیان کردہ اصول "الأحاديث يفسر بعضها بعضا " اور ''نصوص کا وہ معنی لینا چاہیے جس سے متعارض نہ ہوں'' کے تحت مندرجہ بالا تینوں الفاظ کو ملا کر مطلب نکالا جائے تو یقیناً ثم یقیناً بلا تاویل و تغیر صرف اور صرف یہی مفہوم نکلے گا کہ تین وتر دوسری رکعت پر قعدہ کیے بغیر پڑھنا درست اور آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے تو مسئلہ تو واقعی صاف ہے، اس میں کسی قسم کا الجھاؤ موجود نہیں، البتہ مولوی صاحب پر تقلید کچھ اس طرح سوار ہے کہ ان کے صحیح بات قبول کرنے میں طرح طرح کی رکاوٹیں ڈال رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح بات قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تو بندہ کے آپ کی اس دلیل پر دونوں اعتراض:

۱۔ ضعف بوجہ جہالتِ عبداللہ بن نافع۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ حدیث کا مفہوم ہر دو رکعت پر سلام کہنا ہے نہ کہ ''تشہد بلا سلام در ہر دو رکعت'' جوں کے توں قائم ہیں۔ ان سے کوئی بھی مندفع نہیں ہوا، لہٰذا آپ پر لازم ہے کہ ان کے جواب دیں، ورنہ تسلیم فرمائیں کہ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث میرے دعوی ''وجوبِ تشہد بلا سلام بر رکعت دوم از سہ وتر'' کے لیے مثبت نہیں۔

حضرت صاحب فرماتے ہیں:

''ثابت ہوا کہ جو نماز ہو اور اس کے بعد دو رکعت ❶ کے اگر تشہد نہ ہو تو ناقص ہوگی، جیسا کہ آخری فقرہ اس حدیث کا صاف دال ہے ''ومن لم يفعل ذلك فهو خارج'' ❷ یعنی جو آدمی یہ نہ کرے اس کی نماز ناقص ہے۔ یہ تشہد کے وجوب کی دلیل ہے۔'' اھ بلفظه

اس عبارت میں مولوی صاحب ''خداج'' کے لفظ سے ''وجوبِ تشہد بلا سلام بر رکعت دوم از ہر نماز'' پر استدلال کرنا چاہتے ہیں مگر ان کا یہ استدلال چار وجوہ سے نادرست اور غلط ہے:

پہلی وجہ:

یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں عبداللہ بن نافع نامی راوی مجہول ہے۔ تفصیل گزر چکی ہے۔ اس لیے اس سے وجوبِ تشہد تو کجا صرف تشہد پر بھی استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

دوسری وجہ:

اس حدیث کا مفہوم یقیناً یہی ہے کہ ''ہر دو رکعت پر سلام'' چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر اور مسند امام احمد کی حدیث سے اس کی تفسیر گزر چکی ہے، اور

❶ موصول شدہ تحریر میں عبارت اسی طرح ہے۔ [مؤلف]

❷ موصول شدہ تحریر میں لفظ ایسے ہی ہے، اور صحیح یوں ہے: ''خداج'' [مؤلف]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب رحمہ اللہ حنفی نے بھی اس حدیث کا مفہوم یہی بیان کیا ہے حتی کہ آپ کے قاری صاحب بھی ایک جگہ یہ فرمانے پر مجبور ہو گئے:

"یسلم من کل رکعتین ویؤیده صلوة اللیل مثنی مثنی"

لہٰذا اِس حدیث سے وجوب تشہد بلا سلام پر استدلال کرنا تو دور کی بات ہے، اس سے تو جوازِ تشہد بلا سلام پر بھی استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

تیسری وجہ:

آپ کے قاری صاحب رحمہ اللہ لفظ خداج کی تفسیر یوں بیان فرماتے ہیں:

"فھو خداج بکسر المعجمة أي ناقص في الأجر و الفضیلة"

یعنی اجر وفضیلت میں ناقص ہے۔ (مرقاۃ: ۲/ ۲٦۸)

حضرت مولانا انور شاہ صاحب حنفی رحمہ اللہ خداج کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"أطلق لفظ الخداج علی ترك المستحب في الصلوٰة"

"اس مقام پر نماز کے مستحب کو ترک کرنے پر خداج کا لفظ بولا گیا ہے۔"

(العرف الشذي: ۱/ ۱۷۸)

حافظ منذری رحمہ اللہ نے ترغیب میں خداج کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"والخداج معناه ههنا الناقص في الأجر والفضیلة"

"اس مقام پر خداج کا معنی ناقص دراجر وفضیلت ہی ہے۔"

(تحفة الأحوذي: ۱/ ۲۹۹)

تو ان مندرجہ بالا حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ اس مقام پر لفظ خداج ترک مستحب پر بولا گیا ہے نہ کہ ترکِ واجب پر، لہٰذا اِس سے تشہد کے وجوب پر استدلال کرنا درست نہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوتھی وجہ:

اس حدیث میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا بھی ذکر ہے تو اگر بالفرض تسلیم کر لیا جائے کہ لفظ خداج اس مقام پر بھی وجوب پر دال ہے تو لازم آئے گا کہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بھی واجب ہو، حالانکہ آپ کے ہاں بھی ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا واجب نہیں۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا.

یہ مختلف وجوہات صرف آپ کی تسلی کے لیے ذکر کی گئی ہیں، ورنہ بندہ کے نزدیک تو لفظ خداج کے وجوب ورکنیت پر دال ہونے میں کلام نہیں، البتہ اس مقام پر چونکہ ضعفِ سند کی وجہ سے اس کا ثبوت متحقق نہیں اس لیے اس کے اثبات پر بحث کرنا کارِ بے سود ہے کیونکہ دلالتِ شے ثبوتِ شے کی فرع ہے۔

حدیث حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے سلسلے میں بندہ نے جو باتیں کہی تھیں یا تو مولوی صاحب انھیں سمجھے نہیں اور اگر سمجھے ہیں تو اغماضِ حق سے کام لے رہے ہیں اور جان بوجھ کر گفتگو کو اِدھر اُدھر کی باتوں میں الجھانا چاہتے ہیں۔ کوئی صورت بھی ہو، مولوی صاحب کی شان کو اس سے بالاتر ہونا چاہیے تھا، اس لیے بندہ دوبارہ بات سمجھانے کی کوشش کرتا ہے تاکہ مسئلہ نکھر کر سامنے آجائے۔

اب مولوی صاحب نے اصل موضوع کو چھوڑ کر نوافل، تہجد اور وتر کے معانی کے گرد چکر لگانے شروع کر دیے ہیں جس کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ انھیں اپنا دعوی تو ثابت ہوتا نظر نہیں آتا اس لیے وہ چاہتے ہیں کہ یوں ہی خارجی باتوں میں الجھا کر اپنا سکہ جما لیا جائے مگر انھیں یاد رکھنا چاہیے کہ انھیں موضوع سے باہر نہیں جانے دیا جائے گا۔ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث کی توضیح پیش کرنے سے پہلے مندرجہ بالا الفاظ کا باہم دیگر تعلق و فرق بیان کرنا مناسب سمجھتا ہوں تاکہ قاری کو بات سمجھنے میں دقت محسوس نہ ہو۔

تو ہمارے ہاں تہجد کا وتر پر اور وتر کا تہجد پر اطلاق ہوسکتا ہے۔ رہا نفل تو تہجد اور وتر دونوں پر بولا جا سکتا ہے، اس لیے اس بحث میں الجھنے یا الجھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ آپ کو تو اپنے دعوے ''وجوبِ تشہد بلا سلام در رکعت دوم از سہ وتر'' کے اثبات کی فکر ہونا چاہیے۔

توضیحِ حدیثِ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا:

حدیثِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی توضیح کے سلسلے میں بندہ نے لکھا تھا:

''بات دراصل یوں ہے کہ رات کو نو رکعات نوافل پڑھنے کی چند صورتیں ہیں، جن سے ایک صورت یہ ہے کہ نمازی ہر دو رکعت پر سلام کہتا چلا جائے اور آخر میں ایک رکعت پڑھ لے کیونکہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

« صلاة الليل مثنى مثنى » (بخاري و مسلم)

''رات کی نماز دو دو رکعت ہے۔''

''دوسری صورت وہ ہے جس کو مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے متذکرہ بالا حدیث میں بیان فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نو رکعات پڑھتے، صرف آٹھویں رکعت پر تشہد بیٹھتے اور سلام نہ کہتے بلکہ نویں رکعت کے لیے کھڑے ہو جاتے، پھر نویں رکعت پڑھ کر سلام کہتے۔ مسئلہ بالکل واضح ہے کہ نو رکعات نوافل ایک ہی سلام سے متذکرہ صورت میں پڑھے جا سکتے ہیں۔''[1] اھ بلفظہٖ

[1] مسند أحمد (٢/ ٧٧) نیز دیکھیے: صحیح مسلم، رقم الحدیث (٧٤٩)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب ان نو رکعات کو نوافل سے تعبیر کیجیے، خواہ انھیں تہجد کا نام دیجیے، خواہ انھیں وتر کے اسم سے یاد کیجیے یا انھیں تہجد و وتر کا مجموعہ سمجھیے۔ ان سے کوئی صورت بھی متعین فرما لیں، آپ کو اختیار ہے۔ ہم اس بحث میں الجھنا نہیں چاہتے کیونکہ اس کا موضوع سے کوئی تعلق نہیں، خواہ آپ کوئی صورت اختیار فرمائیں، اس بات کو تسلیم کرنے سے آپ کو مفر نہیں کہ اس حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نو رکعات پڑھنے کی جو کیفیت ذکر کی ہے وہ صرف اور صرف یہی ہے کہ آپ ﷺ نے نو رکعات میں صرف دو قعدے کیے: پہلا قعدہ آٹھویں رکعت پر اور اس قعدہ میں آپ نے سلام نہیں کہا بلکہ سلام کہے بغیر نویں رکعت کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور دوسرا قعدہ آپ نے نویں رکعت پر کیا اور اس میں آپ نے سلام کہا۔ حدیث کے الفاظ ذرا ملاحظہ فرمائیں، وہ اس مفہوم میں نصِ صریح ہیں۔ وہ لفظ یہ ہیں جنھیں مولوی صاحب نے بھی نقل کیا ہے:

«ویصلي تسع رکعات لا یجلس فیها إلا في الثامنة، فیذکر اللّٰه ویحمده ویدعوه، ثم ینهض ولا یسلم، فیصلي التاسعة ثم یقعد فیذکر اللّٰه ویحمده ویدعوه ثم یسلم»[1]

(مسلم شریف: ۱/ ۲۵٦)

''اور آپ ﷺ نو رکعات پڑھتے جن میں آپ صرف آٹھویں رکعت پر بیٹھتے، پس اللہ کا ذکر، اس کی تعریف اور اس سے دعا کرتے، پھر اٹھ کھڑے ہوتے اور سلام نہ کہتے، پس نویں رکعت پڑھتے، پھر بیٹھ جاتے، پس اللہ تعالیٰ کا ذکر، اس کی تعریف اور اس سے دعا کرتے، پھر سلام کہتے۔''

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث (٩٤٦) صحیح مسلم، رقم الحدیث (٧٤٩)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جناب یہ حدیث کے الفاظ ہیں اور یہ ان کا سیدھا سادھا سا ترجمہ ہے۔

آپ ایک طرف تو ان الفاظ اور ان کے ترجمے پر غور فرمائیں کہ اس حدیث میں بیان ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے نو رکعات میں صرف اور صرف دو ہی قعدے فرمائے: پہلا آٹھویں رکعت پر بلا سلام اور دوسرا نویں رکعت پر باسلام۔ دوسری چوتھی اور چھٹی پر آپ نے قطعاً کوئی قعدہ نہیں کیا، جیسے کہ حصر «لا يجلس فيها إلا في الثامنة» کا مفاد ہے، اور دوسری طرف مولوی صاحب کے دعوے "وجوبِ تشہد بلا سلام در رکعت دوم از سہ وتر" کو بھی نگاہ میں رکھیں، پھر سوچیں آیا یہ دعوی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی متذکرہ بالا حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نہیں؟ تو یقیناً ثم یقیناً آپ صرف اور صرف اسی نتیجہ پر پہنچیں گے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث مولوی صاحب کے دعوے کے لیے قطعاً ثم قطعاً مثبت ہے ہی نہیں، اور یہی وہ بات تھی جس کو بندہ نے یوں لکھا تھا:

"اولاً: زیرِ بحث مسئلہ ہے کہ تین وتر پڑھنے ہوں تو آیا دوسری رکعت پر تشہد بلاتسلیم ہے یا کہ نہیں؟ احناف کا مذہب ہے کہ دوسری رکعت پر تشہد بلاتسلیم واجب ہے مگر مائی صاحبہ کی مذکورہ بالا حدیث میں تو تین وتر ایک تشہد یا دو تشہدوں سے پڑھنے کا ذکر تک نہیں۔ اس میں تو نو رکعات نوافل ایک سلام سے پڑھنے کی کیفیت بیان کی گئی ہے کہ نمازی دوسری، چوتھی اور چھٹی رکعت پر بالکل قعدہ نہ کرے بلکہ آٹھویں رکعت پر قعدہ کرے تو جائز ہے کیونکہ رسولِ خدا ﷺ «لا يجلس فيها إلا في الثامنة» صرف آٹھویں رکعت پر قعدہ فرماتے، پھر نویں رکعت پڑھ کر سلام کہتے، لہٰذا اس حدیث سے تین وتروں میں دو تشہدوں پر استدلال کرنا قطعاً نادرست ہے، البتہ اسے نو رکعات میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دو تشہدوں کی دلیل قرار دینا صحیح ہے۔'' انتھی بلفظہ

اس پر مولوی صاحب بات کو الجھانے کی یوں نامشکور سعی فرماتے ہیں:

''اور جو حدیث مسلم شریف والی جس میں نو رکعات کا ذکر ہے، آپ ﷺ آٹھویں رکعت پر تشہد بلا تسلیم کرتے تھے اور نویں رکعت کے بعد سلام دیتے تھے، اور دوسری روایت میں ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: ((تسع رکعات قائما یوتر منھن)) وہ بھی مائی صاحبہ سے ہے کہ وتر انھیں نوں رکعت میں تھے۔ یہ روایت صاف دلیل ہے کہ پہلی روایت میں تمام نوں رکعت نہ نفل ہیں اور نہ تمام نوں رکعت وتر ہیں کیونکہ دوسری روایت ہے کہ ان نوں میں وتر تھے، یعنی نہ تمام وتر تھے اور نہ تمام نفل تھے بلکہ بعض نفل اور بعض وتر تھے اور آپ کے شیخ الحدیث نے ایک جواب یہ دیا کہ سب نو رکعت نفل تھے اور یہ بالکل دوسری روایت کے مخالف ہے کیونکہ اس میں ثابت ہے کہ نہ تمام نو رکعت نفل تھے اور نہ وتر تھے۔''

اس عبارت میں مولوی صاحب نے مغالطہ، سفسطہ اور کچھ غلط بیانی سے کام لیا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

اور آپ کے شیخ الحدیث نے ایک جواب یہ دیا ہے کہ سب نو رکعت نفل تھے۔''

حاشا وکلا بندہ نے قطعاً یہ جواب نہیں دیا کہ سب نو رکعت نفل تھے بلکہ فقیر کا پہلا جواب وہی ہے جس کا ماحصل اور اس کی پوری عبارت پہلے ذکر کی جا چکی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث میں نوں رکعت پڑھنے کی جو کیفیت ذکر کی گئی ہے وہ فقط یہ ہے کہ دوسری، چوتھی اور چھٹی رکعت پر کوئی قعدہ نہیں،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آٹھویں رکعت پر قعدہ بلا سلام اور نویں رکعت پر قعدہ باسلام ہے، اور مولوی صاحب کا مدعا ''وجوبِ تشہد بلا سلام در رکعت دوم از سہ وتر'' اس حدیث سے قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔ ہاں پہلے جواب میں بندہ نے نو رکعات پر نوافل کا لفظ بولا ہے مگر ان نو رکعات کو نوافل کہنا کوئی جواب نہیں تھا۔ باقی وتروں پر نوافل کا لفظ بولنے میں ہمارے ہاں کوئی قباحت نہیں کیونکہ ہم پانچ فرضی نمازوں کے سوا سب نمازوں کو نفل ہی سمجھتے ہیں۔ آگے نفل کی کچھ جزئیات ہیں، مثلاً وتر، صلاۃ ضحیٰ اور صلاۃ عید وغیرہ، پھر نو رکعات پر نوافل کا اطلاق حدیث «يصلي تسع ركعات قائما يوتر منهن» کے خلاف نہیں کیونکہ اس حدیث میں وتر کو نوافل کی صف سے خارج نہیں کیا گیا بلکہ نو رکعات کے اندر شمار کیا گیا ہے مگر مولوی صاحب وتروں کو «يصلي تسع ركعات قائما يوتر منهن» کے ذریعے نوافل سے خارج سمجھ رہے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی شخص کہے: "رأيت تسع حيوانات منهن ناس" ''میں نے نو جاندار چیزیں دیکھیں جن میں کچھ انسان تھے۔''

تو اب مولوی صاحب کی منطق کی رو سے سمجھا جائے گا کہ ''یہ کچھ انسان'' جانداروں کی صف سے خارج ہیں، لہٰذا «يصلي تسع ركعات قائما يوتر منهن» وتروں کے نوافل سے خارج ہونے کی دلیل نہیں۔ اگر مولوی صاحب ایسے ہی بات بنائیں کہ ''بعض نفل تھے اور بعض وتر تھے'' تو بھی انھیں اتنا ضرور ماننا پڑے گا کہ حضرت عائشہ صدیقہ کی حدیث میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نو رکعات نماز پڑھی تو آپ ﷺ نے دوسری، چوتھی اور چھٹی رکعت پر قعدہ نہیں کیا بلکہ آٹھویں پر قعدہ بلا سلام اور نویں پر قعدہ باسلام کیا۔ اور اس سے ان کا دعویٰ قطعاً ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس میں تو نو رکعات صرف دو قعدوں سے پڑھنے کا ذکر ہے، اور تین رکعت وتر میں وجوبِ تشہد بلا سلام کا اس حدیث میں ذکر تک نہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوٹ:

وجوبِ وتر کا مسئلہ بھی اختلافی ہے مگر اس کا زیرِ بحث مسئلے سے کوئی تعلق نہیں، اس لیے اُسے اس گفتگو میں زیرِ بحث لانا مناسب نہیں۔ ہاں، اگر مولوی صاحب کو شوق ہو تو بندہ سے ''وجوبِ وتر'' کے موضوع پر بھی تبادلہ خیال فرما سکتے ہیں۔

آگے مولوی صاحب ایک اور مغالطہ دینے کی کوشش فرماتے ہیں:

''اور یہ جواب سیاقِ حدیث کے بھی مخالف ہے کیونکہ سعد بن ہشام مائی صاحب سے وتروں کے متعلق سوال کر رہا ہے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

« قلت: يا أم المومنين! أنبئيني عن وتر رسول الله ـصلى عليه وسلم» إلخ

یہ شیخ الحدیث کا جواب اس طرح ہوا کہ کوئی سوال کرے کہ پیغمبرِ خدا ﷺ شام کی نماز کس طرح پڑھتے تھے، آپ جواب میں فرمائیں کہ فجر کی نماز آپ اس طرح پڑھتے تھے۔'' الخ

أولاً: تو بندہ کا یہ جواب نہیں کہ نو رکعات نوافل ہیں بلکہ بندہ کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں نو رکعات کو صرف دو قعدوں سے پڑھنے کا ذکر ہے، لہٰذا یہ آپ کے دعوے ''وجوبِ تشہد در رکعت دوم از سہ وتر'' کے لیے مثبت نہیں۔

ثانیاً: نو رکعات پر نوافل کا لفظ بولنا سیاقِ حدیث کے خلاف بھی نہیں کیونکہ وتر بھی نوافل کا ایک فرد ہیں، اور فرد سے سوال کرنے کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ فرد اب سوال کی وجہ سے اپنی کلی کا فرد ہی نہ رہے، لہٰذا سعد بن ہشام کا سوال ''عن الوتر'' وتر کے نفل ہونے کی نفی نہیں کرتا۔

ثالثاً: جو مثال مولوی صاحب نے ذکر کی وہ ممثل لہ کے مطابق نہیں کیونکہ وتر اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نفل میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے، اور صلاۃ مغرب اور صلاۃ فجر میں تباین کی نسبت ہے۔ اب مولوی صاحب سے پوچھنا چاہیے کہ آپ نے یہ مثال کیسے دی؟

رابعاً: مولوی صاحب کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ سوال اور جواب میں مطابقت ہونی چاہیے۔ اب چونکہ حضرت سعد بن ہشام مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا سے وتروں کے متعلق سوال کر رہا ہے تو ان کے سوال کے جولب میں بیان کردہ نماز کو وتر ہی بتانا ہوگا تاکہ جواب سوال کے مطابق ہو جائے، لہٰذا اس حدیث میں مذکورہ نو رکعات سے مولوی صاحب کا بعض کو وتر قرار دینا اور بعض کو غیر وتر قرار دینا اس حدیث کے سیاق وسباق کے خلاف ہے۔

مولوی صاحب کی موضوع سے غیر متعلقہ ان باتوں کا جواب تو ہوگیا۔ اب ان سے گزارش ہے کہ وہ ادھر ادھر کی فضول اور موضوع سے غیر متعلقہ باتوں اور مثالوں میں وقت ضائع نہ فرمائیں، اور اپنے دعوے ''وجوبِ تشہد بلا سلام در رکعت دوم از سہ وتر'' کو ثابت کرنے کی کوشش کریں۔

مولوی صاحب فرماتے ہیں:

''اور جب ہم نے اس حدیث کی تفسیر دوسری حدیث کے ساتھ کی جو کہ ابن قیس والی ابو داود میں ہے کہ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھتے چار اور تین کے ساتھ، اور دس اور تین کے ساتھ۔ جس سے صاف واضح ہوا کہ نو والی حدیث میں آخر تین وتر ہیں، باقی نماز ہے۔ تو آٹھویں رکعت کے بعد تشہد یہ وتروں کی دوسری رکعت کے بعد کا تشہد ہے۔'' الخ

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نو رکعات والی متذکرہ بالا حدیث سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''وجوبِ تشہد بلا سلام در رکعت دوم از سہ وتر'' پر استدلال ایک ایسی بات ہے جو نہ ظاہر روایت میں ہے اور نہ نادر روایت ہی میں بلکہ امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ سے پہلے کسی ایک حنفی کی تحریر میں بھی اس استدلال کا کوئی اتا پتا نہیں ملتا، نیز اس استدلال کی حقیقت بھی ایک مغالطے کے سوا کچھ نہیں۔

۲۔ نو رکعات میں سے آخری تین رکعت کے وتر ہونے کی کوئی دلیل نہیں کیونکہ جیسے تین وتر آنحضرت ﷺ سے ثابت ہیں ویسے ہی ایک وتر بھی آپ ﷺ سے ثابت ہے۔ تو جس طرح تین رکعت وتر والی احادیث کو نو رکعات سے آخری تین رکعت کے وتر ہونے کے اثبات میں ذکر کیا جا سکتا ہے اسی طرح ایک وتر والی احادیث کو بھی نو رکعات سے آخری ایک رکعت کے وتر ہونے کے اثبات میں پیش کیا جا سکتا ہے، لہٰذا آخری تین ہی کو وتر قرار دینا متعین نہیں۔

۳۔ اگر آخری تین رکعات ہی کو وتر تصور کر لیا جائے تو بھی مولوی صاحب کا دعوی ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس صورت میں حدیث کا مفاد یہ ہوگا کہ تین وتروں کو چھ رکعات کے ساتھ ملا کر پڑھنے کی کیفیت یہ ہے کہ دوسری، چوتھی اور چھٹی رکعت پر قعدہ بالکل نہ کیا جائے، قعدہ صرف آٹھویں رکعت پر ہو اور سلام کہے بغیر اٹھ کر ایک اور رکعت پڑھی جائے۔ تو یہ تین وتروں کو چھ رکعات کے ساتھ ملا کر پڑھنے کی صورت میں صرف دو قعدوں کا اثبات ہوگا، نہ کہ تین وتروں کو دوسری رکعت پر قعدہ بلا سلام سے پڑھنے کا اثبات۔

۴۔ آپ کا فرمان ''کیونکہ نسائی والی حدیث بعینہٖ یہی نو رکعات والی حدیث ہے کیونکہ راوی بھی وہی سعد بن ہشام ہے اور سند بھی وہی ہے، جس میں ہے کہ آپ ﷺ دو رکعتوں وتر میں سلام نہیں دیتے تھے'' محل نظر ہے،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ صحیح مسلم والی حدیث میں نو رکعات ایک سلام سے پڑھنے کی کیفیت کا بیان ہے، اور سنن نسائی والی حدیث میں تین رکعت ایک سلام سے پڑھنے کا ذکر ہے۔ تو دونوں حدیثوں کا مضمون الگ الگ ہے، اس لیے نسائی والی حدیث کو مسلم والی حدیث کا عین قرار نہیں دیا جا سکتا۔ راوی کا دونوں جگہوں پر ایک ہونا دونوں حدیثوں کے ایک ہونے کو مستلزم نہیں، کیونکہ ایک ہی راوی کا اپنے ایک ہی شیخ سے کئی ایک احادیث سننا واقعی چیز ہے، لہٰذا عینیتِ حدیثین کا دعویٰ بالکل بے بنیاد اور غلط ہے۔ ہاں، یہ بات درست ہے کہ مستدرک حاکم والی حدیث «لا يقعد إلا في آخرهن» اور نسائی والی حدیث «لا يسلم إلا في آخرهن» ایک ہی ہیں۔

۵۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نو رکعات والی حدیث "وجوبِ تشہد بلا سلام در رکعت دوم از سہ وتر" پر اصلاً دال نہیں۔ بالفرض تسلیم کر لیا جائے کہ یہ مندرجہ بالا دعوے پر دال ہے تو یہ دلالت ظنی ہی ہوگی، حالانکہ وجوب کے لیے دلالت قطعیہ درکار ہے، لہٰذا اِس حدیث سے مولوی صاحب کا دعوی ثابت نہ ہوا۔

یہ پانچ وجوہ اور دو وجوہ سابقہ تحریر میں گزر چکی ہیں، تو سات وجوہ سے ثابت ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نو رکعات والی حدیث سے "وجوبِ تشہد بلا سلام در رکعت دوم از سہ وتر" پر استدلال نادرست ہے۔

مولوی صاحب فرماتے ہیں:

"شیخ الحدیث کہتے ہیں کہ احناف نے اپنے مذہب کی حفاظت کرتے ہوئے... إلى قوله: اچھا، آپ جس طرح کہیں کوئی بات نہیں کیونکہ ہم بے چارے آپ کے شیخ الحدیث کے خیال میں بے علم ہیں۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس پہرے میں مولوی صاحب یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ حنفی لوگ اس مسئلے میں تمام تر احادیث کا ایسا مفہوم بیان کرتے ہیں کہ وہ متعارض نہ ہوں، نیز وہ "الأحادیث یفسر بعضها بعضا" پر عامل ہیں۔ ہوسکتا ہے ان باتوں کو انھوں نے کسی مقام پر ملحوظ رکھا ہو مگر جہاں تک زیرِ بحث مسئلے کا تعلق ہے وہ اس میں ان باتوں پر عمل کرنے سے گریزاں سے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ پچھلے صفحات میں آپ اس کے نمونے ملاحظہ فرما چکے ہیں، اس لیے اب انھیں دہرانے کی چنداں ضرورت نہیں۔

حضرت صاحب فرماتے ہیں:

> "ثانی جواب آپ کے شیخ الحدیث نے نوں رکعت والی حدیث کا یہ دیا کہ یہ نو رکعت تمام وتر ہیں۔ جواباً گزارش ہے کہ راویہ مائی صاحبہ تو ان تمام کو فقط وتر قرار نہیں دے رہی بلکہ ان میں وتر ہیں، جیسا کہ فرماتی ہیں: « تسع ركعات قائما يوتر منهن » (مسلم شريف: ١/ ٢٥٥) "تو یہ جواب بھی شیخ الحدیث کا درست نہ رہا۔" انتهى بلفظه

أولاً: بندہ کے ثانی جواب میں یہ بات قطعاً نہیں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نو رکعات والی حدیث "يصلي تسع ركعات" إلخ میں مذکور نو رکعات تمام کی تمام وتر ہیں۔ چنانچہ ثانی جواب ملاحظہ ہو:

> ثانیاً: جس حدیث سے مولوی صاحب نے تہجد اور وتروں کے الگ الگ دو نمازیں ہونے پر استدلال کیا ہے اس حدیث میں کوئی ایک لفظ بھی ایسا نہیں جو اس مطلب پر دال ہو بلکہ اس حدیث میں تو شمار کردہ ساری نماز کو وتر ہی کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے، جیسا کہ مولوی صاحب نے خود ہی لفظ بھی نقل فرمائے ہیں:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

« قالت: يوتر بأربع وثلاث، وست وثلاث، وثمان وثلاث... الحديث» انتهى بلفظي [1]

بندہ کے اس جواب سے ظاہر ہے کہ یہ اس حدیث پر گفتگو ہے جس حدیث کو مولوی صاحب نے تہجد اور وتر کے الگ الگ دو نمازیں ہونے پر دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔

تو اب وہ خود ہی فرمائیں آیا انھوں نے تہجد اور وتر کے الگ الگ دو نمازیں ہونے پر حضرت عائشہ صدیقہ کی نو رکعات والی حدیث: « يصلي تسع ركعات لا يجلس فيها إلا في الثامنة » سے استدلال کیا تھا؟ ان کی تحریر سے ظاہر ہے کہ انھوں نے اس مطلوب پر مائی صاحبہ کی « لا يجلس فيها إلا في الثامنة » والی حدیث سے استدلال نہیں کیا تھا بلکہ انھوں نے حدیث « قالت: يوتر بأربع وثلاث » إلخ سے تہجد اور وتر کے الگ الگ دو نمازیں ہونے پر استدلال کیا تھا۔ چنانچہ اس حالیہ تحریر میں بھی انھوں نے اس بات کا اعتراف کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

> « قالت: يوتر بأربع وثلاث، وست وثلاث، وثمان وثلاث » (الحديث) میں نے پہلی تحریر میں اس حدیث کے متعلق ذکر کیا کہ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا اس حدیث میں تہجد کو الگ اور وتروں کو الگ الگ بیان فرما رہی ہیں۔"

لہٰذا ان کا ارشاد "ثانی جواب آپ کے شیخ الحدیث نے نو رکعت والی حدیث کا یہ دیا کہ نوں رکعت تمام وتر ہیں۔" بالکل غلط اور بندہ کے جواب کو غور سے نہ پڑھنے یا نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ ہاں، بندہ نے اتنی بات ضرور کہی کہ حدیث

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٧٤٦) سنن النسائي، رقم الحديث (١٧٢٠)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«قالت: یوتر بأربع وثلاث، وست وثلاث، وثمان وثلاث» میں کوئی ایک لفظ بھی ایسا نہیں جو اس مطلوب (تہجد اور وتر کے الگ الگ دو نمازیں ہونے) پر دال ہو بلکہ اس حدیث میں تو شمار کردہ ساری نماز کو وتر ہی کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ الخ

۲۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں: ''جواباً گزارش کروں گا کہ کیا اس میں واؤ عاطفہ نہیں ہے، اور تمام نحاۃ کہتے ہیں کہ عطف مغایرہ کو چاہتا ہے۔'' الخ

اس بات میں تو کوئی کلام نہیں کہ حدیث میں واو عاطفہ ہے اور عطف مغایرت کو چاہتا ہے مگر اس مغایرت سے تہجد اور وتر کے الگ الگ دو نمازیں ہونے پر استدلال کی کوئی دلیل نہیں۔ مغایرتِ عطف کے لیے تو وہ مغایرت ہی کافی ہے جو اربع اور ثلاث کے درمیان، ست اور ثلاث کے درمیان اور ثمان اور ثلاث کے درمیان پائی جاتی ہے کیونکہ نہ چار تین کا عین ہے اور نہ چھ تین کا، وعلی هذا القياس.

لہٰذا مغایرتِ عطف سے تہجد اور وتر کے الگ الگ دو نمازیں ہونے پر استدلال کرنا غلط ہے۔ ہاں، اگر تہجد اور وتر کے الگ الگ دو نمازیں ہونے کے دلائل آپ کے پاس موجود ہوں تو بڑی خوشی سے پیش فرمائیں، ان کا خیر مقدم کیا جائے گا، البتہ اتنی بات ضرور یاد رکھیں کہ اس سے آپ کا دعوی ''وجوبِ تشہد بلا سلام در رکعت دوم از سہ وتر'' ہرگز ہرگز ثابت نہ ہوگا!

نیز سب نحاۃ کا اتفاق ہے اور کتبِ اصولِ فقہ میں بھی موجود ہے کہ واؤ عاطفہ مطلق جمع کے لیے ہوتی ہے، یعنی معطوف اور معطوف علیہ کو بلا لحاظِ ترتیب ایک حکم میں جمع کرتی ہے، مثلاً: ''ضرب زيد عمرا وخالدا'' واؤ نے بتایا کہ عمرو اور خالد دونوں پر مضروبیت کا حکم لگ رہا ہے، اسی طرح «یوتر بأربع وثلاث» إلخ میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی اربع وثلاث دونوں پر ایتار (وتر) کا حکم لگے گا۔ وعلیٰ ھذا القیاس

۳۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں:

''تو معلوم ہوا تین وتر ہیں اور باقی تہجد ہیں، جیسا کہ مسلم شریف ...إلی قوله: فما هو جوابكم فهو جوابنا''

یہ تو پہلے گزر چکا ہے کہ واؤ عاطفہ سے سمجھنا کہ تہجد اور وتر دو الگ الگ نمازیں ہیں درست نہیں رہا۔ آپ کا الزام کہ حدیث ﴿قالت: ما كان يزيد﴾ إلخ میں آپ ﷺ اول آٹھ رکعتیں الگ نماز لیتے ہیں اور تین الگ لیتے ہیں، تو وہ بھی درست نہیں کیونکہ ہمارے ہاں ان گیارہ رکعات پر تہجد، تراویح اور وتر تینوں کا اطلاق صحیح ہے، اور ہم نے اس حدیث سے وتر اور تہجد کے الگ الگ دو نمازیں ہونے پر کبھی استدلال نہیں کیا تو اب آپ کے قول ﴿فما هو جوابكم فهو جوابنا﴾ کا تقاضا ہے کہ جناب اعتراف فرمائیں کہ حدیث ''قالت: يوتر بأربع وثلاث'' إلخ میں کوئی ایک لفظ بھی نہیں جو وتر اور تہجد کے الگ الگ دو نمازیں ہونے پر دلالت کرتا ہو۔ اب دیکھیں مولوی صاحب اپنی بات پر عمل کرتے ہیں کہ نہیں!

۴۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں:

''جب باقی ان تمام رکعات پر وتر کا اطلاق کرنا یہ ''من قبيل تسمية الكل باسم الجزء'' ہے، چونکہ اس نماز میں بعض وتر تھے، اس لیے تمام کو وتر کہہ دیا گیا ہے۔ یہ حدیث کی اصطلاح ہے۔''

تو جناب کو اعتراف کرنا اور ماننا پڑا کہ واقعی اس حدیث میں شمار کردہ تمام نماز کو وتر کے لفظ ہی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جس بات سے مولوی صاحب پہلے بدک رہے تھے اب انھوں نے وہی بات کہہ ڈالی۔ میرے خیال میں اس موقع

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر سبحان اللہ ضرور کہنا چاہیے تو سبحان اللہ جی سبحان اللہ! جب آپ نے اعتراف فرما لیا کہ اس حدیث میں بیان شدہ ساری نماز کو وتر کہہ دیا گیا ہے تو بتائیے پھر اس حدیث سے تہجد اور وتر کا الگ الگ دو نمازیں ہونا کیسے ثابت ہوا؟

نیز آپ کے فرمان کے مطابق سات، نو اور گیارہ رکعات کو وتر کہنا حدیث کی اصطلاح ہے، اور قاعدہ ہے کہ اصطلاحات **مصطلحین** کے نزدیک حقائق ہوتی ہیں تو ثابت ہوا کہ سات، نو اور گیارہ رکعات کو وتر کہنا حقیقتِ شرعیہ ہے۔ اب دو ہی باتیں ہیں: یا تو آپ کا تہجد اور وتر کو الگ الگ دو نمازیں قرار دینا غلط ہے یا آپ کا سات، نو اور گیارہ رکعات پر وتر کے اطلاق کو حدیث کی اصطلاح بتانا غلط ہے۔ فاختر أهون البليتين، ولا تجنح إلى أعسر الرزيتين.

حدیث:

«لا يسلم في ركعتي الوتر»[1]

بندہ نے سابقہ تحریر میں پانچ وجوہ سے ثابت کیا تھا کہ مولوی صاحب کا اس حدیث سے ''وجوبِ تشہد بلا سلام در رکعت دوم از سہ وتر'' پر استدلال درست نہیں۔ ان سے پہلی وجہ یہ ہے:

پہلی وجہ:

مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے اس حدیث میں دوسری رکعت پر تسلیم کی نفی فرمائی ہے، اور نفیِ تسلیم ثبوتِ تشہد بلا سلام کو مستلزم نہیں، لہٰذا اِس حدیث سے تین وتروں میں دوسری رکعت پر تشہد بلا تسلیم پر استدلال کرنا درست نہیں۔

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (١٣٦٢) حافظ عراقی اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ (تخريج أحاديث الإحياء: ٢/ ٨٩)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس پر مولوی صاحب فرماتے ہیں:

”یہ اعتراض مبنی ہے قلتِ معرفتِ حالاتِ رواۃ پر باب وتروں میں کیونکہ نو رکعت والی حدیث اور یہ ایک ہی ہے، وہی سند اور وہی راوی سعد بن ہشام ہے۔“ الخ

مولوی صاحب کی یہ بات چند ایک وجوہ کی بنا پر نادرست ہے:

۱۔ حدیث « يصلي تسع ركعات لا يجلس فيها إلا في الثامنة » اور حدیث« لا يسلم في ركعتي الوتر » ایک نہیں بلکہ دو حدیثیں ہیں کیونکہ دونوں کا مضمون الگ الگ ہے۔ باقی راوی اور سند کا ایک ہونا حدیث کے ایک ہونے کو مستلزم نہیں۔

۲۔ پھر مولوی صاحب کا ان دونوں حدیثوں کو ایک قرار دینا ان کی اپنی ہی سابقہ اور حالیہ تحریرات کے خلاف ہے کیونکہ انھوں نے حالیہ اور سابقہ تحریروں میں ان دونوں حدیثوں کو اپنے دعوے کی دو دلیلیں قرار دیا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے دلائل کی نمبر شماری کے سلسلے میں ان دونوں حدیثوں سے ایک حدیث پر نمبر (۲) اور دوسری پر نمبر (۴) لگاتے ہیں، اور اگر یہ دونوں حدیثیں ان کے ہاں ایک ہی حدیث ہے تو وہ بتائیں پھر یہ دو دلیلیں کیسے بن گئیں؟!

۳۔ مولوی صاحب کی بات ”جب اس[1] تشہد ثابت ہے تو اس میں ثبوتِ تشہد لینا پڑے گا، ورنہ تعارض ہوگا“ بھی نادرست ہے کیونکہ نو رکعات میں آٹھویں پر تشہد بلا سلام اور تین رکعت میں دوسری رکعت پر عدمِ تشہد بلا سلام میں کوئی تعارض و منافات نہیں، بلکہ دونوں طریقے جائز ہیں۔

۴۔ مولوی صاحب کی مندرجہ بالا عبارت ”جب اس تشہد ثابت ہے“ الخ بتا

[1] موصول شدہ تحریر میں عبارت ایسے ہی ہے۔ [مؤلف]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہی ہے کہ حدیث﴿ لا يسلم في ركعتي الوتر ﴾ سے تو تین وتروں میں دوسری رکعت پر تشہد بلا سلام ثابت نہیں ہوتا، چونکہ نو رکعات والی حدیث سے آٹھویں پر تشہد بلا سلام ثابت ہے اس لیے یہاں بھی ثبوتِ تشہد لینا پڑے گا تو مولوی صاحب کو ماننا پڑا کہ واقعی حدیث﴿ لایسلم في ركعتي الوتر ﴾ تین وتروں کی دوسری رکعت میں تشہد بلا سلام پر دال نہیں۔ نیز انھیں اعتراف کرنا پڑا کہ ان کی پہلی بات ''مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کا فقط سلام کی نفی کرنا دلیل ہے کہ التحیات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہوجاتے تھے'' الخ بالکل غلط ہے، اور نفیِ تسلیم ثبوتِ تشہد بلا سلام کو مستلزم نہیں، اور یہی پہلی وجہ کا مفاد تھا جسے مولوی صاحب غیر شعوری طور پر قبول فرما چکے ہیں، شعوری طور پر قبول فرمانے میں کسر باقی ہے۔

تیسری وجہ:

بندہ نے حدیث﴿ لا يسلم في ركعتي الوتر ﴾ کے ''وجوبِ تشہد بلا سلام در رکعت دوم از سہ وتر'' کے لیے مثبت نہ ہونے کی تیسری وجہ میں کہا تھا:

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اسی حدیث کو امام حاکم نے مستدرک میں بایں الفاظ ذکر کیا ہے: ''لا يقعد إلا في آخرهن'' کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین وتر پڑھتے، صرف آخر ہی میں قعدہ فرماتے تو اس حدیث سے دوسری رکعت پر قعدہ کی نفی ہوتی ہے، لہٰذا نسائی والی حدیث سے نفیِ تسلیم کے ذریعے دوسری رکعت میں تشہد پر قطعاً استدلال نہیں کیا جا سکتا کیونکہ مائی صاحبہ نے ہی دوسری رکعت میں تشہد کی بھی نفی فرما دی ہے بدلیل ''لا يقعد إلا في آخرهن''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس وجہ پر مولوی صاحب لکھتے ہیں:

”گزشتہ حدیث اور حدیث ﴿ لا يقعد إلا في آخرهن ﴾ میں تعارض ہے، تو اول حدیث بوجۂ معارض ہونے کے دلیل نہیں ہوسکتی، یہ حاصل ان کے اعتراض کا ہے۔“ انتهى بلفظه

اس عبارت میں مولوی صاحب نے بندہ پر ایک انتہائی مکروہ بہتان باندھا ہے، وہ یہ کہ حدیث﴿ لا يسلم في ركعتي الوتر ﴾ اور حدیث﴿ لا يقعد إلا في آخرهن ﴾ میں تعارض ہے کیونکہ بندہ نے یہ بات قطعاً نہیں کہی، اور نہ ہی یہ تیسری وجہ سے مفہوم ہوتی ہے۔ چنانچہ تیسری وجہ کی اصل عبارت اوپر نقل کی جاچکی ہے، اسے ملاحظہ فرمائیں اور اندازہ کریں کہ انھوں نے تیسری وجہ کا مندرجہ بالا حاصل کیسے نکالا اور وہ یہ بہتان باندھنے میں کس حد تک حق بجانب تصور کیے جاسکتے ہیں؟ تو اس تیسری وجہ کا مفاد اور ماحاصل صرف اور صرف یہ ہے کہ الفاظ﴿ لا يسلم في ركعتي الوتر ﴾ میں دوسری رکعت پر سلام کی نفی ہے، ان میں دوسری رکعت پر تشہد بلا سلام کا ثبوت نہیں، اور الفاظ﴿ لا يقعد إلا في آخرهن ﴾ میں دوسری رکعت پر قعود کی نفی ہے تو ان دونوں الفاظ کو ملانے سے مطلب یہ ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ نے تین وتر ایک سلام سے دوسری رکعت پر قعدہ کیے بغیر پڑھے ہیں۔ تو جناب! آپ خود غور فرمائیں، آیا اس وجہ میں دونوں لفظوں کے ایک دوسرے سے متعارض ہونے پر دلالت کے لیے کوئی ایک لفظ بھی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں!

تو مولوی صاحب کا ارشاد ”مابین الحدیثین تعارض ہے ہی نہیں“ بے معنی ہے کیونکہ تیسری وجہ میں تعارض کی طرف اشارہ تک نہیں۔ نیز ان کی بات ”لا يقعد إلا في آخرهن میں قعود مقید بالتسلیم کی نفی ہے نہ کہ مطلق قعود کی“ بالکل غلط ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس بات کا غلط ہونا سابقہ تحریر میں ثابت کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:

> ”دوسرا جواب اس لیے درست نہیں کہ اس مقام پر مطلق قعود کی نفی سے مقید بالتسلیم قعود کی نفی مراد لینے کی کوئی ایک دلیل بھی موجود نہیں کیونکہ تین وتروں میں دوسری رکعت پر قعدہ بلاتسلیم آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں (اس کے اثبات میں مولوی صاحب نے جو روایات ذکر کی ہیں ان کا جواب آگے ملاحظہ فرمائیں) ہاں، تین وتروں میں دوسری رکعت پر قعدہ مع التسلیم رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔“ انتھی بلفظہ

یہ تحریر مولوی صاحب کے پاس پہنچ چکی ہے، انھوں نے اس کا مطالعہ بھی فرمایا، اس لیے ان پر لازم تھا کہ اب جبکہ انھوں نے اپنی پہلی بات ”لا یقعد إلا في آخرھن“ میں قعود مقید بالتسلیم کی نفی کی ہے“ کو دہرایا ہے تو ساتھ ہی ”قعود مقید بالتسلیم کی نفی“ مراد ہونے کی دلیل بھی ذکر فرماتے مگر انھوں نے ایسا نہیں کیا، اس لیے « لا یقعد إلا في آخرھن » میں قعود مقید بالتسلیم کی نفی“ مراد ہونے پر دلیل پیش کرنا ابھی تک ان کے ذمہ ہے۔ رہیں وہ روایات جو انھوں نے دوسری رکعت پر قعدہ بلا سلام کے اثبات میں ذکر کی ہیں تو ان سے کوئی ایک روایت بھی ان کے دعوے کے لیے مثبت نہیں۔ کما مر۔ لہٰذا ان روایات کو قعود مقید بالتسلیم کی نفی مراد ہونے کی دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔

حضرت صاحب فرماتے ہیں:

> ”اگر آپ مطلق قعود کی نفی مراد لیں تو پھر یہ آپ کے بھی مخالف ہے کیونکہ آپ دو رکعت وتر کے بعد قعود مع التسلیم کے قائل ہیں۔“

اس بات میں کوئی کلام نہیں کہ ہم تین وتروں میں دوسری رکعت پر قعود مع التسلیم کے بھی قائل ہیں، اور ایسا عمل حضور اکرم ﷺ سے بھی ثابت ہے، البتہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی بات ''اگر آپ مطلق قعود کی نفی مراد لیں تو پھر یہ آپ کے بھی مخالف ہے'' بالکل غلط ہے کیونکہ ہم تین وتر دوسری رکعت پر قعدہ کیے بغیر ایک سلام سے پڑھنے اور تین وتر دوسری رکعت پر تسلیم اور تیسری رکعت الگ سلام سے پڑھنے دونوں طریقوں کے قائل ہیں، اور یہ دونوں طریقے سرور کائنات ﷺ سے ثابت ہیں، لہٰذا مطلق قعود کی نفی مراد لینا ہمارے تو کوئی خلاف نہیں، البتہ مطلق قعود کی نفی مراد لینا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے مقلدین کے ضرور مخالف ہے۔

چوتھی وجہ:

فقیر نے حدیث ((لا يسلم في ركعتي الوتر)) کے ''وجوبِ تشہد بلا سلام در رکعت دوم از سہ وتر'' کی دلیل نہ ہونے کی چوتھی وجہ یہ بیان کی تھی:

''بالفرض تسلیم کر بھی لیا جائے کہ بات ویسے ہی ہے جیسے مولوی صاحب بتا رہے ہیں تو بھی اصولِ احناف کی رو سے استدلال غلط ہے کیونکہ یہ مفہومِ مخالف کی صورت ہے اور مفہوم مخالف احناف کے نزدیک حجت ہی نہیں، چنانچہ حنفی اصولِ فقہ کی کتابوں میں مفہوم مخالف کو استدلال کی وجوہِ فاسدہ میں شمار کیا جاتا ہے تو مولوی صاحب کا ارشاد ''تو مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کا فقط سلام کی نفی کرنا دلیل ہے کہ التحیات کے بعد الخ'' بالکل فضول اور حنفی اصول کے خلاف ہے۔'' انتهى بلفظى

حضرت صاحب فرماتے ہیں:

''شیخ الحدیث صاحب جس طرح ثانی وجوہ میں مطلق و مقید نہیں سمجھے اسی طرح یہاں مفہومِ مخالف بھی نہیں سمجھے۔ انھوں نے سمجھا کہ جو حکم کسی چیز پر لگ رہا ہو، خواہ حکم مثبت ہو یا منفی ہو، اس کے خلاف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی حکم ثابت کرنا یہ مفہومِ مخالف ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔'' اھ

مولوی صاحب بندہ کے کلام کو تو خود نہیں سمجھے اور الٹا شور مچانا شروع کر دیا کہ ''اسی طرح یہاں مفہومِ مخالف بھی نہیں سمجھے'' یہ تو اب پتہ چلے گا کہ مفہومِ مخالف کون نہیں سمجھا، آپ یا فقیر؟ نیز فرماتے ہیں:

''انھوں نے سمجھا ہے کہ جو حکم کسی چیز پر لگ رہا ہو، خواہ حکم مثبت ہو یا منفی ہو، اس کے خلاف کوئی حکم ثابت کرنا یہ مفہومِ مخالف ہے۔''

مولوی صاحب نے یہ بات اپنے ہی گھر سے بنا کر میرے ذمہ لگائی ہے، اس لیے ضروری ہے کہ مفہومِ مخالف کا معنی (جو بندہ نے سمجھا ہے) نقل کر دیا جائے تاکہ پتا چل سکے کہ مولوی صاحب اس بات کو میرے ذمہ لگانے میں کس حد تک حق بجانب ہیں؟ نیز تاکہ واضح ہو سکے کہ مفہومِ مخالف کا معنی کون سمجھا ہے اور کون نہیں سمجھا؟ چنانچہ صاحبِ تنقیح و توضیح فرماتے ہیں:

''وهو أن يثبت الحكم في المسكوت عنه على خلاف ما ثبت في المنطوق.'' (۱/ ۱٤۱)

''مسکوت عنہ میں وہ حکم ثابت کرنا جو منطوق میں ثابت شدہ حکم کے خلاف ہو۔''

اب اگر مولوی صاحب کی عبارت ''جو حکم کسی چیز پر لگ رہا ہو، خواہ مثبت ہو یا منفی ہو، اس کے خلاف کوئی حکم ثابت کرنا مفہومِ مخالف ہے'' کا معنی وہی ہے جو صاحبِ تنقیح کی مندرجہ بالا عبارت کا معنی ہے تو واقعی بندہ مفہومِ مخالف کو یہی کچھ سمجھتا ہے، اور مولوی صاحب کی بات ''حالانکہ ایسا نہیں ہے'' غلط ہے۔ اور اگر ان کی اس عبارت ''جو حکم کسی چیز پر لگ رہا ہو'' الخ کا معنی صاحبِ تنقیح کی مندرجہ بالا عبارت کے معنی کے خلاف ہے تو ان کا ارشاد ''انھوں نے سمجھا ہے کہ جو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکم کسی چیز پر لگ رہا ہو" الخ غلط ہونے کے ساتھ ساتھ بندہ پر بہتان ہے کیونکہ اس کے نزدیک تو مفہوم مخالف کا معنی وہی ہے جو صاحبِ تنقیح نے بیان فرمایا۔

مولوی صاحب فرماتے ہیں:

"بلکہ مفہومِ مخالف اس کو کہتے ہیں کہ جس محل پر حکم لگ رہا ہے اسی حکم کی نقیض بغیر اس محل کے ثابت کرنا۔"

مجھ پر مفہوم مخالف کو نہ سمجھنے کا فتویٰ لگانے والے بزرگوں نے یہ مفہومِ مخالف کی تعریف کی ہے جو بالکل ہی غلط ہے کیونکہ مفہومِ مخالف کے لیے نہ تو اختلافِ محلین ضروری ہے اور نہ ہی تناقض حکمین۔ چنانچہ صاحبِ تنقیح ایک مثال پیش فرماتے ہیں:

"كقوله تعالى: ﴿من فتياتكم المؤمنات﴾ خص الحل بالفتيات المؤمنات، فيلزم عندهم عدم حل نكاح الفتيات أي الإماء غير المؤمنات." (١/ ١٤٣)

اب دیکھیے جناب یہاں حل اور عدمِ حل کا محل تو ایک ہی ہے، یعنی "فتیات" البتہ وصف کا اختلاف ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ اس مثال سے پہلا جملہ تو مولوی صاحب نے نقل فرمایا ہے، اور یہ مثال ان کی نگاہوں سے اوجھل رہی، پھر صاحبِ تنقیح کی تعریف میں صرف خلافِ حکم للحکم کا ذکر ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ خلافِ حکم للحکم مفہومِ مخالف کے لیے ضروری ہے اور تناقضِ حکمین اس کے لیے ضروری نہیں۔

لہٰذا مولوی صاحب کی بات "اسی حکم کی نقیض" الخ بھی غلط اور صاحبِ تنقیح کی تعریف کے خلاف ہے۔ بندہ کے مفہومِ مخالف کو سمجھنے یا نہ سمجھنے کی بات کو تو بالائے طاق رکھیے اور بتائیے کہ صاحبِ تنقیح بھی مفہومِ مخالف کو سمجھے ہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ نہیں؟ آخر ان کی تعریف بھی تو آپ کی تعریف کے خلاف جا رہی ہے!

صاحبِ تنقیح مفہوم مخالف کی انواع بیان کرنے کے دوران فرماتے ہیں:

"ومنه: إن تخصيص الشيء بالوصف يدل على نفي الحكم عما عداه عند الشافعي."

پھر وہ توضیح میں اس عبارت کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"والمراد نفي الحكم عن ذلك الشيء بدون ذلك الوصف"

مولوی صاحب نے اس آخری عبارت کو نقل کیا ہے۔ اب اسے نقل کرنے سے ان کی غرض اگر یہ ہے کہ یہ مفہومِ مخالف کی تعریف ہے تو یہ ان کی ڈبل غلطی ہے کیونکہ یہ تو مفہومِ مخالف کی ایک نوع کے بارے میں بات ہے۔ اس کی مثال اس طرح سمجھنی چاہیے کہ کوئی شخص "ما دل على معنى في نفسه غير مقترن بأحد الأزمنة الثلاثة" کو کلمہ کی تعریف سمجھنا شروع کر دے۔

اور اگر ان کی غرض یہ ہے کہ اس عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ محلین مختلف ہونے چاہییں تو بھی یہ غلط ہے کیونکہ یہ عبارت اختلافِ محلین پر قطعاً دال ہی نہیں ہے بلکہ اس عبارت سے تو اتحادِ محلین معلوم ہوتا ہے کیونکہ "ذلك الشيء" سے وہی شے مراد ہے جس کے لیے نفی کا مضاف الیہ حکم ثابت ہو، پھر اس کی مثال تو اتحادِ محلین میں واضح ہے کہ وہ "فتيات" ہی ہے۔

اور اگر ان کی غرض یہ ہے کہ یہ عبارت تناقضِ حکمین پر دال ہے تو بھی ان کی یہ غرض پوری ہوتی نظر نہیں آتی کیونکہ اس عبارت میں کوئی ایک لفظ بھی ایسا نہیں جو اس بات پر دال ہو کہ مفہومِ مخالف کے لیے تناقضِ حکمین ضروری ہے، پھر صاحبِ تنقیح کے قلم سے بیان شدہ مفہومِ مخالف کی تعریف بھی ان کی اس غرض کے خلاف ہے۔ ہاں، اس عبارت سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ مفہومِ مخالف کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک نوع (مفہوم وصف) میں تناقض حکمین ہونا چاہیے، مگر نوع یا اخص کی ضروریات کے لیے ضروری نہیں کہ وہ جنس یا اعم کی بھی ضروریات ہوں۔

مولوی صاحب نے اختلافِ محلین اور تناقضِ حکمین کی ایک مثال پیش کی ہے: « المؤمن لا ینجس » إلخ تو انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ مومن اور کافر دونوں اسم مشتق ہیں اور اسم مشتق ذات مع الوصف سے عبارت ہوتا ہے، لہٰذا اسمائے مشتقہ مفہومِ مخالف کی نوع مفہوم الوصف میں داخل ہیں اور مفہوم الوصف میں صرف اختلافِ وصف ضروری ہے، اختلافِ محل ضروری نہیں۔ چنانچہ مندرجہ بالا مثال میں محل انسان ہی ہے، البتہ وصف ''کفر و ایمان'' میں اختلاف ہے۔ وضاحت کے لیے یوں سمجھیے کہ ایک انسان ہے، اس کا حکم ہے: ''لا ینجس''، پھر اس کے بعد وہی انسان مرتد و کافر ہوگیا تو اب اس کا حکم ہوگا: ''ینجس'' تو اس صورت میں محل تو وہ ایک ہی انسان ہے مگر وصف کے اختلاف سے اس کا حکم مختلف ہوگیا۔ رہا تناقضِ حکمین تو وہ ''ینجس'' اور ''لا ینجس'' میں واقعی ہے مگر یہ مفہومِ وصف میں ہے، مفہومِ مخالف کے لیے کوئی ضروری نہیں، چنانچہ مدلل گزر چکا ہے۔ فتدبر!

تو جب ثابت ہوگیا کہ مفہومِ مخالف کے لیے نہ تو اختلافِ محلین ضروری ہے اور نہ ہی تناقض حکمین بلکہ مفہومِ مخالف کے لیے صرف تخالفِ حکمین ہی کافی ہے تو بندہ کی بات ''لا یسلم في رکعتي الوتر کی دوسری رکعت میں قعدہ بلا سلام پر دلالت (بالفرض) مفہومِ مخالف کی صورت ہے۔'' درست ہے۔ نیز پتا چلا کہ بے چارے مولوی صاحب ابھی تک مفہومِ مخالف ہی نہیں سمجھے ؎

الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

مولوی صاحب کو اعتراف ہے کہ دوسری رکعت میں قعدہ بلا سلام « لا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يسلم في ركعتي الوتر» کا مدلول ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

”تو مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کا فقط سلام کی نفی کرنا دلیل ہے کہ التحیات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔“

اور مدلول تین طرح کا ہوتا ہے:

۱۔ منطوق۔ ۲۔ مفہومِ مخالف۔ ۳۔ مفہومِ موافق۔

ظاہر بات ہے کہ دوسری رکعت میں قعدہ بلا سلام «لا يسلم في ركعتي الوتر» کا منطوق تو ہے نہیں، کیونکہ اس کا منطوق تو صرف ”نفیِ تسلیم در دو رکعت وتر“ ہی ہے اور دوسری رکعت میں قعدہ بلا سلام مولوی صاحب کے ہاں «لا يسلم في ركعتي الوتر» کا مفہومِ مخالف بھی نہیں جیسے وہ خود اس کی تصریح فرما چکے ہیں۔

رہا دوسری رکعت میں قعدہ بلا سلام کا ”لا يسلم في ركعتي الوتر“ کا مفہومِ موافق ہونا تو وہ بھی صحیح نہیں کیونکہ مفہومِ موافق میں ضروری ہے کہ مسکوت عنہ حکم میں منطوق کے موافق ہو، مثلاً: والدین کو اُف کہنے کی حرمت آیت ﴿لا تقل لهما أف﴾ کا منطوق ہے اور انھیں اُف کے علاوہ کوئی اور تکلیف دہ کلمہ کہنے کی حرمت اسی آیت کا مفہوم موافق ہے مگر اس مقام پر مسکوت عنہ دوسری رکعت میں قعدہ بلا سلام از سہ وتر اور منطوق یہ نفیِ تسلیم در دو رکعت وتر میں موافقت نہیں ہے، تو ثابت ہوا کہ مولوی صاحب کی بات ”تو مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کا فقط سلام کی نفی کرنا دلیل ہے کہ التحیات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے“ بالکل ہی غلط اور ناقابلِ التفات ہے کیونکہ وہ مدلولاتِ ثلاثہ سے کوئی سا مدلول بھی نہیں۔ فتأمل!

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانچویں وجہ:

بندہ نے لکھا تھا:

''مولوی صاحب کے اس حدیث کو وجوب التشھد في الرکعة الثانية کی دلیل ٹھہرانے کے غلط ہونے کی ایک پانچویں وجہ بھی ہے، وہ یہ کہ احناف کے ہاں وجوب ثابت کرنے کے لیے دلیل کا ظنی الثبوت اور قطعی الاثبات ہونا ضروری ہے، اور اس مقام پر اگر حدیث ((لا یسلم في رکعتي الوتر)) کو مولوی صاحب کے مطلوب ''وجوب التشھد في الرکعة الثانيه من الوتر الثلاث'' پر دال فرض کر لیا جائے تو یہ دلالت ظنی ہی ہوگی جس سے بموجبِ حنفی اصول وجوب پر استدلال کرنا نا درست ہے۔'' انتھی بلفظي

مولوی صاحب فرماتے ہیں:

'' اس کا جواب اعتراض اول کے جواب میں آ گیا ہے کہ یہ حدیث اور نو رکعت والی ایک ہی ہے، لہٰذا ظنی الدلالۃ والا اعتراض مندفع ہوا کیونکہ نو والی قطعی الدلالۃ ہے۔'' انتھی بلفظه

۱۔ تو مولوی صاحب کو ماننا پڑا کہ حدیث ((لا یسلم في رکعتي الوتر)) کی ''تشہد بلا سلام در رکعت دوم از سہ وتر'' پر دلالت قطعی نہیں، لہٰذا اُن کا اس سے ''وجوبِ قعدہ بلا سلام در رکعت دوم از سہ وتر'' پر استدلال غلط اور حنفی اصول کے خلاف ہے۔

۲۔ مولوی صاحب کا ((لا یسلم في رکعتي الوتر)) اور ((یصلي تسع رکعات)) کو ایک حدیث قرار دینا بھی غلط ہے، چنانچہ اس کی تفصیل گزر چکی ہے، اسے وہی ملاحظہ فرمائیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ نیز ان کی بات ''نو والی قطعی الدلالۃ ہے'' کا اگر یہ مطلب ہے کہ حدیث ((يصلي تسع ركعات لا يجلس فيها إلا في الثامنة)) کی نو رکعات ایک سلام سے پڑھنے کی صورت میں صرف آٹھویں میں قعدہ بلا سلام پر دلالت قطعی ہے تو مسلّم ہے، اس میں کوئی کلام نہیں مگر یہ ان کے دعوے ''وجوبِ قعدہ بلا سلام در رکعت دوم از سہ وتر'' کے لیے مثبت نہیں۔ اور اگر یہ مطلب ہے کہ حدیث ((يصلي تسع ركعات لا يجلس فيها إلا في الثامنة)) کی ''قعدہ بلا سلام در رکعت دوم از سہ وتر'' پر دلالت قطعی ہے تو یہ غلط ہے کیونکہ اس حدیث کی اس آخری مطلوب پر اصلاً دلالت ہے ہی نہیں چہ جائیکہ وہ قطعی ہو۔ اور اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ اس حدیث کی اس مطلوب پر دلالت ہے تو اسے قطعی قرار نہیں دیا جا سکتا۔

چھٹی وجہ:

حدیث ((لا يسلم في ركعتي الوتر)) کے ''وجوبِ قعدہ بلا سلام در رکعت دوم از سہ وتر'' کے لیے مثبت نہ ہونے کی پانچ وجوہ تو آپ لوگ سن چکے ہیں، اور ان پانچ وجوہ پر سے مولوی صاحب کے شبہات کو بھی مندفع کر دیا گیا ہے۔ اب اس حدیث کے مولوی صاحب کے مدعا کے لیے مفید نہ ہونے کی ایک چھٹی وجہ بھی سن لیجیے۔ مولوی صاحب ہی فرماتے ہیں:

''تسلیم ملزوم ہے اور تشہد لازم ہے''

اور قاعدہ ہے کہ ملزوم کی نفی سے لازم کا ثبوت ضروری نہیں، لہٰذا اِس حدیث سے مولوی صاحب کا مدعا ثابت نہ ہوا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موقوف آثار

فقیر نے لکھا تھا:

”ان آثار کی اسنادی حیثیت کو اگر نظر انداز کر دیا جائے پھر بھی یہ حجت نہیں کیونکہ یہ سب کے سب موقوف ہیں، اور موقوف اگر مرفوع کے منافی ہو تو وہ بالاتفاق حجت نہیں، اور یہ آثارِ موقوفہ صحیح مرفوع حدیث: ”عن أبي هريرة -رضي الله عنه- عن رسول الله -صلى الله عليه وسلم: «لا توتروا بثلاث، ولا تشبهوا بصلاة المغرب» هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه (مستدرك حاكم: ١/ ٣٠٤) کے منافی ہیں کیونکہ اس حدیث میں صلاۃ مغرب کے ساتھ مشابہت سے منع فرمایا گیا ہے، اور ظاہر ہے کہ جس تشبہ سے منع کیا گیا ہے وہ تشبہ فی الکمیۃ تو ہے نہیں کیونکہ تین وتر پڑھنا تو آپ ﷺ سے ثابت ہے، تو لامحالہ جس تشبہ سے منع کیا گیا ہے وہ تشبہ فی الکیفیۃ ہی ہے۔ اور ان آثار سے تشبہ فی الکیفیۃ کا جواز معلوم ہوتا ہے، حالانکہ پیغمبرِ خدا ﷺ تشبہ فی الکیفیۃ سے منع فرما رہے ہیں، لہٰذا یہ آثار قابلِ استدلال نہیں۔“

انتهى بلفظي

مولوی صاحب فرماتے ہیں:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’کہ تعارض ہے نہیں کیونکہ خود ابو عالیہ فرما رہا ہے کہ ”غير أنا نقرأ في الثالثة“ (تحقیق تیسری رکعت میں قراءت کرتے ہیں) وتروں میں، یعنی جب تیسری رکعت وتر میں قراءت بھی ہے اور دعا بھی ہے، اور مغرب میں تیسری رکعت میں یہ نہیں ہے تو کیفیت میں مشابہت کہاں رہی تو تعارض کہاں ہے۔‘‘ انتهى بلفظه

مولوی صاحب کے اس جواب میں کئی ایک خدشات ہیں:

پہلا خدشہ:

مغرب کی تیسری رکعت میں بھی قراءت ہے، چنانچہ احناف میں بھی منفرد اور امام ہونے کی صورت میں مغرب کی تیسری رکعت میں قراءت سورۂ فاتحہ کرتے ہیں، اور بعض علماء سورت ملانے کو بھی جائز سمجھتے ہیں، لہٰذا وتروں کی تیسری رکعت اور مغرب کی تیسری رکعت میں قراءت اور عدمِ قراءت کا فرق نہیں رہا، باقی جہر اور عدمِ جہر تو وہ عوارضِ امامت سے ہے۔

دوسرا خدشہ:

احناف کے نزدیک مقتدی کے وتر اور مقتدی کی نماز مغرب میں قراءت اور عدمِ قراءت کا فرق نہیں بلکہ ان کے ہاں وہ دونوں میں امام کی اقتدا میں قراءت بالکل نہیں کرتا، لہٰذا مولوی صاحب کا فرمان ’’قراءت اور عدمِ قراءت کا فرق ہے‘‘ مقتدی کی صورت میں غلط ہے۔

تیسرا خدشہ:

اصح مذہب میں وتروں کی تیسری رکعت میں دعا کوئی رکن نہیں ہے، نہ واجب اور نہ سنت مؤکدہ ہی، لہٰذا اُسے ترک کیا جا سکتا ہے تو وتروں میں دعا ترک کرنے کے وقت صلاۃ وتر اور صلاۃ مغرب میں دعا اور عدمِ دعا کا فرق نہ ہوگا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوتھا خدشہ:

مغرب کی تیسری رکعت میں دعا کرنا کوئی منع نہیں، اور اس میں دعائے قنوت نازلہ کے تو حنفی بھی قائل ہیں تو جب مغرب کی تیسری رکعت میں بھی دعا کر لی جائے گی تو اس صورت میں بھی وتروں اور مغرب میں دعا اور عدمِ دعا کا فرق نہ ہوگا۔

پانچواں خدشہ:

حدیث« لا تشبهوا بصلاة المغرب » کا مفہوم جو مولوی صاحب نے بیان فرمایا اس کی انھوں نے کوئی دلیل پیش نہیں کی، لہٰذا وہ اس مفہوم کی دلیل بیان کریں یا کم از کم کسی امام، محدث اور فقیہ کا نام ہی بتائیں جنھوں نے اس حدیث کا یہ مفہوم بیان کیا ہو۔ باقی ابو العالیہ کا قول "غير أنا نقرأ في الثالثة" تو وہ صرف قراءت کو شامل ہونے کے ساتھ ساتھ اس بات پر مبنی نہیں کہ وہ "لا تشبهوا بصلاة المغرب" کا مفہوم ہے، لہٰذا اِس مفہوم کی دلیل مولوی صاحب کے ذمہ ہے۔

چھٹا خدشہ:

اور یہ خدشہ سابقہ تمام خدشات سے مضبوط ترین ہے۔ چند منٹ کے لیے تسلیم کیا کہ مولوی صاحب کے نقل کردہ موقوف آثار حدیث« لا يقعد إلا في آخرهن » کے سراسر خلاف ہیں۔ باقی مولوی صاحب کا "لا يقعد " سے قعود مقید بالتسلیم کی نفی مراد لینا غلط ہے کیونکہ ابھی تک انھوں نے اس کی کوئی ایک دلیل بھی پیش نہیں فرمائی، لہٰذا اِن موقوف آثار سے مولوی صاحب کا استدلال بالکل ہی غلط اور نادرست ہے۔

مولوی صاحب فرماتے ہیں:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"یا توجیہ حدیث کی یہ ہے کہ فقط اکیلے تین رکعت میں ان سے پہلے کچھ نفل نہ ہوں، اس طرح مشابہت نمازِ مغرب کے ساتھ نہ ہو بلکہ نفل وتروں سے پہلے ہونے چاہییں، دو رکعت ہوں یا چار رکعت ہوں وغیرہ، جیسا کہ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا سے یہی طریقہ منقول ہے۔" انتھی بلفظه

مگر ان کی یہ توجیہ چند ایک مناقشات کی بنا پر صحیح نہیں:

پہلا مناقشہ:

جس تشبہ سے منع کیا گیا ہے وہ تشبہ بصلاۃ المغرب ہے، اس میں قبل اور بعد کا کوئی اعتبار نہیں، لہٰذا مولوی صاحب کی بات "فقط اکیلے تین رکعت میں ان سے پہلے کچھ نفل نہ ہوں" غلط ہے۔

دوسرا مناقشہ:

بتقدیرِ تسلیم وتروں سے پہلے نفل پڑھنا کوئی ضروری نہیں، لہٰذا وتروں سے پہلے نفل نہ پڑھنے کی صورت میں مغرب کے ساتھ مشابہت ہوگی۔

تیسرا مناقشہ:

حدیث «لا تشبهوا بصلاة المغرب» کا مفہوم اگر وہی ہو جو مولوی صاحب نے اس توجیہ میں بیان فرمایا تو لازم آئے گا کہ وتروں سے پہلے دو چار نفل پڑھنا واجب ہو کیونکہ حدیث قطعی الدلالۃ والاثبات ہے، حالانکہ یہ شاید مولوی صاحب کے بھی مذہب کے بھی خلاف ہو تو مولوی صاحب وہ توجیہ فرما رہے ہیں جو ان کے مذہب کے بھی خلاف ہے۔ واہ! سبحان اللہ!

چوتھا مناقشہ:

بخاری رحمہ اللہ و مسلم رحمہ اللہ کی احادیث سے صلاۃ مغرب سے پہلے دو رکعت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نماز پڑھنا ثابت ہے، [1] لہٰذا حدیث« لا تشبهوا بصلاة المغرب » کی توجیہ کرنا کہ وتروں سے پہلے تو دو چار نفل ہونے چاہییں اور نمازِ مغرب سے پہلے کوئی نفل نہ ہونا چاہیے، بالکل ہی غلط ہے۔

پانچواں مناقشہ:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے طریقے کے صلاۃِ مغرب کی مشابہت سے احتراز اور بچاؤ پر مبنی ہونے کی کوئی دلیل نہیں، لہٰذا مولوی صاحب کا ام المومنین مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے طریقے کو اپنی من گھڑت توجیہ کی تائید میں پیش کرنا انتہائی سنگین غلطی ہے جس کی انھیں اللہ تعالیٰ کے حضور معافی چاہنا ہوگی۔

تو ثابت ہوا کہ مولوی صاحب کی پیش فرمودہ موقوف روایات دو مرفوع اور صحیح حدیثوں: ا۔« لا تشبهوا بصلاة المغرب »۲۔« لا يقعد إلا في آخرهن » سے متعارض ہونے کے باعث حجت نہیں۔

حدیثِ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ:

فقیر نے تین وجوہ سے ثابت کیا تھا کہ مولوی صاحب کا حدیثِ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے ''وجوبِ تشہد بلا سلام در رکعت دوم از سہ وتر'' پر استدلال نادرست ہے:

پہلی وجہ:

''لیجیے مولوی صاحب جوش میں آگئے جیسا کہ ان کے فقرے ''تو وہ اس حدیث میں داخل نہیں تو کیا ہے؟'' سے ظاہر ہے۔ پھر اس حدیث کو وہ بڑے زور دار الفاظ میں پیش فرماتے ہیں، جیسے کوئی قطعی نص ہو، شائد بے چاروں کو علم نہیں کہ اس روایت کی سند میں تو جابر جعفی کوفی بھی ہے جس کے متعلق خود

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (١١٢٨)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہی فرماتے ہیں:

"ما رأيت أكذب من جابر الجعفي."

''میں نے جابر جعفی سے بڑھ کر کوئی جھوٹا شخص نہیں دیکھا۔''

امام صاحب رحمہ اللہ کی اس جرح کے بعد دیگر ائمہ حدیث کی جرحیں نقل کرنے کی ضرورت نہیں، تو یہ روایت، جسے مولوی صاحب دلیل میں پیش کر رہے ہیں، انتہائی ضعیف ہے۔'' انتهى بلفظي

مولوی صاحب فرماتے ہیں:

''بے شک جابر جعفی راوی حدیث میں ضعیف ہے لیکن اس حدیث کے اور صحیح شواہد موجود ہیں جن کی وجہ سے یہ حدیث قابلِ حجت ہے۔''

اس کے بعد انھوں نے عربی عبارت نقل کی ہے جس کا ترجمہ و مطلب انھی کی زبانی یہ ہے:

''یعنی میرک نے کہا کہ مانند اس حدیث کے ترمذی رحمہ اللہ نے روایت کیا، اور ابن حجر نے کہا کہ اور اس کے شواہد ہیں، بعض کو ترمذی نے صحیح کیا اور ابن حبان اور حاکم نے اور کہا حاکم نے کہ باقی ان کے شواہد کے شیخین کی شرط پر ہیں، اور اس کے ساتھ رد کیا جاتا قول بیہقی کا کہ اس حدیث کے ساتھ حجت نہیں پکڑی جاتی۔'' انتهى بلفظه

مولوی صاحب نے اپنی سابقہ تحریر میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ابو داود اور ابن ماجہ رحمہما اللہ کے حوالے سے نقل کیا ہے، امام ابو داود اور امام ابن ماجہ رحمہما اللہ دونوں کی بیان کردہ سندوں میں جابر جعفی کوفی موجود ہے جس کے ضعیف ہونے کا مولوی صاحب نے بھی اعتراف فرمایا ہے۔[1] لہٰذا جو حدیث

[1] صحیح بات یہ ہے کہ یہ روایت صحیح ہے کیونکہ طحاوی کے ہاں جعفی مذکور کی ابراہیم بن ←

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولوی صاحب نے پہلے ابو داود اور ابن ماجہ رحمہ اللہ کے حوالہ سے نقل کی تھی وہ تو ضعیف ہے، اور اس کے ضعف کا مولوی صاحب کو بھی اقرار ہے، پھر لطف کی بات ہے کہ امام ابو داود نے اپنی کتاب میں جابر جعفی سے صرف یہی ایک حدیث بیان فرمائی جسے مولوی صاحب نے استشہاد کے لیے منتخب فرمایا۔ ہاں، اتنی بات ہے کہ ان کا جابر جعفی کے ساتھ اس کے کوفی ہونے کی وجہ سے ایک خاص قسم کا تعلق ہے، شاید اسی تعلق کی بنا پر مولوی صاحب نے اس کی حدیث کا انتخاب عمل میں لایا ہو۔

رہا شواہد والا قصہ تو جس روایت کی امام ترمذی رحمہ اللہ نے تصحیح فرمائی ہے اس روایت کی سند میں مسعودی صاحب ہیں۔[1] ان مسعودی صاحب کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تقریب میں فرماتے ہیں:

"صدوق، اختلط قبل موته. وضابطه أن من سمع منه ببغداد فبعد الاختلاط."[2]

یعنی مسعودی صاحب سچے تو تھے مگر موت سے پہلے انھیں اختلاط ہوگیا تھا اور ان کی روایات کا ضابطہ یہ ہے کہ جنھوں نے اس سے بغداد میں سنا ان کا سماع بعد از اختلاط ہے۔

تو اس کے پیش نظر جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ کی مندرجہ بالا حدیث مسعودی صاحب سے یزید بن ہارون نے اختلاط سے

← طہمان اور قیس بن ربیع نے متابعت کی ہے جس کی سند صحیح ہے، جیسا کہ تفصیل گزر چکی ہے۔

[1] وهو عبد الرحمن بن عبدالله بن عتبة بن عبدالله بن مسعود الكوفي المسعودي.

[2] مسعودی مذکور ثقہ ہیں اور آخر میں مختلط ہوگئے تھے۔ یزید بن ہارون کا سماع مسعودی سے بعد از اختلاط ہے۔ (تقدمة الجرح والتعديل، ص: ٣٢٢)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے یا بغداد کے سوا کسی اور مقام پر سنی ہے اس وقت تک امام ترمذی رحمہ اللہ کا فیصلہ "هذا حديث حسن صحيح" قابلِ قبول نہیں، لہٰذا آپ پر لازم ہے کہ ثابت کریں کہ یزید بن ہارون نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی زیرِ بحث حدیث مسعودی صاحب سے ان کے مختلط ہونے سے پہلے سنی ہے۔

باقی مسعودی صاحب کی جن روایات سے امام بخاری نے استشہاد کیا ہے تو علماء نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ وہ سب کی سب قبل از اختلاط کی ہیں، لہٰذا امام بخاری کے استشہاد سے تمسک کا آپ کو حق حاصل نہیں۔

امام حاکم اور ابن حبان رحمہما اللہ کے متعلق حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وهو واسع الخطو في شرط الصحيح، متساهل في القضاء به، فالأولى أن نتوسط في أمره فنقول: ما حكم بصحته ولم نجد ذلك فيه لغيره من الأئمة إن لم يكن من قبيل الصحيح فهو من الحسن يحتج به يعمل به إلا أن تظهر فيه علة توجب ضعفه، ويقاربه في حكمه صحيح أبي حاتم بن حبان البستي۔ رحمه الله." (ص: ١٨)

و "قد تعقبه بعض من اختصر كلامه، وهو مولانا قاضي القضاة بدر الدين بن جماعة فقال: إنه يتتبع ويحكم عليه بما يليق بحاله من الحسن، أو الصحة، أو الضعف، وهذا هو الصواب."

قلت: وقد لخص الحافظ الذهبي المستدرك وحكم على كل حديث من أحاديثه بما يليق به حسبما أدى إليه اجتهاده" (ص: ١٨) انتهىٰ مختصراً

اس عربی عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ امام حاکم اور ابن حبان رحمہما اللہ سے سرزد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحت کے فیصلہ جات تحقیق کے بغیر قبول نہیں کیے جا سکتے کیونکہ انھوں نے کئی ایک غیر صحیح احادیث کو بھی صحیح کہہ دیا ہے۔[1] تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے جن شواہد کو انھوں نے صحیح بتایا جناب وہ شواہد مع اسانید و توثیقِ رجال پیش فرمائیں، ان پر بھی غور ہو سکتا ہے۔

باقی بندہ نے جو امام حاکم رحمہ اللہ سے تصحیح نقل کی ہے کہ انھوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث «لا يقعد إلا في آخرهن» وغیرہ کو صحیح کہا ہے تو محض ان کی تصحیح ہی پر اعتماد نہیں کیا بلکہ پوری تحقیق کی ہے کہ وہ واقعی صحیح ہیں، چنانچہ ان میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی امام حاکم رحمہ اللہ کے فیصلہ کی توثیق فرمائی ہے۔

لہٰذا امام بیہقی رحمہ اللہ کا فیصلہ "لا يحتج به" کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے احتجاج نہیں کیا جا سکتا۔ بالکل صحیح ہے، اور حضرت مغیرہ بن شعبہ کی یہ حدیث ضعیف اور ناقابلِ احتجاج ہے۔

حضرت صاحب فرماتے ہیں:

"اور اسی مضمون کی حدیث مسلم شریف (۱/۱۹۴) میں بھی موجود ہے۔

"وكان ـصلى الله عليه وسلم: «يقول في كل ركعتين التحية»"[2] یعنی پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ بعد ہر دو رکعت کے التحیات ہے۔" انتهى بلفظه

مولوی صاحب کے اس بیان میں چند ایک نقص ہیں:

---

[1] امام حاکم رحمہ اللہ کا تساہل علماء کے ہاں معروف امر ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ امام حاکم اپنی مستدرک کی تصحیح و تنقیح کی تکمیل سے قبل وفات پا گئے تھے۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "قال شيخ الإسلام: وإنما وقع للحاكم التساهل لأنه سود الكتاب لينقحه فأعجلته المنية" (تدريب الراوي: ۱/ ۱۳۲)

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (٤٩٨)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلا نقص:

مولوی صاحب حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی صحت ثابت کرنا چاہتے ہیں، اور مسلم شریف والی متذکرہ بالا حدیث سے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو صحیح ثابت نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ایک حدیث کی صحت کسی دوسری حدیث کی صحت کو مستلزم نہیں کیونکہ صحت کا مدار صفات پر ہے۔

دوسرا نقص:

مولوی صاحب کی بات ''اور اسی مضمون کی حدیث مسلم شریف'' الخ غلط ہے کیونکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ والی حدیث کا مضمون اور ہے اور مسلم شریف والی حدیث کا مضمون اور، چنانچہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا مضمون ہے: اگر امام سے دوسری رکعت پر قعدہ رہ جائے تو سجدۂ سہو کرے۔ اور مسلم والی حدیث کا مضمون ہے: پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ بعد ہر دو رکعت کے التحیات ہے۔ مسلم والی حدیث کا یہ مضمون مولوی صاحب نے بیان فرمایا ہے تو جناب آپ خود ہی غور فرمائیں، آیا یہ دونوں مضمون ایک ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں!

تیسرا نقص:

مولوی صاحب نے ہی مسلم والی حدیث کا ترجمہ فرمایا ہے: ''بعد ہر دو رکعت کے التحیات ہے'' اور واضح ہے کہ یہ حدیث مولوی صاحب کے اس ترجمہ کے مطابق قطعی الاثبات والدلالۃ ہے تو حنفی اصول کے تحت بھی اس سے التحیات کا وجوب ثابت ہوا مگر یہ ''وجوبِ التحیات'' مولوی صاحب کے مذہب کے خلاف ہے کیونکہ وہ تو صرف قعدہ کو واجب سمجھتے ہیں۔ التحیات کو واجب نہیں سمجھتے۔ حدیث تو حنفی مذہب کے خلاف ہے مگر مولوی صاحب اسے اپنی تائید میں پیش فرما رہے ہیں!!

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری وجہ:

بندہ نے حدیث حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مولوی صاحب کا دعویٰ ’’وجوبِ قعدہ بلا سلام در رکعت دوم از سہ وتر‘‘ ثابت نہ ہونے کی دوسری وجہ میں لکھا تھا:

’’پھر سیاقِ حدیث اس بات پر دال ہے کہ اس مقام پر ’’رکعتین‘‘ سے وہ دو رکعتیں مراد ہیں جن کے بعد تشہد پہلے ہی سے ثابت ہے، نہ یہ کہ یہ حدیث دو رکعتوں کے بعد تشہد کو نئے سرے سے ثابت کرتی ہے۔ اور تین وتروں میں دو رکعت کے بعد تشہد بلا سلام کسی ایک حدیث سے بھی ثابت نہیں، لہٰذا وہ ’’إذا قام الإمام في الركعتين‘‘ إلخ کے تحت مندرج نہیں۔‘‘ انتھی

اس پر مولوی صاحب فرماتے ہیں:

’’شیخ الحدیث کا کہنا کہ اس سے نئے سرے سے جلوس ثابت نہیں ہوسکتا اگر پہلے کسی دلیل سے ثابت نہ ہو، یہ کیسے ہوسکتا ہے، دیکھیے اسی حدیث میں لفظ ’’فليجلس‘‘ کا ہے جو کہ امر کا صیغہ ہے، جب آپ ﷺ صریح حکم جلوس کا فرما رہے ہیں دو رکعت کے بعد جونسی نماز ہو، اور یہاں امر وجوب کے لیے ہے، قرینہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کا فرمان موجود ہے کہ دو رکعت کے بعد التحیات ہے، آپ کے شیخ الحدیث کے ہاں گویا یہ قانون ہوا۔‘‘ الخ

مولوی صاحب کی یہ تقریر ساری کی ساری بے بنیاد اور غلط ہے، چند ایک تعقبات میں اس کی حقیقت کو واضح کیا جاتا ہے:

پہلا تعقب:

یہ حدیث ہر دو رکعت میں تشہد کے لیے مثبت نہیں کیونکہ اس میں تو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف اور صرف دو رکعت سہواً قعدہ نہ کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے، چنانچہ امام ابو داود، امام ترمذی اور صاحبِ مشکوۃ وغیرہ محدثین نے اس حدیث کو سہو کے ابواب میں ذکر کیا ہے۔

دوسرا تعقب:

نیز اس حدیث کے لفظ« فإن ذكر قبل أن يستوي قائما فليجلس» بتا رہے ہیں کہ یہ حدیث دیگر دلائل سے ثابت شدہ سہواً ترک کردہ قعدے کا حکم بیان کر رہی ہے نہ کہ نئے سرے سے قعدہ کے لیے مثبت ہے، ورنہ لازم آئے گا کہ الفاظ« فإن ذكر قبل أن يستوي » إلخ بے معنی اور فضول ہوں۔

تیسرا تعقب:

اس بات میں شبہ نہیں ہے کہ دونوں جملے: "١۔« فإن ذكر قبل أن يستوي قائما فليجلس » ٢۔« فإن استوى قائما فلا يجلس، ويسجد سجدتي السهو» جملہ« إذا قام الإمام في الركعتين » پر مترتب ہیں، اور اگر مولوی صاحب کے کہنے کے مطابق اس حدیث کو قعدہ کے لیے نئے سرے سے مثبت سمجھ لیا جائے تو پہلے دونوں جملے تیسرے جملے پر مترتب نہیں ہو سکتے۔

چوتھا تعقب:

مولوی صاحب کے فرمان کے مطابق اگر چند منٹ کے لیے مان لیا جائے کہ یہ حدیث وجوبِ قعدہ کے لیے نئے سرے سے مثبت ہے تو پھر اس کے الفاظ یوں ہونے چاہئیں تھے:« إذا صلى الإمام فليجلس في الركعتين» أو ما يؤدي مؤداه.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانچواں تعقب:

حضرت صاحب کی بات ''اسی حدیث میں لفظ ((فليجلس)) کا ہے جو کہ امر کا صیغہ ہے'' الخ غلط اور محض زبانی جمع خرچ کی ایک مکروہ ترین صورت ہے کیونکہ جس جلوس کے وجوب کو مولوی صاحب نے ثابت کرنا ہے وہ جلوس ہے جو نمازی دوسری رکعت کے دوسرے سجدے سے فارغ ہو کر تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہونے سے پہلے کرتا ہے یا عمل میں لاتا ہے، اور لفظ ((فليجلس)) سے جس جلوس کا حکم ہو رہا ہے یہ وہ جلوس نہیں ہے جو انھوں نے ثابت کرنا ہے بلکہ یہ تو وہ جلوس ہے جو دوسری رکعت کے دوسرے سجدے سے فارغ ہونے پر بھول کر تھوڑا سا کھڑا ہو جانے کے بعد ہوگا، چنانچہ حدیث کے لفظ ((فإن ذكر قبل أن يستوي قائما فليجلس)) اس بات کو واضح کر رہے ہیں۔

لہٰذا اِس ((فليجلس)) سے ہر دو رکعت میں قعدہ بلا سلام کے وجوب پر استدلال کرنا غلط ہے، یقیناً ثم یقیناً غلط ہے کیونکہ جس جلوس کا وجوب مولوی صاحب نے ثابت کرنا ہے وہ جلوس اور ہے اور جس جلوس پر ((فليجلس)) دلالت کرتا ہے وہ جلوس اور ہے۔ فتدبر!

چھٹا تعقب:

مولوی صاحب کی بات ''اور یہاں امر وجوب کے لیے ہے، قرینہ یہ ہے کہ آپ ﷺ جلوس نہ کرنے کی بنا پر سجدۂ سہو کا فرما رہے ہیں'' بھی غلط ہے اور ایک لایعنی سی بات ہے کیونکہ امر ((فليجلس)) کا مفاد جلوس اور ہے اور ((ويسجد سجدتي السهو)) جس جلوس کے ترک پر مبنی ہے وہ جلوس اور ہے۔

ساتواں تعقب:

اگر بالفرض تسلیم کر لیا جائے کہ بات ویسے ہی ہے جیسے مولوی صاحب بتا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہے ہیں تو بھی وہ اس حدیث سے ''وجوب قعدہ بلا سلام در رکعت دوم از سہ وتر'' ثابت نہیں کر سکتے کیونکہ ﴿إذا قام الإمام في الركعتين... الخ﴾ قضیہ مہملہ ہے، اور قاعدہ ہے: ''المهملة في قوة الجزئية'' کہ مہملہ قوتِ جزئیہ میں ہوتا ہے، لہٰذا اِس سے ان کا مطلب ثابت نہ ہوا۔

آٹھواں تعقب:

مسلم شریف کی حدیث: ﴿وكان ـصلى الله عليه وسلمـ يقول في كل ركعتين التحية﴾'' سے وجوبِ قعدہ بلا سلام در ہر دو رکعت پر استدلال درست نہیں ہے کیونکہ ''في كل ركعتين'' یقول کی ظرف ہے اور التحیہ ''یقول'' کا مفعول ہے، تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ ہر دو رکعت پر التحیات کہا (پڑھا) کرتے تھے۔ اس معنے کا قرینہ یہ ہے کہ اس جملہ کے سیاق اور لحاق میں رسول اللہ ﷺ کے افعالِ مبارکہ کا تذکرہ ہو رہا ہے بلکہ اگر کہا جائے کہ حدیث کا سیاق بھی آپ کے افعال بیان کرنے کے لیے ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ تو اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا فعل ہر دو رکعت پر التحیات پڑھنا مذکور ہوا، اور فعل سے وجوب ثابت نہیں ہوتا۔

نواں تعقب:

اگر ''في كل ركعتين التحية'' کو ''یقول'' کا مقولہ بنایا جائے اور وہی معنی کیا جائے جو مولوی صاحب نے کیا ہے تو یقیناً یہ جملہ وجوب پر دال ہوگا کیونکہ اس کی دلالت قطعی ہے، مگر اس سے صرف قعدے کا وجوب ہی ثابت نہیں ہوگا بلکہ قعدے میں التحیات پڑھنے کا وجوب بھی ثابت ہوگا جس کے احناف قائل نہیں، تو یہ حدیث، خواہ اسے فعلی قرار دیا جائے یا اسے قولی مانا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے، مولوی صاحب کے لیے مفید نہیں۔ رہے اہلحدیث تو ان کا اس حدیث پر عمل ہے کیونکہ وہ تین وتروں کو دو سلاموں سے پڑھنے کی صورت میں دوسری رکعت پر التحیات پڑھتے ہیں۔

باقی اس حدیث میں دوسری رکعت پر سلام کہنے کی نفی نہیں ہے، اور ان کا تین وتروں کو ایک سلام سے دوسری رکعت پر قعدہ کیے بغیر پڑھنے کی احادیث پر بھی عمل ہے، البتہ تیسری صورت کی کوئی ایک حدیث بھی آنحضرت ﷺ سے مروی نہیں، اور اگر اس صورت کی کوئی ایک حدیث بھی انھیں مل جاتی تو یقیناً ضرور بالضرور وہ اس پر عمل پیرا ہوتے۔

دسواں تعقب:

بندہ کی تحریر میں کوئی ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس سے سمجھا جائے کہ ”کسی حدیث سے کسی مسئلے پر استدلال تب ہو سکتا ہے جب وہی مسئلہ پہلے کسی دوسری دلیل سے ثابت ہو چکا ہو۔“ کوئی قاعدہ و قانون ہے۔ لہٰذا مولوی صاحب کا ارشاد ”آپ کے شیخ الحدیث کے ہاں گویا یہ قانون ہوا کہ تب حدیث سے مسئلہ ثابت ہو سکتا ہے جبکہ پہلے کسی دلیل سے ثابت ہو، ورنہ نہیں ہو سکتا۔“ سراسر بہتان ہے۔ ہاں، بندہ نے اتنی بات ضرور کہی ہے:

> ”سیاقِ حدیث اس بات پر دال ہے کہ اس مقام پر ”رکعتین“ سے وہ دو رکعتیں مراد ہیں جن کے بعد تشہد پہلے سے ثابت ہے، نہ یہ کہ حدیث دو رکعتوں کے بعد تشہد کو نئے سرے سے ثابت کرتی ہے...“ الخ

اور یہ بات بالکل صحیح ہے، چنانچہ اس کے دلائل تفصیلاً گزر چکے ہیں، لہٰذا مولوی صاحب کی بات ”تو پھر آپ نے جو حدیث ﴿لا يقعد إلا في آخرهن﴾

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والی پیش کی اس سے آپ کا مسئلہ کیسے ثابت ہوا...الخ بالکل فضول، ردّی اور لا یعنی ہے۔ تلك عشرة كاملة

تیسری وجہ:

فقیر نے حدیثِ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے مولوی صاحب کے مدعا ''وجوبِ تشہد بلا سلام در دو رکعت از سہ وتر'' کے لیے مثبت نہ ہونے کی تیسری وجہ یہ بیان کی تھی:

''بصورتِ دیگر اگر اس حدیث کو اثباتِ تشہد بلا سلام بعد از ہر دو رکعت میں ظاہر قرار دیا جائے تو بھی مولوی صاحب کی بات نہیں بن سکتی کیونکہ نصوص اس ظاہر سے متعارض ہیں، اور جب ظاہر اور نص میں تعارض ہو تو عمل نص پر ہوتا ہے اور ظاہر متروک ہوتا ہے، كما في الأصول۔ وہ نصوص یہ ہیں:

١۔ « لا يجلس فيها إلا في الثامنة » (مسلم) ٢۔ « يوتر بثلاث لا يقعد إلا في آخرهن » (مستدرك) ٣۔ « كان يوتر بخمس ركعات ولا يجلس إلا في الخامسة، ولا يسلم إلا في الخامسة » هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه، وقال الذهبي في التلخيص: على شرطهما۔''

(مستدرك مع التلخيص: ١/ ٣٠٥)

اس پر مولوی صاحب لکھتے ہیں:

''کہ یہ قانون تب جاری ہو کہ حدیثین کا تعارض بنے اور حدیثین کا تعارض ہے ہی نہیں، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ جلوس مقید مراد ہے، مطلق مراد نہیں، ورنہ آپ کی اول وتروں کی صورت والی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث کے ساتھ متعارض ہوگی۔ اگر آپ کے معنی کے موافق تعارض ہو بھی جائے تو پھر قولی حدیث کو ترجیح ہوگی آپ کی فعلی حدیث پر، جیسا کہ اصولِ حدیث کا اصل ہے۔'' انتھی بلفظہ

الحمدللہ مولوی صاحب نے یہ تو تسلیم فرما لیا کہ حدیثِ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ قعدہ بلا سلام بعد از ہر دو رکعت میں ظاہر ہے، اور بندہ کی نقل کردہ تینوں حدیثیں نصوص ہیں، اور انھوں نے یہ بھی تسلیم فرما لیا کہ ظاہر و نص میں تعارض کی صورت میں عمل نص پر ہوتا ہے اور ظاہر متروک ہوتا ہے، البتہ انھوں نے اس مقام پر ظاہر و نص میں تعارض ہونے سے انکار فرمایا ہے تو اس کے جوابات ملاحظہ ہوں، ان جوابات میں ان کے ایک تسلیمی جواب کا جواب بھی داخل ہے:

پہلا جواب:

« لا یجلس فیها إلا في الثامنة » نو رکعات ایک سلام سے پڑھنے کی صورت میں دوسری، چوتھی اور چھٹی رکعت پر قعدہ نہ ہونے میں نص ہے، اور « إذا قام الإمام في الرکعتین... إلخ » قعدہ بعد از ہر دو رکعت میں ظاہر ہے تو آپ خود غور فرما سکتے ہیں، آیا ان میں تعارض ہے یا نہیں؟ غور و فکر کے بعد آپ اسی نتیجے پر پہنچیں گے کہ ان دونوں ''ظاہر و نص'' میں واقعی تعارض ہے۔ حضرت مولوی صاحب نے اس بات کا بالکل جواب نہیں دیا، لہٰذا اِس کا جواب ابھی تک ان کے ذمہ ہے۔ رہا ان کا جلوسِ مقید مراد لینا تو اس کی کوئی دلیل نہیں۔

دوسرا جواب:

« یوتر بثلاث لا یقعد إلا في آخرهن » تین وتروں میں دوسری رکعت پر قعدہ نہ ہونے میں نص ہے، اور « إذا قام الإمام في الرکعتین » قعدہ بر ہر دو رکعت میں ظاہر ہے، اور یقیناً ان دونوں میں تعارض ہے۔ اس بات کا بھی مولوی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب کے پاس کوئی جواب نہیں۔ باقی قعودِ مقید مراد لینے کی ابھی تک انھوں نے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔

تیسرا جواب:

« كان يوتر بخمس ركعات، ولا يجلس إلا في الخامسة » پانچ رکعات ایک سلام سے پڑھنے کی صورت میں دوسری اور چوتھی رکعت پر قعدہ نہ ہونے میں نص ہے، اور « إذا قام الإمام في الركعتين ... إلخ » قعدہ بر ہر دو رکعت میں ظاہر ہے، اور ان دونوں کا تعارض واضح ہے۔ اس کا جواب بھی مولوی صاحب کے پاس ہے تو نہیں مگر وہ وہی اپنی زبانی بات ''قعودِ مقید بالتسلیم مراد ہے'' دہراتے چلے جا رہے ہیں، تو ان سے گزارش ہے کہ ''قعودِ مقید مراد ہے۔ قعود مقید مراد ہے۔'' بار بار دہرانے اور اس کی رٹ لگانے سے آخر کیا فائدہ؟ اگر ان کے پاس اس کی کوئی دلیل ہے تو وہ کیوں پیش نہیں فرماتے؟ اتنے بخل سے کیوں کام لے رہے ہیں؟ انھیں وہ دلیل ضرور پیش فرمانی چاہیے!

چوتھا جواب:

قعود وجلوسِ مطلق کی نفی مراد لینا تین وتر دو سلاموں سے پڑھنے کے منافی نہیں کیونکہ دونوں طریقے:

۱۔ تین وتر ایک ہی سلام سے بلا قعدہ در رکعت دوم۔

۲۔ تین وتر دو سلاموں سے پڑھنا۔

جائز اور سرورِ کائنات ﷺ سے ثابت ہیں۔

پانچواں جواب:

ظاہر ونص اور ان میں تعارض والی بات بتقدیرِ تسلیم تھی، ورنہ ہمارے ہاں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس ظاہر اور ان نصوص میں تعارض بالکل نہیں کیونکہ ظاہر « إذا قام الإمام في الركعتين... الخ » ضعیف ہے[1] اور نصوصِ ثلاثہ صحیح ہیں، اور ضعیف و صحیح میں تعارض نہیں ہوا کرتا، لہٰذا مولوی صاحب کو بات ''اگر آپ کے معنی کے موافق تعارض ہو بھی جائے تو پھر بھی قولی حدیث کو ترجیح... الخ'' کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔

چھٹا جواب:

اصولِ حدیث کا قاعدہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ سب سے پہلے تطبیق، پھر نسخ پھر ترجیح، پھر توقف۔[2] لہٰذا مولوی صاحب کا تطبیق اور نسخ پہلے دونوں مرتبوں کو نظر انداز کرنا اور ڈائریکٹ ترجیح پر پہنچ جانا اصولِ حدیث کی مخالفت ہے۔ اور یہاں تطبیق ہوسکتی ہے کہ جن رکعات میں آنحضرت ﷺ نے ہر دو رکعت پر قعدہ نہیں فرمایا انھیں عام سے خاص کرلیا جائے، اور تخصیص خبرِ واحد بخبرِ واحد کے حنفی بھی قائل ہیں۔

ساتواں جواب:

علمائے کرام نے قول وفعل میں تعارض کی کثیر الوجود قریباً پندرہ صورتیں ذکر کی ہیں، بعض میں قول راجح ہوتا ہے اور بعض میں فعل، تو ترجیح القول علی الفعل کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے تو ان سات جوابات سے ثابت ہوا کہ مولوی صاحب کی عبارت ''یہ قانون تب جاری ہوسکتا ہے کہ حدیثین میں تعارض ہو...... الی قولہ:

---

1. اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔
2. تفصیل کے لیے دیکھیں: الإحكام لابن حزم (٤/ ٤٥٧) الإحكام للآمدي (١/ ٢٤٧) إرشاد الفحول (ص: ٦٢)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قولی حدیث کو ترجیح ہوگی آپ کی فعلی حدیث پر جیسا کہ اصولِ حدیث کا اصل ہے" بالکل ہی بے معنی اور ان کے لیے غیر مفید ہے۔

آٹھواں جواب:

رسول اللہ ﷺ کی ایک قولی حدیث بھی ہے: ((صلوة الليل مثنى مثنى)) "رات کی نماز دو دو رکعت ہے۔" فرمایئے صاحب! اب تو دونوں قولی حدیثیں متعارض ہوگئیں، اب کس کو ترجیح ہوگی؟

مولوی صاحب فرماتے ہیں:

"آپ بھی حدیث پر عامل ہیں اور ہم بھی حدیث پر عمل کر رہے ہیں۔"

اس بات میں شبہ نہیں کہ حضرات احناف بھی بعض مسائل میں حدیث پر عمل کرتے ہیں مگر اس مقام پر قابلِ غور امر یہ ہے کہ آیا ہمارے بھائی احناف کرام زیرِ تحقیق مسئلے "تین وتروں میں دوسری رکعت پر تشہد بلا سلام" کے سلسلے میں بھی کسی حدیث پر عمل کرتے ہیں یا نہیں؟ تو جہاں تک بندہ کی تحقیق کا تعلق ہے ان کے پاس اس سلسلے میں کوئی ایک بھی صحیح صریح مرفوع حدیث نہیں ہے، البتہ کچھ روایات کو موڑ توڑ کر وہ اپنا مطلوب ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہے اور کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کی اس تگ و دو کو برگ و بار لائے اور ہمیں بھی عمل بالحدیث پر استقامت نصیب فرمائے۔

حضرت صاحب بھی فرماتے ہیں:

"آپ کے ہاں بھی تاویل کا باب کھلا ہے اور ہمارے ہاں بھی تاویل کی ضرورت ہے۔"

حقیقت یہ ہے کہ تاویل والی بات میں اہلِ حدیث حضرات بڑے ہی محتاط نظر آتے ہیں کیونکہ ان کی سب سے اولین کوشش یہ ہوتی ہے کہ حتی الوسع نصوص

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر بلا تاویل و توجیہ عمل کیا جائے۔ اگر ان کے لیے کسی مقام پر نصوص پر بلا تاویل عمل کرنا ناممکن ہو جائے تو پھر تاویلِ سائغ کو عمل میں لاتے ہیں۔[1] اور اگر کہیں انھیں کوئی تاویل سائغ بھی میسر نہ ہو تو پھر کسی تاویل غیر سائغ کو اختیار کرنے کی بجائے توقف ہی کو اپنی عافیت کا سامان سمجھتے ہیں۔

رہے احناف تو ادعا ان کا بھی یہی ہے مگر ان کا عمل ان کے اس ادعا سے قدرے مختلف ہے۔ تفصیل میں نہیں جانا چاہتا صرف اتنی گزارش کروں گا کہ اگر مولوی صاحب اپنی اس بات ''آپ کے ہاں بھی تاویل کا باب کھلا ہے اور ہمارے ہاں بھی تاویل کی ضرورت ہوتی ہے۔'' کی جگہ یہ بیان ''آپ کے ہاں بھی تاویل کی ضرورت ہوتی ہے اور ہمارے ہاں بھی تاویل کا باب کھلا ہے۔'' جاری فرما دیتے تو میرے خیال میں یہ صورتِ حال کی صحیح عکاسی ہوتی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح اور صالح علم و عمل سے نوازے۔

تفصیلی گفتگو تو آپ سن چکے، اب جاتے جاتے اس کا ماحصل بھی سن لیں تاکہ حفظ میں کچھ آسانی رہے۔

بحث ہذا کا خلاصہ:

مولوی صاحب نے اپنا مدعا ''وجوبِ قعدہ بلا سلام دررکعت دوم از سہ وتر'' ثابت کرنے کے لیے چند روایات پیش کیں، جن سے کوئی ایک روایت بھی ان کے دعوے کے لیے مثبت نہیں، پھر ان روایات میں سے بعض ضعیف بھی ہیں تو

[1] یعنی صحیح دلیل کی روشنی میں لفظ کو اس کے ظاہر کے مقتضی اور لغوی وضع کی بجائے کسی ایسے معنی پر اس طرح محمول کرنا جو ظاہر کے مقتضی اور لغوی وضع کے مطابق قابلِ احتمال ہو۔ دیکھیے: الإحکام لابن حزم (۱/ ۴۳) الإحکام لأبي الحسن الآمدي (۳/ ۵۹) اگر تاویل مذکورہ بالا تعریف پر پوری نہ اترے تو یہ تاویل غیر سائغ (ناجائز) ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’وجوبِ قعدہ بلا سلام در رکعت دوم از سہ وتر‘‘ تو کجا فقط قعدہ بلا سلام در رکعت دوم از سہ وتر ہی سرورِ دو عالم ﷺ سے ثابت نہیں، البتہ تین وتر دو سلاموں یا دوسری رکعت پر قعدہ کیے بغیر ایک سلام سے پڑھنا دونوں طریقے حضور اکرم ﷺ سے بدلائلِ صحیحہ وصریحہ ثابت ہیں، اس اجمال کی تفصیل پچھلے صفحات میں گزر چکی ہے۔

فتذكره ولا تكن من الغافلين، وعض عليه بالنواجذ، وكن من الصادقين في النية والقول والعمل والحسبة، فهدانا الله وإياكم وسائر المسلمين لسنة حبيبه سيد المرسلين ـعليه الصلوة والسلام ورحمة رب العالمين، وعلى آله وأصحابه أجمعين.

العبد محمد گوندلوی

۲۴ محرم ۱۳۹۱ھ

اصل دیں آمد مسلماں را قرآں
پس حدیثِ صاحب پیغمبراں
بعد ازاں اجماع اہل اجتہاد
از صحابہ سید خیر العباد
بعد ازاں اجماع جملہ تابعین
رحمۃ اللہ علیہم اَجمعین

عقیل عیسیٰ خیلوی کاتب
۱۲/۳/۷۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کی دوسری کتاب

ہر مسلمان لڑکے اور لڑکی کے لیے اسلام کا آسان نچوڑ

مؤلف

محمد گوندلوی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کی دوسری کتاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ، وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ.

اسلام:

اسلام کسے کہتے ہیں؟ اسلام اصل میں تابعداری کو کہتے ہیں، [1] اور دنیا کے تمام مذہبوں میں اسلام ہے۔ [2]

اسلام اس مذہب کا بھی نام ہے جس کو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ لائے ہیں، جس کے ماننے والے مسلمان کہلاتے ہیں۔ اور اسلام پانچ چیزوں کی پابندی کو بھی کہتے ہیں، اور وہ پانچ چیزیں اسلام کے رکن ہیں، اور وہ یہ ہیں: ایک کلمہ، یعنی (لا إله إلا الله محمد رسول الله) کا پڑھنا اور اس کے معنی سمجھنا۔ اس کا معنی یہ ہے: ”اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں، اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔“

دوسرا رکن: نماز پڑھنا، تیسرا: زکوۃ ادا کرنا، چوتھا: رمضان کے روزے، پانچواں: حج کرنا۔ [3]

ایمان:

ایمان کسے کہتے ہیں؟ ایمان تین چیزوں کا نام ہے:

---

❶ البقرة [۱۳۱] آل عمران [۲۰] لقمان [۲۲]

❷ آل عمران [۱۹، ۸۵]

❸ صحيح البخاري، رقم الحديث (۴۵۱۳) صحيح مسلم، رقم الحديث (۱۶)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ دل سے محمد رسول اللہ ﷺ کے اس دعوے کو سچا ماننا کہ میں اللہ کا بھیجا ہوا ہوں، مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام آتے ہیں۔

۲۔ زبان سے اس کا اقرار کرنا۔

۳۔ ان کی تابعداری کے لیے تیار رہنا۔[1]

ایمان کے کتنے مرتبے ہیں؟ اس کے دو مرتبے ہیں: ایک اعلیٰ مرتبہ ہے جس کے ساتھ انسان دوزخ سے بالکل بچ جاتا ہے، اس کو ایمانِ واجب کہتے ہیں، اس کے لیے ضروری ہے کہ تمام فرض اور واجب کو بجا لائے اور ہر کبیرہ گناہ سے بچے۔

دوسرا ادنیٰ مرتبہ ہے جس میں پہلی تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے، اس کے ہوتے ہوئے دوزخ سے بالآخر رہائی کی امید ہے۔

حکم:

۱۔ حکمِ تکوینی:

اس جہان کو اللہ تعالیٰ چلا رہا ہے، اس کی قدرت سے چل رہا ہے۔ اس کے چلانے کو حکمِ تکوینی کہتے ہیں۔

---

[1] امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اہل حجاز (مکہ، مدینہ)، کوفہ بصرہ، واسط، بغداد، شام اور مصر وغیرہ کے اہل علم سے ملاقات کی ہے جن کی تعداد ایک ہزار سے بھی متجاوز ہے اور ان کا یہی عقیدہ تھا کہ ایمان قول وعمل سے عبارت ہے۔ (اعتقاد أهل السنة للالكائي: ۱/ ۱۷۳۔ ۱۷٤) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ (فتح الباري: ۱/ ٤۷) اسی طرح ابو حاتم، ابو زرعہ، اسحاق بن راہویہ، ابو عبید قاسم بن سلام، بغوی، ابن عبدالبر، شافعی وغیرہم محدثین و علماء نے صحابہ و تابعین کا اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ (اعتقاد أهل السنة: ۱/ ۱۷٦، الإيمان لابن تيمية، ص: ۲۹۲۔ ۲۹٥، شرح السنة: ۱/ ۳۸، التمهيد لابن عبدالبر: ۹/ ۲۳۸)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ حکمِ شرعی:

اور انسان کو اللہ تعالیٰ نے بیکار نہیں بنایا بلکہ اس کو ایک خاص طریقہ کا پابند بنایا ہے جس کا نتیجہ دنیا میں اللہ کی رضا مندی اور ناراضی میں ظاہر ہوتا ہے، اور آخرت میں ثواب اور عذاب میں ظاہر ہوگا۔ اس طرح پابند بنانے کو حکمِ شرعی کہتے ہیں، یہ دونوں حکم اللہ کے ساتھ خاص ہیں۔

۳۔ حکمِ عقلی:

کسی دنیوی نفع کے حاصل کرنے یا دنیوی نقصان سے بچنے کے لیے کسی کام کا پابند بنانا بھی حکم کہلاتا ہے مگر یہ حکم عقلی ہے، یہ اللہ کے ساتھ خاص نہیں۔

حکمِ شرعی کی کتنی قسمیں ہیں؟

حکمِ شرعی کی پانچ قسمیں ہیں: ایک: فرض یا واجب، دوسرا: حرام، تیسرا: سنت یا مستحب، چوتھا: مکروہ، پانچواں: مباح یا جائز۔

فرض یا واجب: وہ ہے جس کا کرنا ضروری ہو، نہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور عذاب کا ڈر ہو۔

حرام: جس سے بچنا ضروری ہو، کرنے پر اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور عذاب کا ڈر ہو۔

سنت یا مستحب: سنت یا مستحب وہ ہے جس کے کرنے پر ثواب ہو، اور نہ کرنے سے عذاب کا ڈر نہ ہو۔

مکروہ: مکروہ وہ ہے جس سے بچنا اچھا ہے، اور کرنے سے عذاب کا خطرہ نہیں۔

جائز یا مباح: مباح یا جائز وہ ہے جس کا کرنا یا نہ کرنا برابر ہو، نہ ثواب ہو نہ عذاب۔

بعض نے حکمِ شرعی کی سات قسمیں بیان کی ہیں، واجب کو فرض سے الگ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیان کیا ہے، اور حرام کے بعد ایک مکروہ تحریمی کا بھی ذکر کیا ہے۔ فرض اور واجب میں یہ فرق بیان کیا ہے کہ اگر قرآن یا حدیثِ متواتر یا اجماع سے ضروری کام کا ثبوت ملے تو اس کو فرض کہتے ہیں، اگر ایسی حدیث سے ثابت ہو جو متواتر نہیں تو اس کو واجب کہتے ہیں۔ یہی فرق حرام اور مکروہ تحریمی میں ہے، حرام کا ثبوت قرآن یا حدیثِ متواتر یا اجماع سے ہوتا ہے، اور مکروہ تحریمی کا ثبوت ایسی حدیث سے ہوتا ہے جو متواتر نہ ہو، ایسی حدیث کو خبرِ واحد کہتے ہیں۔[1]

دلائل:

دلائل چار ہیں: قرآن، حدیث، امت کا اجماع اور قیاسِ صحیح۔ حدیثِ متواتر کو قطعی اور خبرِ واحد کو ظنی کہتے ہیں۔[2] اگر کوئی مسئلہ قرآن اور حدیث میں صاف طور پر بیان نہ ہو تو اس میں اجماع کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جس حکم پر امت کا اتفاق ہو وہ صحیح ہوتا ہے۔ اگر اجماع میں بھی اس کا حکم نہ ملے تو قیاس کرتے ہیں۔ قیاس اکثر ظنی، اور اجماع عام طور پر قطعی ہوتا ہے۔ حدیث صحیح بھی بعض محققین کے نزدیک قطعی ہوتی ہے۔ بخاری اور مسلم کی ان حدیثوں کو بعض محققین قطعی کہتے ہیں جن پر حدیث کے ماہرین نے اعتراض نہیں کیا۔

فرض: نماز، روزہ، حج، زکوۃ، یہ سب فرض ہیں۔

حرام: شرک، کفر، زنا، چوری، ناحق قتل، سود لینا، جھوٹی گواہی، جنگ سے بھاگنا، جادو کرنا، یہ حرام ہیں۔

سنتیں: جو فرض نماز کے آگے پیچھے پڑھتے ہیں، اور باقی نوافل، شوال کے

---

[1] یہ فرق بے بنیاد ہے کیونکہ قرآن وسنت میں اس کی کوئی دلیل نہیں۔

[2] جو خبر واحد صحیح سند اور ثقہ رواۃ کے واسطے سے ثابت ہو اسے ظنی کہنا اہل کلام اور فلاسفہ کا اختراعی اصول ہے جو کسی طرح قابل اعتناء اور لائق اعتبار نہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھ روزے۔ قضا، نذر اور کفارے کے علاوہ روزہ رکھنا: زکوۃ اور صدقۂ فطر کے علاوہ خیرات کرنا، ایک دفعہ سے زائد حج کرنا، یہ سب مستحب ہیں۔

مکروہ: پیٹ بھر کر کھانا کھانا، بہت باتیں کرنا، دنیوی کاموں میں زیادہ لگے رہنا مکروہ ہے۔

مباح: عمدہ چیزیں ضرورت سے زائد استعمال کرنا بعض حالات میں مباح ہیں۔

عبادت اور عادت میں فرق:

عبادت: عبادت اس تعظیم کا نام ہے جو ظاہری اسباب کے ماسویٰ غیبی قوت کی بنا پر نفع حاصل کرنے یا تکلیف سے بچنے کے لیے کی جائے، یا یہ خیال کیا جائے کہ یہ اللہ تعالیٰ کو زبردستی منا سکتا ہے۔[1]

عبادت کے طریقے:

شریعت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے یہ طریقے مقرر ہیں: نماز، روزہ، حج، زکوۃ، تلاوتِ قرآن، ذکر، دعا، استغفار، شرعی صدقہ، طاعت۔

عادت: عبادت کے علاوہ باقی امور کو عادت کہتے ہیں، جیسے: کھانا، پینا، نکاح، لباس، مکان، کاشتکاری، صنعت و حرفت، تجارت، ملازمت، شکار کرنا، مزدوری کرنا وغیرہ۔

عبادت اور عادت میں حکم کا فرق:

عبادت میں اصل یہ ہے کہ اپنی طرف سے کوئی عبادت یا اس کا کوئی طریقہ ایجاد کرنا منع ہے، اور اسی کو بدعت کہتے ہیں۔ اور عادت میں اصل یہ ہے کہ ان کو

---

[1] امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نزدیک عبادت سے مراد ہر وہ قول و فعل ہے جو رضائے الٰہی کا باعث ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عقلی نفع یا نقصان کی بنا پر ایجاد کرنا جائز ہے مگر یہ شرط ہے کہ شریعت میں اس کی ممانعت نہ ہو۔

عبادت اور طاعت میں فرق:

طاعت حکم کی تعمیل کا نام ہے، خواہ شرعی ہو یا عقلی، اور عبادت خاص تعظیم کا نام ہے۔ حکم شرعی کی مستقل تعمیل عبادت ہے مگر حکم عقلی کی تعمیل اگر غیبی طاقت وغیرہ کا خیال کرتے ہوئے نہ ہو تو عبادت نہیں۔ ہر طاعت عبادت نہیں۔ پیغمبر اور امیر کے حکم کی تعمیل اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے بشرطیکہ اللہ کا فرمان سمجھ کر کی جائے۔

طاعت کے لیے علم کی ضرورت:

انسان کو حکم کی تعمیل کے لیے آمادہ کرنے میں اس کے مزاج کے علاوہ علم کو بہت بڑا دخل ہوتا ہے۔ علم سے کام کی اہمیت اور اس کا مفید یا نقصان دہ ہونا واضح ہوتا ہے۔ علم اور یقین کے مدارج ہیں۔ علم کا اثر اپنے درجہ کے اعتبار سے مکلّف پر ہوتا ہے۔

علم کے تین مرتبے ہیں:

۱۔ ایک علم تقلیدی ہے۔ انسان جب کسی بزرگ کی بات سنتا ہے تو اعتقاد کی وجہ سے اس کو سچا سمجھ لیتا ہے۔ اگر وہ شخص معصوم ہو، جیسے انبیاء علیہم السلام ہیں تو وہ بات قطعاً صحیح ہوتی ہے، اور ایسا علم حقیقت میں تقلیدی نہیں ہوتا بلکہ استدلالی ہوتا ہے کیونکہ پیغمبروں کی سچائی پر دلائل موجود ہیں۔ اگر وہ شخص معصوم نہ ہو، جیسے صحابہ اور دیگر عام اولیا اور باپ دادے تو ہوسکتا ہے کہ یہ صحیح ہو اور ہوسکتا ہے کہ غلط ہو۔

۲۔ دوسرا علم استدلالی ہے، یعنی دلائل میں غور فکر کرنے سے حاصل ہوتا ہے،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسے اللہ تعالیٰ کی توحید کا علم۔ جو لوگ دلائل میں غور و فکر نہیں کرتے، نہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیم ہی سے واقفیت رکھتے ہیں وہ جہالت اور اندھی تقلید کی وجہ سے توحید کو چھوڑ دیتے ہیں اور شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی سچائی کا علم بھی استدلالی ہے، اس کے دلائل معجزات وغیرہ ہیں۔ جو لوگ ان سے ناآشنا ہوتے ہیں وہ اس معاملہ میں شک میں پڑ جاتے ہیں یا ان کے شک میں پڑ جانے کا احتمال ہوتا ہے۔

۳۔ تیسرا علم بدیہی ہے جو حواس سے یا عقل سے بغیر غور و فکر کرنے کے حاصل ہو۔

ایمان میں ان باتوں پر یقین ضروری ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ موجود ہے۔ (۲) وہ ہمیشہ سے ہے۔ (۳) ہمیشہ رہے گا۔ (۴) ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ (۵) وہ اکیلا ہے۔ (۶) ہر شے پر قادر ہے۔ (۷) ہر شے سے واقف ہے۔ (۸) جو چاہتا ہے۔ (۹) کرتا ہے۔ (۱۰) متکلم ہے۔ (۱۱) اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بھیجا ہے۔ (۱۲) اور ان پر کتابیں اتاری ہیں۔ (۱۳) فرشتے موجود ہیں۔ (۱۴) قیامت حق ہے۔ (۱۵) جزا اور سزا کا معاملہ ٹھیک ہے۔ (۱۶) تقدیر برحق ہے۔ (۱۷) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی۔ (۱۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب دنیا کے لیے ہیں۔ (۱۹) قرآن آخری کتاب ہے۔ (۲۰) اور سب دنیا کے لیے ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان مسائل کے دلائل

پہلا مسئلہ:

اللہ تعالیٰ موجود ہے، دوسرا: اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے:

دلیل: جہان پر جب ہم نظر کرتے ہیں تو اس میں طرح طرح کی تبدیلیاں دیکھتے ہیں۔ اب ضروری ہے کہ اس جہان میں ایسا وجود بھی ہو جس کی ابتدا نہ ہو کیونکہ ہر نئے موجود کے لیے علت کی ضرورت ہوتی ہے، یہ سلسلہ اگر کسی ایسے وجود پر ختم نہ ہو جو ہمیشہ سے ہے تو ایک نئے موجود کا علّت کے بغیر پایا جانا لازم آئے گا، اور یہ محال ہے۔

اس دلیل سے تیسرا مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے کیونکہ جو چیز ہمیشہ سے ہو اس کا وجود ضروری ہوتا ہے، جس کا وجود ضروری ہو وہ چیز فنا نہیں ہوتی۔

اسی سے چوتھا مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس کے وجود کو ایجاد کے لیے ثابت کیا گیا، اس سے اس کا خالق ہونا ثابت ہوتا ہے۔

پانچواں مسئلہ: اللہ تعالیٰ اکیلا ہے:

یعنی اس جہان کا ایک ہی پیدا کرنے والا، اور ایک ہی معبود ہے۔

ایک ہی پیدا کرنے والا ہے: پہلی دلیل: کائنات میں اگر دو خالق ہوں تو اس کی دو صورتیں ہیں: ایک صورت یہ ہے کہ دونوں خالق کائنات کے ہر ذرّے کے پیدا کرنے میں شریک ہوں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری صورت یہ ہے کہ بعض مخلوق کا ایک خالق ہو اور بعض کا دوسرا۔

پہلی صورت میں یہ خرابی ہے کہ ایک شے دو مستقل طاقتوں کے نیچے ہے، اور یہ محال ہے۔ دوسری صورت میں یہ خرابی ہے کہ اس صورت میں جہان میں ربط نہ ہوگا کیونکہ کائنات کا خالق کے ساتھ اس قسم کا تعلق ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے ایک کی مخلوق دوسرے کی مخلوق کے ساتھ مل نہیں سکتی، جیسے ایک فعل یا ایک تصور دو محلوں کے ساتھ قائم نہیں ہوسکتا۔

دوسری دلیل: اگر دو خالق ہوں، ایک کا ارادہ ہو کہ زید حرکت کرے اور دوسرے کا یہ ارادہ ہو کہ ساکن رہے، اگر دونوں کا ارادہ پورا ہو تو اجتماع ضدین ہوگا، اور یہ محال ہے۔ اگر ایک کا ارادہ پورا ہو تو دوسرا عاجز ہوگا، اور عاجز خالق نہیں ہوسکتا۔ اگر دونوں کا ارادہ پورا نہ ہو تو دونوں عاجز ہوں گے۔

جب خالق ایک ہی ٹھہرا تو معبود بھی ایک ہی ہوگا کیونکہ عبادت اس تعظیم کا نام ہے جو کسی معبود میں خالق کا سا تصرف سمجھ کر یا اس پر دباؤ ڈال کر بات منوانے کی قدرت سمجھ کر بجا لائی جائے۔ جب خالق ایک ہے، اور مخلوق میں اتنی قوت کہاں ہے کہ خالق پر دباؤ ڈال سکے تو ثابت ہوا کہ معبود ایک ہی ہے۔

چھٹا مسئلہ: وہ ہر شے پر قادر ہے:

جب ہر شے کا وہ خالق ہے تو ہر شے پر قادر ہونا اس سے بالکل واضح ہو جاتا ہے، کیونکہ پیدا کرنا پیدا کرنے کی قدرت کے بعد ہوتا ہے۔

ساتواں مسئلہ: ہر شے سے واقف ہے:

اللہ تعالیٰ کا فعل ارادی ہے کیونکہ اضطراری ماننے سے جہان میں کسی حادث کا موجود ہونا محال ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جو علّت العلل ہوگا وہ قدیم ہے، اور علّت کے قدیم ہونے سے معلول قدیم ہوتا ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ اللہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ کا فعل ارادی ہو، اور ارادی فعل کے لیے علم کا ہونا ضروری ہے بلکہ جہان اللہ تعالیٰ کے علم کے ظاہر ہونے کا نام ہے۔

آٹھواں اور نواں مسئلہ: جو چاہتا ہے کرتا ہے:

پہلی دلیل سے اللہ تعالیٰ کا فعل ارادی ہونا ثابت ہو چکا ہے، اس سے یہ دونوں مسئلے ثابت ہوتے ہیں۔

دسواں مسئلہ: اللہ تعالیٰ متکلم ہے:

یعنی بذریعہ کلام ہم کو اپنی باتوں سے فرشتوں اور پیغمبروں کی معرفت آگاہ کرتا ہے کیونکہ کلام کرنا ایک خوبی ہے، اور گونگا ہونا ایک نقص ہے اور اللہ تعالیٰ ہر کمال سے متصف اور نقص سے پاک ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انبیاء علیہم السلام یعنی پیغمبروں کا ذکر

انسانوں میں بعض افراد اس قسم کے گزرے ہیں جو دعویٰ کرتے تھے کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی پیغام رسانی یا ہم کلامی کا شرف بخشا ہے، ہم کو پیغام پہنچانے کے لیے کہا ہے، اور اس پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس میں دو باتیں ہیں: ایک: صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا، دوسرا: دنیا کی اصلاح کے لیے ایک نظام ہے۔

ایک دن آنے والا ہے جب سب مردے جی اٹھیں گے، اور ہر نیک اور بدکو عمل کا بدلہ ملے گا بعض لوگ جنت میں جائیں گے اور بعض جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

اس پر یہ دلیلیں پیش کرتے ہیں:

ہم دیوانے نہیں، حریص نہیں، تم سے چندہ نہیں مانگتے، ہماری گزشتہ زندگی تمھارے سامنے ہے، ہم معجزات لے کر آئے ہیں، پچھلا پہلے کی تصدیق اور پہلا پچھلے کی خوشخبری دیتا ہے، اللہ کے اذن سے معجزات دکھاتے ہیں۔

لوگ ان کو اور ان کے ماننے والوں کو تنگ کرتے، طمع دلاتے، جلا وطن کرتے، قتل کرنے کے درپے ہوتے۔ ان کے اخلاق نہایت اعلیٰ درجہ کے ہوتے، اپنے دعویٰ پر عقلی دلائل پیش کرتے، دنیا کی اصلاح کا ایسا نقشہ پیش کرتے کہ عقل حیران ہوجاتی۔ ان کے پیروکار تمام دنیا کے امام بن جاتے۔ توحید، نبوت اور جزا پر دلائل کا اتنا مضبوط سلسلہ قائم کرتے کہ سننے والے آخر ماننے پر مجبور ہوجاتے۔ مخالفین گالی دینے اور ایذا پہنچانے کے سوا کوئی معقول

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب نہ دیتے۔ ان کی تحریک بڑھتی اور مخالف تحریکیں مٹتی۔ ان کی غیبی مدد ہوتی رہتی، خصوصاً حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جو سب پیغمبروں کے بعد آئے ہیں۔ جن کی شریعت ہر زمانے اور ہر مکان میں قیامت تک سب لوگوں کے لیے کافی ہے۔ جس کے متعلق یہ دعویٰ ہے کہ اس میں ترمیم کی گنجائش نہیں، نہ اس میں کمی بیشی کا اندیشہ ہے۔ اپنے دائمی معجزے، یعنی کلامِ الٰہی قرآن مجید سے تمام جن و انس کو مقابلہ کی دعوت دی ہے کہ تم اس جیسا کلام بنا کر لاؤ بلکہ ایک سورت ہی اس قسم کی بنا کر لاؤ مگر وہ نہ لا سکے۔ قرآن مجید ان باتوں میں معجز ہے:

۱۔ فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے: قرآن کا جو کلمہ جس مقام میں ہے وہاں اس کی جگہ دوسرا کلمہ نہیں آ سکتا؛ حالانکہ کلامِ عرب اتنا وسیع ہے کہ ایک معنی کے لیے دو ہزار تک مترادف الفاظ پائے جاتے ہیں، گو ہر کلمہ کی ایک خصوصیت ہوتی ہے جس بنا پر وہ دوسرے کلمہ سے ممتاز ہوتا ہے۔ قرآن مجید کا ایک جملہ (فقرہ) جو کسی مضمون کو ادا کرتا ہے کوئی دوسرا جملہ اس کی جگہ اس مضمون کو ادا کرنے کے لیے نہیں لایا جا سکتا۔

۲۔ اسلوبِ کلام کے اعتبار سے: یعنی مضمون کو ادا کرنے کا جو عام طریقہ ہے اس کے آگے دو طریقے ہیں: ایک نظم، ایک نثر۔ اور نثر دو قسم پر ہے: ایک سجع دار، اور دوسری عام طرز پر۔ کلامِ الٰہی قرآن مجید ان میں سے کسی قسم میں داخل نہیں۔

۳۔ عام پیشگوئیوں کے اعتبار سے: قرآن مجید کی ہر پیشگوئی صحیح ہے۔

۴۔ پہلے انبیاء علیہم السلام کی پیشگوئیوں کے مطابق ہونے کے اعتبار سے۔

۵۔ تعلیم کے اعتبار سے: یہ اپنے اندر ایک جاذبیت رکھتا ہے۔ اس کی تعلیم زندگی کے ہر شعبہ میں اعتدال کو ساتھ لیے ہوئے ہے۔ اس کا معاشرتی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظام ہر کجی سے مبرّا، ہر خوبی کا جامع ہے۔ اس کا سیاسی نظام دنیا کے ہر نظام سے مقصدِ سیاست میں بے نظیر ہے۔ اخلاق میں بلند پایہ ہے۔ ماضی کی صحیح ضروری تاریخ پر مشتمل ہے، اور آئندہ امور میں فیصلہ کن ہے۔ قضا کا دفتر ہے۔ حلال وحرام کا مجموعہ ہے۔ مناظرے کے سوال و جواب میں اعلیٰ درجہ پر ہے۔ دلائل اس کے لا جواب ہیں، پھر باوجود ان صفات کے ''ذکر'' بھی ہے۔ اس کے پڑھنے سے دل صاف ہوتا ہے۔ ان تمام صفات کا جامع ہے جو ذکر کے لیے ضروری ہیں۔

اس کے بعد آنحضرت ﷺ کی اخلاقی بلندی، ذہنی صفائی، عملی برتری اور ہر شعبۂ زندگی میں کمال اور جامعیت بھرے معجزات۔ یہ چیزیں آپ کی اور پہلے انبیاء علیہم السلام کی نبوت پر کھلے ہوئے دلائل ہیں۔

ان دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام، خصوصاً حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا دعویٰ بالکل درست تھا۔ واقعی ان پر اللہ کا کلام نازل ہوا جس میں عبادت اور نظامِ دنیا کا ذکر ہے۔ اس کا ایک حصہ انسانی غور وفکر سے بلند ہے، اور ایک حصہ ایسا ہے جس پر غلبۂ جذبات کی وجہ سے انسانوں کا جمع ہونا مشکل ہے۔

کتابیں:

اس دلیل سے کتابوں کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک اللہ نے جس قدر پیغمبر بھیجے ہیں ان پر انسانی ہدایت کے لیے یکے بعد دیگرے کتابیں نازل فرمائیں، جن سے مشہور چار کتابیں ہیں: تورات جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ انجیل جو حضرت مسیح علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ زبور جو حضرت داود علیہ السلام پر اتری۔ سب سے آخری کتاب قرآن مجید ہے جو حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرشتے

فرشتوں کا ثبوت:

اس دلیل سے فرشتوں کا بھی ثبوت ملتا ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام اور اللہ تعالیٰ کے درمیان فرشتے ہی واسطہ ہیں۔ ان کی پیدائش روشنی سے ہے۔ نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں، نہ ان کے ہاں نکاح کا سلسلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے ہیں۔

آخرت

آخرت کا ثبوت اور اس کی حقیقت:

عبادت اور باقی نظام پر عمل کرنے اور نہ کرنے کے نتیجے کو جزا اور سزا کہتے ہیں۔ جو سزا اور جزا شریعت کی مخالفت اور موافقت پر مرتب ہونی قرار دی گئی ہے، اس دنیا کے مادی اسباب اس کے لیے مناسب نہیں، اس کے لیے اور اسباب کی ضرورت ہے جو اس وقت غیر محسوس ہیں۔ اور بعض معدوم ہیں، ان کو ایک وقت موجود اور محسوس کیا جائے گا۔ اس وقت کو آخرت کہتے ہیں۔ نیکی کا بدلہ جنت کی صورت میں اور برائی کا بدلہ دوزخ کی صورت میں ملے گا۔ مرنے کے بعد قبر میں بھی کچھ بدلہ ضرور نصیب ہوگا، اگرچہ کامل بدلہ اسی دن ملے گا۔ انبیاء علیہم السلام نے متفقہ طور پر اس کو مانا ہے۔

تقدیر

تقدیر کا ثبوت اور اس کا مطلب:

یہ مسئلہ اگرچہ انسانی حیرت کا باعث ہے مگر اللہ تعالیٰ کے وجود اور خالق ہونے، اور اس جہاں کے مخلوق ہونے، اور اس کے سہارے پر قائم ہونے کو تسلیم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر لینے کے بعد اس کا ثبوت بالکل بدیہی ہو جاتا ہے کیونکہ اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا اس جہان پر نگہبان ہونا، ہر ذرّے پر اس کا قادر اور متصرف ہونا، اور اس کے ارادے اور قدرت کا ہر جگہ حاوی ہونا بالکل بیّن ہے، اور حقیقت میں اسی کا نام تقدیر ہے۔ دنیا میں جو خیر و شر ہے اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے، اور اس کو لکھ چکا ہے۔ اس کی قدرت اور اس کے ارادے کو اس کے وجود میں دخل ہے، اور اسی کا نام تقدیر ہے۔

قرآن مجید

قرآن مجید آخری کتاب ہے اور آنحضرت آخری نبی ہیں:

قرآن مجید چونکہ کامل اور جامع ہے، اور ردّ و بدل سے محفوظ ہے، اور ہر زمانے کی ضرورت کو پورا کرتا ہے۔ اسی طرح اس کی تفسیر (حدیث) بھی ردّ و بدل سے محفوظ ہے، اس لیے قرآن مجید آخری کتاب اور آنحضرت ﷺ آخری رسول ہیں۔ ختمِ نبوت کا مسئلہ ان مسائل سے ہے جن پر امت کا اجماع ہے اور جن کو ضروریاتِ دین کہتے ہیں، جن کے انکار سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قال الله تبارك و تعالىٰ: ﴿أَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾
فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے کہ نماز ٹھیک کرو، اور مشرکوں سے مت بنو۔

قال رسول الله ﷺ: «صلوا كما رأيتموني أصلي» [بخاري]
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے تم نے دیکھا ہے۔''

صلاة مسنونه

مؤلفه

حافظ محمد

آبادی حاکم رائے، گوجرانوالہ، پنجاب (پاکستان)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

نماز کے اوقات:

﴿اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا﴾ [النساء: ۱۰۳]

''بلا شبہ بروقت نماز ایمانداروں پر فرض کی گئی ہے۔''

پانچ نمازیں فرض ہیں اور ان کے لیے پانچ وقت ہیں:

وقتِ نمازِ ظہر: سورج ڈھلنے سے لے کر ایک مثل تک اصلی سایہ نکال کر۔[1]

وقتِ نمازِ عصر: ایک مثل سے دو مثل تک مختار وقت ہے، اور دھوپ کے زرد ہونے تک وقتِ جواز بلا کراہت ہے، اور سورج کے غروب ہونے تک مکروہ وقت ہے۔[2]

وقتِ نمازِ مغرب: سورج کے ڈوبنے سے سرخی کے غائب ہونے تک۔[3]

وقتِ نمازِ عشاء: سرخی غائب ہونے سے آدھی رات تک بالاتفاق،[4] اور صبح

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۶۱۲) نیز دیکھیں: سنن أبي داود، رقم الحدیث (۳۹۳) سنن الترمذي، رقم الحدیث (۱۴۹) سنن النسائي، رقم الحدیث (۵۱۳) اسے امام ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم، ذہبی، ابن الجارود وغیرہم نے صحیح اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

[2] گزشتہ حوالہ دیکھیں۔ نیز دیکھیں: صحیح مسلم، رقم الحدیث (۶۰۸، ۶۱۳) شرح النووي علی مسلم (۵/ ۱۱۰) الدرر البھیة (۱/ ۱۸۷، ۱۸۹)

[3] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۶۱۲، ۶۱۴)

[4] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۶۱۲، ۶۱۳)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صادق (جو سفید کناروں تک پھیلتی ہے) تک اختلاف ہے۔ ❶

وقتِ نمازِ فجر: صبح صادق سے روشنی پھیلنے تک مختار وقت ہے اور سورج نکلنے تک وقتِ جواز ہے۔ ❷

اول وقت نماز افضل ہے ❸ مگر ظہر کی نماز گرمیوں میں ذرا مؤخر کرنی چاہیے۔ ❹
اگر تکلیف نہ ہو تو عشاء کی نماز بھی تیسرا حصہ رات گزرنے تک مؤخر کرنی چاہیے۔ ❺
معذور اور مسافر کے لیے تین وقت ہیں: ظہر اور عصر کا ایک وقت، مغرب اور عشاء کا ایک، اور فجر کا ایک۔ ❻ جو شخص سو جائے یا بھول جائے تو جب یاد آئے اسی وقت بدستور نماز پڑھے۔ ❼

اذان:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ. اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ. حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ. حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى

❶ دیکھیں: نيل الأوطار (١/ ٤١٣)

❷ صحيح مسلم، رقم الحديث (٦١٢، ٦١٤)

❸ صحيح البخاري، رقم الحديث (٥٠٤) صحيح مسلم، رقم الحديث (٥٨)

❹ صحيح البخاري، رقم الحديث (٥١١)

❺ سنن الترمذي، رقم الحديث (١٦٧) اسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے "حسن صحيح" کہا ہے۔ سنن أبي داود، رقم الحديث (٤٢٢) اسے امام ابن خزیمہ، ابن حبان، ذہبی اور ابن عبدالہادی المقدسی رحمہم اللہ نے صحیح کہا ہے۔ تنقيح التحقيق (٢/ ٤٥) التنقيح (١/ ١٧٩)

❻ صحيح البخاري، رقم الحديث (٥١٨)

❼ صحيح البخاري، رقم الحديث (٥٧٢) صحيح مسلم، رقم الحديث (٣١٤)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلْفَلاحِ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ. لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ.❶

''اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے۔ میں دل سے اقرار کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا بندگی کے لائق کوئی نہیں، میں دل سے اقرار کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا بندگی کے لائق کوئی نہیں۔ میں دل سے اقرار کرتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے پیغمبر ہیں، میں دل سے اقرار کرتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے پیغمبر ہیں، نماز پر آؤ، نماز پر آؤ۔ نجات پر آؤ، نجات پر آؤ۔ اللہ سب سے بہت بڑا ہے، اللہ سب سے بہت بڑا ہے۔ اللہ کے سوا بندگی کے لائق کوئی نہیں ہے۔''

فجر کی اذان میں '' حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ '' کے بعد یہ کلمے کہے:

''اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ، اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ.''❷

''نماز نیند سے بہتر ہے، نماز نیند سے بہتر ہے۔''

اِقامت:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ. اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ. حَيَّ عَلَى الصَّلاةِ. حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ. قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ. لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ.❸

---

❶ صحيح مسلم، رقم الحديث (٣٧٩)

❷ سنن أبي داود، رقم الحديث (٥٠٠) سنن النسائي، رقم الحديث (٦٣٣) اسے امام ابن خزیمہ، ابن حبان، بیہقی، ابن سید الناس وغیرہ نے صحیح اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے حسن کہا ہے۔ دیکھیں: السنن الكبرى للبيهقي (١/ ٤٢٣) نيل الأوطار (٢/ ١٨) تلخيص الحبير (١/ ٢٠١)

❸ گزشتہ حوالہ ملاحظہ کیجیے۔ نیز دیکھیں: صحيح البخاري (٥٧٨) صحيح مسلم (٣٧٨)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے۔ میں دل سے اقرار کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا بندگی کے لائق کوئی نہیں، میں دل سے اقرار کرتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے پیغمبر ہیں۔ نماز پر آؤ۔ نجات پر آؤ۔ اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بہت بڑا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں ہے۔“

قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ .

”نماز کھڑی ہوگئی۔“

ا۔ اذان میں دونوں کلماتِ شہادت کو دہرانا بھی جائز ہے اگر دونوں کلموں کو دہرائے تو پہلے دونوں کلموں کو آہستہ کہے اور دوسری دفعہ بلند آواز سے۔[1] (مسلم)

۲۔ اذان ٹھہر ٹھہر کر اور اقامت جلدی جلدی کہنی چاہیے۔[2] اذان باوضو کہنی بہتر ہے۔[3] (ترمذی)

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (۵۰۳) سنن النسائي، رقم الحديث (۶۳۲) سنن ابن ماجه (۶۰۸) اسے امام ابن خزیمہ، ابن حبان، بوصیری اور نووی وغیرہم رحمہم اللہ نے صحیح کہا ہے۔ (مصباح الزجاجة: ۱/ ۸۹، المجموع: ۳/ ۹۰) **تنبیہ**: أولاً مسلم کی روایت میں اذان کا ابتدائی کلمہ ”اللہ أکبر“ چار کے بجائے دو دفعہ مذکور ہے۔ ثانیاً کلماتِ شہادت کو دہراتے وقت آواز کو اونچا اور پست کرنے کا تذکرہ بھی مسلم کی روایت میں نہیں ہے۔ دیکھیں: صحیح مسلم، رقم الحديث (۳۷۹) واللہ أعلم

[2] سنن الترمذي، رقم الحديث (۱۹۵) اس کی سند میں عبدالمنعم بن نعیم ضعیف ہے۔ اس حدیث کو حافظ عراقی اور حافظ ابن حجر نے ضعیف کہا ہے۔ (المغني عن حمل الأسفار: ۱/ ۲۰۷) تلخیص الحبیر (۱/ ۵۰) اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔

[3] سنن الترمذي، رقم الحديث (۲۰۱) اس کی سند میں معاویہ بن یحییٰ الصدفی ضعیف ہے۔ مزید برآں اس کی سند میں انقطاع بھی ہے۔ نیز دیکھیں: إرواء الغليل، رقم الحديث (۲۲۲)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ صبح کے لیے دو اذانیں کہنی ثابت ہیں: ایک وقت پر اور ایک وقت سے تھوڑا سا پہلے۔❶ (بخاری)

۴۔ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ دائیں بائیں طرف منہ پھیر کر کہے۔❷ جنگل میں بھی اکیلا آدمی اذان کہہ سکتا ہے۔❸ (مسلم)

۵۔ کان میں انگلیاں رکھنے سے آواز بلند ہوتی ہے۔❹ (ابن ماجہ)

٦۔ اذان کا جواب دینا ضروری ہے۔❺ جو کلمہ مؤذن کہے اسی طرح ساتھ ساتھ سننے والا کہتا جائے، اور جب مؤذن حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ کہے تو سننے والا ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ“ کہے۔❻

---

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث (٥٩٦) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٠٩٢)

❷ صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٠٨) صحيح مسلم، رقم الحديث (٥٠٣)

❸ سنن أبي داود، رقم الحديث (١٢٠٣) سنن النسائي، رقم الحديث (٦٦٦) اسے ابن حبان نے صحیح کہا ہے، اور منذری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں۔“ (عون المعبود: ٤/ ٥٠) **تنبیہ:** اکیلے آدمی کے لیے اذان کے مشروع ہونے کی دلیل صحیح مسلم میں نہیں ملی۔ والله أعلم

❹ سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٧٠١) اس کی سند میں عبدالرحمن بن سعد اور سعد بن عمار مستور ہے۔ اس کی سند کو ابن معین، ابن رجب، ابن حجر اور بوصیری رحمہم اللہ نے ضعیف کہا ہے۔ (فتح الباري لابن رجب الحنبلي: ٣/ ٥٥، فتح الباري لابن حجر: ٢/ ١١٥، مصباح الزجاجة: ١/ ٩٠) اس کی سند اگرچہ ضعیف ہے لیکن ایسا کرنا بلال رضی اللہ عنہ کے فعل سے ثابت ہے جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے معلق اور ترمذی رحمہ اللہ نے موصولاً بیان کیا ہے۔ (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب هل يتتبع المؤذن فاه... إلخ، سنن الترمذي، رقم الحديث: ١٩٠) امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے ”حسن صحيح“ اور ابن خزیمہ، حاکم اور مغلطائی وغیرہم رحمہم اللہ نے صحیح کہا ہے۔ (شرح ابن ماجه لمغلطائي، ص: ١١١٥)

❺ صحيح البخاري، رقم الحديث (٥٨٦) صحيح مسلم، رقم الحديث (٣٨٣)

❻ صحيح مسلم، رقم الحديث (٣٨٥)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷۔ جو اذان سن کر آنحضرت ﷺ پر درود پڑھے اور آپ کے لیے وسیلے کی دعا کرے اس کے لیے شفاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ [1]

وسیلے کی دعا:

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلاۃِ الْقَائِمَۃِ! آتِ مُحَمَّدَانِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ، وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَانِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ. [2]

''اے پوری دعوت اور درست نماز کے مالک! محمد ﷺ کو وسیلہ اور فضیلت عنایت کر، اور اسے مقامِ محمود میں کھڑا کر جس کا تُو نے ان سے وعدہ کیا ہے۔''

جو اذان سن کر یہ دعا پڑھے اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں:

أَشْھَدُ أَنْ لَّا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَأَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا، وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا، وَّبِالْإِسْلَامِ دِیْنًا. [3]

''میں دل سے اقرار کرتا ہوں کہ اللہ اکیلے کے سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں، اور میں دل سے اقرار کرتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں اللہ کے مالک اور محمد ﷺ کے رسول ہونے اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوں۔''

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (٣٨٤) احادیث میں آپ ﷺ کے لیے صرف وسیلے کا سوال کرنے پر شفاعت کی خوشخبری ہے۔ ہمارے علم میں کوئی ایسی حدیث نہیں جس میں درود کا بھی ذکر ہو۔ البتہ اذان کے جواب میں درود پڑھنا بھی مشروع ہے۔ دیکھیں:
صحیح مسلم، رقم الحدیث (٣٨٤)

[2] صحیح البخاري، رقم الحدیث (٥٨٩)

[3] صحیح مسلم، رقم الحدیث (٣٨٦)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مغرب کی اذان کی دعا:

اَللّٰهُمَّ هٰذَا إِقْبَالُ لَيْلِكَ وَإِدْبَارُ نَهَارِكَ وَأَصْوَاتُ دُعَاتِكَ فَاغْفِرْلِي.[1]

''یا اللہ! تیری رات کے آنے اور تیرے دن کے جانے اور تیرے پکارنے والوں کی پکار کا وقت ہے، مجھے بخش!''

آدابِ پاخانہ:

پاخانہ اور پیشاب کے وقت نہ منہ کعبہ کی طرف کرے اور نہ پشت[2] بلکہ کعبہ کی طرف تھوکنا نماز اور خارج از نماز میں منع ہے، اور دائیں جانب سے بھی بچنا چاہیے۔[3]

پاخانہ میں داخل ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ.[4]

''اے اللہ، میں تجھ سے گندگی اور شیاطین سے پناہ مانگتا ہوں۔''

فارغ ہوکر یہ کہے:

١۔ غُفْرَانَكَ.[5]

---

1. سنن أبي داود، رقم الحديث (٥٣٠) سنن الترمذي، رقم الحديث (٣٥٨٩) اس کا مدار ابو کثیر مولی ام سلمہ رضی اللہ عنہا پر ہے۔ (العلل للدارقطني: ١٥/ ٢٣٥) جو مجہول ہے۔ اسے امام ترمذی، نووی اور البانی رحمہ اللہ نے مجہول کہا ہے۔ (المجموع: ٣/ ١١٦، ضعيف سنن أبي داود: ١/ ١٩١)
2. صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٨٦) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٦٤)
3. صحيح البخاري، برقم (٣٩٧، ٥٠٩) صحيح مسلم، رقم الحديث (٥٤٨)
4. صحيح البخاري، رقم الحديث (١٤٢) صحيح مسلم، رقم الحديث (٣٧٥)
5. سنن أبي داود، رقم الحديث (٣٠) سنن الترمذي، رقم الحديث (٧) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٣٠٠) اسے ترمذی نے ''حسن غريب'' اور ابن خزیمہ، ابن ←

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"تیری بخشش طلب کرتا ہوں۔"

۲۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَذْهَبَ عَنِّي الْأَذٰی وَعَافَانِي.❶

"سب تعریف اللہ کی ہے جس نے مجھ سے تکلیف دور کی اور مجھے تندرستی عنایت کی۔"

وضو کا ذکر:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَی الْكَعْبَيْنِ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا﴾ [المائدة: ٦]

"اے ایماندارو! جب نماز کے لیے اٹھو تو اپنے چہرے اور کہنیوں تک ہاتھ دھولو، سر پر مسح کرو اور پاؤں کو ٹخنوں تک دھولو، اور اگر جنبی ہو تو غسل کرو۔"

نیند سے اٹھنے کے بعد جب تک تین دفعہ ہاتھ نہ دھو لے برتن میں نہ ڈالے، اور تین دفعہ ناک جھاڑے۔❷ (بخاری و مسلم)

وضو کی ترکیب:

اول بسم اللہ پڑھے۔❸ اس کے بعد سب سے پہلے دونوں ہتھیلیوں کو ایک

← حبان، ابن ابی داود، حاکم، ذہبی، ابن الملقن اور نووی وغیرہم رحمہم اللہ نے صحیح کہا ہے۔
(البدر المنير: ٢/ ٣٩٤، المجموع شرح المهذب: ٢/ ٧٥)

❶ سنن ابن ماجه (٣٠١) اس کی سند میں اسماعیل بن مسلم المکی ضعیف ہے، اس کے کچھ شواہد بھی ہیں جن سے یہ حدیث تقویت پکڑتی ہے۔ دیکھیں: القول المقبول (ص: ٨٠)

❷ صحيح البخاري، برقم (١٦٠، ٣١٢١) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٧٨)

❸ سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٥) عن أبي هريره اس کی سند اگرچہ ضعیف ہے ←

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دو یا تین دفعہ دھوئے۔❶ پھر مضمضہ (کلی) اور استنشاق (ناک میں پانی ڈال کر نکالنا) ایک دو یا تین دفعہ کرے۔ منہ اور ناک میں اکٹھا پانی ڈالے❷ یا جدا جدا۔❸ پھر اسی طرح منہ دھوئے۔ پھر ہاتھوں کو کہنیوں سمیت اسی طرح دھوئے۔❹ پھر تمام سر کا❺ یا بعض سر اور باقی پگڑی پر مسح کرے۔❻ پھر کان کے اندر سبابہ سے اور باہر انگوٹھے سے مسح کرے،❼ اور پاؤں کو ٹخنوں تک ایک دو یا

← لیکن یہ اپنے شواہد کی بنا پر "حسن" ہے، ان میں سے ایک ابن ماجہ میں بروایت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ہے۔ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث: ٣٩٧) بوصیری رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے۔ (مصباح الزجاجة (١/ ٥٩) مزید برآں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ابن صلاح، ابن کثیر، ابن سید الناس اور حافظ عراقی رحمہ اللہ نے "حسن" کہا ہے۔ عون المعبود (١/ ١٢٢) إرواء الغليل، رقم الحديث (٨١) نيل الأوطار (١/ ٦٥) منذری اور ابن حجر رحمہما اللہ نے اسے قوی کہا ہے۔ (الترغيب والترهيب: ١/ ٩٩، تلخيص الحبير (١/ ٧٥)

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث (١٥٨) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٢٦)

❷ صحيح البخاري، رقم الحديث (١٩٦)

❸ سنن أبي داود، رقم الحديث (١٠٨) سنن الترمذي، رقم الحديث (٤٨) سنن النسائي، رقم الحديث (٩٥) اسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے "حسن صحيح" اور ابن خزیمہ اور ابن حبان رحمہما اللہ نے صحیح کہا ہے۔

❹ صحيح البخاري، رقم الحديث (١٥٨) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٢٦)

❺ صحيح البخاري، رقم الحديث (١٨٣) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٣٥)

❻ صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٧٤) پگڑی پر مسح کرنے کی مزید توضیح سنن النسائي (١٠٩) کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشانی اور عمامے کے دونوں اطراف پر مسح کیا۔ اسے ابن خزیمہ نے صحیح کہا ہے۔

❼ سنن أبي داود، رقم الحديث (١٣٥) سنن النسائي، رقم الحديث (١٠٢) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٤٣٩) اسے ابن خزیمہ، نووی اور البانی رحمہم اللہ نے صحیح کہا ہے۔ (صحيح أبي داود: ١/ ٢٣١)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تین دفعہ دھوئے۔❶ اس کے بعد مندرجہ ذیل دعا پڑھے تو اس کے واسطے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں۔❷ (أبو داود، بخاري، مسلم، ترمذي، أحمد)

"أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ."

"اے اللہ! مجھے توبہ کرنے والوں سے اور پاک رہنے والوں سے بنا۔"

تین بار سے زیادہ کسی عضو کو نہیں دھونا چاہیے۔❸ مسواک ہر نماز❹ اور وضو کے وقت سنت ہے،❺ جمعہ کے دن زیادہ تاکید ہے۔❻

---

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث (١٥٨) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٢٦)

❷ صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٣٤) نوٹ: اعضائے وضو کو کم از کم ایک دفعہ دھونا فرض ہے، دو دو اور تین تین دفعہ دھونا مستحب ہے، نیز بعض اعضاء کو ایک یا دو دفعہ اور بعض کو تین دفعہ ایک ہی وضو میں دھونا جائز ہے۔ (صحيح البخاري، رقم الحديث: ١٥٦، ١٥٧، ١٥٨، ١٨٣، صحيح مسلم، رقم الحديث: ٢٣٥)

❸ سنن أبي داود، رقم الحديث (١٣٥) سنن النسائي، رقم الحديث (١٤٠) سنن ابن ماجه (٤٢٢) اسے ابن الجارود، ابن خزیمہ، نووی، ابن الملقن اور ابن حجر رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔ (المجموع: ١/ ٤٣٨، البدر المنير: ٢/ ١٤٣، تلخيص الحبير: ١/ ٢٦٨)

❹ صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٥٢)

❺ مسند أحمد (٢/ ٢٥٨، ٤٦٠) امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے تعلیقاً بصیغۂ جزم بیان کیا ہے۔ (صحيح البخاري: كتاب الصوم، باب السواك الرطب... الخ) اس حدیث کو ابن الجارود، ابن خزیمہ، حاکم، ذہبی، ابن صلاح، ابن الملقن وغیرہم رحمہم اللہ نے صحیح کہا ہے۔ (البدر المنير: ١/ ٦٩٩، ٧٢٠) ابن عبدالہادی فرماتے ہیں: اس کے تمام رواۃ ائمہ اثبات ہیں۔ (المحرر، ص: ٩٤)

❻ صحيح البخاري، رقم الحديث (٨٤٠) صحيح مسلم، رقم الحديث (٨٤٦)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وضو مندرجہ ذیل اشیاء سے ٹوٹ جاتا ہے:

۱۔ ہوا کا خارج ہونا۔[1] ۲۔ بول و براز۔[2]
۳۔ منی۔[3] ۴۔ مذی۔[4] ۵۔ عورت کو شہوت سے چھونا۔[5]
۶۔ گہری نیند لیٹ کر کامل بے ہوشی سے سونا۔[6]
۷۔ اونٹ کا گوشت کھانا۔[7] ۸۔ شرمگاہ کو بلا پردہ چھونا۔[8]
۹۔ بھاری غشی۔[9]

ان کے سوا زیادہ خون نکلنے،[10] قے[11] اور آگ سے پکی ہوئی سے وضو کرنا مستحب ہے۔[12] (قرآن، بخاري، موطأ مالك، ترمذي، مسند أحمد)

1. صحيح البخاري، رقم الحديث (١٣٥)، صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٢٥)
2. [النساء: ٤٣]
3. صحيح البخاري، رقم الحديث (١٣٠) صحيح مسلم، رقم الحديث (٣١٣)
4. صحيح البخاري، رقم الحديث (١٣٢) صحيح مسلم (٣٠٣) پہلے چار نواقض ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے بھی ثابت ہیں جس میں "حدث" کا ذکر ہے۔ علامہ شوکانی فرماتے ہیں کہ حدث سے مراد ہر وہ چیز ہے جو سبیلین سے خارج ہو۔ (نيل الأوطار: ١/ ٢٣٣)
5. [النساء: ٤٣]
6. سنن الترمذي، رقم الحديث (٩٦) سنن النسائي، رقم الحديث (١٥٨) سنن ابن ماجه (٤٧٨) اسے امام ابن خزیمہ اور ابن حبان نے صحیح اور ترمذی رحمہ اللہ نے حسن کہا ہے۔
7. صحيح مسلم، رقم الحديث (٣٦٠)
8. صحيح ابن حبان (٣/ ٤٠٣) اسے امام ابن حبان، ابن عبدالبر اور ابن الملقن رحمہم اللہ نے صحیح کہا ہے۔ (تلخيص الحبير: ١/ ١٢٦، البدر المنير: ٢/ ٤٧٤٠)
9. بدائع الصنائع (١/ ٣٠) شرح مسلم للنووي (٤/ ٧٤)
10. تمام المنة (ص: ٥٢)
11. تمام المنة (ص: ١١١) القول المقبول (ص: ١٩٦، ١٩٨، ١٩٩، ٢٠٠)
12. مجموع الفتاوىٰ لابن تيمية (٢١/ ٢٢٢)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیمّم:

﴿وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ﴾ [النساء: ٤٣]

''اگر تم بیمار ہو یا سفر میں یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آئے یا تم عورتوں کو چھوؤ، پس تم پانی نہ پاؤ تو پاک جگہ کا قصد کرو، پس منہ اور ہاتھ کا مسح کر لو۔''

ایک دفعہ دونوں ہتھیلیوں کو زمین پر مارنا اور پھر منہ اور ہتھیلیوں پر ملنا کافی ہے۔ (بخاری) [1]

عورت جب حیض یا نفاس سے پاک ہو [2] یا مرد وعورت مجامعت کریں تو ان پر غسل ضروری ہے۔ [3] اگر پانی نہ ملے تو تیمّم کریں۔ [4]

جب مسجد میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھے:

" اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ ."

''یا اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔''

اور جب مسجد سے نکلے تو یہ پڑھے:

" اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ." [5]

''یا اللہ! میں تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں۔''

---

1. صحیح البخاري، رقم الحدیث (٣٣١) صحیح مسلم، رقم الحدیث (٣٦٨)
2. [البقرة: ٢٢٢] صحیح البخاري، برقم (٢٢٦) صحیح مسلم، برقم (٣٣٣)
3. صحیح البخاري، رقم الحدیث (٢٨٧) صحیح مسلم، رقم الحدیث (٣٤٨)
4. [النساء: ٤٣]
5. صحیح مسلم، رقم الحدیث (٧١٣)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استقبالِ کعبہ:

کعبہ کی طرف منہ کرنا نماز کے لیے شرط ہے[1] مگر سواری پر نوافل پڑھنے کے لیے کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری نہیں۔[2] اسی طرح اگر کعبہ کی طرف منہ نہ کر سکے یا غلطی سے دوسری طرف منہ کر کے پڑھ لے تو جائز ہے۔[3]

سترِ عورہ:

مرد کے لیے قبل اور دبر کا ڈھانکنا سب ائمہ کے نزدیک فرض ہے[4] اور حدیث میں ہے کہ ران بھی عورۃ [پردہ] ہے،[5] اس کا ڈھانکنا بھی ضروری ہے۔ کپڑوں کے ہوتے ہوئے ننگے کندھوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔[6] ریشمی خالص یا زیادہ ریشم ہو[7] اور کسنبہ رنگ والا کپڑا مرد کو منع ہے۔ عورت کو تمام بدن

---

1. صحيح البخاري، رقم الحديث (٥٨٩٧) صحيح مسلم، رقم الحديث (٣٩٧)
2. صحيح البخاري، رقم الحديث (١٠٤٢) صحيح مسلم، رقم الحديث (٧٠١)
3. [البقرة: ٢٨٦] سنن الترمذي، رقم الحديث (٣٤٥٥) سنن ابن ماجه (١٠٢٠) إرواء الغليل (٢٩١) یہ جواز ہر ممکن کوشش اور تحری کے بعد ہے۔
4. المغني (١/ ٥٧٧، ٥٧٨) شرح السنة (٩/ ٢٠) عمدة القاري (٢/ ٢٤٢) مواهب الجليل (١/ ٥٩٨)
5. سنن أبي داود، رقم الحديث (٤٠١٤) سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٧٩٦) اسے ابن حبان اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔ (إرواء الغليل: ١/ ٢٩٧، ٢٩٨) اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے تعلیقاً روایت کیا ہے۔ (صحيح البخاري: كتاب الصلاة، باب ما يذكر في الفخذ)
6. صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٥٢، ٣٥٤) صحيح مسلم (٥١٦، ٣٠١٠)
7. صحيح البخاري، رقم الحديث (٥١١٠) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٠٦٧) نیز دیکھیں: سنن الترمذي، رقم الحديث (١٧٢٠)، وقال: حسن صحيح سنن النسائي، رقم الحديث (٥١٤٨) علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ آداب الزفاف (ص: ١٧٤)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈھانکنا چاہیے۔[1] اور درندوں کے چمڑوں پر بیٹھنا اور ان پر چڑھنا منع ہے،[2] اس لیے ان میں اور ان پر نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ (بخاری، ترمذی، ابو داود، نسائی)

مندرجہ ذیل جگہوں میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے:

قبرستان،[3] شارع عام،[4] حمام،[5] اونٹوں کا باڑہ،[6] بیت اللہ کی چھت پر۔[7]

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (۱۱۷۳) اسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے "حسن صحیح غریب" اور امام ابن خزیمہ، ابن حبان اور البانی رحمہم اللہ نے صحیح کہا ہے۔ (الترغيب والترهيب: ۱/ ۱٤۲، إرواء الغليل، رقم الحديث: ۲۷۳)

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث (٤۱۳۱) سنن النسائي، رقم الحديث (٤۲٥٥) امام ذہبی رحمہ اللہ نے اسے حسن وقوی اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔ (سير أعلام النبلاء: ۳/ ۱٥۹، تاريخ الإسلام: ٤/ ۳۱٤) نیز دیکھیں: سنن الترمذي (۱۷۷۱) اسے ابن الجارود، ضیاء المقدسی اور علامہ البانی رحمہم اللہ نے صحیح کہا ہے۔ (الأحاديث المختارة: ۲/ ۱۸۲)

[3] صحيح مسلم، رقم الحديث (۹۷۲)

[4] سنن الترمذي، رقم الحديث (۳٤٦) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (۳۳۰، ۷٤٦، ۷٤۷) اس کی سند میں ابن لہیعہ مختلط اور زید بن جبیرہ اور عبداللہ بن عمر العمری ضعیف ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیں: تلخيص الحبير (۱/ ٥۳۱) إرواء الغليل، رقم الحديث (۲۸۷) اسے ابن عبدالبر نے منکر، بوصیری اور ابن الملقن نے ضعیف، اور ابن الجوزی نے غیر صحیح کہا ہے۔ (التمهيد: ٥/ ۲۲٦، مصباح الزجاجة: ۱/ ٥۹، البدر المنير: ۳/ ٤٤۱، العلل المتناهية: ۱/ ۳۹۹)

[5] سنن أبي داود، رقم الحديث (٤۹۲) سنن الترمذي، رقم الحديث (۳۱۷) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (۷٤٥) اسے امام ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم، ذہبی اور البانی رحمہم اللہ نے صحیح اور ابن الترکمانی، ابن دقیق العید اور ابن حزم نے قوی اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے "جيد الإسناد" کہا ہے۔ (صحيح أبي داود، رقم الحديث: ٥۰۷، الجوهر النقي: ۲/ ٤۳٤، اقتضاء الصراط المستقيم، ص: ۲۳۲)

[6] صحيح مسلم، رقم الحديث (۳٦۰)

[7] یہ حدیث ضعیف ہے۔ دیکھیں: التمهيد (٥/ ۲۲٦) مصباح الزجاجة (۱/ ٥۹) ←

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمازی اپنے آگے سترہ بقدر ڈیڑھ بالشت رکھے۔ (مسلم)[1] اگر نہ ملے تو خط کھینچ لے۔[2]

نیت دل سے کرنی چاہیے، نیتِ نماز زبان سے کرنے کا کوئی ثبوت نہیں۔

فرض نماز جماعت سے پڑھنی چاہیے، با جماعت نماز پڑھنے سے پچیس یا ستائیس گنا ثواب زیادہ ملتا ہے۔[3] اگر بلا عذر جماعت چھوڑی جائے تو باطل ہونے کا احتمال قوی ہے۔[4] (بخاری، ترمذی)

← البدر المنير (٣/ ٤٤١) العلل المتناهية (١/ ٣٩٩) علماء نے بیت اللہ کی چھت پر بغیر سترے کے نماز پڑھنا ممنوع قرار دیا ہے، اگر سترہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ واللہ اعلم۔ شرح السنة للبغوي (٢/ ٣٣٢) نيل الأوطار (٢/ ١٤٣) الفقه الإسلامي وأدلته (١/ ٦٧٣)

1. حدیث میں "مثل مؤخرة الرحل" کے الفاظ ہیں۔ (صحیح مسلم، رقم الحديث: ٤٩٩) یعنی سترہ پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر ہونا چاہیے اور یہ تقریباً ڈیڑھ فٹ بنتا ہے۔

2. سنن أبي داود، رقم الحديث (٦٨٩) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٩٤٣) اس کی سند میں ابو عمرو بن محمد بن حریث اور اس کا جد حریث دونوں مجہول ہیں۔ نیز یہ مضطرب بھی ہے۔ سفیان بن عیینہ نے اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ سنن أبي داود، رقم الحديث (٦٩٠) امام بغوی، قاضی عیاض، نووی، طحاوی، ابن عبدالہادی، شافعی وغیرہم رحمہم اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ (شرح السنة: ٢/ ٤٥١، شرح مسلم للنووي: ٤/ ٢١٦، ٢١٧، التمهيد: ٤/ ٤٠٠، المحرر، ص: ٢١١) نیز دیکھیں: ضعيف أبي داود، رقم الحديث (١٠٧)

3. صحيح البخاري، رقم الحديث (٦١٩، ٦٢٠) صحيح مسلم (٦٤٩، ٦٥٠)

4. حدیث میں ہے: "جو اذان سن کر نماز کو نہ آئے تو اس کی کوئی نماز نہیں، مگر یہ کہ کوئی عذر ہو۔" سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٧٩٣) اسے ابن حبان، ابن عبدالہادی اور حافظ ابن حجر وغیرہم رحمہم اللہ نے صحیح کہا ہے۔ (المحرر، ص: ٢٤٢، تلخيص الحبير (٢/ ٧٧) امام ذہبی رحمہ اللہ نے اسے "جيد الإسناد" کہا ہے۔ (التنقيح: ١/ ٢٠١)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نماز کا بیان:

جب نماز شروع کرے تو اللہ اکبر کہے [1] اور دونوں ہاتھ کانوں تک [2] یا کندھوں تک اٹھائے [3] پھر دایاں ہاتھ بائیں پر رکھے۔ [4] سینے پر یا سینے کے قریب رکھنا بہتر ہے۔

"عن وائل بن حجر -رضي الله تعالیٰ عنه- قال: صلیت مع النبي، ﷺ فوضع یده علی یده الیسریٰ علی صدره." [5]

"وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا اپنے سینے پر۔"

(صحیحه ابن خزیمة)

دونوں ہاتھوں کو کانوں یا کندھوں تک اٹھائے اور اللہ اکبر کہے، اس کے بعد دعائے استفتاح پڑھے۔

دعائے استفتاح:

"بسم الله الرحمٰن الرحیم. «اللهم باعد بیني وبین خطایاي کما باعدت بین المشرق والمغرب، اللهم نقني من

---

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث (۷۲٤) صحیح مسلم، رقم الحدیث(۳۹۷)

[2] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۳۹۱)

[3] صحیح البخاري، رقم الحدیث (۷۰۲) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۳۹۰)

[4] صحیح مسلم، رقم الحدیث (٤۰۱)

[5] صحیح ابن خزیمة (۱/ ۲٤۳) طبقات المحدثین لأبي الشیخ (۲/ ۲۵۸) یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی تائید میں دیگر روایات بھی مروی ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیں: أصل صفة صلاة النبي (۱/ ۲۱۵) القول المقبول (ص: ۳٤۰)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الخطايا كما ينقى الثوب الأبيض من الدنس، اللهم اغسل خطاياي بالماء، والثلج، والبرد» ❶

"شروع اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ یا اللہ! میرے اور میرے گناہوں میں اتنا فاصلہ کر جتنا مشرق اور مغرب میں تُو نے کیا ہے، اور مجھے گناہوں سے اس طرح صاف کر جس طرح سفید کپڑا میل سے صاف کیا جاتا ہے۔ اے اللہ! میرے گناہ پانی، برف اور اولے سے دھو دے۔" (متفق عليه، مشكاة، ص: ۷۷)

دوسری دعا جس کی سند اتنی قوی نہیں:

سبحانك اللهم وبحمدك، وتبارك اسمك، وتعالىٰ جدك، ولا إله غيرك. ❷

"تیری پاکیزگی بیان کرتا ہوں اے اللہ! اور تیری تعریف کرتا ہوں، تیرا نام برکت والا ہے اور تیری ذات بلند ہے، اور تیرے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں۔ (ترمذی، ابو داود)

---

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث (۷۱۱) صحيح مسلم، رقم الحديث (۵۹۸) مسلم کے الفاظ "من الخطايا" کے بجائے "من خطاياي" ہیں۔ نیز کوئی ایسی روایت ہمارے علم میں نہیں ہے جس میں مذکورہ دعا سے پہلے تسمیہ کا ذکر ہو۔ واللہ اعلم

❷ سنن أبي داود، رقم الحديث (۷۷۵) سنن الترمذي، رقم الحديث (۲۴۲) سنن النسائي، رقم الحديث (۸۹۹) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (۸۰۴) اور صحیح مسلم، رقم الحديث (۳۹۹) میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے۔ اصحابِ سنن کی روایت کو امام ابن خزیمہ، حاکم، ذہبی، حافظ عراقی، علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔ أمالي الحافظ العراقي (ص: ۷۲) صحيح أبي داود (۷۴۸) بعض روایات میں اس کے بعد تین دفعہ "لا إله إلا الله" تین دفعہ "الله أكبر" اور پھر "أعوذ بالله من الشيطان الرجيم من همزه ونفخه ونفثه" پڑھنے کا ذکر بھی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسری دعا:

اللہ أکبر کبیرا، اللہ أکبر کبیرا، اللہ أکبر کبیراً. والحمد للہ کثیراً، وسبحان اللہ بکرۃ وأصیلا (ثلاثاً) أعُوذ باللہ من الشیطان الرجیم من نَفَخِہ ونفثہ وھمزہ.❶

”اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے اور تمام حمد اللہ کی ہے، اور پاکیزگی بیان کرتا ہوں اللہ کی صبح اور شام، (تین بار کہے) پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کی شیطان مردود سے، اس کے پھونکنے، اس کے جادو اور اس کے وسواس سے۔“

(أبو داود، مشکاۃ، ص: ۷۸)

چوتھی دعا:

وجھت وجھي للذي فطر السموات والأرض حنیفاً، وما أنا من المشرکین. إن صلاتي ونسکي ومحیاي ومماتي للہ رب العالمین، لا شریك له، وبذلك أمرت، وأنا من المسلمین. اللھم أنت الملك، لا إله إلا أنت ربي وأنا عبدك، ظلمت نفسي واعترفت بذنبی فاغفرلي ذنوبي جمیعاً، إنه لا یغفر الذنوب إلا أنت، واھدني لأحسن الأخلاق، لا یھدي لأحسنھا إلا أنت، واصرف عني سیئھا لا یصرف عني سیئھا إلا أنت، لبیك وسعدیك، والخیر کله

❶ سنن أبي داود، رقم الحدیث (٧٦٤) سنن ابن ماجه، رقم الحدیث (٨٠٧) اس کی سند میں عاصم العنزی مجہول الحال ہے۔ اس حدیث کو امام ابن خزیمہ، ابن حبان، ابن الجارود، حاکم اور ذہبی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔ اصحابِ سُنَنِ اربعہ کے ہاں اس کا ایک صحیح شاہد بھی ہے جیسا کہ گزشتہ دعا کی تخریج سے واضح ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

في يديك، والشر ليس إليك، أنا بك وإليك، تباركت وتعاليت، أستغفرك وأتوب إليك.[1]

''میں نے اپنا چہرہ اس کی طرف متوجہ کیا ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور میں الگ ہونے والا اور مشرکوں سے نہیں ہوں، میری نماز، طریقۂ عبادات، زندگی اور موت سب اللہ کے لیے ہیں جو رب ہے تمام جہان کا، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اسی کا مجھے حکم ہوا ہے اور میں فرمانبردار ہوں۔ یا اللہ! تُو ہی بادشاہ ہے، تیرے سوا کوئی لائق بندگی کے نہیں، تُو میرا مالک ہے، میں تیرا غلام ہوں، میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اپنے گناہوں کا اعتراف کیا، تُو میرے سب گناہ معاف کر کیونکہ تیرے سوا کوئی نہیں بخشنے والا۔ میری بہتر اخلاق کی طرف راہنمائی کر، نہیں ہدایت دے سکتا اچھے اخلاق کی مگر تُو ہی، اور پھیر لے مجھ سے اس کی برائی، اس کی برائی نہیں پھیر سکتا کوئی مگر تو ہی۔ تیرے دربار میں بار بار حاضر ہوتا ہوں، تیری نوکری میں بار بار آتا ہوں، سب بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے اور برائی تیری طرف منسوب نہیں ہوتی۔ میں تیرے ساتھ ہوں اور تیری طرف میں توبہ کرتا ہوں اور بخشش مانگتا ہوں، اور تُو بابرکت اور بلند ہے۔''

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٧٧١) سنن أبي داود (٧٦٠) سنن الترمذي، رقم الحديث (٣٤٢١) اسے ترمذی نے ''حسن صحيح'' امام ابن خزیمہ، ابن حبان اور ابن الجارود نے صحیح کہا ہے۔ نوٹ: یہ دعا الفاظ کی کمی وبیشی کے ساتھ مروی ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے تمام الفاظ ایک ہی دعا کی صورت میں اکٹھے کیے ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیں: أصل صفة صلاة النبي (١/ ٢٤٢۔ ٢٤٨)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانچویں دعا:

جو تہجد کی نماز کے شروع میں آنحضرت ﷺ پڑھا کرتے تھے:

"اللهم رب جبرائيل وميكائيل وإسرافيل، فاطر السموات والأرض عالم الغيب والشهادة، أنت تحكم بين عبادك في ما كانوا فيه يختلفون. اهدني لما اختلف فيه من الحق بإذنك، إنك تهدي من تشاء إلىٰ صراط مستقيم."[1]

"اے اللہ! جبریل اور میکائیل اور اسرافیل کے رب، اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے، اپنے بندوں کے جھگڑوں میں تُو فیصلہ صادر فرمائے گا، مجھے اپنے اذن سے ان جھگڑوں میں راہنمائی کر جن میں اختلاف کیا گیا ہے، بلا شبہ تو جس کو چاہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔"

چھٹی دعا:

جو تہجد کی نماز میں آنحضرت ﷺ پڑھا کرتے تھے:

"سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالىٰ جدك ولا إله غيرك. الله أكبر كبيرا، أعوذ بالله السميع العليم من الشيطان الرجيم من همزه ونفخه ونفثه. وزاد أبو داود بعد قوله: غيرك، ثم يقول: لا إله إلا الله (ثلاثاً) وإلى آخر الحديث، ثم يقرأ."[2]

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٧٧٠)

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث (٧٧٥) سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٤٢) یہ الفاظ ترمذی کے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''تیری پاکیزگی بیان کرتا ہوں اے اللہ، اور تیری تعریف کرتا ہوں، تیرا نام برکت والا ہے اور تیری ذات بلند ہے، اور تیرے سوا کوئی لائقِ بندگی نہیں، اللہ سب سے بڑا ہے، پناہ مانگتا ہوں میں اللہ تعالیٰ کی شیطان مردود سے، اس کے وسواس اور پھونکنے اور جادو سے۔''

(ترمذي، أبو داود، نسائي، مشكاة: ١٠٨)

دعائے استفتاح کے بعد اگر تعوذ پڑھنا ہو تو اس طرح پڑھے:

أعوذ بالله السميع العليم من الشيطان الرجيم من همزه ونفخه ونفثه.[1]

''پناہ مانگتا ہوں میں اللہ سننے والے اور جاننے والی کی شیطان ملعون کے وسوسے سے اور اس کے تکبر اور اس کے جادو سے۔ (رواه الخمسة، بلوغ المرام)

پھر ''بسم الله الرحمن الرحيم'' (اللہ کے نام سے جو بخشش کرنے والا مہربان ہے) پڑھے۔[2] ظہر و عصر میں آہستہ، مغرب، عشاء اور فجر میں دونوں طرح جائز ہے، خواہ آہستہ پڑھے یا بلند، اگر مقتدی نہ ہو۔[3]

اس کے بعد سورہ فاتحہ پڑھے:

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٧٦٤) سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٤٢) ''السميع العليم'' کے اضافے کے ساتھ یہ ابو داود اور ترمذی کی روایت ہے، نسائی میں تعوذ کا ذکر نہیں ملا، واللہ اعلم، ابن ماجہ میں مذکورہ اضافہ نہیں ہے اور الفاظ بھی مختلف ہیں، دیکھیں: سنن ابن ماجہ (٨٠٨)

[2] کیونکہ یہ سورۂ فاتحہ کی اور ہر سورت کی پہلی آیت ہے۔ دیکھیں: شرح مسلم للنووي (٤/ ١١١) الروضة الندية (١/ ٢٥٧)

[3] صحیح احادیث سے سراً اور جہراً دونوں طرح تسمیہ کا ثبوت موجود ہے، جہری تسمیہ کے ثبوت کے لیے دیکھیں: سنن النسائي، رقم الحديث (٩٠٥) اور بسم اللہ سراً پڑھنے ←

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ ۝ ﴾

''تمام تعریف اللہ کے لیے ہے جو تمام جہان کا مالک ہے، بخشش کرنے والا مہربان، جزا کے دن کا مالک ہے، صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ سے مدد مانگتے ہیں، ہم کو سیدھا راستہ بتلا، ان کا راستہ جن پر تُو نے انعام کیا ہے، نہ ان کا جن پر غضب ہوا نہ وہ جو گمراہ ہیں۔''

حدیث میں ہے کہ بلا فاتحہ نماز قبول نہیں ہوتی:

قال رسول الله ﷺ ”لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب“[1]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے فاتحہ نہیں پڑھی اس کی کوئی نماز نہیں۔'' (متفق عليه ، مشكاة، ص: ٧٨)

عن عبادة بن الصامت، قال: كنا خلف النبي ﷺ في صلاة الفجر، فقرأ فثقلت عليه القرأة، فلما فرغ، قال: « لعلكم تقرأون خلف إمامكم“ فقلنا: نعم، يا رسول الله، قال: ”لا

← کا ثبوت دیکھیں: صحیح مسلم، رقم الحدیث (٨٩٢) لہٰذا دونوں طرح عمل کرنا درست اور سنت کے موافق ہے۔

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٧٢٣) صحيح مسلم، رقم الحديث (٣٩٤)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفعلوا إلا بفاتحة الكتاب، فإنه لا صلاة لمن لم يقرأ بها» ❶

”عبادہ بن صامت فرماتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز میں کھڑے تھے، آپ ﷺ نے پڑھنا شروع کیا تو آپ پر پڑھنا دشوار ہوا، جب فارغ ہوئے، فرمایا: ”شاید کہ تم اپنے امام کے پیچھے پڑھتے ہو؟“ ہم نے کہا: ہاں، یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا: ”سوائے فاتحہ کے کچھ نہ پڑھو کیونکہ جس نے فاتحہ نہیں پڑھی اس کی کوئی نماز نہیں۔“ (أبوداود، ترمذي)

مقتدی و امام:

مغرب و عشا کی پہلی دو رکعت اور فجر کی نماز میں جہر سے آمین کہیں۔

«عن أبي هريرة، قال: كان رسول الله ﷺ إذا فرغ من قراءة أم القرآن رفع صوته، وقال: آمين» ❷

”ابو ہریرہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ جب سورۂ فاتحہ سے فارغ ہوتے

❶ سنن أبي داود، رقم الحديث (۸۲۳) سنن الترمذي، رقم الحديث (۳۱۱) اس کی سند میں محمد بن اسحاق مدلس ہیں اور روایت معنعن ہے لیکن انھوں نے مسند احمد میں تصریحِ سماع کی ہے۔ (مسند أحمد: ٥/ ۳۲۱) اور ابن اسحاق ثقہ ہیں۔ دیکھیں: فتح القدير لابن الهمام الحنفي (۱/ ٤٢٤) اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے حسن، امام ابن خزیمہ، ابن حبان، ابن الجارود، امام بیہقی اور امام بخاری وغیرہم رحمہم اللہ نے صحیح کہا ہے۔ (جزء القراءة للبيهقي، ص: ۱۰۸، تلخيص الحبير: ۱/ ٥٦٦) خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کی سند جید ہے۔ (معالم السنن: ۱/ ۲۰۵)

❷ سنن أبي داود، رقم الحديث ۹۳۲) سنن الترمذي، رقم الحديث (۲٤۸) سنن النسائي، رقم الحديث (۸۷۹) اسے امام ترمذی، دارقطنی اور نووی رحمہم اللہ نے حسن کہا ہے۔ (سنن الدارقطني: ۱/ ۳۳٥، المجموع: ۳/ ۳٦۹) اور امام ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم، ذہبی اور ابن حجر رحمہم اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ (تلخيص الحبير: ۱/ ٥۸۱)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو آواز بلند کر کے آمین کہتے۔ (بلوغ المرام)

«عن نعيم المجمر قال: صليت وراء أبي هريرة، فقرأ بسم الله الرحمن الرحيم، ثم قرأ بأم القرآن حتى إذا بلغ غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقال: آمين (حتى) إذا سلّم قال: والذي نفسي بيده إني لأشبهكم صلاة برسول الله ﷺ» [1]

"نعیم مجمر کہتے ہیں: میں نے ابو ہریرہ کے پیچھے نماز پڑھی، انھوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر سورۂ فاتحہ پڑھی، جب وہ ﴿غیر المغضوب علیھم والضالین﴾ پر پہنچے تو آمین کہی یہاں تک کہ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: اس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میری نماز تم سب سے زیادہ نبی ﷺ سے ملتی جلتی ہے۔" (نسائی)

اس کے بعد جہاں سے قرآن یاد ہو پڑھے۔ [2] فاتحہ کے بعد قرآن مجید پڑھنا فرض نہیں، جیسے بخاری کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے:

«وإن لم تزد على أم القرآن أجزأت عنك» [3]

---

[1] سنن النسائي، رقم الحديث (٩٠٥) اسے امام ابن خزیمہ، ابن حبان، ابن الجارود، حاکم، ذہبی، دارقطنی اور بیہقی رحمہم اللہ نے صحیح کہا ہے۔ (سنن الدارقطني: ١/ ٣٠٥، السنن الكبرى للبيهقي: ٢/ ٤٦) بعض لوگ اس کی سند میں سعید بن ابی ہلال کی وجہ سے کلام کرتے ہیں لیکن صحیح بات یہی ہے کہ سعید مذکور ثقہ ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیں: تحرير تقريب التهذيب (٢/ ٤٥)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٧٢٤) صحيح مسلم، رقم الحديث (٣٩٧)

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث (٧٣٨) صحيح مسلم، رقم الحديث (٣٩٦) یہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں۔ مکمل روایت اس طرح ہے: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہر نماز میں قراءت ہے۔ جو ہمیں نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے سنایا ہم نے آگے تمھیں سنا دیا اور جو آپ ﷺ نے ہم سے مخفی رکھا ہم نے بھی اسے تم سے مخفی رکھا۔ مجلس میں سے ایک آدمی نے سوال کیا ←

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’اگر فاتحہ سے زائد نہ پڑھے تو کافی ہے۔ (بخاری)

مگر پہلی دوسری رکعت میں امام ومنفرد کو فاتحہ کے سوا اور قرآن پڑھنا سنتِ مؤکدہ ہے اور مقتدی جہری نمازوں میں صرف فاتحہ پڑھے،❶ اور دوسری نمازوں میں سوائے فاتحہ کے پڑھ سکتا ہے، اس کے بعد ’’اللہ أکبر‘‘ کہہ کر رکوع کرے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں اور باقی نماز کے ہر رکوع کے اول و آخر میں ہاتھ اٹھانے چاہیے، خواہ کان تک خواہ کندھوں تک خواہ سینے تک۔❷ (ترمذي، أبو داود، بخاري، مسلم)

← کہ اگر میں فاتحہ کے بعد قراءت نہ کروں تو؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تُو فاتحہ کے بعد مزید قراءت کرے تو بہتر ہے اور اگر فاتحہ پڑھنے پر اکتفا کرے تو اس میں تیرے لیے کفایت ہے۔‘‘ اس کا سیاق بتلا رہا ہے کہ یہ مرفوع کے حکم میں ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر اور علامہ عینی رحمہما اللہ نے لکھا ہے۔ (فتح الباري: ٢/ ٢٥٢، عمدة القاري: ٦/ ٣٣)

تنبیہ: مصنف کے نقل کردہ الفاظ بخاری کے نہیں بلکہ مسلم کے ہیں۔

❶ سنن أبي داود، رقم الحديث (٨٢٤) سنن النسائي، رقم الحديث (٩٢٠) اس کی سند میں نافع بن محمود کو بعض مجہول کہتے ہیں لیکن صحیح بات یہی ہے کہ یہ ثقہ ہے، اسے دارقطنی، ابن حزم اور ذہبی رحمہم اللہ نے ثقہ کہا ہے۔ دیکھیں: سنن أبي داود (٨٢٤، دارالسلام) اس حدیث کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے صحیح اور دارقطنی رحمہ اللہ نے حسن کہا ہے۔ (السنن الكبرى: ٢/ ١٦٥، سنن دارقطني (١/ ٣٢٠)

❷ کندھوں اور کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ سینے تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ابو داود (٧٢٨) میں ہے۔ اس کی سند شریک بن عبداللہ کی وجہ سے ضعیف ہے کیونکہ وہ ان الفاظ کے ساتھ متفرد ہے، نیز انھوں نے ثقات حفاظ زائدہ، زہیر بن معاویہ اور سفیان وغیرہم کی مخالفت کی ہے اور اس پر ان کی متابعت بھی نہیں کی گئی، لہٰذا یہ قابلِ احتجاج نہیں ہے۔ تحریر تقریب التہذیب میں ہے: ’’فإنه يخاف أن يكون ضعيفا عند التفرد لسوء حفظه وغلطه.‘‘ (٢/ ١١٤)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عن ابن عمر أن رسول الله ﷺ كان يرفع يديه حذو منكبيه إذا افتتح الصلاة وإذا كبر للركوع وإذا رفع رأسه من الركوع رفعهما كذلك.❶

''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نماز کے شروع میں اور جب رکوع کے لیے تکبیر کہتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے۔'' (متفق عليه، مشكاة، ص: ٧٥)

ابوحمید کی روایت میں یہ لفظ ہیں:

«إذا قام من الركعتين كبر، ورفع يديه حتى يحاذي بهما منكبيه»❷

''جب دو رکعت سے فارغ ہو کر کھڑے ہوتے تو دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے۔ (ابو داود)

رکوع میں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے❸ اور سر اور پشت کو برابر کرے۔❹ رکوع و سجود میں اطمینان کرنا چاہیے، بلا اطمینان کے نماز نہیں ہوتی۔❺ (بخاری، مسلم، ترمذی)

---

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث (٧٠٢) صحيح مسلم، رقم الحديث (٣٩٠) یہ صحیح بخاری کے الفاظ ہیں۔

❷ سنن أبي داود، رقم الحديث (٧٣٠) سنن الترمذي، رقم الحديث (٣٠٤) سنن النسائي، رقم الحديث (١١٨١) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (١٠٦١) اسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' امام ابن خزیمہ، ابن الجارود، ابن حبان نے صحیح اور نووی نے ابو داود کی سند کو شرطِ مسلم پر صحیح کہا ہے۔ (المجموع شرح المهذب: ٣/ ٤٤٣)

❸ صحيح البخاري، رقم الحديث (٧٥٧) صحيح مسلم، رقم الحديث (٥٣٤)

❹ صحيح مسلم، رقم الحديث (٤٩٨)

❺ صحيح البخاري، رقم الحديث (٧٢٤) صحيح مسلم رقم الحديث (٣٩٧) سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٦٥) اسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' ابن خزیمہ، ابن حبان، ابن الجارود، دارقطنی، بیہقی اور طبرانی وغیرہم رحمہم اللہ نے صحیح کہا ←

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکوع کی دعا:

«سبحانك اللهم ربنا وبحمدك اللهم اغفرلي» ❶

(متفق عليه، مشكاة: ٨٢)

"یا اللہ! اے ہمارے رب! تیری پاکیزگی بیان کرتا ہوں اور تعریف کرتا ہوں، یا اللہ مجھے بخش۔"

رکوع کی دوسری دعا:

«سبوح قدوس رب الملائكة والروح» ❷ (مسلم)

"نہایت پاک نہایت پاک، فرشتوں اور روح کا مالک۔" (مشكاة: ٨٦)

رکوع کی تیسری دعا:

«سبحان ذي الجبروت والملكوت والكبرياء والعظمة» ❸

(نسائي، مشكاة، ص: ٨٢)

"غالب بادشاہ بڑائی اور بزرگی والے کی پاکیزگی بیان کرتا ہوں۔"

رکوع کی چوتھی دعا:

« اللهم لك ركعت وبك آمنت ولك أسلمت، خشع لك

← ہے۔ (سنن الدارقطني: ١/ ٣٤٨، السنن الكبرى للبيهقي: ٢/ ٨٨، الترغيب والترهيب: ١/ ١٩٨)

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث (٧٨٤) صحيح مسلم، رقم الحديث (٤٨٤)

❷ صحيح مسلم، رقم الحديث (٤٨٧)

❸ سنن أبي داود، رقم الحديث (٨٧٣) سنن النسائي، رقم الحديث (١٠٤٩) الشمائل المحمدية للترمذي (ص: ٢٥٦) اسے امام نووی اور علامہ البانی رحمہما اللہ نے صحیح کہا ہے۔ (خلاصة الأحكام: ١/ ٣٩٦، صحيح أبي داود: ٨١٧)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمعي وبصري ومخي وعظمي وعصبي» (مسلم، مشكاة) ❶

"اے اللہ! میں تیرے ساتھ ایمان لایا اور تیرے لیے تابع ہوا، میرے کان میری نظر، میرا مغز، میری ہڈی اور میرے پٹھے تیرے لیے عاجزی کرتے ہیں۔"

رکوع کی پانچویں دعا:

"سبحان ربي العظيم." ❷ (مسلم، ترمذي، مشكاة، ص: ٨٣)

"میں اپنے بزرگی والے رب کی پاکیزگی بیان کرتا ہوں۔"

کم از کم تین دفعہ پڑھے۔ ❸ آنحضرت ﷺ دس دس دفعہ پڑھا کرتے تھے۔ ❹

رکوع کے بعد کھڑا ہونے کو قومہ کہتے ہیں، رکوع سے سر اٹھائے تو یہ دعا پڑھے:

---

❶ صحيح مسلم، رقم الحديث (٧٧١)

❷ صحيح مسلم، رقم الحديث (٧٧٢)

❸ سنن أبي داود، رقم الحديث (٨٨٦) سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٦١) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٨٩٠) اس کا مدار عون بن عبداللہ پر ہے جو ابن مسعود سے بیان کرتے ہیں اور ان میں انقطاع ہے، جیسا کہ امام ابو داود اور ترمذی رحمہما اللہ نے واضح کیا ہے۔ البتہ "کم از کم" کے اضافے کے بغیر آپ ﷺ سے تین دفعہ رکوع میں یہ دعا پڑھنا ثابت ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیں: صحيح أبي داود (٨٢٨) أصل صفة صلاة النبي ﷺ (٢/ ٦٥٠)

❹ سنن أبي داود، رقم الحديث (٨٨٨) سنن النسائي، رقم الحديث (١١٣٥) اس کی سند کو امام نووی رحمہ اللہ نے حسن، ابن القیم نے اس کے رواۃ کو ثقہ اور عراقی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔ (خلاصة الأحكام: ١/ ٤١٤، تهذيب سنن أبي داود: ٣/ ٧٦، إحياء علوم الدين مع المغني عن حمل الأسفار (١/ ١٧٧) فقه السنة (١/ ١٦٦) بعض اس کی سند میں وہب بن مانوس کو مجہول کہتے ہیں لیکن یہ حسن الحدیث ہے، اسے ابن حبان، ذہبی اور ابن القیم رحمہ اللہ نے ثقہ کہا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«سمع الله لمن حمده، [1] اللهم ربنا لك الحمد ملء السموات وملء الأرض وملء ما شئت من شيء بعد» [2] (مسلم، مشكاة، ص: ٨٢)

''اللہ اس کی سنتا ہے جو اس کی تعریف کرے۔ یا اللہ اے ہمارے رب! صرف تیری ہی تعریف ہے، جس سے آسمان زمین اور جن کو تو اس کے بعد چاہے بھر جائے۔''

قومہ کی دوسری دعا:

«اللهم ربنا لك الحمد ملء السموات وملء الأرض وملء ما شئت من شيء بعد، أهل الثناء والمجد، أحق ما قال العبد وكلنا لك عبد، اللهم لا مانع لما أعطيت ولا معطي لما منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد» [3] (مسلم)

''یا اللہ! تیرے لیے اتنی تعریف ہے جس سے آسمان، زمین اور جس کو اس کے بعد تُو چاہے بھر جائے، اے تعریف اور بزرگی کے لائق اس سے بڑھ کر جو بندہ کہے، حالانکہ ہم تمام تیرے لیے بندے ہیں۔ یا اللہ! جو چیز تُو دے اس کو روکنے والا کوئی نہیں، جو تُو روک دے اس کو عطا کرنے والا کوئی نہیں اور بخت والے کو تجھ سے بخت مفید نہیں ہو سکتا۔''

---

[1] یعنی نمازی جب رکوع سے اپنا سر اٹھائے تو یہ دعا پڑھے اور جب بالکل سیدھا کھڑا ہو جائے تو اس کے بعد والی دعا پڑھے، جیسا کہ صحیح مسلم (۳۹۲) میں اس کی وضاحت ہے۔

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (٤٧٦) اس کے علاوہ بحالتِ قیام مزید دعائیں بھی آپ ﷺ پڑھا کرتے تھے۔ تفصیل کے لیے دیکھیں: أصل صفة صلاة النبي للألباني (٦٩٧-٦٨٢/٢)

[3] صحيح مسلم رقم الحديث (٤٧٧)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قومہ کی تیسری دعا:

«ربنا ولك الحمد حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه» ❶

(بخاري، مشكاة، ص: ١٨٢)

”اے ہمارے رب! تیرے لیے بہت زیادہ، پاکیزہ اور بابرکت تعریف ہے۔“

اس کے بعد سجدہ کرے، اور سجدے کو جاتے اور سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہ کرے۔❷ اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں چلا جائے۔❸ پاؤں کی انگلیوں کو کعبہ کی طرف موڑے۔❹ کہنیوں کو کروٹ سے ہٹا رکھے اور کہنیوں کو زمین پر نہ لگائے۔❺ اگر کمزور ہو تو گھٹنوں پر رکھ لے۔ سجدہ سات اعضاء پر ہوتا ہے:

۱۔ پیشانی مع ناک۔ ۲۔ دونوں ہاتھ۔

۳۔ دونوں گھٹنے۔ ۴۔ دونوں پاؤں۔❻

۵۔ سجدے میں انگلیوں کو کشادہ کرے۔❼

---

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث (٧٦٦)

❷ صحيح البخاري، رقم الحديث (٧٠٢)

❸ صحيح البخاري، رقم الحديث (٧٥٦)، صحيح مسلم، رقم الحديث (٣٩٢)

❹ صحيح البخاري، رقم الحديث (٧٩٤)

❺ صحيح البخاري، رقم الحديث (٧٩٤)

❻ صحيح البخاري، رقم الحديث (٧٧٩) صحيح مسلم، رقم الحديث (٤٩٠)

❼ سجدے میں ہاتھ کی انگلیوں کو ملا کر قبلہ رخ کرنا چاہیے۔ دیکھیں: مستدرك حاكم (١/ ٣٥٠) صحيح ابن خزيمه (١/ ٣٢٤) صحيح ابن حبان (٥/ ٢٤٧) المعجم الكبير للطبراني (٢٢/ ١٩) وغيرهم، اسے امام حاکم، ذہبی، ابن خزیمہ، ابن حبان، ابن الملقن، سیوطی رحمہ اللہ نے صحیح اور علامہ ہیثمی اور عبدالرؤف المناوی نے حسن کہا ہے۔ (البدر المنير: ٣/ ٦٦٨، الشمائل للسيوطي، ص: ١٥٤، مجمع الزوائد: ٢/ ٣٢٥، التيسير: ٢/ ٤٩١) قبلہ رخ کرنے کا ذکر مسند السراج (ص ١٣٦) ←

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سجدے کی دعائیں:

پہلی وہ دعا ہے جو رکوع کی پہلی ہے اور دوسری وہ ہے جو رکوع کی دوسری دعا ہے۔ [1]

سجدہ کی تیسری دعا:

"سبحان ربي الأعلىٰ." [2] (ترمذي، مشكاة: ٨٣)

"میں اپنے رب بلند کی پاکیزگی بیان کرتا ہوں۔

سجدہ کی چوتھی دعا:

« اللهم لك سجدت وبك آمنت ولك أسلمت، سجد وجهي للّذي خلقه وصوره وشق سمعه وبصره، تبارك الله أحسن الخالقين» [3] (مشكاة، مسلم)

"یا اللہ! میں نے صرف تیرے لیے سجدہ کیا اور تیرے ساتھ ایمان لایا اور تیرے لیے تابع ہوا، میرے چہرہ نے اس کے لیے سجدہ کیا ہے جس نے اس کو پیدا کیا اور اس کی صورت بنائی، اس کے کان اور اس کی نظر بنائی، بابرکت ہے اللہ، سب مصوّروں سے اچھا مصوّر ہے۔"

← میں ہے۔ اسے ابن السکن، ابن حجر اور علامہ البانی رحمہم اللہ نے صحیح کہا ہے۔ (البدر المنير: ٣/ ٦٦١، الدراية: ١/ ١٤١، أصل صفة صلاة النبي ﷺ: ٢/ ٢٣٩) البتہ پاؤں کی انگلیاں کھولنی چاہییں۔

[1] اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

[2] صحیح مسلم، رقم الحدیث (٧٧٢)

[3] صحیح مسلم، رقم الحدیث (٧٧١) نیز دیکھیں: سنن أبي داود، رقم الحديث (٧٣٠) سنن الترمذي، رقم الحديث (٣٠٤) سنن النسائي، رقم الحديث (١١٨١) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (١٠٦١) اسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے "حسن صحیح" ابن خزیمہ، ابن الجارود، ابن حبان نے صحیح اور نووی نے ابو داود کی سند کو شرطِ مسلم پر صحیح کہا ہے۔ (المجموع شرح المهذب: ٣/ ٤٤٣)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر "اللّٰہ أکبر" (اللہ سب سے بہت بڑا ہے) کہہ کر سر اٹھائے،[1] اور دو زانو بیٹھے[2] اور اس جلسہ میں یہ دعا پڑھے:

«اللهم اغفرلي وارحمني واهدني وعافني وارزقني»

"یا اللہ! مجھے بخش، رحم کر، ہدایت کر، تندرستی عنایت فرما اور رزق دے۔"

اس کو نسائی کے علاوہ چاروں نے روایت کیا ہے،[3] اور لفظ ابو داود کے ہیں، اور اسے حاکم نے صحیح کہا ہے۔[4] یہ دو لفظ اور بھی آئے ہیں:

"واجبرني" (میرے تمام کام درست کر دے)

"وارفعني" (مجھے بلند کر) پہلا لفظ ترمذی میں ہے اور دوسرا حاکم میں۔

پھر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ کرے[5] اور پہلے جو دعائیں ذکر کی گئی ہیں ان میں

---

1. صحيح البخاري، رقم الحديث (٧٥٦) صحيح مسلم، رقم الحديث (٣٩٢)

2. سنن أبي داود، رقم الحديث (٧٣٠) سنن الترمذي، رقم الحديث (٣٠٤) سنن النسائي، رقم الحديث (١١٨١) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (١٠٦١) اسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے "حسن صحيح" ابن خزیمہ، ابن الجارود، ابن حبان نے صحیح اور نووی نے ابو داود کی سند کو شرطِ مسلم پر صحیح کہا ہے۔ (المجموع شرح المهذب: ٣/ ٤٤٣)

3. سنن أبي داود، رقم الحديث (٨٥٠) سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٨٤) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٨٩٨) حبیب بن ابی ثابت کا سعید بن جبیر سے سماع ثابت ہے۔ (الهداية والإرشاد لأبي نصر الكلاباذي (١/ ١٩٠) اسے حاکم، ذہبی، ابن الملقن اور اور ابن حجر رحمہم اللہ نے صحیح اور نووی اور البانی رحمہما اللہ نے حسن کہا ہے۔ (البدر المنير: ٣/ ٦٧٢، خلاصة الاحكام: ١/ ٤١٥، صحيح أبي داود، رقم الحديث: ٧٩٦) لیکن حبیب بن ابی ثابت مدلس ہے اور "عن" سے روایت کر رہا ہے۔

4. مستدرك حاكم (١/ ٤٠٥) وقال صحيح الإسناد.

5. صحيح البخاري، رقم الحديث (٧٥٦) صحيح مسلم، رقم الحديث (٣٩٢)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے کوئی پڑھے۔ ان کے علاوہ اور دعائیں بھی سجدہ میں وارد ہوئی ہیں، ان میں سے بعض نقل کی جاتی ہیں۔

پہلی دعا:

جو سجدۂ تلاوت میں پڑھی جاتی ہے:

﴿ سجد وجهي للذي خلقه وصوره وشق سمعه وبصره بحوله وقوته (ولأبي داود: مرارا، وللحاكم) فتبارك الله أحسن الخالقين﴾ [1] (نسائي، أبو داود، ترمذي، حاكم)

''میرے چہرے نے اس کے لیے سجدہ کیا ہے جس نے اس کو پیدا کیا ہے، اس کی صورت بنائی، اس کے کان، اس کی بینائی اپنے زور اور طاقت سے بنائی، پس برکت والا ہے اللہ جو سب مصوّروں سے بہتر مصوّر ہے۔''

دوسری دعا:

﴿ اللهم اكتب لي بها عندك أجراً، وضع عني بها وزرا، واجعلها لي عندك ذخرا، وتقبلها مني كما تقبلتها من عبدك داود﴾ [2]

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (١٤١٤) سنن الترمذي، رقم الحديث (٥٨٠) سنن النسائي، رقم الحديث (١١٢٩) اس کی سند میں خالد الحذاء اور ابو العالیہ کے درمیان ایک راوی مبہم ہے، جیسا کہ ابن خزیمہ نے واضح کیا ہے۔ (صحیح ابن خزیمة: ١/ ٢٨٣) اور خالد کا ابو العالیہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا سجدۂ تلاوت میں اسے پڑھنا درست نہیں ہے، البتہ عام سجدوں میں پڑھی جا سکتی ہے جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ دیکھیں: سجدے کی چوتھی دعا۔

[2] سنن الترمذي، رقم الحديث (٥٧٩) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (١٠٥٣) اسے امام ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم اور ذہبی رحمہم اللہ نے صحیح اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے حسن ←

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"یا اللہ! لکھ میرے لیے عوض اس کے اپنے پاس اجر، اور مجھ سے اس کے سبب سے بوجھ اتار، اور اس کو میرے لیے اپنے پاس ذخیرہ رکھ، اور مجھ سے اس طرح قبول کر جس طرح تو نے اپنے بندے داود سے قبول کیا۔"

اس کے بعد جب دوسری رکعت کے لیے سر اٹھائے تو "الله أكبر" کہہ کر سر اٹھائے اور سر اٹھا کر بیٹھ کر پھر کھڑا ہو۔ (1) اگر نماز دو تشہد والی ہو، جیسے فجر کے سوا سب نمازیں ہیں تو پہلے تشہد میں بائیں پاؤں پر بیٹھے اور دوسرے میں بایاں پاؤں زمین پر لگائے۔ (2) ایک تشہد والی نماز میں اختیار ہے۔ (3) دوسرے تشہد میں

← غریب، خلیلی رحمہ اللہ نے غریب صحیح، نووی اور البانی رحمہما اللہ نے حسن کہا ہے۔ (موارد الظمآن، ص: ۱۷۸، الإرشاد: ۱/ ۳۵۴، خلاصة الأحكام: ۲/ ۶۲۳) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا میلان بھی اس کی صحت کی طرف معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ (تهذيب التهذيب: ۲/ ۲۷۶) اس کے راوی حسن بن محمد بن عبیداللہ المکی کو خلیلی اور ابن حبان نے ثقہ کہا ہے۔

(1) جیسا کہ ابو حمید ساعدی کی روایت میں مذکور ہے۔ نیز دیکھیں: صحيح البخاري (۷۸۹)

(2) یعنی دوسرے تشہد میں بائیں پاؤں پر بیٹھنے کے بجائے اسے آگے نکالے اور سرین پر بیٹھے، اسے تورک کہتے ہیں۔ (صحيح البخاري، رقم الحديث: ۷۹۴)

(3) عند العلماء یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ صحیح بات یہی ہے کہ تورک دو تشہد والی نمازوں میں دوسرے تشہد میں کیا جائے، جیسا کہ ابو حمید ساعدی کی روایت (صحيح البخاري، رقم الحديث: ۷۴۹) میں ہے۔ اور ایک تشہد والی نماز میں پہلے تشہد کی طرح بیٹھا جائے۔ جیسا کہ نسائی کی روایت میں ہے۔ (سنن النسائي، رقم الحديث: ۱۱۵۹) علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دو رکعت والی نماز (کے تشہد) میں "افتراش" (دائیں پاؤں کو کھڑا کرنا اور بائیں کو بچھا کر اس پر بیٹھنے) پر نسائی کی روایت نص ظاہر ہے۔ (أصل صفة صلاة النبي ﷺ: ۳/ ۸۲۹)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دایاں پاؤں خواہ کھڑا رکھے یا نہ۔[1] اور تشہد میں بایاں ہاتھ گھٹنے پر بچھا رکھے اور داہنے ہاتھ کو بند کرے اور سبابہ کو کھلا رکھے اور سبابہ سے اشارہ کرے۔[2]

تشہد کے الفاظ مختلف ہیں، جس طرح چاہے پڑھے:

☆ تشہد کی ایک صورت یہ ہے:

"التحيات لله والصلوات والطيبات، السلام عليك أيها النبي ورحمة الله و بركاته، السلام علينا وعلىٰ عباد الله الصالحين، أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمداً عبده ورسوله."[3]

"ہر طرح کے آداب، سب نمازیں، سب پاکیزہ چیزیں اللہ کے لیے ہیں، اے نبی ﷺ! تم پر سلام ہو، اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں، ہم پر اور اللہ کے سب نیک بندوں پر سلام ہو۔ میں دل سے اقرار کرتا ہوں اللہ کے سوا بندگی کے لائق کوئی نہیں اور بلاشبہ محمد اس کا بندہ اور رسول ہے۔"

---

[1] کیونکہ آپ ﷺ بسا اوقات اپنا دایاں پاؤں بچھا لیتے اور بائیں کو اپنی ران اور پنڈلی کے درمیان کر لیتے۔ (صحيح مسلم، رقم الحديث: ٥٧٩) اور کبھی دونوں قدموں کو ایک ہی جانب سے (یعنی دائیں جانب سے اس طرح کہ دائیں پاؤں کو بچھا کر) نکالتے۔ (سنن أبي داود، رقم الحديث: ٩٦٥) اس سے اگلی حدیث میں ابن لہیعہ کی لیث بن سعد نے اور ابن حبان میں موارد (ص: ١٣٣) ابو عاصم ضحاک بن مخلد نے متابعت کی ہے۔

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (٥٧٩، ٥٨٠) بعض احادیث میں گھٹنوں اور بعض میں رانوں پر ہاتھ رکھنے کا ذکر ہے، نیز سبابہ سے محض اشارہ نہیں کرنا بلکہ سلام پھیرنے تک اسے حرکت دیتے رہنا ہے۔ دیکھیں: سنن النسائي، رقم الحديث (٨٨٩) اسے امام ابن خزیمہ، ابن حبان، ابن الملقن اور ابن القیم رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے، اور علامہ نووی رحمہ اللہ نے بھی بیہقی (السنن الكبرى: ٢/ ١٣١) کی سند کو صحیح کہا ہے۔ البدر المنير (٤/ ١١) زاد المعاد (١/ ٢٣١) خلاصة الأحكام (١/ ٤٢٨)

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث (٧٩٧) صحيح مسلم، رقم الحديث (٤٠٢)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری صورت:

«بسم الله وبالله، التحيات لله والصلوات والطيبات، السلام عليك أيها النبي، ورحمة الله وبركاته، السلام علينا وعلىٰ عباد الله الصالحين، أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمداً عبده ورسوله، أسأل الله الجنة وأعوذ بالله من النار» ❶ (نسائي، مشكاة: ٨٥)

''اللہ کے نام سے اور اللہ کے ساتھ، تمام آداب، نمازیں اور پاکیزہ چیزیں اللہ کے لیے ہیں، تم پر سلام ہو اے نبی! اور اس کی رحمتیں اور برکتیں ہوں، ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو۔ میں دل سے اقرار کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی لائقِ بندگی نہیں، اور دل سے اقرار کرتا ہوں کہ بلاشبہ محمد اس کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔ میں اللہ سے جنت مانگتا ہوں اور اللہ کے ساتھ آگ سے پناہ مانگتا ہوں۔''

تیسری صورت:

«التحيات المباركات الصلوات الطيبات لله... إلى آخره... محمد رسول الله» ❷ (مسلم عن ابن عباس)

❶ سنن النسائي، رقم الحديث (١١٧٥) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٩٠٢) یہ روایت سنداً و متناً غیر ثابت ہے، جیسا کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے واضح کیا ہے۔ (التمييز، رقم الحديث: ٥٨) اس کے راوی ایمن بن نابل کو سند و متن میں وہم ہوا ہے اور اپنے سے اوثق لیث بن سعد کی مخالفت کی ہے۔ اس روایت کو امام نسائی رحمہ اللہ نے ''خطا'' اور امام بخاری اور ترمذی رحمہما اللہ نے غیر محفوظ کہا ہے۔ (سنن النسائي، رقم الحديث: ١٢٨١، العلل الكبير للترمذي، ص: ٧٢، سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٩٠) نیز اس کی سند میں ابو الزبیر المکی مدلس ہے اور روایت بھی معنعن ہے۔

❷ صحيح مسلم، رقم الحديث (٤٠٣)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’تمام آداب، بابرکت نمازیں، پاکیزہ چیزیں اللہ کے لیے ہیں‘‘
باقی اسی طرح مگر آخر میں ’’محمد رسول اللہ‘‘ ہے۔

چوتھی صورت:

«التحيات الطيبات الصلوات لله، السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته، السلام علينا وعلىٰ عباد الله الصالحين. أشهد أن لا إله إلا الله [وحده لا شريك له] وأشهد أن محمداً عبده ورسوله» ❶

(مسلم، أبو داود ، نسائي، ابن ماجه، حصن حصين)

’’تمام آداب، پاکیزہ چیزیں، نمازیں اللہ کے لیے ہیں، تم پر سلام ہو اے نبی! اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں، ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو۔ میں دل سے اقرار کرتا ہوں کہ اللہ اکیلے کے سوا کوئی لائق بندگی نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں اور بلاشبہ محمد اس کا بندہ اور رسول ہے۔‘‘

پانچویں صورت:

«التحيات الطيبات والصلوات والملك لله» إلىٰ آخره. ❷

(أبو داود، حصن حصين)

’’تمام آداب، پاکیزہ چیزیں اور ملک اللہ کے لیے ہے۔‘‘

❶ صحيح مسلم، رقم الحديث (٤٠٤) بریکٹ کے الفاظ ابو داود (۹۷۳) اور نسائی (۱۷۳) کے ہیں۔ اسے دارقطنی نے ’’حسن‘‘ اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے شرط مسلم پر صحیح کہا ہے۔ (سنن الدارقطني: ١/ ٣٥١، أصل صفة صلاة النبي ﷺ: ٣/ ٩٠٠)

❷ سنن أبي داود، رقم الحديث (٩٧٥) اس کی سند میں جعفر بن سعد بن سمرہ ضعیف، اور خبیب بن سلیمان اور سلیمان بن سمرہ مجہول ہیں۔ مؤخر الذکر دونوں کو صرف ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مجاہیل کی وجہ سے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ (تلخيص الحبير: ١/ ٦٣٩، ٦٤٨)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھٹی صورت:

«التحیات للّٰہ، الزاکیات للّٰہ، الصلوات و الطیبات للّٰہ» ❶

(موطأ، حاکم، حصن حصین)

"سب آداب اللہ کے لیے، بہتر چیزیں اللہ کے لیے، نمازیں اور پاکیزگیاں اللہ کے لیے۔" اس کے بعد پہلے تشہد کی طرح۔

ساتویں صورت:

« بسم اللّٰہ، وباللّٰہ خیر الأسماء، التحیات للّٰہ الطیبات الصلوات، أشهد أن لا إله إلا اللّٰہ وحده لا شریك له، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله، أرسله بالحق بشیراً ونذیراً، وأن الساعة آتیة لا ریب فیها، السلام علیك أیها النبي، ورحمة اللّٰہ وبرکاته، السلام علینا وعلی عباد اللّٰہ الصالحین. اللّٰهم اغفرلي واهدني» ❷

"اللہ کے نام سے اور اللہ کے ساتھ جو سب ناموں سے بہتر ہے، سب آداب، پاکیزہ چیزیں، نمازیں اللہ کے واسطے ہیں۔ میں دل

---

❶ موطأ إمام مالك، رقم الحدیث (۲۰۳) موقوفاً عن عمر رضی اللہ عنہ۔ اسے ابن الملقن، نووی اور زیلعی حنفی رحمہم اللہ نے صحیح کہا ہے۔ (البدر المنیر: ٤/ ٢٥، خلاصة الأحکام: ١/ ٤٣٢، نصب الرایة: ١/ ٤٢٢) ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے اسے مرفوع کے حکم میں لکھا ہے۔ (الاستذکار: ١/ ٤٨٤)

❷ مسند البزار (٦/ ١٨٨) المعجم الکبیر (مجمع الزوائد: ٢/ ٣٣٦) المعجم الأوسط (٣/ ٢٧٠) شرح معاني الآثار (١/ ٢٦٥) اس کا مدار ابن لہیعہ پر ہے۔ جیسا کہ امام طبرانی اور ہیثمی رحمہما اللہ نے کہا ہے، اور وہ ضعیف و مختلط ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (تلخیص الحبیر: ١/ ٦٤٠)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے اقرار کرتا ہوں کہ اللہ اکیلے کے سوا کوئی لائقِ بندگی نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اور دل سے اقرار کرتا ہوں کہ بلاشبہ محمد اس کا بندہ اور رسول ہے، اس کو حق کے ساتھ خوشخبری سنانے اور ڈرانے کے لیے بھیجا۔ قیامت آنے والی ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں۔ تم پر سلام ہو اے نبی! اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں، ہم پر اور اللہ کے سب نیک بندوں پر سلام ہو، یا اللہ! مجھے بخش اور ہدایت کر۔" (اس کو طبرانی نے کبیر اور اوسط میں بیان کیا ہے۔ حصن حصین)

تنبیہ:

صحیح بخاری میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم «السلام عليك أيها النبي» آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پڑھا کرتے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوگئے تو ہم نے "السلام على النبي" پڑھنا شروع کیا۔[1]

پہلے قعدے میں تشہد کے بعد کھڑا ہوجائے یا درود بھی پڑھ لے[2] اور دوسرے قعدے میں تشہد کے بعد درود، پھر دعا پڑھے۔[3]

درود کے الفاظ مختلف وارد ہوئے ہیں، ان میں سے چند نقل کیے جاتے ہیں:

---

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث (٥٩١٠)

[2] صحیح البخاري، رقم الحدیث (٥٨٧٦) صحیح مسلم، رقم الحدیث (٤٠٢) ایک قعدے والی نماز میں دورانِ تشہد درود پڑھنا ضروری ہے اور دو قعدوں والی میں پہلے قعدے میں اختیار ہے اور دوسرے قعدے میں واجب ہے۔ واللہ اعلم.

[3] سلام والے قعدے میں درود پڑھنا اور اس کے بعد چار چیزوں: عذابِ قبر، مسیح دجال کے فتنے، زندگی اور موت کے فتنے اور عذابِ جہنم سے پناہ مانگنا ہے۔ (صحیح مسلم ٥٨٨، ٥٨٩) نیز دیکھیں: صحیح ابن خزیمہ (١/ ٣٥١) اسے ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم، ذہبی، بیہقی اور حسن الرباعی الصنعانی وغیرہم رحمہم اللہ نے صحیح اور دارقطنی رحمہ اللہ نے ←

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درود کی پہلی صورت:

«اللهم صل علی محمد، وعلیٰ آل محمد کما صلیت علی إبراهیم وعلیٰ آل إبراهیم إنك حمید مجید. اللهم بارك علیٰ محمد، وعلیٰ آل محمد کما بارکت علی إبراهیم وعلیٰ آل إبراهیم إنك حمید مجید» ❶ (بخاري، مشكاة، ص: ٨٦)

''یا اللہ! محمد اور اس کی آل پر اس طرح رحمت نازل فرما جس طرح تُو نے ابراہیم اور آلِ ابراہیم پر نازل کی، بلاشبہ تُو تعریف کا مستحق اور بزرگ ہے۔ یا اللہ! محمد اور اس کی آل پر اس طرح برکت کر جس طرح ابراہیم اور اس کی آل پر تُو نے برکت کی، بلاشبہ تُو تعریف کا مستحق اور بزرگ ہے۔''

دوسری صورت:

«اللهم صل علی محمد، وعلیٰ أزواجه وذریته کما صلیت علی إبراهیم، وبارك علی محمد و [علی] أزواجه و ذریته کما بارکت علیٰ إبراهیم، إنك حمید مجید» ❷ (متفق علیه، مشكاة، ص: ٨٢)

''یا اللہ! محمد ﷺ اور اس کی بیویوں اور اس کی اولاد پر اس طرح

← حسن کہا ہے۔ (معرفة السنن والآثار. ٣/ ٦٧، فتح الغفار: ١/ ٣٨١، ٣٨٢، سنن الدارقطني: ١/ ٣٥٤) ابن عبدالہادی نے بھی اس کی تصحیح و تحسین کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (المحرر، رقم: ٢٦٧)

❶ صحیح البخاري، رقم الحدیث (٣١٩٠)

❷ صحیح البخاري، رقم الحدیث (٣١٨٩) صحیح مسلم، رقم الحدیث (٢٠٧) صحیح مسلم میں دونوں جگہوں پر ''وأزواجه'' کے بجائے ''وعلی أزواجه'' ہے، اس لیے متن میں بین القوسین اضافہ کیا گیا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رحمت نازل کر جس طرح تُو نے ابراہیم پر رحمت نازل کی اور محمد، اس کی بیویوں اور اولاد پر اس طرح برکت کر جس طرح تُو نے آلِ ابراہیم پر برکت کی، بلاشبہ تُو تعریف کا مستحق اور بزرگ ہے۔"

تیسری صورت:

«اللهم صل على محمد النبي الأمي وأزواجه أمهات المؤمنين وذريته وأهل بيته كما صليت على إبراهيم إنك حميد مجيد» ❶ (أبو داود، مشكاة، ص:٨٧)

"یا اللہ! محمد، جو نبی امی (کسی استاد سے نہیں پڑھا) ہے، اور اس کی بیویوں پر، جو ایمانداروں کی مائیں ہیں، اس کی اولاد اور اس کے گھر والوں پر اس طرح رحمت نازل کر جس طرح آلِ ابراہیم پر تُو نے رحمت نازل کی، بلاشبہ تُو تعریف کا مستحق اور بزرگ ہے۔"

درود کے بعد جو دعا پسند ہو پڑھے۔ جو ادعیہ ماثورہ ہیں ان میں سے چند نقل کی جاتی ہیں۔

پہلی دعا:

«اللهم إني أعوذ بك من عذاب القبر، وأعوذ بك من فتنة المسيح الدجال، وأعوذ بك من فتنة المحيا و [فتنة] الممات، اللهم إني أعوذ بك من المأثم والمغرم» ❷ (متفق عليه، مشكاة، ص: ٧٨)

"یا اللہ! بلا شبہ میں تیرے ساتھ قبر کے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں، اور تیرے ساتھ مسیح دجال کے فتنہ سے پناہ مانگتا ہوں، اور تیرے

---

❶ سنن أبي داود، برقم (٩٨٢) اس کی سند میں حبان بن یسار الکلابی ضعیف ومختلط ہے۔

❷ صحيح البخاري، رقم الحديث (٧٩٨) صحيح مسلم، رقم الحديث (٥٨٩) بریکٹ والے الفاظ صرف صحیح بخاری کے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ زندگی اور موت کے فتنے سے پناہ مانگتا ہوں، یا اللہ! بلاشبہ میں تیرے ساتھ گناہ اور قرض سے پناہ مانگتا ہوں۔"

دوسری دعا:

«اللهم إني أعوذ بك من عذاب جهنم، وأعوذ بك من عذاب القبر، وأعوذ بك من فتنة المسيح الدجال، وأعوذ بك من فتنة المحيا والممات» (1) (مسلم، مشکاۃ، ص: ۷۸)

"یا اللہ! بلاشبہ میں تیرے ساتھ جہنم کے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں، اور تیرے ساتھ قبر کے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں، تیرے ساتھ مسیح دجال کے فتنے سے پناہ مانگتا ہوں، اور تیرے ساتھ زندگی اور موت کے فتنہ سے پناہ مانگتا ہوں۔"

اس دوسری دعا کو ضرور پڑھنا چاہیے، اس دعا میں ان چار چیزوں کا ذکر ہے جن سے تشہد کے بعد پناہ مانگنے کا حکم کیا گیا ہے۔ (2)

تیسری دعا:

جو آنحضرت ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بتلائی تھی:

«اللهم إني ظلمت نفسي ظلماً كثيراً، ولا يغفر الذنوب إلا أنت، فاغفرلي مغفرة من عندك وارحمني، إنك أنت الغفور الرحيم» (3)

(متفق عليه، مشكاة، ص: ۸۸)

"یا اللہ! بلاشبہ میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا، اور گناہوں کو تیرے

---

(1) صحيح مسلم، رقم الحديث (۵۹۰)

(2) صحيح مسلم، رقم الحديث (۵۹۰)

(3) صحيح البخاري، رقم الحديث (۷۹۹) صحيح مسلم، رقم الحديث (۲۷۰۵)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوا کوئی معاف نہیں کرتا، مجھ پر اپنی طرف سے بخشش کر اور رحم کر، بلاشبہ تُو بخشنے والا مہربان ہے۔"

چوتھی دعا:

«اللهم إني أسألك الثبات في الأمر، والعزيمة على الرشد، وأسألك شكر نعمتك وحسن عبادتك، وأسألك قلباً سليما ولساناً صادقاً، وأسألك من خير ما تعلم، وأعوذ بك من شر ما تعلم، وأستغفرك لما تعلم» ❶ (نسائي، مشكاة، ص: ۸۸)

"یا اللہ! میں تجھ سے امر (دین) میں ثابت قدمی اور بھلائی پر مضبوطی کا سوال کرتا ہوں، اور نعمت کا شکریہ ادا کرنے کی توفیق اور اچھی عبادت کا سوال کرتا ہوں، اور تجھ سے درست دل اور سچی زبان مانگتا ہوں، اور اس چیز کی بھلائی تجھ سے مانگتا ہوں جس کو فقط تُو ہی جانتا ہے، اور اس گناہ کی بخشش طلب کرتا ہوں جس کو تُو ہی جانتا ہے۔"

پانچویں دعا:

«أحسن الكلام كلام الله، وأحسن الهدي هدي محمد ﷺ» ❷ (نسائي، مشكاة، ص: ۸۸)

"بہتر کلام اللہ کا کلام ہے اور بہتر طریقہ محمد ﷺ کا ہے۔"

❶ سنن النسائي، رقم الحديث (۱۳۰٤) علامہ عراقی رحمہ اللہ نے اسے منقطع کہا ہے۔ المغني من حمل الأسفار إحياء علوم الدين (۱/م ۳۲۲) جبکہ یہ متصل ہے لیکن ضعیف ہے۔ حماد بن سلمہ اور عدی بن فضل (متروک) وغیرہما جب جریری سے بیان کرتے ہیں تو ابو العلاء اور شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کے درمیان واسطہ چھوڑ دیتے ہیں کیونکہ جب جریری کے دیگر شاگرد سفیان ثوری، یزید بن ہارون اور خالد بن عبداللہ الواسطی وغیرہ بیان کرتے ہیں تو ان کے درمیان بنو حنظلہ کے ایک آدمی کو بھی ذکر کرتے ہیں جو مبہم ہے۔ (المعجم الكبير للطبراني: ۷/ ۲۹۳، مسند أحمد: ٤/ ۱۲۵) والله أعلم.

❷ سنن النسائي، رقم الحديث (۱۳۱۱) علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھٹی دعا:

«اللهم اغفرلي ما قدمت وما أخرت وما أسررت وما أعلنت وما أسرفت وما أنت أعلم به مني، أنت المقدم وأنت المؤخر، لا إله إلا أنت» [1] (مسلم، مشکاۃ، ص: ۷۸)

"یا اللہ! مجھے وہ بخش جو میں نے پہلے کیے اور جو میں نے پیچھے کیے، جو پوشیدہ کیے اور ظاہر کیے اور جو زیادتی کی، اور جس کو تُو مجھ سے زیادہ جانتا ہے، تُو آگے کرنے والا ہے اور پیچھے کرنے والا ہے، تیرے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں۔"

اس کے بعد دونوں طرف سلام کہے، اول داہنی طرف، پھر بائیں طرف۔

الفاظ تسلیم دو طرح وارد ہوئے ہیں:

ا۔ پہلی صورت:

«السلام عليكم ورحمة الله وبركاته» [2]

(رواه أبو داود و سنده صحيح، بلوغ المرام)

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۷۷۱)

[2] سنن أبي داود، رقم الحدیث (۹۹۷) عن وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اسے امام ابن خزیمہ، ابن حبان، نووی، ابن عبدالہادی اور ابن حجر وغیرہم رحمہم اللہ نے صحیح کہا ہے۔ (المجموع: ۳/ ۴۷۹، المحرر، ص: ۲۰۷، بلوغ المرام مع توضیح الأحکام: ۲/ ۲۹۱)

تنبیہ: بعض علماء دونوں سلاموں میں "وبرکاته" کے اضافے کو ابو داود کی روایت میں محل نظر قرار دیتے ہیں، لیکن یہ بوجوہ درست نہیں: [ا] ابو داود کے معتمد نسخوں میں یہ زیادتی موجود ہے، مثلاً: مکتبہ محمودیہ، مدینہ منورہ کا نسخہ (ا/ ۱۳۸) نیز دیکھیں: (رفع الغین، ص:۲) [۲] متقدمین علماء نے اس زیادتی کو بحوالہ ابو داود ہی نقل کیا ہے، مثلاً ابن حجر، نووی، ابن عبدالہادی اور ابن دقیق العید رحمہم اللہ۔ (الإلمام: ۱/ ۱۷۹) [111] اس کا ایک صحیح شاہد بروایت ابن مسعود ابن خزیمہ و ابن حبان کے ہاں موجود ہے۔ ابو اسحاق کی مصرح بالسماع روایت خطیب بغدادی کی المتفق والمفترق (۲/ ۷۱۸) میں ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”تم پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔“

۲۔ دوسری صورت:

«السلام علیکم ورحمة الله» [1]

(رواه الأربعة والدار قطني و ابن حبان، تلخيص: ١٠٤)

وتر میں دعائے قنوت جائز ہے:

خواہ بعد از رکوع پڑھے [2] یا پہلے۔ [3] الفاظ یہ ہیں:

«اللهم اهدني فيمن هديت، وعافني فيمن عافيت، وتولني فيمن توليت، وبارك لي فيما أعطيت، وقني شر ما قضيت، فإنك تقضي ولا يقضىٰ عليك، فإنه لا يذل من واليت ولا يعز من عاديت، تباركت ربنا وتعاليت، ونستغفرك ونتوب إليك» [4]

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٩٩٦) سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٩٥) سنن النسائي، رقم الحديث (١٣١٩) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٩١٤) اسے امام ترمذی نے حسن صحیح، ابن ابی داود، ابن خزیمہ اور ابن حبان وغیرہم رحمہم اللہ نے صحیح کہا ہے۔

[2] مستدرك حاكم (٣/ ١٨٨) اسے امام حاکم اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔ (أصل صفة صلاة النبي ﷺ: ٣/ ٩٧٠)

[3] سنن أبي داود، رقم الحديث (١٤٢٧) سنن النسائي، رقم الحديث (١٦٩٩) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (١١٨٢) اسے ابن السکن اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔ ابن الترکمانی نے قبل از رکوع قنوت وتر والی روایات کو ”جید“ کہا ہے۔ (تلخيص الحبير (٢/ ٤٦، الجوهر النقي: ٣/ ٣٨) تفصیل کے لیے دیکھیں: القول المقبول (ص: ٥٨٨۔ ٥٩٢)

[4] سنن أبي داود، رقم الحديث (١٤٢٥) سنن الترمذي، رقم الحديث (٤٦٤)، سنن النسائي، رقم الحديث (١٧٤٥) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (١١٧٨) اسے امام ابن الجارود، ابن خزیمہ، ابن حبان وغیرہم رحمہم اللہ نے صحیح اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے حسن کہا ہے۔ لیکن ”ونستغفرك ونتوب إليك“ کا اضافہ کسی حدیث میں بھی ثابت نہیں۔ نیز دیکھیں: القول المقبول (ص: ٥٨٦)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”یا اللہ! مجھے ان لوگوں میں ہدایت کر جن کو تُو نے ہدایت کی، اور مجھے ان لوگوں میں تندرستی عنایت کر جن کو تُو نے تندرستی عنایت کی، اور ان لوگوں میں میرا والی بن جن کا تُو والی بنا، اور جو تُو نے مجھے دیا اس میں برکت کر، اور جو تُو نے میرے لیے فیصلہ کیا اس کی برائی سے مجھے بچا، تُو فیصلہ کرتا ہے، تجھ پر کوئی فیصلہ نہیں کرتا، بلاشبہ آپ جس کے والی ہوں وہ ذلیل نہیں ہوتا، اور جس کے ساتھ آپ سختی کریں وہ عزت نہیں پاتا، اے ہمارے رب تُو برکت والا ہے اور بلند، ہم تجھ سے بخشش چاہتے اور تیرے آگے توبہ کرتے ہیں۔“

(رواہ الأربعة وابن حبان والحاكم و ابن أبي شيبة

آخر میں کہے: ”وصلى الله على النبي“ (نسائي)[1]

”اے اللہ اپنے نبی ﷺ پر رحمت بھیج۔“

جماعت میں ”ني“ کی جگہ ”نا“ پڑھا جائے گا۔

دوسری دعا:

«اللهم اغفر للمؤمنين والمؤمنات والمسلمين والمسلمات، وألف بين قلوبهم، وأصلح ذات بينهم، وانصرهم على عدوك وعدوهم. اللهم العن الكفرة الذين يصدون عن سبيلك، ويكذبون رسلك، ويقاتلون أولياءك، اللهم خالف بين كلمتهم، وزلزل أقدامهم، وأنزل بهم بأسك

---

[1] سنن النسائي، رقم الحديث (١٧٤٦) اس کی سند میں انقطاع ہے کیونکہ عبداللہ بن علی کا حسن بن علی سے سماع ثابت نہیں ہے۔ (تلخيص الحبير: ١/ ٦٠٥) البتہ ابو حلیمہ معاذ انصاری اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کے بارے ثابت ہے کہ وہ قنوتِ وتر میں آپ ﷺ پر درود پڑھا کرتے تھے۔ تفصیل کے لیے دیکھیں: القول المقبول (ص: ٥٨٧)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الذي لا ترده عن القوم المجرمين. بسم الله الرحمن الرحيم، اللهم إنا نستعينك، ونستغفرك، ونثني عليك الخير ولا نكفرك. بسم الله الرحمن الرحيم، اللهم إياك نعبد، ولك نصلي ونسجد، وإليك نسعىٰ ونحفد، ونخشىٰ عذابك الجد، ونرجوا رحمتك، إن عذابك بالكفار ملحق﴾ (رواه ابن أبي شيبة و ابن السني) ❶

"یا اللہ! مسلمان مرد و عورت اور فرمانبردار مرد اور عورت کو بخش، ان کے دلوں میں الفت ڈال، ان کی حالت سنوار، ان کی اپنے اور ان کے دشمن پر مدد کر۔ یا اللہ! ان کافروں پر لعنت کر جو تیرے راستے سے روکتے ہیں، تیرے رسولوں کو جھٹلاتے اور تیرے دوستوں سے لڑتے ہیں۔ یا اللہ! ان کی بات ایک نہ ہو، ان کے قدموں کو ہلا دے، ان پر وہ عذاب نازل کر جس کو تُو قومِ گنہگار سے رد نہیں کرتا۔ اللہ کے نام سے جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔ یا اللہ! ہم تجھ سے مدد مانگتے ہیں اور تجھ سے بخشش طلب کرتے ہیں، تیری اچھی تعریف کرتے ہیں، تیری ناشکری نہیں کرتے۔ اللہ کے نام سے جو بخشش کرنے والا مہربان ہے، یا اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے لیے ہی نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے ہیں اور تیری طرف ہی دوڑتے ہیں اور خدمت پر حاضر ہیں، تیرے سخت عذاب سے ڈرتے ہیں اور تیری رحمت کی امید کرتے ہیں، بلاشبہ تیرا عذاب کفار کو ملنے والا ہے۔"

❶ ان الفاظ کے ساتھ یہ دعا محولہ بالا اور دیگر کتب میں تلاش بسیار کے باوجود نہیں ملی، البتہ اس سے قریب تر الفاظ عبدالرزاق (المصنف: ۳/ ۱۱۱) اور بیہقی (السنن الکبریٰ: ۲/ ۲۱۰) کی روایت کے ہیں اور اسے بیہقی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلام کے بعد اللہ اکبر کہے۔ جماعت کے بعد بلند آواز سے کہے۔[1] پھر "أستغفر الله" تین دفعہ کہے اور قبلہ رو ہو کر پھر یہ پڑھے:

«اللهم أنت السلام، ومنك السلام، تباركت يا ذا الجلال والإكرام»[2] (مسلم، مشكاة، ص: ۸۸)

"یا اللہ! تُو سلام ہے، تجھی سے سلام ہے، بابرکت ہے تُو اے بزرگ عزت دینے والے!"

اس کے بعد پھر یہ کہے:

«لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير. اللهم لا مانع لما أعطيت، ولا معطي لما منعت، ولا ينفع ذا الجد منك الجد»[3]

"اللہ اکیلے کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے ملک ہے اور اس کے لیے تعریف، وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ تُو جس کو دے اس کو کوئی روکنے والا نہیں، جو تُو روک لے اس کو کوئی دینے والا نہیں، غنی کو تجھ سے اس کی غنا کام نہیں آتی۔"

(متفق عليه، مشكاة، ص: ۹۸)

سلام کے بعد ایک اور دعا:

«لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير. لا حول ولا قوة إلا بالله. لا إله إلا الله، ولا نعبد إلا إياه، له النعمة وله الفضل وله

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (۸۰٦) صحيح مسلم، رقم الحديث (۵۸۳)

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (۵۹۱)

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث (۸۰۸) صحيح مسلم، رقم الحديث (۵۹۳)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الثناء الحسن، لا إله إلا الله مخلصين له الدين ولو كره الكافرون» (رواه مسلم: ۸۸) ❶

"اللہ اکیلے کے سوا کوئی لائقِ بندگی نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اس کے لیے ملک ہے اور اس کے لیے تعریف ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ نہ کرنے اور کرنے کی طاقت اسی کے ساتھ ہے، اس کے سوا کوئی لائقِ بندگی نہیں، ہم اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے، اسی کے لیے نعمت اور اسی کا فضل ہے اور اسی کے لیے بہتر تعریف ہے، اس کے سوا کوئی لائقِ بندگی نہیں، ہم خالص طور پر اسی کی فرمانبرداری کرتے ہیں اگرچہ کافر برا جانیں۔"

آنحضرت ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو کہا: تم نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرو:

«رب أعني على ذكرك وشكرك وحسن عبادتك» ❷

(أحمد، أبو داود، نسائي، مشكاة، ص: ۸۸)

"اے میرے رب! اپنے ذکر اور شکر اور اچھی بندگی پر میری مدد کر۔"

سبحان الله ۳۳ دفعہ، ألحمدلله ۳۳ دفعہ اور الله أكبر ۳۴ دفعہ۔ ❸

(رواه مسلم، مشكاة، ص: ۹۸)

---

❶ صحيح مسلم، رقم الحديث (٥٩٤)

❷ سنن أبي داود، رقم الحديث (١٥٢٢) سنن النسائي، رقم الحديث (١٣٠٣) یہ نسائی کے الفاظ ہیں، جبکہ ابو داود میں "رب" کے بجائے "اللھم" ہے۔ اسے امام ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم، ذہبی اور نووی وغیرہم رحمہم اللہ نے صحیح اور ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو قوی کہا ہے۔ (خلاصة الأحكام: ١/ ٤٦٨، بلوغ المرام مع توضيح الأحكام: ٢/ ٣٠٨)

❸ صحيح مسلم، رقم الحديث (٥٩٦)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا: سبحان اللّٰہ ۲۵ دفعہ، الحمدللّٰہ ۲۵ دفعہ، اللّٰہ أکبر ۲۵ دفعہ اور لا إلہ إلا اللّٰہ (۲۵) دفعہ۔❶ (رواہ أحمد والنسائي، مشکاۃ، ص: ۸۹)

نماز میں فاتحہ کے بعد سورت کا ملانا سنتِ مؤکدہ ہے مگر فرضوں کی پچھلی دو رکعتوں میں سنتِ مؤکدہ نہیں، جہاں سے چاہے اور جتنا چاہے قرآن پڑھے، آسانی کے واسطے یہاں دو سورتیں لکھی جاتی ہیں۔

سورۂ کافرون:

﴿ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ﴾ [الکافرون: ۱۔۶]

”کہہ دو: اے کافرو! میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم کرتے ہو نہ تم بھی اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں کرتا ہوں، نہ میں عبادت کرنے والا ہوں جس کی تم نے عبادت کی، نہ تم عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں، تمھارا دین تمھارے لیے اور میرا دین میرے لیے۔“

سورۂ اخلاص:

اس کے پڑھنے سے تیسرا حصہ قرآن پڑھنے کا ثواب ملتا ہے:❷

﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝

❶ سنن الترمذي، رقم الحدیث (۳٤۱۳) سنن النسائي، رقم الحدیث (۱۳۵۰) اسے ترمذی، ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم اور ذہبی رحمہم اللہ نے صحیح کہا ہے۔

❷ صحیح البخاري، رقم الحدیث (٤۷۲٦) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۸۱۱)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾ [الإخلاص: ١-٤]

”کہہ دو: بات یہ ہے کہ اللہ یکتا ہے، اللہ کسی کا محتاج نہیں، سب اس کے محتاج ہیں۔ نہ اس نے جنا، نہ وہ جنا گیا اور نہ اس کے برابر کوئی ہے۔“

آیۃ الکرسی:

ہر نماز کے بعد اس کو پڑھنا چاہیے:[1]

﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ لَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ لَا يَؤُدُهٗ حِفْظُهُمَا وَ هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ﴾ [البقرة: ٢٥٥]

”اللہ کے سوا کوئی لائقِ بندگی نہیں، وہ زندہ، خود قائم اور قائم رکھنے

---

[1] جیسا کہ حدیث میں ہے کہ جو ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھتا ہے، وہ فوت ہوتے ہی جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (السنن الكبرى للنسائي: ٦/ ٣٠، المعجم الكبير للطبراني: ٨/ ١١٤) اسے امام ابن کثیر، سیوطی، زیلعی، طاہر پٹنی اور ابن الفضل رحمہم اللہ نے شرط بخاری پر صحیح، اور امام ابن حبان، منذری، ابن حجر اور ابن عبدالہادی رحمہم اللہ نے صحیح، ہیثمی رحمہ اللہ نے جید، مناوی رحمہ اللہ نے حسن کہا ہے۔ (تفسير ابن كثير: ١/ ٦١٠، اللآلي المصنوعة: ١/ ٢١٠، تخريج أحاديث الكشاف: ١/ ١٦١) تذكرة الموضوعات، ص: ٧٩، الترغيب والترهيب: ٢/ ٣٩٩ تخريج أحاديث المشكاة كما في التعقبات للسيوطي، ص: ٨، المحرر، ص: ٢٠٩، مجمع الزوائد: ١٠/ ١٢٨، التيسير: ٢/ ٨٤٤) اس کے علاوہ دیگر علماء نے بھی اسے صحیح وقابلِ احتجاج قرار دیا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والا ہے، نہ اس کو اونگھ آتی ہے نہ نیند، اسی کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔ اس کے پاس اس کے حکم کے سوا کون ہے جو سفارش کرے، جو ان کے آگے اور پیچھے ہے سب سے واقف ہے، اللہ کے علم سے وہ کسی چیز سے پورے طور پر واقف نہیں مگر جو چاہے، اس کی کرسی نے آسمانوں اور زمین کو گھیر لیا ہے، ان دونوں کی حفاظت کا اس کو بوجھ محسوس نہیں ہوتا، وہ بلند اور بزرگ ہے۔"

قرض کی دعا:

« اللهم اكفني بحلالك عن حرامك، وأغنني بفضلك عمن سواك » (ترمذي) [1]

"یا اللہ! مجھے اپنے حلال کے ذریعے حرام سے بچا اور اپنے فضل کے ساتھ اپنے ماسوا سے بے پرواہ کر دے۔"

کفارۂ مجلس اور اعمالِ مجلس کے لیے محافظ:

« سبحانك اللهم وبحمدك لا إله إلا أنت أستغفرك وأتوب إليك » (نسائي) [2]

"تیری پاکیزگی بیان کرتا ہوں اور تیری تعریف کرتا ہوں، تیرے

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (٣٥٦٣) اسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے حسن غریب اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے حسن اور امام حاکم رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔ (السلسلة الصحيحة، رقم الحديث: ٢٦٦)

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث (٤٨٥٩) سنن الترمذي، رقم الحديث (٣٥٣٣) سنن النسائي، رقم الحديث (١٣٤٤) یہ نسائی کے الفاظ ہیں جبکہ دیگر روایات میں "لا إله إلا أنت" سے پہلے "أشهد أن" کا اضافہ ہے۔ اسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے "حسن غریب صحیح" اور امام حاکم اور ابن حبان رحمہما اللہ نے صحیح کہا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوا کوئی لائقِ بندگی نہیں، تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔"

بیوی کے پاس جانے کی دعا:

اگر اس دعا کے بعد حمل ٹھہرے تو شیطان اس کو ضرر نہیں دے گا۔

«بسم الله، اللهم جنبنا الشيطان، و جنب الشيطان ما رزقتنا» [1]

(بخاري، فتح الباري)

"اللہ کے نام سے، یا اللہ! ہم سے شیطان کو کنارے رکھ، نیز شیطان کو اس سے بھی کنارے رکھ جو تو ہمیں دے۔"

بے چینی اور غم دفع کرنے کی دعا:

«الله لا إله إلا الله العظيم الحليم، لا إله إلا الله رب العرش العظيم، لا إله إلا الله رب السموات ورب الأرض و رب العرش الكريم» [2] (بخاری و مسلم)

"اللہ بزرگ و (بردبار) حوصلے والے کے سوا کوئی لائقِ بندگی نہیں، اللہ عرشِ عظیم کے رب کے سوا کوئی لائقِ بندگی نہیں، اللہ آسمانوں اور زمین کے رب کے سوا کوئی لائقِ بندگی نہیں جو معزز عرش کا رب ہے۔"

سید الاستغفار:

جو شخص صبح و شام اس کو یقین سے پڑھے اگر مر جائے تو جنتی ہوگا:

«اللهم أنت ربي، لا إله إلا أنت، خلقتني وأنا عبدك وأنا علیٰ عهدك ووعدك ماستطعت، أعوذ بك من شر ما

---

[1] صحيح البخاري رقم الحديث (١٤١) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٤٣٤)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٥٩٨٦) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٧٣٠)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صنعت، أبوء لك بنعمتك علي، وأبوء بذنبي، فاغفرلي فإنه لا يغفر الذنوب إلا أنت» [1] (بخاري)

"یا اللہ! تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی لائقِ بندگی نہیں، تو نے مجھے بنایا، میں تیرا بندہ ہوں، میں تیرے فرمان پر قائم اور وعدے کا حتی الامکان مصدق ہوں، تیرے ساتھ اپنے فعل کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں، تیرے آگے تیری نعمت کا اقرار کرتا ہوں، اپنے گناہ کا مقر ہوں، مجھے بخش، بلاشبہ گناہ کو تیرے سوا کوئی نہیں بخشتا۔"

اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب اور تمام دنیا سے بہتر کلمات:

«سبحان الله، والحمد لله، ولا إله إلا الله، والله أكبر» [2] (مسلم)

"اللہ کی پاکیزگی بیان کرتا ہوں، سب تعریف اللہ کے لیے، اللہ کے سوا کوئی لائقِ بندگی نہیں، اللہ سب سے بڑا ہے۔"

سبحان اللہ اگر ایک سو دفعہ پڑھے تو ہزار نیکی لکھی جاتی ہے اور ہزار گناہ دور ہوتے ہیں۔ [3] (مسلم)

دو کلمے جو میزان میں بھاری، زبان پر ہلکے اور اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں، وہ یہ ہیں:

«سبحان الله، وبحمده سبحان الله العظيم» [4] (بخاري و مسلم)

"پاکیزگی بیان کرتا ہوں اللہ کی اور اس کی تعریف کرتا ہوں، اللہ بزرگ کی بزرگی بیان کرتا ہوں۔"

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٥٩٤٧)

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢١٣٧، ٢٦٩٥)

[3] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٦٩٨)

[4] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٣٠٤) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٦٩٤)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو سبحان اللہ وبحمدہ سو دفعہ پڑھے، اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اگرچہ سمندر کی جھاگ جتنے ہوں۔[1] (بخاری، مسلم)

سنن ونوافل کا بیان:

حدیث میں ہے کہ جو شخص بارہ رکعت پر ہمیشگی کرے، اس کے لیے جنت میں گھر تیار ہوتا ہے:[2] چار ظہر سے پہلے، دو ظہر کے بعد، دو مغرب کے بعد، دو عشاء کے بعد، دو فجر سے پہلے۔[3] ایک روایت میں ہے دو عصر سے پہلے،[4] ایک روایت میں ہے جو شخص عصر سے پہلے چار رکعت پڑھے اس پر اللہ رحم کرے۔[5]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٠٤٢) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٦٩١)

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (٦٢٨)

[3] سنن الترمذي، رقم الحديث (٤١٥) سنن النسائي، رقم الحديث (١٧٩٤) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (١١٤٠) اسے امام ابن خزیمہ اور بغوی رحمہ اللہ نے صحیح اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے حسن صحیح کہا ہے۔ (شرح السنة: ٣/ ٣٤٣)

[4] یعنی عشاء کی بجائے عصر کی نماز سے پہلے۔ سنن النسائي، رقم الحديث (١٨٠١) امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے حسن صحیح، ابن خزیمہ، ابن حبان اور امام حاکم رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے لیکن اس کا مدار ابو اسحاق السبیعی پر ہے جو مدلس ہیں اور روایت بھی معنعن ہے، البتہ عصر سے پہلے نوافل پڑھے جا سکتے ہیں، جیسا کہ حدیث میں ہے: « بين كل أذانين صلاة ـ ثلاثاً ـ لمن شاء. » (صحيح البخاري، رقم الحديث: ٥٩٨، صحيح مسلم، رقم الحديث: ٨٣٨) ''اذان اور اقامت کے درمیان جو چاہے نماز پڑھ سکتا ہے۔'' نیز دیکھیں: مجموع الفتاویٰ لابن تیمیة (٢٣/ ١٢٣) مزید برآں ابو داود (١٢٧٢) میں بسند حسن مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عصر سے پہلے دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ اسے نووی، ضیاء المقدسی اور مناوی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔ (الخلاصة: ١/ ٥٣٩، الأحاديث المختارة: ١/ ٢٩٣، التيسير: ٢/ ٥٤٠)

[5] سنن أبي داود، رقم الحديث (١٢٧١) سنن الترمذي، رقم الحديث (٤٣٠) اسے ←

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مغرب سے پہلے نماز پڑھو'' دو دفعہ فرمایا، پھر تیسری دفعہ فرمایا: ''جو چاہے تاکہ طریقہ نہ ہو۔'' ❶

اور فرمایا: ''جو شخص ظہر کے بعد چار رکعت پر ہمیشگی کرے اس پر آگ حرام ہو جاتی ہے۔'' ❷

فرمایا: ''جو شخص جمعہ کے بعد نماز پڑھنا چاہے وہ چار رکعت پڑھے۔'' ❸

تہجد کی نماز ایک رکعت سے ۸ رکعت تک ثابت ہے۔ ۳، ۵، ۷، ۹ ایک سلام سے پڑھ سکتا ہے۔ دو دو رکعت کے بعد سلام بہتر ہے۔ تین پڑھے تو دو پڑھ کر سلام پھیرے، پھر ایک رکعت پڑھے، یا تین ایک سلام سے مگر درمیان میں نہ بیٹھے، اسی طرح پانچ اگر ایک سلام سے پڑھے تو ایک ہی دفعہ آخر میں بیٹھے، اگر سات ایک سلام سے پڑھے تو ایک تشہد اور دو تشہد سے بھی پڑھ سکتا ہے: ایک چھٹی رکعت میں، ایک ساتویں میں اور اگر نو ایک سلام سے پڑھے تو دو تشہد پڑھے: ایک آٹھویں، ایک نویں رکعت میں۔ تہجد کی نماز دو ہلکی رکعتوں سے شروع کریں، ہر چہار رکعت کے بعد کچھ بیٹھ کر پڑھے یا دعا کرے یا لیٹ جائے۔

← امام ترمذی رحمہ اللہ نے حسن غریب، ابن خزیمہ، ابن حبان، مناوی رحمہم اللہ نے صحیح اور ابن الملقن رحمہ اللہ نے حسن کہا ہے۔ (التیسیر: ٢/ ٦٠، البدر المنیر: ٤/ ٢٨٧)

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث (١١٢٨)

❷ سنن أبي داود، رقم الحديث (١٢٦٩) سنن الترمذي، رقم الحديث (٤٢٧) سنن النسائي، رقم الحديث (١٨١٢) سنن ابن ماجه (١١٦٠) اسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے حسن صحیح غریب، ابن خزیمہ، حاکم، نووی اور البانی رحمہم اللہ نے صحیح کہا ہے۔ (شرح مسلم للنووي: ٦/ ٨، صحيح أبي داود، رقم الحديث: ١١٥٢)

❸ صحيح مسلم، رقم الحديث (٨٨١)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاشت کی نماز:

دو سے بارہ رکعت تک وارد ہے۔[1]

جب مسجد میں آئے تو دو رکعت بیٹھنے سے پہلے پڑھے۔[2]

صفوں کا ذکر:

صفوں کو درست کرنا چاہیے۔[3] جو صف توڑے اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سے الگ کر دیتا ہے۔[4] صف بندی نہ کرنے سے دل ٹیڑھے ہو جاتے ہیں۔[5] ٹخنے ایک لائن میں ہونے چاہییں، جب صف درست کرے تو ٹخنوں اور کندھوں کو ملا کر درست کرے۔[6] امام صف کے درمیان ہونا چاہیے۔[7] اگر کچھ زیادتی ہو تو

---

1. یعنی دو، چار، چھ اور آٹھ رکعتیں۔ دیکھیں: صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٥٠، ١٨٨٠) صحيح مسلم، رقم الحديث (٣٣٦، ٧١٩) بارہ رکعات والی روایت سنن الترمذی (۴۷۳) اور سنن ابن ماجہ (۱۳۸۰) میں ہے، اس کی سند میں موسیٰ بن فلان بن موسیٰ مجہول ہے۔
2. صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٣٣، ١١١٠) صحيح مسلم، برقم (٧١٤)
3. صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٩٠) صحيح مسلم، رقم الحديث (٤٣٣)
4. سنن أبي داود، رقم الحديث (٦٦٦) سنن النسائي، رقم الحديث (٨١٩) اسے امام ابن خزیمہ، حاکم، ذہبی، مناوی، مغلطائی اور نووی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔ (التيسير: ٢/ ٨٦٤، شرح ابن ماجه لمغلطائي: ٥/ ١٦٤٩، خلاصة الأحكام: ٢/ ٧٠٧)
5. سنن أبي داود، رقم الحديث (٦٦٢) اسے ابن خزیمہ، ابن حبان، ابن السکن اور ابن الملقن رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔ (البدر المنير: ١/ ٦٧٨) نیز دیکھیں: صحيح مسلم (٤٣٢)
6. جیسا کہ گذشتہ حدیث میں ہے۔
7. سنن أبي داود، رقم الحديث (٦٨١) اس کی سند میں یحییٰ بن بشیر اور امۃ الواحد ماں بیٹا دونوں مجہول ہیں۔ اسے عبدالحق اشبیلی، ابن القطان، ذہبی اور البانی رحمہ اللہ نے ضعیف کہا ہے۔ (بيان الوهم والإيهام لابن القطان: ٣/ ٣٥٠، ضعيف سنن أبي داود، برقم: ١٠٦)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دائیں جانب ہو۔ ❶ پہلی صف پوری کرنے کے بعد دوسری صف شروع کریں۔ ❷ امام کے قریب سمجھدار صاحب عقل وعلم ہونا چاہیے۔ ❸

سجدۂ سہو:

نماز میں اگر رکعات زیادہ ہو جائیں تو سجدہ آخر میں کرے۔ ❹ سلام کے بعد کرنا بہتر ہے۔ ❺ سجدہ سہو کے بعد خواہ تشہد پڑھے یا نہ۔ ❻ اگر درمیانی تشہد چھوڑ دے، یا کم نماز پڑھ کر غلطی سے سلام پھیرے، جب نماز تمام کرے تو سلام سے قبل سجدۂ سہو کرنا بہتر ہے۔ ❼ باقی ان کے سوا تین سجدے یا دو رکوع یا دو قیام یا

---

❶ کیونکہ امام کے دائیں جانب کھڑا ہونا مستحب ہے اور صحابہ کی یہی کوشش ہوا کرتی تھی، جیسا کہ صحیح مسلم (۷۰۹) میں ہے۔

❷ سنن أبي داود، رقم الحدیث (٦٧١) سنن النسائي، رقم الحدیث (٨١٨) اسے امام ابن خزیمہ، ابن حبان، ضیاء المقدسی، مناوی رحمہم اللہ نے صحیح اور امام احمد اور نووی رحمہما اللہ نے حسن کہا ہے۔ (الأحادیث المختارة: ٦/ ٣٤٩، التیسیر: ١/ ٦٤، شرح ابن ماجه لمغلطائي: ٥/ ١٦٥٠، خلاصة الأحکام: ٢/ ٧٠٩)

❸ صحیح مسلم، رقم الحدیث (٤٣٢)

❹ صحیح مسلم، رقم الحدیث (٥٧١)

❺ زیادتی کی صورت میں اگر سلام سے پہلے نمازی کو سہو کا علم ہو جائے تو سجدۂ سہو قبل از سلام ہی ہوگا، جیسا کہ مسلم (۵۷۱) کی روایت میں ہے۔ واللہ اعلم.

❻ سنن أبي داود، رقم الحدیث (١٠٣٩) سنن الترمذي، رقم الحدیث (٣٩٥) امام بیہقی، حافظ ابن حجر اور علامہ البانی رحمہم اللہ نے اس روایت میں تشہد کے اضافے کو شاذ قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیں: السنن الکبریٰ للبیهقي (٢/ ٣٥٥) فتح الباري (٣/ ٩٨۔ ٩٩) إرواء الغلیل (٤٠٣)

❼ تشہد چھوڑنے کی صورت میں سلام سے پہلے ہی سجدے کیے جائیں گے۔ (صحیح البخاري، رقم الحدیث: ١١٦٦، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ٥٧٠) اور اگر رکعت چھوڑے تو بعد از سلام۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تین قعدے کرے تو اسے اختیار ہے، خواہ سلام کے پہلے سجدہ کرے یا بعد۔ اگر تکبیرِ تحریمہ، فاتحہ، قیام، رکوع، قومہ، سجدہ کسی رکعت میں یا آخری تشہد چھوڑے تو تشہد پڑھ کر سجدہ کرے، اور اگر رکعت چھوڑ دے تو اس رکعت کا اعادہ کر کے سجدۂ سہو کرے۔[1]

سجدۂ تلاوت:

سجدۂ تلاوت فرض نہیں مؤکد امر ہے۔[2] قرآن مجید میں پندرہ سجدے ہیں۔[3]

نمازِ جنازہ:

نماز جنازہ اللہ اکبر سے شروع ہوتی ہے[4] اور السلام علیکم پر ختم ہوتی ہے۔[5] اللہ اکبر اور سلام کے درمیان تین دفعہ مزید اللہ اکبر کہا جاتا

[1] اور یہ سجودِ سہو بعد از سلام ہوں گے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ٥٧٤)

[2] صحیح البخاري، رقم الحدیث (١٠٢٣، ١٠٢٧) صحیح مسلم، رقم الحدیث (٥٧٧)

[3] سنن أبي داود، رقم الحدیث (١٤٠١) سنن ابن ماجه، رقم الحدیث (١٠٥٧) اس کی سند میں حارث بن سعید العتقی مجہول ہے۔ اس روایت کو عبدالحق الاشبیلی، ابن القطان اور ابن الملقن رحمہ اللہ نے ضعیف کہا ہے۔ (بیان الوهم والإیهام: ٣/ ١٥٨، البدر المنیر: ٤/ ٢٥٨) یہ حدیث سنداً اگرچہ ضعیف ہے لیکن سجودِ تلاوت کی یہ تعداد صحیح ہے کیونکہ دیگر احادیث کو جمع کرنے سے پندرہ سجدے ہی ثابت ہوتے ہیں، ان سجود کے مقامات اور مذکورہ تفصیل کے لیے دیکھیں: نیل الأوطار (٣/ ١١٧) تمام المنة للألباني (ص: ٢٦٩۔ ٢٧)

[4] مصنف عبد الرزاق (٣/ ٤٨٩) السنن الکبری للنسائي (١/ ٦٤٤) اسے ابن الجارود، نووی، ابن حجر رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔ (المجموع: ٥/ ٢٣٣، فتح الباري: ٣/ ٢٠٤)

[5] السنن الکبری للبیهقي (٤/ ٤٣) اس کی سند کو امام نووی رحمہ اللہ نے جید اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے حسن کہا ہے۔ (الخلاصة: ٢/ ٩٨٢، أحکام الجنائز، ص: ١٢٧) علامہ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: طبرانی رحمہ اللہ نے اسے "کبیر" میں روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد: ٣/ ١٤١)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ (1) نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنا سنت اور حق ہے (2) اور اس کے بعد درود اس کے بعد میت کے لیے دعا کرنی چاہیے، (3) خواہ یہ سب پہلی دو تکبیروں میں پڑھ کر پھر تکبیریں کہہ کر سلام پھیر دے، خواہ تقسیم کردے، پہلی کے بعد سورۂ فاتحہ، دوسری کے بعد درود، تیسری کے بعد دعا۔ یا فاتحہ، درود، دعا پہلی تکبیر کے بعد پڑھ کر دوسری تکبیر کے بعد پھر دعا کرتا رہے۔ آخر میں سلام کچھ آہستہ کہے۔ (4) اگر پہلی تکبیر کے بعد دعائے استفتاح بھی پڑھے تو بہتر ہے۔ (5)

جنازے کی دعا:

«اللهم اغفر لحينا وميتنا وشاهدنا وغائبنا وصغيرنا وكبيرنا وذكرنا وأنثانا. اللهم من أحييته منا فأحيه على الإسلام، ومن توفيته منا فتوفه على الإيمان، اللهم لا تحرمنا أجره [ولا تفتنا بعده.]» (6) (رواه أحمد و أبو داود والترمذي وابن ماجه، مشكوة)

---

(1) صحيح البخاري، رقم الحديث (١١٨٨) صحيح مسلم، رقم الحديث (٩٥١)

(2) صحيح البخاري، رقم الحديث (١٢٧٠)

(3) مصنف عبد الرزاق (٣/ ٤٨٩) السنن الكبرى للنسائي (١/ ٦٤٤) اسے ابن الجارود، نووی، ابن حجر رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔ (المجموع: ٥/ ٢٣٣، فتح الباري: ٣/ ٢٠٤)

(4) مصنف عبد الرزاق (٣/ ٤٨٩) السنن الكبرى للنسائي (١/ ٦٤٤) اسے ابن الجارود، نووی، ابن حجر رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔ (المجموع: ٥/ ٢٣٣، فتح الباري: ٣/ ٢٠٤)

(5) امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نمازِ جنازہ میں دعائے استفتاح کا پڑھنا غیر مستحب ہے۔ (الأذكار، ص: ٤٥) علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نمازِ جنازہ میں دعائے استفتاح کی کوئی دلیل صحیح نہیں ہے۔ مزید لکھتے ہیں: ''یہ بات ہمارے علماء کے غرائب میں سے ہے کہ وہ فرض نمازوں پر قیاس کرتے ہوئے دعائے استفتاح کو نمازِ جنازہ میں ثابت کرتے ہیں، حالانکہ اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ (أصل صفة الصلاة: ١/ ٢٠٨، ٢٥٩)

(6) سنن أبي داود، رقم الحديث (٣٢٠١) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (١٤٩٨)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اے اللہ! ہمارے زندوں، مردوں، حاضر، غائب، چھوٹے، بڑے، مرد، عورت کو بخش دے۔ یا اللہ! جس کو تُو ہم سے زندہ رکھے اس کو اسلام پر زندہ رکھ، اور جس کو ہم سے وفات دے اس کو ایمان پر وفات دے۔ یا اللہ! ہم کو اس کے اجر سے محروم نہ رکھ، اور اس کے بعد فتنے میں نہ ڈال۔"

دوسری دعا:

«اللهم اغفرله، وارحمه، وعافه، واعف عنه، وأكرم نزله، ووسع مدخله، واغسله بالماء والثلج والبرد، ونقه من الخطايا كما نقيت الثوب الأبيض من الدنس، وأبدله داراً خيراً من داره، وأهلاً خيرا من أهله، وزوجا خيراً من زوجه، وأدخله الجنة وأعذه من عذاب القبر ومن عذاب النار» ❶ (مسلم، مشکوۃ)

"یا اللہ! اس کو بخش اور رحم کر، عافیت دے، معاف کر، اس کی مہمانی اچھی کر، اس کی جگہ فراخ کر، اس کو پانی، برف اور اولے سے دھو، گناہوں سے اس طرح پاک کر جیسے سفید کپڑا میل سے صاف کرتا ہے، اس کو اپنے گھر کے عوض بہتر گھر اور اہل سے بہتر اہل، بیوی سے بہتر بیوی عنایت فرما، اس کو جنت میں داخل کر اور اس کو قبر اور آگ کے عذاب سے پناہ دے۔"

← یہ ابن ماجہ کے الفاظ ہیں اور اس میں "ولا تفتنا بعده" کے بجائے "ولا تضلنا بعده" ہے۔ سنن کبری للنسائی میں اسی سیاق وسباق کے ساتھ یہ دعا موجود ہے لیکن ابتدائی الفاظ میں تقدیم وتاخیر ہے۔ (۶/ ۲۶۶) اور الدعا للطبرانی (ص: ۳۵۵) میں بغیر کسی اختلاف کے یہی الفاظ موجود ہیں لیکن اس کی سند میں محمد بن اسحاق مدلس ہیں اور روایت بھی معنعن ہے۔

❶ صحيح مسلم، رقم الحديث (۹۶۳)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسوم:

تیجا، قل، ساتواں، چالیسواں، ختم پڑھنا، محرم میں نذر دینا اور بارہ وفات پر چراغاں، نصف شعبان یہ سب بدعت ہیں، ان سے بچنا چاہیے۔

جنازے کے بعد دفن سے پہلے میت کے لیے جمع ہو کر دعا کرنا ثابت نہیں، دفن کے بعد دعا کرنی چاہیے۔[1] دفن کے بعد اہل میت کے گھر تعزیت کے لیے جانا ثابت ہے[2] مگر آج کل جو ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا اور اس کو سنت کی طرح سمجھنا، نہ کرنے والے پر طعن و ملامت کرنا رائج ہے، یہ قطعاً بدعت ہے۔

نماز عید فطر واضحیٰ:

خطبہ سے پہلے دو رکعت بلا اذان و اقامت۔[3] پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے سات تکبیریں اور دوسری میں پانچ۔[4] اس حدیث کی سند چار تکبیر والی روایت

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (۳۲۲۱) اسے امام حاکم اور ضیاء المقدسی رحمہ اللہ نے صحیح، امام منذری اور نووی رحمہ اللہ نے حسن کہا ہے۔ (الأحاديث المختارة: ۱/ ۵۲۲، البدر المنير: ۵/ ۳۳۱، الأذكار، ص: ۱۶۲)

[2] مستدرك حاكم (۱/ ۵۴۰) اسے امام حاکم رحمہ اللہ نے صحیح اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے حسن کہا ہے۔ (أحكام الجنائز، ص: ۱۶۵) علامہ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اسے بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ (مجمع الزوائد: ۳/ ۹۱) نیز دیکھیں: صحیح مسلم، رقم الحديث (۹۲۰)

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث (۹۱۴) صحيح مسلم، رقم الحديث (۸۸۵، ۸۸۸)

[4] سنن أبي داود، رقم الحديث (۱۱۴۹، ۱۱۵۱) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (۱۲۷۸) عن عائشة و عبدالله بن عمرو رضي الله عنهما. حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا صحیح ہے، تفصیل کے لیے دیکھیں: (إرواء الغليل: ۶۳۹) اور حدیث ابن عمرو رضی اللہ عنہما کو امام احمد، ابن المدینی، بخاری اور ابن الجارود رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔ (تلخيص الحبير: ۲/ ۲۰۰)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے زیادہ قوی ہے۔ ① عیدگاہ میں عید سے پہلے اور پیچھے نماز پڑھنا ثابت نہیں۔ ② عید و جمعہ اگر جمع ہوں تو جمعہ کے ترک کی اجازت ہے۔ ③ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورہ اعلیٰ اور دوسری میں غاشیہ ④ یا پہلی میں سورۂ ق اور دوسری میں سورۂ قمر پڑھنی مسنون ہے۔ ⑤ (ترمذي، ابن ماجه، دارقطني)

نمازِ سفر:

سفر میں ظہر و عصر و عشاء کی دو دو رکعت فرض ہیں، حدیث میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ تین فرسخ یا نو میل کا سفر کرتے تو دوگانہ پڑھتے۔ ⑥ (مسلم)

---

① سنن أبي داود، رقم الحدیث (۱۱۵۲) چار تکبیروں کا ذکر سلیمان بن حیان کی روایت میں ہے جو ابن حیان کا وہم اور خطا ہے، جیسا کہ بیہقی رحمہ اللہ نے کہا ہے۔ (سنن الکبری: ۳/ ۲۸۵) اور ابن حیان مذکور نے ''چار'' کے لفظ میں طائفی کے دیگر شاگرد ابن المبارک اور وکیع رحمہ اللہ کی مخالفت کی ہے جو ''پانچ'' کا لفظ بیان کرتے ہیں جیسا کہ امام ابو داود نے اشارہ کیا ہے۔ نیز دیکھیں: صحیح أبي داود، رقم الحدیث (۱۰٤٦)

② ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''آپ ﷺ نے عید الفطر کی دو رکعتیں پڑھیں اور ان سے پہلے یا بعد میں کوئی نماز نہیں پڑھی۔ (یعنی نوافل وغیرہ)'' (صحیح البخاري، رقم الحدیث (۹۲۱) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۸۸٤)

③ سنن أبي داود، رقم الحدیث (۱۰۷۰) سنن النسائي، رقم الحدیث (۱۵۹۱) سنن ابن ماجه، رقم الحدیث (۱۳۱۰) اسے امام ابن المدینی، ابن خزیمہ، حاکم اور ذہبی وغیرہم رحمہم اللہ نے صحیح کہا ہے۔ (تلخیص الحبیر: ۲/ ۲۰۹)

④ صحیح مسلم، رقم الحدیث (۸۷۸)

⑤ صحیح مسلم، رقم الحدیث (۸۹۱)

⑥ صحیح مسلم، رقم الحدیث (٦۹۱)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمازِ تراویح:

آنحضرت ﷺ رمضان وغیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہ پڑھتے تھے۔❶ (بخاري)

جمعہ:

جمعہ گاؤں اور شہر والوں پر فرض ہے۔❷ مسافر، مریض، عورت، لڑکا، غلام اس سے مستثنیٰ ہیں۔❸ جمعہ کی طرف جانا ہر بالغ پر فرض ہے۔❹ جمعہ ہر مسلم پر جماعت میں فرض ہے۔❺ جو تین جمعے پے بہ پے سستی سے چھوڑ دے اس کے دل

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث (١٠٩٦) صحيح مسلم، رقم الحديث (٧٣٨)

❷ [الجمعة: ٩] نیز دیکھیں: القول المقبول (ص: ٦١٨ـ ٦١٩)

❸ سنن أبي داود، رقم الحديث (١٠٦٧) اسے امام حاکم، ذہبی اور ابن الملقن رحمہم اللہ نے صحیح کہا ہے۔ (البدر المنير: ٤/ ٦٣٧) امام ابو داود فرماتے ہیں: ''طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو دیکھا ہے لیکن آپ ﷺ سے اس کا سماع نہیں ہے۔'' اور امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس کی سند شرطِ صحیحین پر صحیح ہے۔'' آگے امام ابو داود کے عدمِ سماع (مرسل) کہنے کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اگر طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ کا عدمِ سماع ثابت ہو جائے تو پھر بھی یہ مرسلِ صحابی ہوگی جو حجت ہے۔'' (الخلاصة: ٢/ ٧٥٧) ابن الملقن رحمہ اللہ نے بھی ایسا ہی فرمایا ہے۔ (البدر المنير: ٤/ ٦٣٩)

❹ سنن أبي داود، رقم الحديث (٣٤٢) سنن النسائي، رقم الحديث (١٣٧١) اسے امام ابن الجارود، ابن خزیمہ اور ابن حبان رحمہم اللہ نے صحیح، نووی رحمہ اللہ نے شرط مسلم پر صحیح اور مناوی رحمہ اللہ نے صالح کہا ہے۔ (الخلاصة: ٢/ ٧٥٨، التيسير: ٢/ ٢٦٣)

❺ سنن أبي داود، رقم الحديث (١٠٦٧) اسے امام حاکم، ذہبی اور ابن الملقن رحمہم اللہ نے صحیح کہا ہے۔ (البدر المنير: ٤/ ٦٣٧) امام ابو داود فرماتے ہیں: ''طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو دیکھا ہے لیکن آپ ﷺ سے اس کا سماع نہیں ہے۔'' اور امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس کی سند شرطِ صحیحین پر صحیح ہے۔'' آگے امام ابو داود کے عدمِ سماع ←

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر اللہ مہر لگا دیتا ہے۔❶ جو تین جمعے بلا ضرورت چھوڑ دے وہ منافق لکھا جاتا ہے اور اس میں رد و بدل نہیں ہوتا۔❷ (الشافعي، بخاري، دارقطني، أبو داود، نسائي وغيره)

نمازِ کسوف وخسوف:

چاند اور سورج کے گہن میں نماز پڑھنے کا حکم ہے۔❸ یہ نماز دو رکعت ہے اور ہر رکعت میں دو رکوع ہیں۔❹ یہ روایت سب سے زیادہ صحیح ہے۔ تین چار رکوع والی روایت مسلم میں ہے۔❺ اور پانچ رکوع والی ابوداود میں ہے۔❻ ہر رکعت میں

← (مرسل) کہنے کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اگر طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ کا عدمِ سماع ثابت ہوجائے تو بھی یہ مرسلِ صحابی ہوگی جو حجت ہے۔'' (الخلاصة: ۲/ ۷۵۷) ابن الملقن رحمہ اللہ نے بھی ایسا ہی فرمایا ہے۔ (البدر المنير: ٤/ ٦٣٩)

❶ سنن أبي داود، رقم الحديث (١٠٥٢) سنن الترمذي، رقم الحديث (٥٠٠) سنن النسائي، رقم الحديث (١٣٦٩، ١٣٧٠) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (١١٢٥) اسے ابن الجارود، ابن خزیمہ، ابن حبان، ابن السکن، حاکم، ذہبی، ابن الملقن وغیرہم رحمہم اللہ نے صحیح اور امام ترمذی، بغوی، ابن عبدالبر اور نووی وغیرہم رحمہم اللہ نے حسن کہا ہے۔ (البدر المنير: ٤/ ٥٨٣، ٥٨٩، شرح السنة: ٤/ ٢١٤، التمهيد: ١٦/ ٢٣٩، الخلاصة: ٢/ ٧٥٨) مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کی سند حسن ہے یا صحیح۔ (التيسير: ١٦/ ٢٣٩) نیز دیکھیں: (صحيح مسلم: ٨٦٥)

❷ مسند شافعي (ص: ٧٠) رقم الحديث (٣٠٣) ابراہیم بن محمد ابو اسحاق المدنی شیخ شافعی انتہائی ضعیف ہے، البتہ دیگر صحیح احادیث سے تارک جمعہ بلا عذر کا منافقین میں لکھا جانا اور منافق ہونا مذکورہ اضافے کے بغیر ثابت ہے۔

❸ صحيح البخاري، رقم الحديث (٩٩٤) صحيح مسلم، رقم الحديث (٩١١)

❹ صحيح البخاري، رقم الحديث (١٠٠٤) صحيح مسلم، رقم الحديث (٩٠٧)

❺ صحيح مسلم، رقم الحديث (٩٠٤، ٩٠٨)

❻ سنن أبي داود، رقم الحديث (١١٨٢) ضعيف أبي داود للألباني، رقم الحديث (٢١٤)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب قیام کرے تو سورۂ فاتحہ پڑھے[1] پھر کوئی دوسری سورت ملائے۔[2] صرف محمد بن مسلمہ مالکی نے اس میں مخالفت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رکعت کے دوسرے قیام میں صرف دوسری سورت پر اقتصار کرے۔ عیدین، جمعہ نمازِ گہن میں قراءت بلند آواز سے پڑھے۔[3]

نمازِ استسقاء:

نمازِ استسقاء بھی عیدین کی طرح ہے۔[4] (رواه الشافعي)

نمازِ تسبیح:

چار رکعت پڑھے، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت۔ قراءت کے بعد سبحان الله، والحمد لله، ولا إله إلا الله، والله أكبر پندرہ دفعہ پڑھے۔ رکوع، قومہ، ہر سجدہ، دونوں سجدوں کے درمیان، جلسۂ استراحت اور دونوں تشہدوں میں دس، دس دفعہ پڑھے۔[5] (ابوداود، ابن ماجہ، بیہقی)

1. صحيح البخاري، رقم الحديث (٧٢٣) صحيح مسلم، رقم الحديث (٣٩٤)
2. صحيح البخاري، رقم الحديث (٧٢٤) صحيح مسلم، رقم الحديث (٣٩٧)
3. مراتب الإجماع لابن حزم (ص: ٣٣) المجموع شرح المهذب (٥/ ١٨) أصل صفة صلاة النبي (٢/ ٤١٥)
4. سنن أبي داود، رقم الحديث (١١٦٥) سنن الترمذي، رقم الحديث (٥٥٨) سنن النسائي، رقم الحديث (١٥٢١) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (١٢٦٦) اسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے حسن صحیح، ابو عوانہ، ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم، ضیاء المقدسی، ابن الملقن اور نووی رحمہم اللہ نے صحیح کہا ہے۔ (المحرر، ص: ٢٩٦، الأحاديث المختارة: ٩/ ١٠٥، البدر المنير: ٥/ ١٤٣، المجموع: ٥/ ١٠١)
5. سنن أبي داود، رقم الحديث (١٢٩٧) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (١٣٨٦) متعدد محدثین و علما نے اسے صحیح و حسن کہا ہے۔ (صحيح أبي داود، رقم الحديث: ١١٧٣، القول المقبول، ص: ٦٩٠۔ ٦٩١)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعا:

«اللهم طهر قلبي من النفاق، وعملي من الرياء، ولساني من الكذب، وعيني من الخيانة، فإنك تعلم خائنة الأعين وما تخفي الصدور» (بيهقي) ❶

"یا اللہ! پاک کر میرا دل نفاق سے اور میرا عمل دکھاوے سے اور میری زبان جھوٹ سے اور میری آنکھ خیانت سے، بے شک تو جانتا ہے آنکھوں کی خیانت اور جو چھپاتے ہیں سینے۔"

تمام شد

❶ الدعوات الکبیر للبیهقي (۱/ ۳۵۰) اس کی سند سخت ضعیف ہے، اسے ابن السکن، عراقی، مناوی اور ابن حجر رحمہ اللہ نے ضعیف کہا ہے۔ (الإصابة: ۸/ ۳۰۹، الإحیاء مع المغني (۳/ ۱۳۲، التیسیر: ۱/ ۴٤٤)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ اوقات صرف ضلع گوجرانوالہ کے لیے مخصوص ہیں

ماہ بمعہ تاریخ	صبح صادق		طلوع آفتاب		زوال		اخیر ظل اول		اخیر ظل ثانی		غروب آفتاب		غروب شفق	
	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ
یکم جنوری	۶	۷	۷	۳۴	۱۲	۳۸	۳	۱۰	۴	۳	۵	۴۱	۷	۸
۱۰/ "	۶	۷	۷	۳۵	۱۲	۴۲	۳	۱۴	۴	۱۰	۵	۴۸	۷	۱۴
۲۰/ "	۶	۸	۷	۳۳	۱۲	۴۵	۳	۲۰	۴	۱۹	۵	۵۶	۷	۲۱
یکم فروری	۶	۳	۷	۲۷	۱۲	۴۷	۳	۲۷	۴	۳۰	۶	۸	۷	۳۱
۱۰/ "	۵	۵۸	۷	۲۱	۱۲	۴۸	۳	۳۲	۴	۳۷	۶	۱۵	۷	۳۸
۲۰/ "	۵	۵۱	۷	۱۱	۱۲	۴۸	۳	۳۷	۴	۴۵	۶	۲۴	۷	۴۵
یکم مارچ	۵	۴۱	۷	۲	۱۲	۴۷	۳	۴۵	۴	۵۱	۶	۳۱	۷	۵۲
۱۰/ "	۵	۳۱	۶	۵۲	۱۲	۴۵	۳	۴۱	۴	۵۶	۶	۳۸	۷	۵۹
۲۰/ "	۵	۱۹	۶	۳۹	۱۲	۴۲	۳	۴۳	۶	۰۰	۶	۴۵	۸	۴
یکم اپریل	۵	۳	۶	۲۳	۱۲	۳۸	۳	۴۵	۵	۵	۶	۵۲	۸	۱۴
۱۰/ "	۴	۴۹	۶	۱۲	۱۲	۳۶	۳	۴۷	۵	۹	۶	۵۹	۸	۲۱
۲۰/ "	۴	۳۵	۶	۰۰	۱۲	۳۳	۳	۴۸	۵	۱۳	۷	۳	۸	۳۰
یکم مئی	۴	۲۱	۵	۴۹	۱۲	۳۱	۳	۵۰	۵	۲۱	۷	۱۲	۸	۴۰
۱۰/ "	۴	۱۱	۵	۴۱	۱۲	۳۰	۳	۵۴	۵	۲۴	۷	۱۹	۸	۴۸
۲۰/ "	۴	۰۰	۵	۳۴	۱۲	۳۰	۳	۵۷	۵	۲۶	۷	۲۵	۸	۵۸
یکم جون	۳	۵۲	۵	۳۰	۱۲	۳۲	۴	۱	۵	۲۸	۷	۳۰	۹	۱۰
۱۰/ "	۳	۵۰	۵	۲۸	۱۲	۳۳	۴	۴	۵	۲۹	۷	۳۷	۹	۱۵
۲۰/ "	۳	۵۰	۵	۲۹	۱۲	۳۵	۴	۷	۵	۳۱	۷	۴۰	۹	۱۹
یکم جولائی	۳	۵۳	۵	۳۲	۱۲	۳۷	۴	۸	۵	۳۳	۷	۴۲	۹	۲۱

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماہ بمعہ تاریخ	صبح صادق		طلوع آفتاب		زوال		اخیر ظل اول		اخیر ظل ثانی		غروب آفتاب		غروب شفق	
	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ
۱۰ر جولائی	۳	۵۹	۵	۳۶	۱۲	۳۸	۴	۹	۵	۳۲	۷	۴۱	۹	۱۸
۲۰ر 〃	۴	۶	۵	۴۲	۱۲	۴۰	۴	۷	۵	۳۱	۷	۳۹	۹	۱۴
یکم اگست	۴	۱۷	۵	۵۰	۱۲	۴۰	۴	۵	۵	۲۹	۷	۳۱	۹	۳
۱۰ر 〃	۴	۲۵	۵	۵۶	۱۲	۳۹	۴	۱	۵	۲۳	۷	۲۲	۸	۵۳
۲۰ر 〃	۴	۳۴	۶	۲	۱۲	۳۷	۳	۵۳	۵	۱۷	۷	۱۳	۸	۴۰
یکم ستمبر	۴	۴۵	۶	۸	۱۲	۳۴	۳	۴۷	۵	۷	۶	۵۹	۸	۲۳
۱۰ر 〃	۴	۵۶	۶	۱۵	۱۲	۳۱	۳	۴۱	۵	۰۰	۶	۴۷	۸	۱۰
۲۰ر 〃	۴	۵۹	۶	۲۲	۱۲	۲۷	۳	۳۱	۴	۵۰	۶	۳۵	۷	۵۶
یکم اکتوبر	۵	۶	۶	۲۸	۱۲	۲۴	۳	۲۲	۴	۳۹	۶	۲۰	۷	۴۱
۱۰ر 〃	۵	۱۲	۶	۳۳	۱۲	۲۱	۳	۱۹	۴	۳۰	۶	۸	۷	۲۹
۲۰ر 〃	۵	۱۸	۶	۴۱	۱۲	۱۹	۳	۱۱	۴	۲۰	۵	۵۷	۷	۱۸
یکم نومبر	۵	۲۷	۶	۵۰	۱۲	۱۸	۳	۲	۴	۸	۵	۴۵	۷	۸
۱۰ر 〃	۵	۳۳	۶	۵۷	۱۲	۱۸	۳	۰۰	۴	۳	۵	۳۹	۷	۲
۲۰ر 〃	۵	۴۱	۷	۶	۱۲	۲۰	۲	۵۸	۳	۵۷	۵	۳۳	۶	۵۸
یکم دسمبر	۵	۴۹	۷	۱۵	۱۲	۲۳	۳	۰۰	۳	۵۳	۵	۳۰	۶	۵۶
۱۰ر 〃	۵	۵۵	۷	۲۲	۱۲	۲۷	۳	۲	۳	۵۴	۵	۳۰	۶	۵۸
۲۰ر 〃	۶	۲	۷	۲۹	۱۲	۳۲	۳	۴	۳	۵۸	۵	۳۵	۷	۲
۳۱ر 〃	۶	۷	۷	۳۴	۱۲	۳۷	۳	۴	۴	۲	۵	۴۵	۷	۷

ختم شد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرس

○ مقدمہ از مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ 5
○ محدث العصر حافظ گوندلوی رحمہ اللہ کا علمی مقام از مولانا عبدالرحمن ضیاء حفظہ اللہ .. 9
○ مقدمۃ التحقیق 32
○ سوانح مؤلف 42

① ختم نبوت

○ پہلے اسے دیکھیے از برادر مصنف جناب محمد شفیع صاحب 57
○ تعارف از مولانا ابو البرکات احمد رحمہ اللہ 59
○ آغاز کتاب 61
○ دین کے مسائل دو قسم کے ہیں 61
○ ضروریاتِ دین کسے کہتے ہیں؟ 61
○ اجمالی مسائل کون سے ہیں؟ 62
○ ضروریاتِ دین کا منکر کافر ہے 62
○ امت کے درمیان اتفاقی مسائل کا منکر صرف عدمِ علم کی بنا پر معذور ہے.... 62
○ اختلافی مسائل کی دو قسمیں ہیں 62
○ ختم نبوت کا مسئلہ اختلافی ہے اور نہ ہی اسے زیرِ بحث لایا جا سکتا ہے 63
○ کسی مسئلہ کا ضروریاتِ دین سے ہونا الگ مسئلہ ہے اور کسی دلیل کی دلالت میں بحث کرنا الگ چیز ہے 63

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

○ کسی دلیل کی دلالت پر اجماع ہو تو ایسی دلالت میں بحث کرنا جائز نہیں 63

○ زیرِ بحث مسئلہ میں تین بنیادی باتیں 63

○ کفر کی دو قسمیں 64

○ ختم نبوت کا منکر الگ امت کا فرد بن جاتا ہے 64

○ امت کے الگ ہونے کے لیے الگ رسول اور شریعت ضروری ہے . 64

○ مستقل امت بننے کے لیے الگ رسول اور شریعت ہونے کے دلائل ... 64

○ مسئلہ ختم نبوت کے متعلق چند بنیادی باتیں 64

○ مسئلہ ختم نبوت پر امت کا اجماع ہے 65

○ قاضی عیاض کا قول 65

○ مسئلہ ختم نبوت ضروریاتِ دین سے ہے 66

○ ضروریاتِ دین کا منکر کافر ہے خواہ اس کا انکار کسی تاویل کی وجہ سے ہو یا عناد کی بنا پر 66

○ ختم نبوت پر اجماع ہونے پر اعتراضات 66

○ پہلا اعتراض: امام احمد کا مقولہ کہ اجماع کا مدعی کاذب ہے 66

○ جواب 66

○ اجماعی مسائل کی تعداد بیس ہزار سے زیادہ ہے 67

○ اعتراض دوم: ابن عربی کا قول کہ نبوت باقی ہے، صرف تشریعی بند ہے .. 67

○ پہلا جواب: ابن عربی کی حقیقت 67

○ ابن عربی کا کفر، علمائے اہل سنت کے نزدیک 67

○ ابن عربی کے قول کی توجیہ، فتوحاتِ مکیہ کی روشنی میں 68

○ لغوی اور شرعی اعتبار سے نبی کا معنی و اطلاق 69

○ نبی کے شرعی معنی پر قرآنی دلائل 69

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- اعتراض سوم: ملا علی قاری کا قول 70
- پہلا جواب: ملا علی قاری نے ختم نبوت پر اجماع نقل کیا ہے 70
- عام کی دلالت 70
- دوسرا جواب: ملا علی قاری کے قول کی توجیہ 71
- ایک شبہ: کیا ملا علی قاری اجماع کی مخالفت کر کے کافر ہو گئے ہیں .. 71
- جواب: عدمِ علم کی بنا پر اجماع کے منکر کو کافر نہیں کہا جا سکتا 71
- سید رشید رضا کا قول 72
- ختم نبوت کے باب میں تشریعی اور غیر تشریعی کی بحث غلط ہے 73
- ایک مثال سے مزید وضاحت 73
- نبوت کی حقیقت میں بحث کرنا ہمارے بس کی بات نہیں 74
- ختم نبوت کا مسئلہ قرآن مجید کی روشنی میں 74
- پہلی آیت: قیامت تک بعثتِ انبیاء کا وعدۂ الٰہی 74
- دوسری آیت 74
- تیسری آیت 74
- ہدایت اور غیب سے مراد شریعت ہی ہے 75
- عمومِ رسالت کے دلائل 75
- پہلی دلیل 75
- دوسری دلیل 75
- تیسری دلیل 76
- چوتھی دلیل 76
- پانچویں دلیل 76
- چھٹی دلیل 76

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

○ ساتویں دلیل 76
○ آٹھویں دلیل 77
○ کامل اور جامع دین 77
○ واضح دین 77
○ پہلی دلیل 77
○ دوسری دلیل 77
○ تیسری دلیل 77
○ چوتھی دلیل 78
○ محفوظ دین 78
○ پہلی دلیل 78
○ دوسری دلیل 78
○ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین قرار دینے کی وجوہات 78
○ خاتم الانبیاء 79
○ قیامت تک کی ضروریات کا علاج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی میں موجود ہے 79
○ آیت: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ...﴾ کی تشریح 79
○ لفظ ''خاتم'' کا معنی اور اس کا اعراب 79
○ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ کا قول 79
○ خاتم کے دو معانی 80
○ امام قتادہ بن دعامہ رحمہ اللہ کا قول 80
○ امام ابن جریر کا دوسرا قول 80
○ اقرب الموارد کے حوالے سے خاتم کا معنی 80

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

○ علامہ نظام الدین القمی النیسابوری کا قول 80
○ نبی اکرم ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے کی زبردست توجیہ 81
○ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام ختم نبوت کے منافی نہیں 81
○ امام راغب کا قول 81
○ تفسیر جامع البیان کے حوالے سے لفظ خاتم کا معنی 81
○ امام زمخشری کا قول 82
○ امام جلال الدین سیوطی کا قول 82
○ امام فخر الدین رازی کا قول 82
○ سورۂ احزاب میں آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین کیوں کہا گیا؟.... 83
○ لفظ ''خاتم'' پر مختلف اعراب جو ہر معنی کے اعتبار سے ختم نبوت ہی پر
دلالت کرتا ہے.. 83
○ ختم نبوت پر دوسری آیت 83
○ امام جلال الدین محلی کا قول 84
○ تفسیر جامع البیان کے حوالے سے صحابہ کے آثار 84
○ ختم نبوت کا مسئلہ احادیث کی روشنی میں 85
○ پہلی حدیث: حدیثِ خلفاء 85
○ ایک اعتراض 85
○ جواب: حدیثِ خلفاء میں مضارع پر داخل ہونے والی سین کا معنی . 86
○ دوسرا جواب: خلفاء کے ختم ہونے کا یہ معنی نہیں کہ انبیاء کی آمد شروع
ہو جائے گی 86
○ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نبوت کی نفی 86
○ دوسری حدیث: حدیثِ کذابین 86

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- تیسری حدیث: حدیثِ قصر 87
- حدیثِ قصر پر اعتراض 88
- جواب: 89
- چوتھی حدیث: حدیثِ عاقب 89
- پانچویں حدیث: حدیثِ علی بمنزلہ ہارون 90
- سوال: کیا اس حدیث میں صرف نبوتِ علی رضی اللہ عنہ کی نفی مقصود ہے ... 90
- جواب: یہاں ہر قسم کی نبوت کی نفی مراد ہے 90
- چھٹی حدیث: حدیثِ مبشرات 90
- مبشرات کی تشریح 91
- مبشرات کی وضاحت، حدیث نبوی کی روشنی میں 91
- رؤیا صالحہ نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے 92
- سوال: 92
- کیا مبشرات کی بیان کردہ ہماری توضیح قرآن کے منافی ہے؟...... 92
- دوسرا اعتراض 93
- تیسرا اعتراض 93
- چوتھا اعتراض 93
- جواب: مومنوں کے لیے خوشخبری کا صحیح معنی 93
- استقامت کا تحقق کب ہوتا ہے؟ 93
- امام زید بن اسلم اور امام ابن کثیر کا قول 94
- دوسرا جواب: امت میں کشف والہام کے موجود ہونے سے نبوت کا اجراء لازم نہیں آتا 94
- احادیث میں مُحدَّث اور مکلم کا اثبات تردد کے الفاظ کے ساتھ آیا ہے .. 94

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- حدیثِ مُحدَّث 95
- امام ابن تیمیہ اور امام ابن قیم کا کلام 95
- پہلی امتوں میں محدث کیوں تھے اور ہماری امت میں کیوں نہیں؟ . 95
- حدیث کی مزید توضیح 96
- صدیق اور مُحدَّث میں تفاضل 97
- حدیثِ مُحدَّث مبشرات کے منافی نہیں 97
- امت میں تحدیث کے جاری ہونے سے نبوت کا وجود لازم نہیں آتا.. 97
- ایک مثال 98
- تیسرا جواب: الہام کا دعویٰ کرنے والوں کا صدق کیسے معلوم ہو سکتا ہے؟.. 98
- امام ابن قیم کا قول 98
- سلفِ امت میں سے کسی نے محدَّث ہونے کا دعویٰ نہیں کیا 99
- چوتھا جواب: ہر مبشر اور منذر نبی نہیں ہوتا 100
- حدیثِ نبوی کی روشنی میں مزید وضاحت 100
- موصوف کا ایک صفت میں حصر کرنا حقیقی طور پر ممکن ہی نہیں....... 100
- انبیاء کو مبشرین اور منذرین کہنے کی وجہ 100
- قرآنی آیت کی روشنی میں مزید وضاحت 101
- دوسری آیت: نبی نفع ونقصان کا مالک نہیں بلکہ صرف بشیر ونذیر ہے ... 101
- تبشیر وانذار جزوِ نبوت نہیں 101
- ایک آیت سے مزید وضاحت 101
- ایک اور آیت سے بہترین استدلال 102
- ساتویں حدیث: حدیثِ عمر 102
- سوال: کیا حدیثِ عمر اور حدیثِ "لو عاش إبراھیم..." میں تضاد ہے .. 103

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- جواب: حدیث "لو عاش إبراهيم..." کی سند 103
- بعض صحابہ کرام سے بشرطِ زندگی ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ کی نبوت والا قول ثابت ہے 103
- حدیث "لو عاش إبراهيم..." کی سند پر بحث 104
- دوسرا جواب: حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ زندہ نہیں رہ سکتے تھے کیونکہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں 104
- حضرت انس رضی اللہ عنہ کا قول 104
- قرآن مجید کی ایک آیت سے عجیب استدلال 104
- ایک حدیث سے مزید تائید 105
- حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کا قول مرفوع کے حکم میں ہے 105
- سوال: ملا علی قاری کا قول کہ حدیث "لو عاش إبراهيم..." تعددِ طرق کی بنا پر ثابت ہے 105
- اسانید کے شدید ضعف کی وجہ سے یہ حدیث ثابت نہیں 105
- جواب: حدیث کا صحیح مفہوم 105
- ملا علی قاری کے قول کی توجیہ 106
- ملا علی قاری کا ایک اور قول 106
- امام نووی رحمہ اللہ کا قول 107
- امام نووی کے قول کا خلاصہ 107
- امام ابن عبدالبر کا کلام 107
- کیا ابراہیم کی زندگی نبوت کو مستلزم تھی؟ 108
- امام ابن عبدالبر کے اعتراض کا جواب 108
- نبوت کے لیے استعداد 108

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- حافظ ابن عبدالبر کے کلام کی توجیہ 109
- نبوت کے لیے اجتبا کی شرط 109
- صحابہ کرام کے اقوال بہ نسبتِ ابراہیم مرفوع کے حکم میں ہیں 109
- حافظ ابن حجر کا کلام 109
- امام نووی اور حافظ ابن عبدالبر کے اقوال کا جواب 109
- امام نووی اور حافظ ابن عبدالبر کے کلام کی صحیح توجیہ 110
- ملا علی قاری کی ابن حجر مکی کے قول کی تردید 111
- خلاصہ کلام 112
- ملا علی قاری کے قول کا جواب 112
- مزید وضاحت 113
- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ختم نبوت کے منافی نہیں 114
- ملا علی قاری ہر دعویٰ نبوت کو کفر سمجھتے ہیں 114
- آیت خاتم النبیین کے متعلق ملا علی قاری کی غلطی 114
- سوال: کیا ملا علی قاری نے اپنے کلام میں نبوت کا شرعی معنی مراد لیا ہے 115
- جواب: نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ان پر نبوت کا اطلاق بمعنی لغوی ہوگا 115
- ختم نبوت کے متعلق اجماع کس معنی کے اعتبار سے ہے 115
- سوال: کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نبوت سلب ہو جائے گی؟ 115
- جواب 115
- سوال: 116
- جواب 116
- کلمہ ''لو'' کا معنی 116
- دوسرا جواب: 117

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- حدیث ”لا یرد القضاء إلا الدعاء“ کا معنی 117
- تنبیہ 117
- سابق انبیاء کی نبوت حدیثِ ”لا نبي بعدي“ کے منافی نہیں 118
- حدیثِ عمر اور مُحدَّث والی حدیث پر اعتراض 118
- جواب: لفظ ”إِنْ“ اور ”لَوْ“ کا معنی 119
- سوال: حدیثِ عمر غریب ہے 119
- جواب: حدیث غریب ہونے سے ضعیف نہیں بن جاتی 119
- سوال: حدیث ”لا نبي بعدي“ سے مراد یہ ہے کہ عنقریب کوئی نبی نہیں ہوگا 119
- جواب: حدیث میں لفظ عام ہے 119
- مسیح کے متعلق ایک حدیث 119
- سوال 120
- جواب 120
- سوال 120
- جواب 121
- سوال: حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف پہلے انبیاء کی طرح نئے نبی نہیں ہوں گے 121
- جواب: حدیث میں وارد لفظ ”من قبلي“ کا صحیح معنی 121
- سوال: کیا حدیثِ قصر نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے منافی ہے؟ 122
- جواب: 122
- سوال: کیا حدیثِ کذابین سے امت محمدیہ کا شر الأمم ہونا لازم آتا ہے؟ 123

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- جواب: 123
- ایک حدیث سے تائید 123
- قرآنی آیات سے عجیب استدلال 124
- سوال: کیا مسیح موعود کو نبی کریم ﷺ نے خود نبی فرمایا ہے؟ 125
- جواب: حدیث میں کس مسیح کو نبی کہا گیا ہے؟ 125
- سوال: کیا مرزا صاحب سے پہلے امت میں تیس دجال پورے ہو چکے ہیں؟ 126
- جواب: حدیث میں تیس کا لفظ حصر کے لیے نہیں آیا 126
- سوال: کیا دجالوں سے صرف جھوٹی حدیثیں بنانے والے مراد ہیں؟ . 126
- جواب: حدیث کے الفاظ عام ہیں 127
- مرزا غلام قادیانی کا پہلا جھوٹ 127
- دوسرا جھوٹ 127
- مُحدَّث اور نبی کے الہام میں فرق 128
- حدیث "لا نبي بعدي" پر اعتراضات 129
- پہلا اعتراض: لا ذات کی نہیں بلکہ وصف کی بھی نفی کرتا ہے 129
- جواب: لا نفی جنس کی بحث 130
- دوسرا اعتراض: حدیث میں "لا" سے وصف کی نفی مراد ہے 131
- جواب: کیا "لا إلٰہ إلا اللّٰہ" میں بھی وصف کی نفی مراد ہے؟ 131
- معترض کی ذکر کردہ تینوں مثالوں کا جواب 131
- حافظ ابن تیمیہ کا قول 131
- اعتراض: خاتم النبیین بمعنی: مصدق 132
- جواب: 133

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

○ مجمع البحار کے حوالے سے ''خاتم'' کا معنی و اعراب 133
○ سوال: لفظ ''خاتم النبیین'' میں ''الْ'' پر بحث 134
○ جواب: جمع مذکر سالم پر الف و لام داخل ہو تو جمیع افراد کے لیے ہوتا ہے 134
○ قرآن مجید سے مثالیں 134
○ آیت: ﴿يَقْتُلُونَ النَّبِيِّنَ﴾ میں تخصیص کے قرائن 134
○ سوال: نبوت ایک نعمت ہے تو یہ ختم کیوں ہوئی؟ 135
○ جواب: نعمت اپنے وقت میں نعمت ہے نہ کہ غیر وقت میں 135
○ سوال: اجرائے نبوت پر قرآن مجید کی ایک آیت سے استدلال 136
○ جواب: قرآنی آیت ہی سے بہترین استدلال 136
○ ایک اور آیت سے مزید تائید 137
○ دوسرا جواب: فعل مضارع کے معنی پر بحث 137
○ تیسرا جواب: اصطفا کا عمل فرشتوں میں جاری ہے نہ کہ انسانوں میں... 137
○ سوال: اجرائے نبوت پر ایک اور آیت سے استدلال 138
○ جواب: قرآنی آیت کا صحیح معنی 138
○ سوال: سورۂ اعراف کی آیت سے اجرائے نبوت پر استدلال 138
○ جواب: ایک حدیث سے عجیب استدلال 139
○ قرآنی آیت سے مزید تائید 139
○ مرزا غلام قادیانی کے ایک قول کا حوالہ 139
○ معترض کی ذکر کردہ آیت کا صحیح مفہوم 139
○ اپنے جواب کی تائید میں ایک قرآنی آیت سے استدلال........ 139
○ دوسرا جواب: لفظ ''إِنْ'' کا معنی 140
○ ایک قرآنی آیت سے عجیب استدلال........ 140

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- تیسرا جواب: نبوت اور رسالت میں نسبت 140
- مزید غلام قادیانی کے قول سے تائید 140
- سوال: سورۂ فاتحہ اور سورۂ نساء کی آیت سے اجرائے نبوت پر استدلال .. 141
- جواب: معترض کے استدلال کی بنا پر تو ہر شخص نبی بن سکتا ہے 142
- نبی اور غیر نبی میں فرق 142
- سورۂ نساء والی آیت سے استدلال کا جواب اور معیت کا معنی 143
- دو قرآنی آیات سے تائید 143
- سورۂ نساء والی آیت میں مذکورہ مراتب: صدیقیت، شہادت اور صالحیت باقی ہیں لیکن نبوت ختم ہو چکی ہے 144
- آیت میں مذکورہ ''معیت'' کا صحیح معنی 144
- ایک حدیث سے تائید 144
- ایک اور حدیث سے مزید تائید 144
- سوال: کیا عذاب سے پہلے ہر وقت نبی کا آنا ضروری ہے؟ 145
- جواب: جب محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت قائم و دائم ہے تو حجت قائم ہو چکی ہے لہٰذا عذاب سے کوئی مانع نہیں 146
- سوال: صحیح مسلم کی ایک حدیث سے اجرائے نبوت پر استدلال 146
- جواب: حدیث کا صحیح معنی 147
- سوال: اجرائے نبوت پر سورۂ بقرہ کی آیت ﴿وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ﴾ سے مضحکہ خیز استدلال 147
- جواب: آیت کا صحیح معنی 147
- سوال: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول: ''لا تقولوا: لا نبي بعدي'' سے استدلال 148

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- جواب: منقولہ اثر ثابت نہیں بلکہ مائی صاحبہ سے ختم نبوت والی حدیث مروی ہے 148
- دوسرا جواب: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اثر کی صحیح توجیہ 148
- جواب کی تائید میں تین احادیث سے زبردست استدلال 149
- قرینہ کے بغیر ظاہری معنی چھوڑنا الحاد و زندقہ ہے 150
- سوال: کیا ختم نبوت کفار کا عقیدہ ہے؟ 150
- معترض کی ذکر کردہ آیت کا صحیح معنی 150
- ایک آیت سے تائید 151
- دوسرا جواب: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ختم نبوت کا عقیدہ کفر ہے اور بعد میں تسلسلِ نبوت کا عقیدہ کفر ہے 151
- سوال: انبیاء کی آمد سنتِ الٰہی ہے تو سنت اللہ کیسے بدل گئی؟ 151
- جواب: سنت اللہ کی تعیین کیسے ہوتی ہے؟ 152
- انبیاء کب مبعوث کیے جاتے ہیں؟ 152
- سوال: کیا ابراہیم علیہ السلام نے قیامت تک نبی مبعوث کرنے کی دعا مانگی تھی؟ 152
- جواب: ابراہیم علیہ السلام نے امامت کی دعا کی تھی نہ کہ نبوت کی 152
- ایک آیت سے زبردست استدلال 152
- سوال: سورۂ عنکبوت کی ایک آیت سے اجرائے نبوت پر استدلال 153
- جواب: آیت کا صحیح معنی 153
- مرزا غلام احمد اور ختم نبوت 153
- پہلے مرزا قادیانی بھی ختم نبوت کا معتقد تھا 153
- مرزا قادیانی کے ایک قول کا حوالہ 153
- مرزا قادیانی کی کتاب میں "لا نبي بعدي" میں "لا" کا معنی 153

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

○ مرزا قادیانی کا عقیدہ کہ مدعی نبوت کاذب اور کافر ہے 154
○ مرزا قادیانی کا تناقض 154
○ لاہوری جماعت کا عقیدہ 154
○ لاہوری جماعت کے امیر محمد علی کا کلام 154
○ قادیانی جماعت کا عقیدہ 155
○ حکیم نورالدین کا عقیدہ 155
○ لاہوری اور قادیانی جماعت کے اختلاف کا اصل سبب 156
○ ختم نبوت کے متعلق مرزا قادیانی کی تاویل وتحریف 158
○ مرزا قادیانی کا دعوی کہ وہ رسول اور نبی ہے 158
○ مرزا قادیانی کا صاحب شریعت ہونے کا دعوی 159
○ مرزائیوں کی نگاہ میں دوسرے مسلمان کافر ہیں 160
○ غیر احمدی سے نکاح 160
○ خلاصہ مرام 160
○ مرزا قادیانی کو نہ ماننے والوں کا عقیدہ 160
○ مرزا قادیانی کا خود کو مجازی نبی کہنا 161
○ مرزا قادیانی کے قول کی حقیقت 161
○ قرآن کا اطلاق کس پر ہوتا ہے؟ 162
○ لاہوری اور مرزائی جماعت کے عقائد کی حقیقت 163
○ کیا مرزا قادیانی کو کافر کہنا کفر ہے؟ 163
○ مرزائیوں کا ایک حدیث سے استدلال اور اس کی حقیقت 163
○ مرزائیوں کی پیش کردہ حدیث کا صحیح معنی 164
○ کسی دوسرے کو کافر کہنا کب موجب کفر ہوتا ہے؟ 164

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- حدیث میں مذکور لفظ ''کفر'' سے کون سا کفر مراد ہے؟ 164
- مختلف فرقوں کی باہمی تکفیر اور مرزائیوں کی تکفیر میں فرق 165

2 اہدائے ثواب

- دیباچہ از مؤلف 169
- مقدمہ 171
- بدعت کی تعریف 171
- تعریف کی پہلی دلیل 171
- دوسری دلیل 171
- بدعت شرعیہ کی حقیقت 171
- سنت ترکیہ 172
- عبادت کے لیے دنوں کی تخصیص 172
- مقصد 173
- میت کی نفع رسانی کے طریقے اور دلائل واختلاف کا ذکر 173
- پہلا طریقہ: دعا 173
- دوسرا طریقہ: تسبب کی دس صورتیں 173
- صحیح مسلم کی حدیث "إذا مات الإنسان انقطع عمله" سے استدلال .. 174
- تیسرا طریقہ: نیابت 175
- نیابت کے تین ارکان 175
- تینوں ارکان کی وضاحت 175
- حنفی فقہ کی کتاب ہدایہ سے اقتباس 175
- مطلوب شرعی کی اقسام 176

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- عادی کی اقسام 176
- تعبدی کی اقسام 176
- عادی امور اور تعبدات شرعیہ میں نیابت کا حکم 177
- اپنے موقف کی تائید میں نصوص سے استدلال 177
- حکمتِ عبادات 177
- نیابت کا مطلب 178
- عبادات بدنیہ اور اعمال قلبیہ میں نیابت 178
- مکی عمومات میں تخصیص، نسخ اور معارضہ نہیں ہوتا 179
- فریقِ مخالف کے دلائل 180
- دلیل اول: وہ نصوص جن سے ایک کا دوسرے کے قائم مقام ہونا ثابت ہوتا ہے 180
- دلیل دوم: صدقہ میں نیابت 180
- دلیل سوم: عصبہ قتلِ خطا میں دیت اٹھاتے ہیں اور مقتدی سے امام قراءت و قیام اٹھاتا ہے 180
- دلیل چہارم: بدنی عبادات میں نیابت درست ہے 181
- دلیل پنجم: انسان کو غیر کے عمل پر بھی اجر ملتا ہے 181
- پہلی تا پنجم دلیل کا جواب: 181
- احادیثِ صوم میں اضطراب ہے 182
- نذرِ صوم والی روایت کے راوی صحابی کا فتویٰ اپنی روایت کے خلاف ہے .. 182
- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فتویٰ و عمل بھی اپنی روایت کے خلاف ہے ... 182
- راوی اپنی روایت کی مخالفت کرے تو قابل اعتناء نہیں 182
- نیابتِ صوم میں علما کے تین گروہ ہیں 182

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- بعض علما کا ایک اور جواب 183
- احادیث اور قرآنی آیات میں توفیق کی ایک اور صورت 183
- حدیث "صام عنه وليه" کا مطلب 183
- احادیثِ صوم کے متعلق امام مالک اور امام ابو حنیفہ کا موقف 183
- خبر قاعدہ پر کب مقدم ہوگی؟ 183
- مؤلف رحمہ اللہ کی توجیہ 183
- عاداتِ محضہ کی غرض نیابت سے حاصل نہیں ہوتی لہٰذا نیابت درست نہیں مگر بعض عبادات میں نیابت کی صحت کی دوسری وجہ ہے 183
- شاہ ولی اللہ کا کلام 184
- فرائض کی دو قسمیں 185
- احادیثِ نیابت 186
- نذرِ حج کی حدیث 186
- حدیث میں "اخت" کا لفظ راجح ہے یا "اُم" کا؟ 186
- زندہ عاجز سے حج میں نیابت والی روایات 187
- شبرمہ والی حدیث کی سند پر بحث 187
- حدیثِ صوم کے متعلق ائمہ کا موقف 188
- فائدہ: حدیث میں ولی سے کیا مراد ہے 188
- ولی ہی کے ساتھ نیابت مخصوص ہے یا اجنبی بھی ولی بن سکتا ہے؟ .. 188
- کیا حدیث صرف بچے کے ساتھ مخصوص ہے؟ 189
- حج میں نیابت 189
- حضرت عبداللہ بن عمر کا اثر 189
- حضرت ابن عباس کا اثر 189

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- حضرت ابن عمر کا ایک اور اثر 190
- نیابتِ حج کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک اثر 190
- بالاجماع دعا میت کو پہنچتی ہے 191
- فرض میں نیابت کے مسئلہ میں فرض سے کیا مراد ہے؟ 191
- نماز و روزہ میں نیابت کی نفی کرنے والے آثار کا مطلب 191
- اہداء اور نیابت میں فرق ہے 191
- نیابت میں حنفیہ کا موقف 192
- مالکیہ کا موقف 192
- امام شوکانی کا طریقہ اسہل ہے 192
- بچے کے عمل کا بغیر وصیت وتسبب والدین کو پہنچنا صحیح نہیں 192
- نیابت اور اہداء میں فرق 193
- اہدائے ثواب میں حنفیہ عموم کے قائل ہیں 193
- ہدایہ سے اقتباس 193
- امام مالک اور امام شافعی عباداتِ محضہ میں وصولِ ثواب کے قائل نہیں 194
- تنبیہ: مالی عبادت میں نیابت اور ایصالِ ثواب 194
- شاہ اسماعیل شہید کا کلام 194
- کتاب صراطِ مستقیم کا مؤلف کون ہے؟ 194
- شاہ ولی اللہ کا کلام: صرف چار چیزوں سے میت کو نفع پہنچتا ہے 195
- علما کی عبارتیں نقل کرنے کی وجہ 196
- امام ابن تیمیہ کا کلام ....
- سب سے پہلے علی بن موفق نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ثواب بخشا 197
- امام شاطبی کا قول: ہبۂ ثواب دو وجہ سے منع ہے 197

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- قرآنی آیات سے استدلال 198
- ایصالِ ثواب میں عامل کا کوئی اختیار نہیں 198
- جواز کی دو وجہیں 199
- مؤلف کی تحقیق: ہبۂ ثواب کو ہبۂ مال پر قیاس کرنا غلط ہے 199
- صاحب ہدایہ کی دلیل کا جائزہ 199
- حدیث کی سند پر بحث 199
- کیا ایک بکری کی قربانی سارے گھر والوں کی طرف سے درست ہے .. 200
- نسخ و تخصیص صرف دعویٰ سے ثابت نہیں ہوتے 201
- رسول اللہ ﷺ کے تسبب کا مطلب 201
- دوسرا جواب: قربانی والی حدیث میں زندوں سے نیابت مراد ہے نہ کہ مُردوں سے 201
- تیسرا جواب: حدیث میں نیابت مراد ہے نہ کہ اہدائے ثواب 202
- چوتھا جواب: حدیث میں صرف مالی عبادت میں نیابت مراد ہے نہ کہ ہر عبادت میں 202
- اہدائے ثواب کی دوسری دلیل: حضرت علی کو وصیت والی حدیث .. 202
- حدیث کی سند ضعیف ہے 202
- حدیث میں وصیت کا ذکر ہے جو تسبب ہی کی ایک صورت ہے 202
- حدیث میں مالی صدقہ مراد ہے، لہٰذا اس میں اہدائے ثواب کی کوئی دلیل نہیں 203
- نبی اکرم ﷺ کے فرزند ابراہیم کے تیجے کی موضوع روایت 203
- مولانا عبدالحی لکھنوی کا حدیث کے موضوع ہونے کا فتویٰ 203
- اہدائے ثواب پر سنن دارقطنی کی ایک ضعیف حدیث سے استدلال . 204

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

○ جواب: حدیث کی سند پر بحث اور اس کا صحیح معنی 204
○ حضرت ابو ہریرہ کا ایک موقوف اور ضعیف اثر 204
○ صدقہ میں نیابت والی حدیث 205
○ عاص بن وائل سہمی کا سو غلام آزاد کرنے والی حدیث پر بحث 205
○ امام طاؤس کے اثر سے استدلال اور اس کا جواب 206
○ مرسل حدیث اور امام شافعی 206
○ لفظ "کانوا یفعلون" سے رفع ثابت نہیں ہوتا 206
○ مشکاۃ المصابیح کی ایک روایت سے استدلال اور اس کا جواب 207
○ متنِ حدیث میں غلطی 207
○ وفات کے میت کے گھر جمع ہونا اور کھانا نوحہ میں داخل ہے 208
○ محدث مبارکپوری کی کتاب الجنائز سے طویل اقتباس 208
○ امام احمد اور ایصالِ ثواب 208
○ سورۂ اخلاص کی قراءت بخشنے والا موضوع اثر 209
○ سورۂ یٰسین کی قراءت پر تخفیف والی ضعیف حدیث 209
○ آیۃ الکرسی کی قراءت والی موضوع روایت 210
○ امام ابوحنیفہ قبرستان میں قرآن پڑھنا مکروہ جانتے ہیں 211
○ قرآن کے ایصالِ ثواب میں ائمہ کے درمیان اختلاف کا ذکر 211
○ امام شافعی کا عدمِ ایصالِ ثواب والا قول 211
○ آیت ﴿وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ...﴾ پر بحث 212
○ آیت کے جواب میں قائلین ایصالِ ثواب کے مختلف اقوال 212
○ مخالفین کے اقوال کا تفصیلی جواب 217
○ تکمیلِ جواب 218

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

○ آیت ﴿لَهَا مَا كَسَبَتْ...﴾ پر بحث 225
○ حدیث "إِذا مات الإنسان..." پر بحث 226
○ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کے استدلال کا جواب 226
○ نیابت اور اہدائے ثواب میں فرق 227
○ قبروں اور مردوں پر قرآن پڑھنا 228
○ مشکوۃ کے حوالے سے قبر پر سورہ بقرہ کا اول و آخر پڑھنے والا اثر .. 228
○ سند پر بحث 228
○ سورۂ بقرہ کے اول و آخر کے پڑھنے کی حکمت 228
○ مُردوں پر سورۂ یٰسین کی تلاوت والی روایت اور اس کا ضعف 230
○ حدیث میں "موتی" سے کیا مراد ہے؟ 230
○ موتی کے معنی کے متعلق حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کی ذکر کردہ پانچ وجوہ .. 230
○ انصار صحابہ کا قبر پر قرآن کی تلاوت کا ضعیف اثر 232
○ ایصالِ ثواب کے لیے تیجے ساتویں اور چالیسویں کی تعیین 233
○ ان رسوم کی تعیین کا حکم 233
○ ایسی رسوم میں شرکت حرام ہے 233
○ گناہ والی مجالس میں شرکت کے حرام ہونے پر آیت اور حدیث سے استدلال 234
○ ختم والے طعام کی حرمت، حرمت لغیرہ ہے 234
○ ایسی رسوم کو جائز قرار دینے کی دو صورتیں 234
○ ایصالِ ثواب کے لیے کھانے پر تلاوتِ قرآن اور ایسے کھانے کو کھانے کا حکم 236
○ مولانا عبدالحی لکھنوی کا فتوی 236

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- فتوے کی وضاحت 237
- خاتمہ 238
- تیجے اور چالیسویں کے حرام ہونے کے دلائل ....
- خلاصۂ کلام 239

③ تنقید المسائل

- مقدمہ از حکیم محمد اسلم گوندلانوالہ 245
- آغازِ کتاب 247
- جماعت بندی کا رواج 247
- مودودی صاحب کے خیال میں بعثتِ انبیاء کا مقصد 247
- مودودی صاحب کے نقطۂ نظر میں تبدیلی اور تضاد 248
- مودودی صاحب کے افکار کے متعلق دو باتیں 248
- جماعت اسلامی کے نام پر بحث 249
- دین کا ماخذ چار چیزیں ہیں 249
- اجماع اور قیاس، کتاب وسنت پر متفرع ہیں 250
- فقہائے حدیث کی دو قسمیں 250
- اختلافی مسائل میں اہل حدیث کی روش 250
- اہل تخریج کا طریقۂ کار 250
- اہل حدیث اور اہل تخریج کے طریقِ استدلال میں فرق 250
- عقائد کے اعتبار سے امت میں دو قسم کے گروہ ہیں 251
- اہل حق اور اہل ہویٰ کی تعریف 251
- سیاست میں دو گروہ 251

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- سیاست میں بھی قرآن وسنت پر دارو مدار ہے 251
- نظم اور اسلامی فرقے 251
- مسلمان بننے کے لیے کسی جماعت میں شمولیت ضروری نہیں 251
- اسلام کے اندر فرقہ بندی 252
- اپنی جماعت کا الگ نام تجویز کرنا 252
- جماعت اسلامی نام رکھنا 252
- جماعت اسلامی کے نام میں قباحت 253
- صرف کفار کے مقابلے میں جماعت اسلامی کہلوانا درست ہے 253
- کس فرقہ کو عام نام استعمال کرنا جائز اور کس کو منع ہے؟ 254
- ایک غلط فہمی کا ازالہ 254
- جماعت المسلمین نام رکھنے کی حقیقت 254
- اسلامی جماعت کا نام 256
- کسی مسلم فرقے کا اپنا نام ''اسلامی جماعت'' رکھنا دوسروں کو غیر مسلم قرار دینے کے مترادف ہے 256
- مودودی صاحب کے نزدیک دوسرے مسلمانوں کی حیثیت 256
- عام مسلمان یا تو جماعت اسلامی میں داخل ہو جائیں یا پھر یہودیوں کی اسے طرح رد کر دیں 256
- مودودی صاحب کا قول 256
- مودودی صاحب کا ایک اور اقتباس اور مزید وضاحت 258
- مودودی صاحب کے نزدیک عبادات اور افعالِ تعظیمیہ کی حیثیت تمرینات کی ہے 259
- عبادت کے مفہوم میں غلطی کرنے سے متواتر غلطیاں 259

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- خوارج کا تعارف اور عقائد 259
- عبادت کے مفہوم میں غلطی کرنے کے خوفناک نتائج 259
- کتاب لکھنے کی غرض و غایت 260
- معتزلہ کا تعارف اور عقائد 260
- عبادت کے متعلق غلط فہمی اور فلاسفہ کی کاسہ لیسی 261
- فلاسفہ کون ہیں؟ 261
- فلاسفہ کے نزدیک عبادت کی حیثیت 261
- جدید تحریکات میں جذبات کو خطاب ہوتا ہے 261
- داعیوں کے دو گروہ 261
- انبیاء و صالحین اور دنیوی قائدین کی دعوت میں بنیادی فروق 262
- دنیوی تحریکات کی رکاوٹیں 262
- مودودی صاحب کی جماعت کس گروہ میں داخل ہے 263
- پاکستان اور نظام اسلامی 263
- پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کی دو صورتیں ہیں 263
- جماعت اہلحدیث کی ممکنہ حکومت کے خدوخال 263
- حنفی دیوبندی حکومت کے نمایاں خدوخال 264
- بریلویوں کی حکومت کی خصوصیات 264
- اجتماعی جدوجہد سے اسلامی حکومت کا قیام 265
- پاکستان کے قیام کا مقصد 265
- ہندوستان میں اسلامی حکومت کی ناکامی کی وجہ 266
- مودودی صاحب کی نظریاتی قلابازی 266
- اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے؟ 266

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- دستورِ جماعت اسلامی 267
- مودودی صاحب کا ایک عجیب اقتباس 267
- مودودی صاحب کا تجدید کے متعلق عجیب اقتباس 267
- مجدد کامل بننے کی خواہش 268
- مودودی صاحب کا قول: تاریخ میں کوئی کامل مجدد پیدا نہیں ہوا 268
- اپنے میں مہدی بننے کی استعداد کا اشارہ 268
- مہدی کے کام کی نوعیت، مودودی صاحب کے نزدیک 268
- مودودی صاحب کی دعوت میں تناقض 268
- قیامِ پاکستان کے بعد جماعت اسلامی کی بقا کا کیا جواز ہے؟....... 270
- ہم نے یہ کتاب کیوں لکھی ہے؟ 270
- تحریک کی پہلی فکری صورت 270
- جماعت اسلامی کی ابتدائی دعوت کے متعلق مودودیؒ صاحب کا کلام . 270
- جماعت اسلامی کا اختیار کردہ طریقہ منہجِ انبیاء کے خلاف ہے 271
- تحریک کی بنیادی غلطی میں منطقی ربط کو دخل 273
- منطقی ربط کی صورت 274
- اسلام کا سیاسی نظریہ 274
- اسلامی عبادات ٹریننگ کورس ہیں، مودودی صاحب کی منطق....... 274
- مودودی صاحب کی غلط فہمی کا ازالہ 275
- قرآن مجید کے سلف کے بیان کردہ معانی چھوڑنے کے نتائج...... 275
- قرآن مجید کے معانی میں ربط پیدا کرنے کی صورت 276
- اسلام کے اصول وارکان وغیرہ میں مودودی صاحب کا اخذ کردہ منطقی ربط 277

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- اسلام کی حقیقت، مودودی صاحب کے نزدیک 277
- عبادت کی حقیقت 279
- عبادت اور دعا میں ترادف 279
- عبادت کی لغوی تشریح 280
- عبادت کا اصل معنی 280
- غیر اللہ کی عبادت استقلالاً جائز ہے نہ تبعاً 281
- اطاعت غیر اللہ کی بھی درست ہے 281
- اطاعت اور عبادت میں نسبت 282
- عبد اور عابد میں فرق 282
- غلطی کی وجہ 282
- عبادت اور طاعت میں فرق کی دوسری وجہ 283
- گناہ کی دو قسمیں 283
- طاعت کو عبادت کہنے کا خطرناک نتیجہ 284
- مرتکب کبیرہ کی بابت اہل سنت اور خوارج و معتزلہ کا مذہب 284
- حکم کا اطلاق مختلف معانی پر 284
- مودودی صاحب کے نزدیک حکم کا مطلب 284
- مودودی صاحب کی آیات کے مفہوم میں غلطی 286
- اگر شریعت میں حکم نہ ہو تو رائے پر عمل ہو سکتا ہے 286
- حضرت داود اور سلیمان علیہما السلام کا فیصلہ 286
- حَکَم کسے کہتے ہیں؟ 287
- حکم کے متعلق خوارج کی غلط فہمی 288
- امور کی دو قسمیں 288

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- عبادات میں اصل کیا ہے؟ 289
- عادات میں اصل 289
- کھجوروں کی پیوندکاری والی حدیث سے استدلال 289
- امورِ دنیا کی دو حیثیتیں 290
- شرعی احکام میں انسانی مصلحت 291
- مصلحت اور علت میں فرق 291
- بعض شعبوں میں ہدایات زیادہ ہیں اور بعض میں کم 291
- انسانی طبیعت میں تاثیر کے تین اثرات 292
- احکام کے متعلق حسن و قبح عقلی ہے 293
- حسن و قبح کی بنا پر ہمارے لاگو کردہ احکام کی حیثیت 293
- ایک مثال سے وضاحت 294
- قانون سازی کی حقیقت 294
- انفرادی اور اجتماعی امور میں فرق 294
- ہمیں قانون سازی کی اس حد تک اجازت ہے کہ ہمارا فیصلہ شریعت کے مخالف نہ ہو 295
- معاشی ضرورت کی بنا پر بعض پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں 295
- قانون سازی کا مقصد حفظِ امن ہے 295
- اسلام کی چوری کی مقررہ سزا انتہائی تعزیر ہے 296
- چوری کی غیر اسلامی سزا محض ایک تدبیر ہے 296
- کس وقت غیر شرعی حدود و تعزیرات پر عمل کرنا درست ہے؟ 296
- ایک مثال سے مزید وضاحت 297
- اللہ تعالیٰ کے ساتھ حاکمیت کے اختصاص کا مطلب 297

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- حسن و قبح کے تین معانی 297
- عقلی حکم کا مطلب 298
- حکومتِ الٰہیہ کا قیام 298
- بعثتِ انبیاء کا اصل مقصد 299
- نبی اکرم ﷺ کی رسالت کے پانچ مقاصد 299
- ایک اور آیت میں رسول اللہ ﷺ کے تین فرائض 300
- ایمان اور عملِ صالح پر خلافت کا وعدۂ الٰہی 300
- ملک گیری کے مادی اسباب 301
- روحانی اسباب 302
- عہد نبوی میں مادی اور روحانی اسباب کا موجود ہونا 302
- حضرت مسیح علیہ السلام کی قوم کا حال 303
- موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا حال 303
- ہر زمانے میں جماعت کے پھیلاؤ کے اسباب مختلف ہوتے ہیں ... 304
- جو شخص پاکستان میں اسلامی نظام کا متمنی نہیں وہ غدار ہے 305
- اصلی عبادت 305
- عبادت کے متعلق مودودی صاحب کا خیال ملاحدہ سے ماخوذ ہے .. 305
- عبادت کے معنی میں ملحد فلاسفہ کی تردید میں حافظ ابن تیمیہ کا کلام .. 305
- عبادت کی حیثیت کے متعلق ملاحدہ اور فلسفیوں کا خیال 306
- حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کا کلام 306
- عبادت سے مراد 307
- طاعت کی تین اقسام 307
- عبادت کے مفہوم میں غلطی کے اثرات 308

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

○ عبادت کے صحیح مفہوم کے معاشرتی اثرات 308
○ انسانی مساعی کے دو حصے 309
○ عبادت اور ذکر فرض ہیں جبکہ معاشی تگ و دو فرائض شرعیہ میں شامل نہیں . 309
○ ایک اور قرآنی آیت سے استدلال 310
○ انسانی زندگی کا اصل مقصد 311
○ حدیث نبوی کی روشنی میں عبادت کا معنی 311
○ اسلامی حکومت کے قیام کا مقصد بھی عبادت میں سہولت پیدا کرنا ہے . 312
○ عبادت اور طاعت کے دنیوی اور اخروی اثرات 312
○ عبادت کی اصل غرض اور اس کے دوسرے فوائد 313
○ ترکِ عبادت کے نقصانات 313
○ نماز کے فوائد 313
○ نماز کا طبی فائدہ 313
○ اقتصادی فائدہ 313
○ سیاسی فائدہ 314
○ معاشرتی فائدہ 314
○ مساوات کا سبق 314
○ دینی فائدہ 314
○ دنیوی فوائد نماز کی غرض و غایت نہیں 315
○ نماز کی اصل غرض و غایت 315
○ ایک مثال سے مزید وضاحت 315
○ عبادت کی غرض و غایت 315
○ دو قرآنی آیات سے عبادت کی غرض و غایت کا بیان 315

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

○ دنیوی کامرانی کی ثانوی حیثیت ہے 316
○ ایک حدیث سے تائید 317
○ حدیث میں حج اور زکوۃ کا ذکر کیوں نہیں آیا؟ 317
○ انسان کی تخلیق کا اصل مقصد 318
○ مودودی صاحب کی غلطی کی اصل وجہ 318
○ مودودی صاحب کا قول: جماعت اسلامی اور دوسری تحریکوں میں بنیادی فرق 318
○ تجدید و احیائے دین مودودی صاحب کی نظر میں 319
○ مودودی صاحب کے نزدیک جاہلیت کی تین قسمیں 319
○ جاہلیت خالصہ کی وضاحت 319
○ مشرکانہ جاہلیت کی وضاحت 319
○ راہبانہ جاہلیت 320
○ مودودی صاحب کے نزدیک بعثتِ انبیاء کا منتہائے مقصود 321
○ مودودی صاحب کے غلط نظریات کا سبب اور اُن کی تردید 322
○ مشرک انسان کی اصل غلطی 322
○ یورپی ممالک کی خرابیوں کا اصل سبب 323
○ جاہلیت خالصہ کے متعلق غلط فہمی کی تردید 323
○ راہبانہ جاہلیت کے متعلق مودودی صاحب کے نقطۂ نظر کی تردید 323
○ دین کی اصلاح کا نام تجدید ہے 326
○ تجدید کا معنی 326
○ حدیثِ مجدد کی وضاحت 327
○ تجدید میں کمال و نقصان 328

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

○ ملکۂ اجتہاد اور ملکۂ عمل 328
○ مجدد کے لیے ہر فن اور معاملے میں کامل واکمل ہونا ضروری نہیں .. 328
○ دین کیا ہے؟ 329
○ دین کی خرابی 329
○ دین کے فساد کے اسباب 329
○ پہلا سبب: کتاب وسنت کے علم کا کم ہو جانا 329
○ دوسرا سبب: حدیث کی طرف کم توجہ یا اس کی حجیت کا انکار 330
○ تیسرا سبب: علما کا فاسقین کے ساتھ گھل مل جانا 331
○ چوتھا سبب: قرآن وسنت کی غلط تاویلیں کرنا 331
○ پانچواں سبب: تعمق فی الدین 332
○ چھٹا سبب: تشدد 332
○ ساتواں سبب: استحسان 333
○ آٹھواں سبب: رسوم ورواج کی پیروی 334
○ نواں سبب: غیر معصوم کی تقلید 334
○ دسواں سبب: دوسرے مذاہب کی رسوم کا مذہب حق میں جاری ہونا .. 334
○ گیارہواں سبب: مذہب میں یہود ونصاریٰ اور سیاسیات میں روم وفارس کی پیروی کرنا 335
○ مؤلف رحمہ اللہ کا زبردست استدلال واستنباط: مذکورہ بالا گیارہ اسباب قرآن کے دو الفاظ اتباعِ شہوات اور اضاعتِ نماز میں داخل ہیں . 336
○ مجدد اور امورِ دین کی اصلاح 336
○ سیاست اور حکومت 336
○ شریعت کی نظر میں حکومت کے تین مراتب 336

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

○ پہلا مرتبہ: جس کی بنیاد شریعت پر ہو 337
○ دوسرا مرتبہ: جس میں خاندانی حکومت ہو مگر آئین اسلامی ہو 337
○ تیسرا مرتبہ: جس میں کفر بواح ہو 337
○ حکومت کے دوسرے مرتبے کے متعلق اہل علم کا اختلاف 337
○ مجدد کا دائرۂ عمل 338
○ کفر بواح والی حکومت کے خلاف جدو جہد کی صورتیں 338
○ اسلامی آئین کی پابند حکومت میں انقلابی جماعت قائم کرنا منع ہے. 338
○ اگر اسلامی حکومت اور خلیفہ نہ ہو تو ایک مسلمان کو کیا کرنا چاہیے؟... 339
○ اگر امام نہ ہو تو پارٹیوں سے الگ تھلگ رہنا چاہیے 340
○ مجدد کا کام ہر شعبے کی اصلاح نہیں 340
○ مودودی صاحب کی تجدید کی تعریف کافی نہیں 341
○ کتاب وسنت میں جاہلیت کا اطلاق تین معانی پر ہوتا ہے 341
○ جاہلیت سے کیا مراد ہے؟ 342
○ مودودی صاحب کی ذکر کردہ جاہلیت کی تقسیم اور وضاحت درست نہیں . 342
○ دین اسلام میں حاکمیت کے متعلق مودودی صاحب کی غلط فہمی 343
○ وحی دراصل عقل کی معاون ہے 344
○ احکامِ حسن وقبح حقیقت کے مطابق ہوتے ہیں 344
○ احکام عادیہ میں اصل قانون 344
○ جاہلیت اور اسلام میں امتیازی چیز حاکمیتِ باری تعالیٰ کے اقرار و
انکار کو قرار دینا بالکل بے بنیاد ہے 345
○ اسلام اور دیگر حکومتوں میں اصلی فرق 346
○ نبی کا کام 346

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- حکومت کا حصول انبیاء کا اصل فریضہ نہیں 346
- مجدد کے فرائض 347
- قانون سازی کا طریقِ کار اور تجدید و اصلاح 347
- آئین سازی کو جمہور کے حوالے کرنے کے نقصانات 348
- مہدی اور مجدد 348
- مہدی کے غلبے کا سبب 349
- علوم دنیا میں مجتہدانہ واقفیت انبیاء و مجددین کے لیے ضروری نہیں .. 349
- عدمِ ضرورت کا مطلب 349
- یاجوج و ماجوج کے خلاف اہل اسلام کی کامیابی کی اصل وجہ 350
- لیڈر کے لیے نئی جماعت بنانا ضروری نہیں 350
- مجدد اور غیر مجدد میں فرق 350
- مجدد سے غیر مجدد افضل ہو سکتا ہے 350
- ہر صدی کے آخر میں مجدد کی کیوں ضروری پیش آتی ہے؟ 351
- ہر زمانے میں اہل حق کا غالب گروہ کون سا ہے؟ 351
- مجدد اور مبتدع میں فرق 351
- بدعت کی تعریف 352
- ختم نبوت کا منکر مجدد نہیں بلکہ دجال اور مبتدع ہے 352
- کافر کی دو قسمیں 352
- امت کی وحدت و تعدد کی بنیاد شریعت کے وحدت و تعدد پر موقوف ہے . 353
- اسلامی حکومت کے مختلف دور 354
- عہد نبوی کے بعد حکومت کی چار مراتب پر تقسیم 354
- موجودہ زمانے میں قیامِ حکومت کے لیے مسلمانانِ عالم کا فریضہ ... 355

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

○ مذہبی گروہ اپنی اپنی سیاسی جماعت الگ بنانے کی کوشش نہ کریں ... 356
○ دنیا میں اسلامی حکومت کس طرح ممکن ہے 356
○ مودودی صاحب کی دعوت میں تبدیلی 356
○ دیگر پارٹیوں کی طرح جماعت اسلامی کے شریعت مخالف طریقے ... 357
○ مودودی صاحب کے نزدیک اسلامی حکومت کے قیام کے دو طریقے 357
○ مودودی صاحب کا دوسرے علما سے اتفاق 359
○ اسلامی حکومت کے بنیادی اصول کو تیار کرنے والے اجلاس کے نکات .. 360
○ مودودی صاحب اور مسئلہ کشمیر 364
○ جہادِ کشمیر کے متعلق مودودی صاحب کا مضحکہ خیز فتوی 365
○ مودودی صاحب اور فقہی مسائل 366
○ پہلا مسئلہ: مسلمان کے لباس اور چہرے کی وضع قطع کا مسئلہ 366
○ مودودی صاحب کے جواب کا تجزیہ 368
○ داڑھی رکھنے کے متعلق احادیث میں وارد مختلف الفاظ 371
○ ایک مشت داڑھی رکھنے کے دلائل 371
○ داڑھی کی مقدار چار انگلیاں 372
○ داڑھی کے متعلق مذاہب اربعہ کا فیصلہ 373
○ داڑھی کی کم از کم مقدار قبضہ ہے 374
○ دوسرا مسئلہ: غیر صالح عقیدہ شخص کے پیچھے نماز کا حکم 374
○ مودودی صاحب کے جواب پر تبصرہ 376
○ کیا امام کی نماز کا فساد مقتدی کی نماز میں سرایت کرتا ہے؟ 377
○ تیسرا مسئلہ: مسئلہ رفع الیدین 379

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- رفع الیدین کے متعلق مختلف روایات 379
- مودودی صاحب کے جواب کا تجزیہ 382
- چوتھا مسئلہ: سود کے متعلق ایک سوال اور اس کا جواب 384
- مودودی صاحب کے جواب کا جائزہ 385
- پانچواں مسئلہ: امام مہدی کے متعلق مودودی صاحب کا نظریہ 388
- مودودی صاحب کے جواب کا تجزیہ 389
- چھٹا مسئلہ: مودودی صاحب کے متعلق مہدیت کا شبہ 390
- ساتواں مسئلہ: غیر مسلم حکومت کی ملازمت کا حکم 391
- مودودی صاحب کے جواب پر تبصرہ 392
- متفرقات: مسیح کے بارے میں مولانا مودودی کا خیال 395
- مسیح کے رفع آسمانی پر بحث 396
- آیت میں سیاقِ ترکیب کا تقاضا 396
- رفع کے متعلق سلف کی تفسیر 397
- ارکانِ اسلام کے متعلق مولانا مودودی کا نظریہ 398
- امور مذکورہ کے ارکان ہونے کا ثبوت 399
- زندگی کا مقصد اور زندگی کی ضروریات 400
- بعض اوقات ذریعہ مقصد سے بڑھ جاتا ہے 401
- مودودی صاحب نے امور مذکورہ کے ارکانِ اسلام ہونے کا کیوں انکار کیا؟ 403
- مولانا مودودی اور محدثین کا ذخیرۂ علوم 404

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4 سنت خیر الانام

○ سخن ہائے گفتنی 409
○ سبب تالیف 410
○ فتوی حنفیہ نمبر (۱) از مولانا عطا محمد صاحب 414
○ سوال: صلاۃ وتر کا طریقۂ ادائیگی 414
○ جواب: 414
○ پہلی روایت: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نو وتر والی حدیث 414
○ دوسری روایت 415
○ تیسری روایت 415
○ چوتھی روایت 415
○ مذکورہ روایات سے استدلال کی تفصیل 415
○ فتویٰ نمبر (۲) از مولانا عطا محمد صاحب 418
○ سوال از مولانا فضل حق ہاشمی 418
○ جواب از مولانا عطا محمد صاحب دیوبندی 419
○ کبھی بولا مطلق جاتا ہے اور مراد مقید ہوتا ہے 423
○ جواب از شیخ الحدیث حافظ محمد گوندلوی 425
○ اہلحدیث کا طریقۂ وتر 425
○ پہلی دلیل 425
○ دوسری دلیل 425
○ مولوی عطا محمد صاحب کے جوابات کا جائزہ 426
○ حدیث میں اضطراب کی نفی 426

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

○ مولوی عطا محمد صاحب کے دعوی: وتر کی دوسری رکعت میں تشہد نہ بیٹھنے پر سجدۂ سہو کے دلائل اور ان کے جواب 427

○ پہلا جواب: حدیث کی سند پر بحث 428

○ دوسرا جواب: 429

○ حضرت عائشہ والی نو رکعات وتر کی روایت کا صحیح مطلب اور معترض کے شبہات کا جواب 430

○ معترض کا حدیثِ عائشہ: "كان لا يسلم في ركعتي الوتر" سے استدلال کے چار جواب 432

○ احناف کے نزدیک مفہوم مخالف کی عدمِ حجیت 434

○ احناف کے ہاں وجوب ثابت کرنے کا طریقہ 434

○ معترض کا ایک موقوف اثر سے استدلال اور اس کا جواب 434

○ حدیث "لا توتروا بثلاث..." میں تشبہ کی وضاحت 435

○ حضرت مغیرہ بن شعبہ کی روایت کا تجزیہ 435

○ حدیث کی سند میں جابر جعفی کذاب پر جرح 436

○ سیاقِ حدیث کی وضاحت 436

○ بحث کا مختصر الفاظ میں خلاصہ 437

○ تنقید بر مسلک اہلحدیث از مولانا عطا محمد صاحب حنفی 439

○ اہل حدیث کے وتر پڑھنے کے طریقے 439

○ اہلحدیث کے دلائل 439

○ حدیث "الصلاة مثنى مثنى..." کی سند پر بحث 441

○ حافظ ابن حجر کی تصحیح 441

○ حسن حدیث کی حجیت 441

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

○ امام بخاری کا حدیث لیث کو اُصح کہنا 442
○ حدیث کے الفاظ "مثنیٰ مثنیٰ..." کی دلالت 442
○ حضرت عائشہ کی نو رکعات وتر والی حدیث پر بحث 443
○ احادیث میں تطبیق کی بحث 444
○ حدیث "یوتر بأربع وثلاث..." پر بحث 446
○ واؤ عاطفہ پر بحث 446
○ حدیث "لا یسلم في رکعتي الوتر" کے متعلق بحث 447
○ پہلا اعتراض اور اس کا جواب 447
○ دوسرا اعتراض اور اس کا جواب 448
○ مطلق اور مقید کی بحث 448
○ تیسرا اعتراض اور اس کا جواب 449
○ چوتھا اعتراض اور اس کا جواب 450
○ مفہوم مخالف کی بحث 450
○ مفہوم مخالف کی تعریف 451
○ پانچواں اعتراض اور اس کا جواب 451
○ موقوف کی حجیت 451
○ جابر جعفی والی حدیث کی متابعات وشواہد 452
○ خلاصۂ جواب 455
○ مولوی عطا محمد صاحب کی سلسلہ تحریر جاری رکھنے سے معذرت 456
○ وضاحتِ مضمون و جوابِ تنقید از شیخ الحدیث حافظ محمد گوندلوی 457
○ موضوعِ بحث کی وضاحت 457
○ اہلحدیث کے نزدیک وتر پڑھنے کے دو طریقے 457

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- مولوی عطا محمد صاحب کے دو مغالطے 457
- مغالطہ نمبر (۱) 458
- قول وعمل میں تضاد 459
- احادیث میں تطبیق کے طریقے پر بحث 460
- نصوص کو متفق کرنے کا طریقہ حدیث میں 460
- مغالطہ نمبر (۲): تین رکعت وتر کی تین صورتیں 461
- جواب (۱): احادیث میں تعارض موجود ہی نہیں 462
- جواب (۲): یہ صورتیں فعلی ہیں اور افعال میں تعارض نہیں ہوتا 462
- جواب (۳): "إذا تعارضا تساقطا" اصولِ حدیث کا کوئی قانون نہیں .. 462
- احادیث میں تعارض کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا 462
- احادیث میں تطبیق کا اصول 463
- جواب (۴): پہلے حدیث کو ثابت کریں پھر معارضے وعدم معارضہ کی بحث کریں 463
- جواب (۵): اصول "إذا تعارضا تساقطا" کی بنا پر الزامی جواب .. 464
- جواب (٦): مولوی عطا محمد کی ذکر کردہ تیسری صورت بھی معارضہ سے خالی نہیں 464
- جواب (۷): مولوی صاحب کے مفروضے کی بنا پر تین وتروں کی چوتھی صورت 465
- قول وعمل میں تناقض 465
- حدیث فضل بن عباس: "الصلاۃ مثنیٰ مثنیٰ..." 466
- اس حدیث سے مولوی صاحب کا استدلال دو وجہ سے درست نہیں ... 466
- پہلی وجہ: حدیث کا ضعف 466

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- مولوی صاحب کا ابن حجر کی طرف حدیث کی تصحیح منسوب کرنے میں دھوکہ دہی .. 468
- حدیث کے راوی ''عبداللہ بن نافع'' پر جرح مفسر ہے 468
- نوٹ: مولوی عطا محمد صاحب کی دیانت 469
- امام بخاری کا قول سمجھنے میں مولوی صاحب کی غلطی 469
- امام بخاری کا مکمل قول 470
- مثالوں سے مزید وضاحت 471
- اگر امام بخاری کے قول کا مطلب حدیث کی تصحیح ہوتا تو مولانا انور شاہ کشمیری حدیث کی تاویل میں تکلف وتعسف سے کام نہ لیتے.... 472
- مولانا انور شاہ کشمیری کا قول 473
- حدیث کے رد کے دو اسباب 473
- دوسری وجہ: حدیث میں تشہد سے التحیات مع التسلیم مراد ہے 474
- مولانا کشمیری کا تائیدی قول 474
- حدیث کے الفاظ ''مثنیٰ مثنیٰ...'' پر بحث 475
- مولانا رشید گنگوہی کا قول 475
- ملا علی قاری کی عجیب منطق 475
- ابن ہمام حنفی کا قول اور اس کا رد 476
- ابن ہمام کی تاویل کا ایک اور جواب 478
- لفظ ''مثنیٰ مثنیٰ...'' کی وضع پر بحث 479
- ابن ہمام کی مزید تغلیط 479
- قرآنی آیت ﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى...﴾ سے ابن ہمام کی تردید 479
- لفظ ''مثنیٰ'' کی تفسیر میں مولانا انور شاہ کشمیری کا قول 480

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

○ "مثنیٰ مثنیٰ..." سے ہر دو رکعت پر سلام کہنے کے قائلین 481

○ دوسری بات کا جواب 481

○ مولوی صاحب کی پیش کردہ روایت "مَن لم يفعل ذلك فهو خداج"
کے چار جواب 484

○ لفظ خداج کی تفسیر 485

○ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا 486

○ حدیث کی وضاحت 487

○ مولوی صاحب کی غلط بیانی اور اس کی حقیقت 490

○ ایک مثال سے مزید وضاحت 491

○ نوٹ 492

○ مولوی صاحب کا ایک اور مغالطہ 492

○ چار وجوہ سے مولوی صاحب کے مغالطے کی پردہ دری 492

○ ابن قیس والی ابوداود والی روایت کے جواب میں سات وجوہ 493

○ مولوی صاحب کی ایک اور غلط بیانی 496

○ مولوی صاحب کی ذکر کردہ واؤ عاطفہ کی بحث کا جائزہ 498

○ مولوی صاحب کی بے بسی 499

○ حدیث "لا يسلم في ركعتي الوتر" کے جواب میں مذکورہ پانچ وجوہ .. 500

○ مولوی صاحب کا پہلی وجہ کے جواب میں اعتراض اور اس کا جائزہ. 501

○ تیسری وجہ پر اعتراض کی حقیقت 502

○ چوتھی وجہ پر اعتراض کا جائزہ 505

○ مفہوم مخالف کا معنی سمجھنے میں مولوی صاحب کی غلطی 506

○ ایک مثال سے مفہوم مخالف کی مزید وضاحت 507

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

○ مفہوم مخالف کے متعلق مولوی صاحب کی ڈبل غلطی 508

○ ایک مثال سے مزید وضاحت 508

○ مفہوم مخالف کے ضمن میں مولوی صاحب کی ذکر کردہ مثال کا جائزہ.. 509

○ مدلول کی اقسام 510

○ پانچویں وجہ پر اعتراض کا جائزہ 511

○ چھٹی وجہ پر اعتراض کا جائزہ 512

○ موقوف آثار 513

○ آثار موقوفہ حدیث ”لا توتروا بثلاث“ کے منافی ہیں لہذا حجت نہیں ... 513

○ تشبہ کی وضاحت 513

○ حدیث متعلق مولوی صاحب کے جواب پر خدشات 514

○ تشبہ کے متعلق مولوی صاحب کی وضاحت پر مناقشات 516

○ جابر جعفی پر جرح کے جواب کا جائزہ 518

○ جابر جعفی کی حدیث کے شواہد و متابعات کا جائزہ 519

○ امام ترمذی کی تصحیح و تحسین 520

○ امام حاکم کی تصحیح حدیث اور امام ذہبی کی موافقت 521

○ حدیث مغیرہ کو امام بیہقی کا ”لا يحتج به“ کہنا 521

○ مولوی صاحب کے مسلم کی حدیث ”في كل ركعتين التحية“ کے استدلال میں تناقض 521

○ وجوب التحیات میں مولوی صاحب کی اپنے مذہب کی مخالفت...... 522

○ حدیث مغیرہ سے مولوی صاحب کے استدلال کی غلطی کے بیان میں دوسری وجہ 523

○ مولوی صاحب کے جواب پر تعقبات 523

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

○ تیسری وجہ پر مولوی صاحب کے اعتراض کے جوابات 529
○ بحث کا خلاصہ 533

5 اسلام کی دوسری کتاب

○ اسلام 537
○ ایمان 537
○ حکم 538
○ حکم شرعی کی کتنی قسمیں ہیں؟ 539
○ دلائل 540
○ عبادت اور عادت میں فرق 541
○ عبادت کے طریقے 541
○ عبادت اور عادت میں حکم کا فرق 541
○ عبادت اور طاعت میں فرق 542
○ طاعت کے لیے علم کی ضرورت 542
○ ایمان میں ان باتوں پر یقین ضروری ہے 543
○ ان مسائل کے دلائل 544
○ پہلا مسئلہ 544
○ پانچواں مسئلہ: اللہ تعالیٰ اکیلا ہے 544
○ چھٹا مسئلہ: وہ ہر شے پر قادر ہے 545
○ ساتواں مسئلہ: ہر شے سے واقف ہے 545
○ آٹھواں اور نواں مسئلہ: جو چاہتا ہے کرتا ہے 546
○ دسواں مسئلہ: اللہ تعالیٰ متکلم ہے 546

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

○ انبیاء علیہم السلام یعنی پیغمبروں کا ذکر 547
○ اس پر یہ دلیلیں پیش کرتے ہیں 547
○ کتابیں 549
○ فرشتے 550
○ فرشتوں کا ثبوت 550
○ آخرت 550
○ آخرت کا ثبوت اور اس کی حقیقت 550
○ تقدیر 550
○ تقدیر کا ثبوت اور اس کا مطلب 550
○ قرآن مجید 551
○ قرآن مجید آخری کتاب ہے اور آنحضرت آخری نبی ہیں 551

﴿6﴾ صلاۃ مسنونہ

○ نماز کے اوقات 555
○ پانچ نمازیں فرض ہیں اور ان کے لیے پانچ وقت ہیں 555
○ اذان 556
○ اِقامت 557
○ وسیلے کی دعا 560
○ جو اذان سن کر یہ دعا پڑھے اس کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں 560
○ مغرب کی اذان کی دعا 561
○ آدابِ پاخانہ 561

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- پاخانہ میں داخل ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھے 561
- فارغ ہوکر یہ کہے 561
- وضو کا ذکر 562
- وضو کی ترکیب 562
- وضو مندرجہ ذیل اشیاء سے ٹوٹ جاتا ہے 565
- تیمّم 566
- استقبالِ کعبہ 567
- ستر عورہ 567
- مندرجہ ذیل جگہوں میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے 568
- نماز کا بیان 570
- دعائے استفتاح 570
- دوسری دعا جس کی سند اتنی قوی نہیں 571
- تیسری دعا 572
- چوتھی دعا 572
- پانچویں دعا 574
- چھٹی دعا 574
- مقتدی و امام 577
- رکوع کی دعا 581
- رکوع کی دوسری دعا 581
- رکوع کی تیسری دعا 581

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- رکوع کی چوتھی دعا 581
- رکوع کی پانچویں دعا 582
- قومہ کی دوسری دعا 583
- قومہ کی تیسری دعا 584
- سجدے کی دعائیں 585
- سجدہ کی تیسری دعا 585
- سجدہ کی چوتھی دعا 585
- پہلی دعا 587
- دوسری دعا 587
- تشہد کے الفاظ مختلف ہیں، جس طرح چاہے پڑھے 589
- دوسری صورت 590
- تیسری صورت 590
- چوتھی صورت 591
- پانچویں صورت 591
- چھٹی صورت 592
- ساتویں صورت 592
- تنبیہ 593
- درود کی پہلی صورت 594
- دوسری صورت 594
- تیسری صورت 595

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

○ پہلی دعا 595

○ دوسری دعا 596

○ تیسری دعا 596

○ چوتھی دعا 597

○ پانچویں دعا 597

○ چھٹی دعا 598

○ وتر میں دعائے قنوت جائز ہے 599

○ دوسری دعا 600

○ سلام کے بعد ایک اور دعا 602

○ سورۂ کافرون 604

○ سورۂ اخلاص 604

○ آیۃ الکرسی 605

○ قرض کی دعا 606

○ کفارۂ مجلس اور اعمالِ مجلس کے لیے محافظ 606

○ بیوی کے پاس جانے کی دعا 607

○ بے چینی اور غم دفع کرنے کی دعا 607

○ سید الاستغفار 607

○ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب اور تمام دنیا سے بہتر کلمات 608

○ سنن ونوافل کا بیان 609

○ چاشت کی نماز 611

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- صفوں کا ذکر 611
- سجدۂ سہو 612
- سجدۂ تلاوت 613
- نمازِ جنازہ 613
- جنازے کی دعا 614
- دوسری دعا 615
- رسوم 616
- نماز عید فطر و اضحیٰ 616
- نمازِ سفر 617
- نمازِ تراویح 618
- جمعہ 618
- نمازِ کسوف وخسوف 619
- نمازِ استسقاء 620
- نمازِ تسبیح 620
- دعا 621
- اوقات نماز 622
- فہرست 624

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیر نظر مجموعہ میں شامل رسائل

- ختمِ نبوت
- اہداءِ ثواب
- تنقید المسائل
- سنت خیر الانام
- اسلام کی دوسری کتاب
- صلاۃ مسنونہ

ہم جو مجموعہ مقالات و رسائل قارئینِ کرام کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں، اس کی اصابت کے لیے یہی کافی ہے کہ یہ نگارشات حضرت محدث گوندلوی نور اللہ مرقدہ کے نتیجہ فکر کا عکاس ہیں، جو اپنے وقت کے عظیم محدث، مفسر، فقیہ اور مجتہد تھے، اصول و فروع پر کامل گرفت رکھتے تھے، تمام علوم و فنون کے بحرِ زخار تھے، جن کی علمی مجلس میں چند ساعتوں کی حاضری ہزاروں صفحات کی ورق گردانی سے بے نیاز کر دیتی تھی۔ وسعتِ علم کے ساتھ ساتھ عمل و اخلاق کے بھی پیکر تھے، زہد و تقویٰ، ذکر و فکر اور شب زندہ داری اور سنن و مستحبات کی پیروی کا ایسا اہتمام کہ اب ایسا اور کوئی ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا۔ ؎

یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر
انھیں کے اتقا پر ناز کرتی ہے مسلمانی

حضرت محدث گوندلوی رحمہ اللہ کی پوری زندگی ''قال اللہ، وقال الرسول'' کا درس دیتے گزری۔ اس کے علاوہ قلم و قرطاس سے بھی انھوں نے اپنا تعلق رکھا اور متنوع موضوعات پر اپنی یادگار چھوڑیں، اور جس عنوان کو بھی موضوعِ سخن بنایا اس کا حق ادا کر دیا۔

فضیلۃ الشیخ مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

GUJRANWALA
UMM UL QURA PUBLICATIONS
Sialkot Road, Fattomand Gujranwala
www.umm-ul-qura.org

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ